بسم الله الرحمن الرحيم

اللؤلؤ المكنون

في سيرة النبي المأمون

(3)

غزوہ احد اور غزوہ خندق کے درمیان پیش آمدہ واقعات

غزوہ احد کا مسلمانوں کے مقام پر برا اثر پڑا تھا، چنانچہ لوگوں کے دلوں سے ان کی ہیبت ختم ہو گئی تھی، اور سبھی قبیلے ان کے سلسلے میں لالچی ہو گئے تھے، اور یہودیوں اور منافقوں نے اپنے اندر موجود دشمنی اور بغض و نفرت کو مسلمانوں کے خلاف ظاہر کر دیا تھا، پس اس غزوے کو دو مہینے بھی نہیں گزرے تھے یہاں تک کہ بنو اسد کے قبائل نے مدینہ پر دھاوا بولنے کے لئے تیاری شروع کر دی، پھر خالد بن سفیان الہذلی نے بھی اسی مقصد سے لوگوں کو جمع کرنا شروع کیا، پھر عضل اور قارہ نامی قبیلوں نے اپنی مکاری دکھائی جس کی وجہ سے کئی صحابہ کرام قتل کر دیئے گئے، اور عامر بن طفیل نے اسی وقت اسی کی طرح مکاری ظاہر کی جس کے سبب ستر صحابہ قتل کر دیئے گئے، پھر بنو نضیر نے عہد توڑ دیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان سبھی حرکتوں اور لالچوں سے غافل نہ تھے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حکمت کے ساتھ ان کا مقابلہ کر رہے تھے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی ہیبت اور مقام و مرتبہ کو دوبارہ واپس کیا۔

آئندہ سطور میں ان واقعات کی تفصیل آرہی ہے:

بنو اسد کی طرف ابو سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کا لشکر

اس کا سبب یہ تھا کہ خویلد کے دو بیٹے طلیحہ اور سلمہ اور ان دونوں کی پیروی کرنے والے اپنی قوم بنو اسد میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کے لئے تیار کرنے کے لئے گئے، جب یہ بات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلی تو آپ نے ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی رضی اللہ تعالی عنہ کو بلایا جنہیں جنگ احد کے دوران بازو میں زخم لگی ہوئی تھی، چنانچہ وہ ایک مہینے علاج کرتے رہے یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو گئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا اس لشکر کے ساتھ تم نکلو میں نے تمہیں اس کا کمانڈر بنایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے جھنڈا باندھا اور ان کے ساتھ مہاجرین اور انصار میں سے ڈیڑھ سو لوگوں کو بھیجا اور کہا تم جاؤ یہاں تک کہ بنو اسد کی سرزمین پر پہنچنا اور ان پر ان کے لشکر کے جمع ہونے سے پہلے دھاوا بول دینا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اور ان کے ساتھ موجود مسلمانوں کو بھلائی اور اللہ کے تقوی کی وصیت کی۔

ابو سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نکلے یہ ہجرت کے چوتھے سال ماہ محرم کی بات ہے یہاں تک کہ قطن نامی ایک پہاڑی کے پاس ان کے چشمہ کے پاس پہنچے، تو انہوں نے ان کی بکریوں کے ریوڑ پر دھاوا بولا اور اسے لے لیا اور ان کے تین غلام چرواہوں کو بھی اپنے قبضے میں لے لیا اور باقی سب بھاگ گئے، اور وہ سبھی اپنی جماعت کے پاس آئے اور ان کے بارے میں بتلایا اور انہیں ڈرایا، تو ان کی جماعت ہر طرف بکھر گئی، چنانچہ جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ ان کے چشمے کے پاس پہنچے، تو ان کی جماعت کو بکھرا ہوا پایا، آپ نے وہاں پر پڑاؤ ڈالا اور اپنے ساتھیوں کو تین گروہوں میں بانٹ دیا، ایک گروہ ان کے ساتھ کھڑی ہوئی اور دو گروہوں نے الگ الگ سمت میں

دھاوابولا،اور وہ دونوں صحیح سالم بہت سارے مال غنیمت کو لیے ہوئے واپس آئے، پھر وہ کامیاب ہو کر مال غنیمت کے ساتھ مدینہ واپس آ گئے۔

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات

جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں داخل ہوئے تو ان کا زخم پھوٹ پڑا پھر وہ اس کے بعد زیادہ دیر نہیں ٹھہرے تھے یہاں تک کہ جمادی الآخرہ کی تین یا آٹھ راتیں باقی رہتے ان کی وفات ہو گئی [1]۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابو سلمہ کے پاس آئے اور اس وقت آپ کی آنکھ کھلی ہوئی تھی تو آپ نے اس کو بند کیا اور کہا: بے شک جب روح قبض کر لی جاتی ہے تو نگاہیں اس کا پیچھا کرتی ہیں، تو ان کے گھر والوں میں سے کچھ لوگ چیخنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لوگوں تم اپنے لئے صرف بھلائی کی دعا کرو کیونکہ فرشتے جو تم کہہ رہے ہو اس پر آمین کہتے ہیں)) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((اے اللہ تو ابو سلمہ کی مغفرت فرما اور ہدایت یافتہ لوگوں میں ان کے درجات کو بلند فرما اور ان کے پسماندگان کیلئے بہترین ذریعہ بنا اور اے اللہ تو ہماری اور ان کی مغفرت فرما اور ان کے لیے قبر کو کشادہ کر دے اور ان کے لیے اس میں روشنی پیدا کر دے)) [2]۔

([1]) دیکھیے: الطبقات الکبری از ابن سعد (2/ 274)، دلائل نبوت از بیہقی (3/ 319)، البدایہ والنہایہ (442/4) زاد المعاد (218/3)۔

([2]) اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجنائز باب في إغماض الميت والدعاء له، حدیث نمبر (920) اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (26543) پر کی ہے۔

اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں جب ابو سلمہ کی وفات ہوئی تو میں نے کہا: وہ اجنبی ہیں اور اجنبیت والی سرزمین پر[1] ہیں، میں ان کے بارے میں ایسا روؤں گی کہ اس کے سلسلے میں بات کیا جائے گا، چنانچہ میں نے ایسا کرنے کی تیاری کر لی تھی اسی وقت مدینہ کے بالائی حصے سے ایک عورت آئی جو رونے میرا ساتھ دینا چاہتی تھی، تو راستے میں اس کی ملاقات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((کیا تم یہ چاہتی ہو کہ تم ایسے گھر میں شیطان کو داخل کرو جس سے اللہ رب العالمین نے اسے نکال دیا ہے ایسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا تو میں رونے سے رک گئی اور میں نے نہیں رویا))[2]۔

اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس بھی مسلمان کو کوئی مصیبت پیش آتی ہے اور وہ کہتا ہے: انا للہ وانا الیہ راجعون، اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منھا تو اللہ رب العالمین اس کے لیے اس سے بہتر انتظام کر دیتے ہیں، وہ کہتی ہیں: جب ابو سلمہ کی وفات ہوئی تو میں نے کہا مسلمانوں میں سے ابو سلمہ سے بہتر کون ہوگا؟ یہ تو پہلے گھر والے تھے جو اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم کی طرف ہجرت کر کے آئے تھے پھر میں نے اس دعا کو پڑھی اور اللہ رب العالمین نے میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کو آسان کر دیا[3]۔

([1]) امام نووی مسلم کی شرح (199/6) میں کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اہل مکہ میں سے تھے اور ان کی وفات مدینہ میں ہوئی۔

([2]) اس کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح کتاب الجنائز باب ابکاء علی المیت میں حدیث نمبر (922) پر کی ہے۔

([3]) اس کی تقریر امام مسلم نے اپنے صحیح کتاب الجنائز، باب مایقال عندالمصیبۃ، میں حدیث نمبر (918) اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (26635) اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر (5754) پر کی ہے۔

خالد بن سفیان ہذلی کو قتل کرنے کے لیے عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالی عنہ کا لشکر

محرم سنہ چار ہجری کے پانچویں دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن انیس کو خالد بن سفیان الہذلی کے قتل کے لیے بھیجا، جیسا کہ امام احمد نے اپنی مسند اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حسن سند کے ساتھ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور ارشاد فرمایا: مجھے یہ بات پتہ چلی ہے کہ خالد بن سفیان بن نبیہ لوگوں کو مجھ سے لڑائی کے لیے عرنہ[1] نامی مقام پر جمع کر رہا ہے، چنانچہ اس کے پاس جاؤ اور اسے قتل کر دو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کی صفت مجھے بیان کر دیں تاکہ میں اسے پہچان جاؤں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اسے دیکھو گے تو تم اس کو کانپتا ہوا پاؤ گے۔

اور ابن سعد کی طبقات میں ایک روایت میں ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب تم اسے دیکھو گے تو تم اس سے خوف کھاؤ گے اس سے ڈرو گے اور شیطان کو یاد کرو گے"۔

عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں: پھر میں اپنی تلوار کو سونت کر نکلا یہاں تک کہ اسے پالیا، وہ اس وقت عرنہ نامی مقام پر کچھ عورتوں کے ساتھ تھا جو ان کے لئے رہنے کی جگہ ڈھونڈ رہا تھا اور اس وقت عصر کا وقت تھا جب میں نے اس کو دیکھا تو اسی طرح پایا جس طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس کی صفت بیان کی تھی وہ کانپ رہا تھا چنانچہ میں اس کی طرف بڑھا، اور مجھے یہ خدشہ لاحق ہوا کہیں میرے اور اس کے درمیان لڑائی کی وجہ سے نماز میں مشغول نہ رہ جاؤں، چنانچہ میں نے نماز پڑھی اس حال میں کہ میں اس کی جانب چل رہا تھا اپنے سر

([1]) عرنہ: عرفات میں موقف کے قریب ایک جگہ ہے، دیکھئے: النھایۃ (۲۰۲/۳)۔

سے رکوع اور سجدے کے لئے اشارہ کر رہا تھا، جب میں اس کے پاس پہنچا تو اس نے کہا: تم کون ہو؟ میں نے کہا: عرب کا ایک آدمی ہوں، جس نے اس آدمی کے خلاف تمہارے بارے میں اور تمہارے لشکر کے بارے میں سنا ہے تو اسی وجہ سے تمہارے پاس آیا ہوں، اس نے کہا: ہاں، میں وہی آدمی ہوں۔

عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں: میں اس کے ساتھ تھوڑی دور چلا یہاں تک کہ مجھے تلوار اٹھانے کا موقع ملا اور میں نے اسے قتل کر دیا پھر میں وہاں سے نکل گیا اور میں نے اس کی ان عورتوں کو اس کے اوپر متوجہ ہونے کے لیے چھوڑ دیا چنانچہ جب میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: یہ شخص کامیاب ہو گیا، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اسے قتل کر دیا ہے تو آپ صلی وسلم نے فرمایا: تم نے سچ کہا، پھر وہ کہتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ اٹھے اور مجھے اپنے گھر میں داخل کیا اور ایک لاٹھی مجھے دی اور کہا عبداللہ بن انیس اسے تم اپنے پاس رکھو، وہ کہتے ہیں: میں لوگوں کے پاس وہ لاٹھی لے کر نکلا تو لوگوں نے کہا: اس لاٹھی کا ماجرہ کیا ہے؟

میں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں اس کو اپنے پاس رکھوں۔

لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس جاؤ اور آپ سے اس کے بارے میں پوچھو؟

وہ کہتے ہیں: پھر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس گیا اور میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم آپ نے یہ لاٹھی مجھے کیوں دی ہے۔

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ میرے اور تمہارے درمیان قیامت کے دن کی خاطر نشانی ہے اس دن لاٹھی لینے والے لوگ بہت کم ہوں گے"۔

پھر عبداللہ نے اس لاٹھی کو اپنے تلوار کے ساتھ جوڑ لیا، اور وہ ان کے ساتھ ہی رہی یہاں تک کہ وہ فوت ہو گئے، اور پھر اس لاٹھی کو ان کے ساتھ ہی ان کے کفن میں رکھ دیا گیا اور ساتھ ہی میں دفن کیا گیا[1]۔

([1]) خالد ابن سفیان ہذلی کے عبداللہ ابن انہیں رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل کیے جانے کے قصے کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (16047) اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب إخباره عن مناقب الصحا ِ بة، باب ذكر عبد الله بن أنيس رضي الله عنه، حدیث نمبر (7160) اور ابو داؤد نے اپنی سنن، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الطالب میں حدیث نمبر (1249) پر اور ابن سعد نے اپنے طبقات (2/ 275) میں کی ہے اور اس کی سند حسن ہے جیسے کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری (8/ 133) میں کہا ہے۔

سریہ رجیع[1]

یہ سریہ سنہ چار ہجری ماہ صفر میں روانہ ہوئی تھی۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دس لوگوں[2] کو جاسوس بنا کر ایک سریہ میں روانہ[3] کیا، اور ان پر عاصم بن عمر بن خطاب کے دادا عاصم بن ثابت انصاری[4] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر فرمایا، چنانچہ وہ گئے یہاں تک کہ جب عسفان اور مکہ کے درمیان **ہداہ**[5] نامی مقام پر پہونچے تو ان سے ہذیل کے ایک قبیلے کا ذکر کیا گیا، جنہیں بنو لحیان کہا جاتا تھا، ان میں سے ان کی تلاش کے لیے دو سو تیر انداز تیار ہوئے اور انہوں نے ان کے قدم کے نشان تلاش کرتے ہوئے ان کا پیچھا کیا یہاں تک کی ان لوگوں نے ان کے کھجور کھانے کی جگہ کو پالیا جو انہوں نے مدینہ سے لیا تھا چنانچہ

([1]) رجیع: یہ قبیلہ ہذیل کا ایک چشمہ ہے، دیکھیے: النہایہ (۱۸۶/۲)۔

([2]) ابن اسحاق کی سیرت (۱۸۸/۳) کے اندر روایت میں ہے کہ وہ چھ لوگ تھے اور انہوں نے ان لوگوں کا نام بھی بیان کیا جو عاصم ابن ثابت مرسد ابن ابی مرصد خبیب ابن عدی زید ابن دسنا دال کے زبر اور سا کے زیر کے ساتھ ہے اور عبداللہ ابن طارق اور خالد ابن بکر اور ابن سعد نے اپنے طبقات (۲۷۷/۲) میں یہ تاکید کے ساتھ بیان کیا ہے کہ وہ 10 لوگ تھے اور پھر انہوں نے گزشتہ چھ لوگوں کے نام بیان کیے اور پھر اضافی طور پر یہ نام بیان کیے معطب ابن عبید جو کہ عبداللہ ابن طارق کے معاشرے کے بھائی تھے

اور حافظ ابن حجر فتح الباری (۱۳۳/۸) میں کہتے ہیں گویا دوسرے دوسرے تین لوگ ان کے پیروکار رہے ہوں گے اسی لیے ان کے نام کو بیان کرنے کا اہتمام نہیں کیا گیا۔

([3]) ابن اسحاق نے سیرت (۱۸۸/۳) میں اس بعثت کی وجہ ذکر کرتے ہوئے کہا ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غزوہ احد کے بعد ازل اور قارہ کے کچھ لوگ ائے واضح رہے کہ یہ دونوں حون ابن خزیمہ ابن مدرکہ کے دو قبیلے تھے اور انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ہم میں اسلام کی چاہت ہے تو اپ ہمارے ساتھ اپنے صحابہ میں سے کچھ لوگوں کو بھیج دیں تاکہ وہ ہمیں دین سکھائیں اور قران پڑھائیں اور اسلام کی باتیں بتائیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ اپنے صحابہ میں سے چھ لوگوں کو بھیج دیا۔

([4]) ابن اسحاق کہ یہاں سیرت (۱۸۸/۳) میں اور ابن سعد کے یہاں توقعات (۲۷۷/۲) میں ہے کہ ان کے امیر مرثد ابن ابی مرثد تھے حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۱۳۳/۸) میں کہا ہے کہ صحیح میں جو بات ہے وہ زیادہ صحیح اور درست ہے۔

([5]) طیالسی کی مسند کی روایت میں حدیث نمبر (۲۷۲۰) اور ابن سعد کے یہاں طبقات (۲۷۷/۲) میں " ھدَّۃ" دال کے تشدید کے ساتھ بغیر الف کے ساتھ ہے۔

انہوں نے کہا یہ مدینے کی کھجوریں ہیں،اور انہوں نے ان کے قدم کے نشان دیکھتے ہوئے ان کی تلاش شروع کی، جب عاصم اور ان کے ساتھیوں نے انہیں دیکھا تو انہوں نے ایک بلند مقام پر پناہ لیا،اور لوگوں نے انہیں گھیر لیا اور ان سے کہا: تم اترو اور اپنے ہاتھ ہمیں دے دو تمہارے لئے عہد و میثاق ہے، ہم تم میں سے کسی کو بھی قتل نہ کریں گے [1]، تو لشکر کے سردار عاصم بن ثابت نے کہا رہی بات میری تو میں اللہ کی قسم کافر کے ذمے میں نہ آؤں گا،اے اللہ تو ہمارے بارے میں اپنے نبی کو خبر دے، چنانچہ انہوں نے ان کو تیروں سے مارا اور سات لوگوں کے ساتھ عاصم کو قتل کر دیا۔ [2]

پھر قریش نے عاصم کی طرف آدمی بھیجا تاکہ ان کے جسم کا کوئی بھی حصہ ایسا لے کر آئیں جس سے وہ انہیں پہچان سکیں، یاد رہے کہ انہوں نے بدر کے دن ایک عظیم شخص [3] کو قتل کیا تھا، تو اللہ رب العالمین نے ان کے اوپر بھیڑ کے چھتے کی سائے کے مانند ایک چیز بھیج دیں،اور انہوں نے ان کو ان کے قاصدوں سے بچا لیا اور وہ ان کا کوئی بھی حصہ لے جانے پر قادر نہ ہوئے [4]۔

اور ابو الاسود عن عروہ والی روایت میں ہے وہ کہتے ہیں کہ: پھر اللہ رب العالمین نے ان پر بھیڑ کے چھتوں کو بھیج دیا جو ان کے چہروں پر اڑتیں اور انہیں ڈس لیتی تھیں پس وہ ان کے اور ان کو کاٹنے کے درمیان حائل ہو گئیں [5]۔

([1])ابن سعد کہ یہاں طبقات (٢/٢٧٧) کی روایت میں ہے کہ انہوں نے ان سے کہا اللہ کی قسم ہم تم سے قتال کرنا نہیں چاہتے بلکہ ہم اہل مکہ سے تمہارے ذریعے قیمت وصول کرنا چاہتے ہیں۔

([2])یعنی مجموعی سات لوگوں کے ساتھ اور طیالسی کے یہاں مسند کی روایت میں ہے کہ ان میں سے سات لوگ قتل کیے گئے اور تین لوگ عہد و میثاق پر خود کو ان کے حوالے کر دیا۔

اور اس اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد والسیر باب ھل یستاسر الرجل؟ حدیث نمبر اور (٣٠٤٥) نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (٢٧٢٠) پر کی ہے۔

([3])حافظ ابن حجر فتح الباری (٨/١٣٨) میں لکھتے ہیں شاید مذکورہ عظیم ادمی عقبہ ابن ابی معیط تھا کیونکہ عاصم نے انہیں بدر سے واپس ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے باندھ کر قتل کیا تھا۔

([4])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازي باب غزوة الرجيع حدیث نمبر (٤٠٨٦) پر کی ہے۔

([5])دیکھیے: فتح الباری (٨/١٣٨)۔

اور السیرہ میں ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ: جب عاصم کو قتل کر دیا گیا، اور ہذیل کے لوگوں نے ان کا سر لینا چاہا، تاکہ وہ اسے سلافہ بنت سعد سے بیچیں جس نے احد کے دن اپنے دو بیٹوں کے قتل کیے جانے پر نذر مانا تھا کہ اگر وہ عاصم کے سر کو پالے گی تو وہ ان کی کھوپڑی میں شراب بھر کر پیئے گی، پس بھیڑ کے چھتوں نے ایسا کرنے سے روک لیا، پھر جب ان کے اور ان کے درمیان بھیڑ کے چھتے حائل ہوئے تو انہوں نے کہا: اسے چھوڑ دو یہاں تک کہ شام ہو جائے اور یہ واپس چلے جائیں تو ہم انہیں لے لیں گے، چنانچہ اللہ رب العالمین نے بارش بھیج دیا اور سیلاب آگیا، اور اس نے عاصم کو اٹھا کر الگ کر دیا، واضح رہے کہ عاصم نے اللہ رب العالمین سے یہ وعدہ کیا تھا کہ انہیں کوئی مشرک نہ چھوئے اور نہ ہی وہ کبھی کسی مشرک کو چھوئیں [1]۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں اگر یہ واقعہ اسی طرح محفوظ ہے جیسے کہ ابن اسحاق نے کہا ہے: تو اس بات کا احتمال ہے کہ قریش کے لوگوں کو ہذیل کے ساتھ پیش آنے والے بھیڑ کے چھتے والی بات کا علم نہ تھا، چنانچہ انہوں نے ان کو لینے کے لیے لوگوں کو بھیجا، یا انہیں یہ بات معلوم تھی مگر انہیں یہ امید تھی کہ بھڑ کے چھتے نے انہیں چھوڑ دیا ہے اور وہ انہیں لینے میں کامیاب ہو جائیں گے [2]۔

چنانچہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ کو جب یہ معلوم ہوئی کہ بھڑ کے چھتوں نے ان کی حفاظت کی ہے تو وہ کہنے لگے، اللہ رب العالمین اپنے مومن بندے کی حفاظت اسی طرح کرتے ہیں موت کے بعد جیسے اس کے حفاظت اس کی زندگی میں کرتے ہیں [3]۔

([1]) دیکھیے: سیرت ابن ہشام (۱۸۹/۳)۔

([2]) دیکھیے: فتح الباری (۱۳۸/۸)۔

([3]) اسے عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حدیث نمبر (۳۵۶۱۴) پر تخریج کیا ہے۔

عہد پر اترنے والے تین لوگوں کا معاملہ:

رہی بات عہد و پیمان کر کے ان کے پاس جانے والوں کی بات جو کہ خبیب بن عدی انصاری ،زید بن دثنہ اور عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہم تھے، تو بنو لحیان نے جب ان کو پکڑا تو انہوں نے ان کے قوس کے دھاگے نکال دیئے اور انہیں باندھ دیا، تو عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ پہلی غداری ہے اللہ کی قسم میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا، بے شک میرے لیے اپنے ان ساتھیوں میں نمونہ ہے یعنی جنہیں قتل کر دیا گیا تھا، پھر انہوں نے انہیں گھسیٹا اور اپنے ساتھ رہنے کے لئے تیار کرنا چاہا مگر انہوں نے انکار کر دیا تو لوگوں نے ان کو بھی قتل کر دیا[1]۔

اور خبیب بن عدی اور زید بن دثنہ کو لے کر وہ لوگ واپس گئے[2]۔

زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کا قتل

رہی بات زید بن دثنہ کی تو انہیں صفوان بن امیہ نے اپنے والد امیہ بن خلف کے بدلے قتل کرنے کے لئے خرید لیا، اور انہیں صفوان بن امیہ نے نسطاس نامی ایک غلام کے ساتھ تنعیم[3] بھیجا، اور انہیں حرم سے نکالا تاکہ قتل کریں تو قریش کے کچھ لوگ جمع ہوئے جن میں ابو سفیان بن حرب بھی تھے تو ان سے ابو سفیان نے قتل کے لیے آگے بڑھائے جاتے وقت کہا: اے زید میں

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری (۱۳۴/۸) میں کہتے ہیں یہ اس بات کا متقاضی ہے کہ یہ اس وقت واقع ہوا جب انہوں نے پہلی مرتبہ ان کو قید کیا لیکن ابن اسحاق کے یہاں سیرت (۱۹۰/۳) کی روایت میں ہے وہ کہتے ہیں کہ پھر وہ لوگ ان تینوں لوگوں کو لے کر نکلے یہاں تک کہ جب وہ مر زہران پہنچے تو عبداللہ ابن طارق رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور اپنی تلوار لی اور پھر ان کے قتل کا قصہ ذکر کیا اس بات کا احتمال ہے کہ انہوں نے مر زہران پہنچنے کے بعد انہیں باندھا تھا ورنہ صحیح میں جو بات ہے وہ زیادہ درست ہے۔

([2])ان سب کی تقریر امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الجہاد والسیر باب ھل یستاسر الرجل حدیث نمبر (۳۰۴۵) پر کی ہے مزید دیکھیے طبقات الکبری از ابن سعد (۲۷۷/۲) سیرت ابن ہشام (۱۹۰/۳) ۔

([3]) تنعیم: فتح کے ساتھ پھر سکون پھر عین زیر کے ساتھ ہے مکہ کے باہر مدینہ کی جانب چار میل کے فاصلے پر ایک معروف جگہ ہے دیکھیے معجم البلدان (۴۵۸/۲) فتح الباری (۴۴۴/۴)۔

تمہیں اللہ کا حوالہ دیتا ہوں کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ محمد اس وقت ہمارے پاس تمہاری جگہ ہوتے اور ہم ان کی گردن اتارتے اور تم اپنے گھر والوں میں ہوتے؟

زید رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم مجھے یہ بات بھی پسند نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اپنے اس جگہ میں ہوتے جہاں وہ موجود ہیں اور انہیں کوئی کانٹا لگ کر انہیں تکلیف دے اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ رہوں۔

چنانچہ ابوسفیان نے کہا: میں نے کبھی بھی لوگوں میں سے کسی کو ایسا نہیں دیکھا جس سے لوگ اس طرح محبت کرتے ہوں جس طرح محمد کے صحابہ ان سے محبت کرتے ہیں، پھر زید بن دثنہ رضی اللہ تعالی عنہ کو قتل کر دیا گیا[1]۔

خبیب بن عدی رضی اللہ تعالی عنہ کا قتل

رہی بات خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی تو انہیں حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خریدا، کیونکہ خبیب ہی نے حارث بن عامر کو بدر کے دن قتل کیا تھا، چنانچہ خبیب ان کے پاس قیدی بن کر پڑے رہے۔

حارث کی بیٹی کہتی ہیں: جب لوگوں نے ان کے قتل پر اتفاق کیا، تو انہوں نے مجھ سے استرا مانگا تاکہ وہ اپنے زائد بال صاف کر سکیں تو انہوں نے انہیں استرا دے دیا، وہ کہتے ہیں، پھر میں اپنے ایک بچے سے غافل ہو گئی اور وہ چڑھ کر ان کے پاس چلے گیا، اور انہوں نے اسے اپنے ران پر بٹھا لیا، چنانچہ جب میں نے دیکھا تو میں ڈر گئی اور انہوں نے یہ بات پہچان لی، اس وقت ان کے ہاتھ میں استرا تھا تو انہوں نے کہا: کیا تمہیں ڈر ہے کہ میں اسے قتل کر دوں گا، میں ہر گز ان شاءاللہ ایسا نہیں کرنے والا۔

([1]) دیکھیے: سیرت ابن ہشام (۱۹۱/۳)، الطبقات الکبری از ابن سعد (۲۷۷/۲)۔

وہ کہتی ہیں: میں نے کبھی بھی خبیب سے بہتر قیدی نہیں دیکھا، میں نے انہیں انگور کے گچھے کھاتے دیکھا حالانکہ اس وقت مکہ میں کوئی پھل نہیں تھے، اور وہ اس وقت زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے، وہ تو صرف ان کو دیا ہوا اللہ کا رزق تھا۔

پھر لوگ انہیں لے کر حرم سے باہر نکلے اس حال میں کہ وہ لوہے میں بندھے ہوئے تھے یہاں تک کہ انہیں لے کر تنعیم پہنچے اور ان کے ساتھ بچے عورتیں اور غلام سمیت اہل مکہ کی ایک جماعت بھی تھی، چنانچہ کوئی بھی پیچھے نہ رہا، اور جب لوگ ان کو سولی دینے پر متفق ہوئے تو ان سے خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے چھوڑ دو میں دو رکعت نماز پڑھ لوں، چنانچہ انہوں نے انہیں چھوڑ دیا، انہوں نے دو رکعت نماز ادا کی بہت ہی مکمل اور بہت ہی خوبصورت مگر انہوں نے اسے لمبی نہ کی پھر لوگوں کے پاس آئے اور کہا: اللہ کی قسم اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم یہ سمجھ لو کہ میں موت سے ڈر کر لمبی نماز پڑھ رہا ہوں تو اور لمبی نماز پڑھتا، یا اور زیادہ نماز پڑھتا، چنانچہ خبیب رضی اللہ تعالی عنہ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے مسلمان شخص کو قیدی بنا کر قتل کے وقت دو رکعت نماز پڑھنے کا سلسلہ شروع کیا۔

پھر آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا: اے اللہ تو انہیں گن لے اور ان کو چن چن کر کے قتل کر اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑ[1]۔

ابن اسحاق السیرہ میں کہتے ہیں: پھر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ: میں اس دن ابو سفیان کے ساتھ حاضر ہونے والوں میں سے ایک تھا، میں نے انہیں دیکھا اس دن زمین کی طرف مجھے خبیب کی بد دعا سے خوف طاری ہوا، اور لوگ کہتے تھے کہ جب کسی انسان پر بد دعا کیا جائے اور وہ کروٹ ہو کر لیٹ جائے تو وہ بد دعا اس سے ختم ہو جاتی ہے[2]۔

([1]) اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کی کتاب المغازي باب غزوة الرجیع حدیث نمبر (۴۰۸۶) پر اور ابن اسحاق نے سیرت (۱۹۲/۳) میں کی ہے۔

([2]) دیکھیے: سیرت ابن ہشام (۱۹۲/۳)۔

پھر خبیب رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ اشعار کہے:

فلست ابالي حين اقتل مسلما على اي جنب كان في الله مصرعي

وذلك في ذات الاله وان يشايبارك على اوصال شلو ممزع[1]

پھر عقبہ بن حارث ان کی جانب کھڑا ہوا اور انہیں قتل کر دیا[2]۔

اور صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جنہوں نے خبیب رضی اللہ تعالی عنہ کو قتل کیا تھا وہ ابو سروعہ تھا[3]۔

حافظ ابن حجر تہذیب میں لکھتے ہیں: علماء حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ابو سروعہ کا نام ہی عقبہ بن حارث[4] تھا اور ان کا قول ان شاء اللہ زیادہ مناسب ہے[5]۔

اور ابن اسحاق نے السیرہ میں صحیح سند کے ساتھ عقبہ بن حارث کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: نہیں اللہ کی قسم میں نے خبیب کو نہیں قتل کیا ہے کیونکہ میں اس وقت بہت چھوٹا تھا، بلکہ ابو میسرہ عبدری نے کدال لیا اور اسے میرے ہاتھ میں رکھا پھر میرے ہاتھ اور کدال کو اٹھایا اور اسے خبیب رضی اللہ تعالی عنہ پر مارا یہاں تک کہ انہیں قتل کر دیا[6]۔

اور حسان بن ثابت نے خبیب رضی اللہ تعالی عنہ کا مرثیہ پڑھتے ہوئے اس طرح سے کہا ہے:

ما بال عينك لا ترقا مدامعها،،، سحاعلى الصدر مثل اللؤلؤ الفلق

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد واسیر باب ھل یستاسر الرجل؟ حدیث نمبر (۳۰۴۵) پر اور انہوں نے ہی کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع میں حدیث نمبر (۴۰۸۶) پر اور طیالسی نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۲۷۲۰) پر کی ہے۔

([2])خبیب رضی اللہ عنہ کے عقبہ ابن حارث کے ہاتھوں قتل کیے جانے پر مشتمل حدیث کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازي باب غزوۃ الرجیع حدیث نمبر (۴۰۸۶)۔

([3])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں حدیث نمبر (4078) پر کی ہے۔

([4])عقبہ بن حارث فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور ان کا اسلام اچھا رہا دیکھیے اسد الغابہ (۳/ ۲۵۸)۔

([5])دیکھیے: تہذیب التہذیب (۳/۱۲۲)۔

([6])اس کی تخریج ابن اسحاق نے سیرت (192/3) میں کی ہے اور اس کی سند کو حافظ نے فتح الباری (139/8) میں صحیح قرار دیا ہے۔

على خبيب وفي الرحمن مصرعه لا فشل حين تلقاه ولا نزق[1]

اور یہ بھی فرمایا:

يا عين جودي بدمع منك منسكب وابكى خبيبا مع الغادين لم يؤب
صقرا توسط في الانصار منصبه حلو السجيه محضا غير مؤتشب
قد هاج عيني على علات عبرتهاث اذقيل نص على جزع من الخشب[2]

فوائد حدیث:

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ سریہ رجیع میں کئی ایک فوائد ہیں:

1-یہ کہ قیدی کے لئے امان کا قبول نہ کرنا اور اس کا اپنے آپ کو کسی کے حوالے نہ کرنا اگرچہ اس کو قتل کر دیا جائے جائز ہے، اس بات سے بچتے ہوئے کہ اس پر کافر کا حکم نہ جاری ہو، یہ اس وقت جب وہ سختی کو اپنانا چاہے اور اگر رخصت لینا چاہے تو اس کے لئے امن کو قبول کرنا بھی درست ہے۔

2-اس میں مشرکین کے لیے عہد و پیمان کو پورا کرنے کا بیان ہے۔

3-اور اس میں ان کے اولاد کو قتل کرنے سے بچنے کا بیان ہے۔

4- قتل کیے جانے والے شخص کے ساتھ نرمی کرنا۔

5-اور اس میں اولیاء کی کرامت کا اثبات بھی ہے۔

6-اور اس میں عام انداز میں مشرکین پر بد دعا کرنے کا بیان بھی ہے۔

7-اور اس میں قتل کے وقت نماز پڑھنے کا بیان ہے۔

8-اور اس میں شعر پڑھنے کا بیان ہے۔

([1])ان اشعار کو دیوان حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ میں صفحہ نمبر 173 پر۔

([2])دیکھیے دیوان حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ صفحہ نمبر 37 ۔

9-اور اس میں ان کے قتل کے وقت شعر پڑھنے کا بیان ہے۔

10-اور اس میں اس بات پر بھی دلیل ہے کی خبیب رضی اللہ عنہ کا یقین بہت مضبوط تھا اور وہ دین کے معاملے میں بہت مضبوط تھے۔

11-اور اس میں اس بات کا بیان ہے کہ اللہ رب العالمین اپنے مسلم بندے کو جس طرح چاہے آزماتا ہے جیسا کہ اللہ رب العالمین کے علم میں گزر چکا ہے تاکہ اسے اجر ثواب دے اور اگر اللہ رب العالمین چاہتا تو وہ ایسا نہ کر سکتے تھے۔

12-اور اس میں مسلمان کی دعا کی قبولیتِ اور اس کی زندگی اور موت کے بعد تکریم کا بھی بیان ہے[1]۔

شیخ محمد غزالی کہتے ہیں کہ: مسلمانوں کو عاصم اور ان کے ساتھیوں کی موت اور ان کے دونوں قیدی خبیب بن عدی اور زید بن دثنہ رضی اللہ عنہما کے اس قدر دردناک مارے جانے سے کافی غم لاحق ہوئی، کیونکہ اس طرح سے انہوں نے ان کے ایک بہادر قابل داعیوں کی ٹیم کھودی تھی، جن کی اس تاریخی مدت میں اسلام کو ضرورت تھی۔۔۔۔اس کے باوجود یہ واقعہ مسلمانوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ دور کے قبائل اور انجان جگہوں پر اسلام کی نشر واشاعت کے لیے کوئی وفد بھیجنے سے پہلے چھان بین کریں، یہ اور بات ہے کہ دعوت کو پھیلانے کی ضرورت کے سلسلے میں۔کتنا بھی نقصان اٹھانا پڑے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان قربانیوں کی جانب اس نظریے سے دیکھنے پر ابھارا کیونکہ وہ ضروری چیز ہے،اس تاجر کی طرح ہے جو کچھ دنوں تک اپنے اوپر بہت بڑے قرض اٹھاتا

([1])دیکھیے فتح الباری(۱۳۸/۸)۔

سریہ رجیع کی تفصیل امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع حدیث نمبر(۴۰۸۶)اور انہوں نے ہی کتاب الجہاد واا سیر باب ھل یستاسر الرجل میں حدیث نمبر(۳۰۴۵)اور امام طیالسی نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۲۷۲۰)اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۷۹۲۸)(۸۰۹۶)اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم عن مناقب الصحابۃ باب ذکر خبیب بن عدي حدیث نمبر(۷۰۳۹)اور بجی نے دلائل نبوت(۳۲۳/۳)میں اور ابن سعد نے اپنے طبقات(۲۷۷/۲)میں اور ابن اسحاق نے سیرت(۱۸۷/۳) میں کی ہے۔

ہے، کیونکہ قرض سے بچنے کی خاطر بازار سے نکل جانا اس تجارت کو بالکل ختم کر دینے کے مترادف ہے، لہذا وہ صبر کئے بیٹھے رہتا ہے یہاں تک کی آسانی کی نئی ہوا چلتی ہے جو اس کے کھوئے ہوئے کو واپس کرتی ہے۔[1]

([1]) دیکھیے: فقہ السیرہ صفحہ نمبر ۲۷۶۔

بئرِ معونہ[1] یا سریہ قراء کا دردناک واقعہ

یہ واقعہ صفر سنہ 4 ہجری کا ہے، اس کی وجہ سے امام بخاری کی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رعل[2] ذکوان[3] اور عصیہ[4] اور بنی لحیان[5] قبیلے کے لوگوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ستر لوگوں[6] کو بھیج کر ان کی مدد کی جنہیں ہم قراء کہا کرتے تھے، وہ لوگ دن میں لکڑی اکٹھا کرتے اور رات میں نماز پڑھا کرتے تھے[7]۔

اور مسلم شریف کی صحیح کے اندر ایک روایت میں ہے کہ انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ لوگ آئے اور انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ کچھ لوگوں کو بھیج دیں جو ہمیں قرآن وسنت کی تعلیم دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جانب انصار کے ستر لوگوں کو بھیجا جنہیں قراء کہا جاتا تھا[8]۔

([1])بئرِ معونہ: میم کے زبر اور عین کے پیش کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان بنو سلیم کی سرزمین میں ایک کنواں تھا، دیکھیے: انہایہ (۲۹۳/۴)۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری (131/8) میں لکھتے ہیں: رعل را کے زیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جو بنو سلیم کے ایک قبیلے کا نام ہے جن کی نسبت رعل بن عوف بن مالک کی جانب کی جاتی ہے۔

([3])حافظ ابن حجر فتح الباری (131/8) میں لکھتے ہیں: ذکوان بنو سلیم کا ایک قبیلہ تھا جن کی نسبت ذکوان بن ثعلبہ کی جانب کی جاتی ہے۔

([4])حافظ ابن حجر فتح الباری (232/7) میں لکھتے ہیں: عصیہ تصغیر کے ساتھ یہ بھی بنو سلیم ہی کا ایک قبیلہ تھا جن کی نسبت عصیہ بن خفاف کی جانب کی جاتی ہے۔

([5])حافظ ابن حجر فتح الباری (141/8) میں کہتے ہیں: اس قصے میں بنو لحیان کا ذکر کرنا وہم ہے بنو لحیان کا ذکر اس سے پہلے غزوہ رجیع میں خبیب رضی اللہ عنہ کے قصے میں ہونا چاہیے۔

([6])ابن اسحاق کی سیرت میں موجود روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس 40 صحابہ کو بھیجا تھا۔
حافظ ابن حجر فتح الباری (141/8) میں کہتے ہیں: اس کے اور صحیح میں موجود روایت کے درمیان جمع اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ 40 سردار تھے اور باقی تعداد ان کے پیروکار تھے۔

([7])اس کی تخریج امام بخاری نے کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع.... میں حدیث نمبر (4090) پر کی ہے۔

([8])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الامارہ باب ثبوت الجنۃ للشہید حدیث نمبر (677) پر کی ہے۔

اور ابن سعد اور ابن اسحاق کے یہاں یہ روایت ہے کہ ابو عامر بن مالک جو کہ نیزوں کو کھیلنے والے شخص کے نام سے جانے جاتے ہیں وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اسلام پیش کیا اور انہیں اسلام کی دعوت دی تو نہ انہوں نے اسلام قبول کیا اور نہ ہی وہ اسلام سے دور تھے اور انہوں نے کہا: اے محمد اگر آپ اپنے صحابہ میں سے کچھ لوگوں کو اہلنزد کی جانب بھیج دیتے اور وہاں آپ کے معاملے کی جانب لوگوں کو دعوت دیں تو مجھے امید ہے کہ وہ آپ کی بات مان لیں گے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((میں اہل نجد سے ان کے اوپر خوف کھاتا ہوں)) تو براء نے کہا: میں ان کو پناہ دوں گا چنانچہ آپ انہیں بھیجیں تاکہ وہ لوگوں کو آپ کے معاملے کی جانب بلائیں، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے 70 لوگوں[1] کو بھیجا[2]۔

صحابہ کرام کا بئر معونہ پہنچنا

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چلتے رہے یہاں تک کہ بئر معونہ تک پہنچ کر کے وہاں پر قیام کیا، اور انہوں نے حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو جو کہ انس بن مالک کے ماموں تھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دے کر اللہ کے دشمن عامر بن طفیل کی جانب بھیجا، مگر اللہ کے دشمن عامر بن طفیل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خط نہ دیکھا بلکہ اس سے منہ موڑ لیا اور اس نے ایک

([1]) یہ طبقات (2/ 275) میں ابن سعد کی روایت ہے اور یہ بخاری کی صحیح میں موجود روایت کے موافق ہے حدیث نمبر (4090) پر اور ابن اسحاق کے یہاں سیرت (3/ 204) میں ہے کہ وہ 40 تھے۔

([2]) دیکھیے الطبقات الکبری (2/ 275) از ابن سعد، سیرت ابن ہشام (۳/ ۲۰۴)۔

شخص کی جانب اشارہ کیااور وہ ان کے پیچھے سے آیااور انہیں نیزے سے گھائل کر دیا، تو حرام نے کہا اللہ اکبر اللہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا[1]۔

اور جب حرام رضی اللہ عنہ کا خون بہا، تو انہوں نے اسے اپنے چہرے اور سر پر لگایا پھر فوت ہو کر گر پڑے[2]۔

سریہ قراء کے لوگوں کا قتل:

پھر عامر بن طفیل -اللہ رب العالمین اسے تباہ کرے- نے بنو عامر کو باقی بچے صحابہ کی قتال پر ابھارا، مگر لوگوں نے انکار کیااور اس کی بات نہ مانی اور انہوں نے کہا کہ ہم ابو براء کی پناہ کو نہیں توڑیں گے، چنانچہ اس نے بنو سلیم کے قبائل رعل، ذکوان اور عصیہ کو ان کے خلاف ابھارا، چنانچہ انہوں نے اس کی بات مان لی اور وہ نکلے اور لوگوں کو گھیر لیااور انہیں ان کے قیام گاہ میں میں گھیر لیا، تو ان سے مسلمانوں نے کہا: اللہ کی قسم ہم تم سے لڑنے کے لیے نہیں آئے تھے، ہم تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آپ کی حکم پر عمل کرنے آئے تھے مگر انہوں نے ان کی کوئی بات نہ مانی، پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی تلوار لیااور ان سے جنگ کی، پس وہ سارے ستر صحابہ شہید کر دیے گئے سوائے کعب بن زید بن نجار کے، جنہیں مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا گیا تھا، چنانچہ وہ زندہ رہے یہاں تک کہ غزوہ خندق میں شہید کئے گئے۔

اور عمرو بن امیہ ضمری علی اور مندر بن عقبہ انصاری مسلمانوں کی بکریوں میں تھے، انہیں ان کے ساتھیوں کے قتل ہونے کی خبر جائے واقعہکے اوپر پر پرندوں کے منڈلانے سے ہوئی اور ان دونوں نے کہا: اللہ کی قسم یہ پرندے کسی وجہ سے وہاں ہیں، وہ لوگ انہیں دیکھنے کے لیے

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی میں حدیث نمبر پر اور انہوں نے ہی کتاب الجہاد و سیج میں حدیث نمبر پر اور مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الامام میں حدیث نمبر پر کی ہے۔

([2])اس کی تقریر امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی میں حدیث نمبر پر کی ہے۔

آئے تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کو خون میں لپٹا ہوا پایا اور وہ لشکر جنہوں نے انہیں قتل کیا تھا وہیں پر کھڑی تھی، تو منذر بن عقبہ نے عمرو بن امیہ سے کہا: کیا کریں؟

انہوں نے کہا: میرا خیال ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں اور آپ کو پوری خبر بتلائیں، تو منذر بن عقبہ رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا: لیکن میں خود یہ پسند نہیں کرتا ہوں ہوں کہ مندر بن عمرو[1] کی قتل کے جگہ سے دور جاؤں، اور میں ایسا بھی نہیں ہوں کہ میرے بارے میں گفتگو کریں، پھر انہوں نے لوگوں سے قتال کیا یہاں تک کہ قتل کر دیئے گئے، لوگوں نے عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالی عنہ کو قیدی بنالیا، چنانچہ جب انہوں نے یہ بات بتائی کہ وہ مضر قبیلے سے ہیں تو انہیں عامر بن طفیل نے لے لیا اور ان کی پیشانی کے بال کاٹے اور انہیں آزاد کر دیا کیونکہ اس کے گمان کے مطابق اس کی ماں پر ایک غلام آزاد کرنا تھا، اور عمرو بن امیہ مدینہ آگئے اور انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی[2]۔

عامر ابن فہیرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی کرامات:

عامر بن فہیرہ[3] بھی قتل ہونے والوں میں سے تھے، اور اس لڑائی میں ان کی ایک کرامت ظاہر ہوئی، جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں عروہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب بئر معونہ میں انہیں قتل کیا گیا اور عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالی عنہ کو قید کیا گیا تو عامر ابن طفیل نے ان سے کہا یہ کون ہے؟

([1]) یہ منذر ابن عمر ابن ابی خنیس ہیں جن کا تعلق خزرج کے بنو سادہ سے تھا اور یہ عقبہ اور بدر میں شریک ہونے والے بڑے صحابہ میں سے تھے دیکھئے الاصابہ (171/6)۔

([2]) دیکھیے الطبقات الکبری (275/2) از ابن سعد، سیرت ابن ہشام (3/ 205)، دلائل نبوت از امام بیہقی (3-339-340)۔

([3]) انہیں جبار بن سلیمان نے قتل کیا تھا پھر یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عام الوفود میں آئے تھے اور انہوں نے اسلام قبول کیا تھا اور ان کا اسلام اچھا رہا، دیکھیے: اسد الغابہ (1/ 302)۔

اور اس نے ایک مقتول کی جانب اشارہ کیا تو عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: یہ عامر بن فہیرہ، وہ کہتے ہیں: تو میں نے انہیں دیکھا کہ قتل کیے جانے کے بعد آسمان کی طرف اٹھا لیے گئے یہاں تک کہ میں انہیں آسمان اور زمین کے درمیان دیکھ رہا تھا پھر انہیں نیچے رکھ دیا گیا[1]۔

ان کا قتل کرنے والا جبار بن سلمی تھا- جیسا کہ ہم نے ذکر کیا-۔

ابن عبد البر الاستیعاب میں لکھتے ہیں: عامر بن الطفیل نے عامر بن فہیرہ کو قتل کیا تھا[2]۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں: عامر بن طفیل کے جانب اس کی نسبت مجاز کے طور پر کی گئی ہے کیونکہ وہ قوم کا سردار تھا[3]۔

عامر ابن فہیرہ کے بارے میں مختصر نوٹ

عامر بن فہیرہ یہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے غلام تھے جو کہ طفیل بن عبد اللہ ابن سخبرہ کے قبضے میں تھے، اسلام میں آئے اس حال میں کہ وہ غلام تھے چنانچہ انہیں ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے پھر سے خرید لیا اور انہیں آزاد کر دیا، اور انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے سے اور وہاں اسلام کی دعوت سے پہلے اسلام قبول کیا تھا، ان کا اسلام اچھا تھا، وہ ہجرت میں بکریاں چرایا کرتے تھے، پھر انہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر کے پاس غار رمیں لے جاتے، اور وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر کے ساتھ ہجرت کے وقت ساتھ تھے جیسا کہ ہم نے گزشتہ سطور میں ذکر کیا ہے، وہ بدر اور احد میں شریک تھے بئر معونہ والے دن قتل کیا گیا جبکہ ان کی عمر چالیس سال تھی[4]۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع میں حدیث نمبر (4093) پر کی ہے۔

([2])دیکھیے: الاستیعاب (۳۴۵/۲)۔

([3])دیکھیے: فتح الباری (۸/ ۱۴۶)۔

([4])دیکھیے: الاستعاب از امام ابن عبد البر (۳۴۵/۲)۔

اپنے صحابہ کے قتل پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا غم

اور بئر معونہ کا دردناک واقعہ اور رجیع کے دن عاصم بن ثابت اور خبیب بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے قتل کئے جانے کی خبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی دن ملی، چنانچہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو ان کے سلسلے میں بڑا غم ہوا، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا غم اس قدر سخت تھا کہ مسلسل ایک مہینے تک ہر نماز میں رعل، ذکوان اور عصیہ قبیلے پر بد دعا کرتے رہے، جنہوں نے قراء کے سلسلے میں غداری کی تھی اور اللہ رب العالمین نے ان کے بارے میں تلاوت کی جانے والی قرآن نازل کی تھی پھر بعد میں منسوخ ہو گئی۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا: ((بے شک تمہارے بھائی قتل کر دیئے گئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ اللہ ہمارے بارے میں اپنے نبی کو خبر پہنچادے کہ ہم تجھ سے مل چکے ہیں اور تجھ سے راضی ہیں اور تو بھی ہم سے راضی ہو گیا ہے)) [1]۔

اور شیخان نے اپنی صحیحین میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ رب العالمین نے بئر معونہ کو قتل کیے جانے والے صحابہ کے بارے میں قرآن نازل فرمائی جس کو ہم نے پڑھا پھر بعد میں منسوخ ہو گئی، وہ یہ تھی کہ: ہماری قوم کو یہ بات بتادو کہ ہم اپنے رب سے ملے اور ہم اپنے رب سے راضی ہوئے اور ہمارا رب ہم سے راضی ہوا [2]۔

([1])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الامارہ، باب ثبوت الجنۃ للشہید، حدیث نمبر (677) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (13854) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد والسیر باب قولہ تعالی: ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ أمواتا میں حدیث نمبر (2814) اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب المساجد، باب استحباب القنوت في جميع الصلوات إذا نزلت بالمسلمين نازلة، میں حدیث نمبر (677)(299) اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں کتاب السیر، باب فضل الشہادۃ میں حدیث نمبر (4651) پر کی ہے۔

اور شیخان نے اپنی صحیحین میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی بئر منہ میں قتل کیے جانے والے ان صحابہ -جو منذر بن عمرو کے لشکر میں موجود تھے- کی قتل کے واقعے پر تکلیف سے زیادہ تکلیف محسوس نہیں کی[1]۔

اور شیخان نے ہی اپنی صحیحین میں انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بئر معونہ والد صحابہ کو قتل کرنے والوں رعل، ذکوان لحیان اور عصیہ پر تیس صبح تک بد دعا کی، جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی[2]۔

اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں صحیح سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لگاتار ایک مہینے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر میں ہر نماز کے بعد قنوت پڑھیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ان پر بد دعا کرتے، بنو سلیم کے قبیلے رعل ذکوان اور عصیہ پر اور آپ کے پیچھے کے لوگ آمین کہتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جانب انہیں اسلام کی دعوت کے لیے بھیجا تھا مگر انہوں نے قتل کر دیا[3]۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الجنائز، باب من جس عند الـ صیبۃ، حدیث نمبر (1300) اور انہوں نے ہی کتاب الدعوات، باب الدعاء علی المشرکین میں حدیث نمبر (6394) اور مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب المساجد، باب استحباب القـ نوت في جمـ ج الصلوات إذا نزلت با لمسلمین نازلۃ میں حدیث نمبر (677)(302) اور امام احمد نے اسے اپنی مسند میں حدیث نمبر (13027) پر تخریج کیا ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجـ ج، حدیث نمبر (4090) اور مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب المساجد، باب استحباب القنوت في جمیع الصلوات إذا نزلت با لمسلمین نازلۃ میں حدیث نمبر (677) (297) اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب السیر باب فضل الشھادۃ میں حدیث نمبر (1443) پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (2746) اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب الصلاۃ، باب القنوت في الصلوات میں حدیث نمبر (1443) پر کی ہے۔

حافظ ابن حجر کے لئے ظاہر ہونے والی ایک حکمت:

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں: سجدہ کے دعا کی قبولیت کے امکان جیسا کہ یہ حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت کا فرمان ہے: ((اقرب مایکون العبد من ربه وهو ساجد)) [1] اور اس وقت دعا کا حکم بھی وارد ہے مگر اس کے باوجود قنوت نے نازلہ کا سجدے میں نہ ہو کر اعتدال میں ہونے میں مجھے یہ حکمت ظاہر ہوئی ہے کہ قنوت نازلہ میں مقتدیوں سے یہ بات مطلوب ہے کہ وہ دعا میں امام کے ساتھ شریک رہیں اگرچہ آمین کہہ کر، اور اسی پر لوگوں کا اتفاق ہے کہ اسے بلند آواز سے پڑھا جائے گا، نماز صبح کے قنوت کے برخلاف کیونکہ اس کی جگہ اور اس کے بآواز بلند پڑھنے میں اختلاف ہے [2]۔

نیزوں سے کھیلنے والے شخص کا اس غداری کے سلسلے میں موقف:

رہی بات ابو براء عامر بن مالک کی جو نیزوں سے کھیلنے والے شخص کے نام سے معروف تھے اور وہ بنو عمرو ابن صعصعہ کے سردار تھے، جس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان قراء کے سلسلے میں پناہ دی تھی، تو جب انہیں قراء کے سلسلے میں قتل کی خبر پہنچی تو ان پر یہ بات بہت بھاری گذری، اور وہ غم کی شدت کے سبب اس کے بعد ہی فوت ہو گئے [3]۔

([1]) اس حدیث کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الصلاۃ باب مایقال في الرکوع واٰ سجود میں حدیث نمبر (482) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (9461) پر کی ہے۔

([2]) دیکھیے: فتح الباری (۳/۱۷۷)۔

([3]) دیکھیے: دلائل نبوت از امام بیہقی (341/3)۔

عمرو ابن امیہ ضمری کے ہاتھوں بنو عامر کے دو لوگوں کا قتل:

اور جب عمرو بن امیہ ضمری مدینہ آئے تو راستے میں ان کی ملاقات بنو امیہ کے دو لوگوں سے ہوئی، اور وہ دونوں ان کے ساتھ ایک سائے میں ٹھہرے جہاں پر وہ پہلے سے ٹھہرے ہوئے تھے، اور اور ان کے پاس ایک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عہد وپیمان اور جوار تھی، کے بارے میں عمرو بن امیہ ضمری کو معلوم نہ تھا، اور انہوں نے ان دونوں سے قیام کے وقت پوچھا کہ تم کون ہو؟

دونوں نے کہا: بنو عامر سے ہمارا تعلق ہے، چنانچہ انہوں نے انہیں مہلت دی، یہاں تک کہ جب وہ سو گئے تو ان دونوں پر زیادتی کی اور انھیں قتل کر دیا، ان کا خیال تھا کہ ان کے ذریعے سے انہیں اپنے ساتھیوں کا بدلہ مل گیا، عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے، اور انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بئر معونہ میں قتل ہونے والے صحابہ سے متعلق بتایا، پھر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو عامر کے دو لوگوں کے قتل کرنے کی بات بھی بتائی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: تم نے بہت برا کام کیا ہے ان کے پاس میری طرف سے امان اور پناہ تھی، میں ضرور ان کے لئے دیت ادا کروں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قوم کے پاس ان دونوں کی دیت بھیج دی[1]۔

([1]) دیکھیے: دلائل نبوت از امام بیہقی (340/3)، الطبقات الکبری ابن سعد (276/2)، سیرت ابن ہشام (۲۰۶/۳)۔

غزوہ بنو نضیر

یہ غزوہ ماہ ربیع الاول سنہ 4 ہجری میں پیش آیا[1]۔

اور امام بخاری اپنی صحیح میں کہتے ہیں: ابن اسحاق نے اسے یعنی بنو نظیر کی حدیث کو۔ بئر معونہ اور احد کے بعد ذکر کیا ہے[2]۔

اور صحیح بخاری میں عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں یہ غزوہ غزوہ بدر سے چھ مہینے کے بعد احد سے پہلے پیش آیا[3]۔

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ابن اسحاق رحمہ اللہ کا قول راجح قرار دیا ہے[4]۔

اس غزوے کا سبب

اس غزوے کے سبب کے سلسلے میں اختلاف ہے:

پہلا سبب:

اہل مغازی میں سے اکثر لوگوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنو نضیر کی جانب نکلے تاکہ آپ ان سے دو لوگوں کی دیت میں مدد مانگیں جنہیں عمر ابن امیہ ضمری رضی اللہ تعالی عنہ نے قتل کر دیا تھا کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے یہ عہد و پیمان لیا تھا کہ وہ آپ کی دیتوں کے سلسلے میں مدد کریں گے۔ جیسا کہ ہم نے اہل مدینہ کے لیے لکھے

([1]) یہ ابن اسحاق کے یہاں سیرت (210/3) میں اور طبقات ابن سعد (278/2) میں اس کی تاریخ ہے۔

([2]) اسے امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر کے اندر معلق طور پر روایت کیا ہے۔

([3]) اسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر کے اندر معلق طور پر روایت کیا ہے اور عبد الرزاق نے مصنف میں موصول طور پر روایت کیا ہے۔

([4]) دیکھیے فتح الباری (٧/٨)۔

جانے والے صحیفے کی کتابت کے وقت ذکر کیا ہے۔ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قباء آئے اور آپ نے وہاں دو رکعت نماز پڑھیں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مہاجرین اور انصار میں سے کچھ لوگ اور بھی تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنو نظیر آئے اور ان سے گفتگو کی، تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے ابوالقاسم آپ جو چاہیں جس پر آپ ہم سے مدد طلب کئے ہیں ہم آپ کی مدد کریں گے، چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھروں میں سے ایک گھر کی دیوار کے کنارے ان کے وعدے کو پورا کرنے کے انتظار میں بیٹھ گئے، اور آپ کے ساتھ ابو بکر، عمر اور علی رضی اللہ عنہم اور آپ کے صحابہ کی ایک جماعت بھی بیٹھی، چنانچہ جب یہودی تنہائی میں گئے تو انہوں نے آپ کے ساتھ غداری کا ارادہ کیا، اور انہوں نے آپ کے قتل کا پلان بنایا، چنانچہ انہوں نے کہا: تم دوبارہ اس شخص کو ایسی حالت میں نہ پاؤ گے تو کون شخص ہے جو اس گھر کے اوپر جائے اور اس کے اوپر ایک بڑا پتھر گرا کر اسے قتل کر دے اور ہمیں اس سے آرام دے، اس کے لیے ان میں سے ایک شخص تیار ہوا جس کا نام عمرو بن جحش بن کعب تھا، چنانچہ اس نے کہا میں یہ کام کروں گا، وہ اوپر چڑھا تا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک پتھر گرائے جیسا کہ اس نے کہا تھا، اسی وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے آپ کو ان لوگوں کی نیت کے بارے میں بتا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ظاہر کرتے ہوئے اٹھے کی گویا آپ قضاء حاجت کے لیے جا رہے ہوں اور آپ نے اپنے ساتھیوں کو وہیں بیٹھا ہوا چھوڑ دیا، اور آپ جلدی سے مدینہ آ گئے۔

جب صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کافی دیر انتظار کیا تو وہ آپ کو تلاش کرنے کے لئے نکلے، انہوں نے مدینہ سے ایک شخص کو آتے ہوئے دیکھا تو اس سے آپ کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا: میں نے آپ کو مدینہ کے اندر دیکھا ہے، چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ وہاں سے نکلے یہاں تک کہ آپ کے پاس پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

یہودیوں کے غداری کے ارادے سے متعلق انہیں باخبر کیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نے ان سے جنگ کرنے اور ان کے پاس جانے کا حکم فرمایا[1]۔

اور اسی سلسلے میں اللہ رب العالمین کا یہ فرمان نازل ہوا: ((یا ایھا الذین امنوا اذکروا نعمه الله علیکم اذ هم قوم ان یبسطوا الیکم ایدیهم فکف ایدیهم عنکم واتقوا الله،وعلی الله فلیتوکل المؤمنون))[المائدۃ:١١]۔

دوسرا سبب

امام ابوداؤد اور عبدالرزاق الصنعانی نے اپنی مصنف میں صحیح سند کے ساتھ عبدالرحمن بن مالک کے حوالے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں:۔۔۔تو کفار قریش نے بدر کے واقعہ کے بعد یہودیوں کے پاس لکھا کہ تم ہتھیار اور قلعہ والے ہو تمہ مارے ساتھی سے قتال کرو یا ہم ایسا اور ایسا کریں گے اور ہماری اور تمہاری عورتوں کے پازیب کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو گی، چنانچہ جب ان کا یہ خط یہودیوں کے پاس پہنچا تو بنو نظیر کے لوگوں نے غداری کا ارادہ کیا، چنانچہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کی خبر بھیجی کی آپ اپنے ساتھیوں میں سے 30 لوگوں کے ساتھ ہمارے پاس آئی اور ہم اپنے تیس علماء کو لے کر آتے ہیں، یہاں تک کہ ہم فلاں جگہ ملیں گے، اور وہ تمہاری بات سنیں گے اگر وہ تمہاری تصدیق کرتے ہیں اور تمہارے اوپر ایمان لاتے ہم بھی ایمان لے آئیں گے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں سے 30 لوگوں کو لے کر نکلے اور آپ کے پاس یہودیوں میں سے تیس علماء بھی آئے، چنانچہ جب وہ ایک کھلی جگہ میں اکٹھا ہوئے تو یہودیوں نے آپس میں کہا تم ان کے پاس کیسے پہنچوں گے جبکہ ان کے ساتھ ان کے صحابہ میں تیس لوگ ہیں ہر کوئی یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے ساتھی

([1])اسے ابن سعد نے اپنے طبقات (278/2) میں بغیر سند کے اور ابن اسحاق نے سیرت (3/ 211) میں بغیر سند کے نقل کیا ہے اور علامہ البانی نے سلسلہ ضعیفہ (10/ 469) میں کہا ہے اس خبر کی کوئی سند نہیں جانی جاتی ہے۔

سے پہلے مرے، چنانچہ انہوں نے آپ کے پاس اس کی خبر بھیجیں کی آپ اور ہم کیسے سمجھیں گے جب کہ ہم ساٹھ لوگ ہیں، آپ صرف اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ آئیں اور ہمارے علماء میں سے بھی تین لوگ ہی آپ کے پاس جائیں گے، اور وہ آپ سے آپ کی بات سنیں گے اگر وہ آپ پر ایمان لے آئے تو ہم بھی ایمان لے آئیں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں سے تین لوگوں کے ساتھ نکلے، چنانچہ ان لوگوں نے اپنے بدن پہ خنجر چھپا لیے اور انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غداری کرنی چاہی تو بنو نضیر کی ایک خیر خواہ عورت نے اپنے بھتیجوں کے پاس اس کی خبر بھیجی جو کہ کی انصار میں سے مسلمان تھے[1]، اور اس نے انہیں بنو نضیر کی اللہ کے رسول کے ساتھ غداری کے بارے میں بتایا، تو اس کا بھائی جلدی سے آیا یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے آپ تک پہنچنے سے پہلے ہی چپکے سے وہ خبر بتادیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہو گئے جب صبح کا وقت تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف لشکر لے کر گئے اور ان کا محاصرہ کر لیا[2]۔

محمد ابن مسلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کا لشکر

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ انہیں مدینہ سے نکال دیں اور وہ یہاں میرے ساتھ نہ رہیں، کیونکہ تم لوگوں نے غداری کا ارادہ کیا تھا پس اب اس کے بعد جس سے یہ باتیں دیکھی جائے گی میں ان کی گردن مار دوں گا، چنانچہ وہ

([1]) بنو نظیر کے یہودیوں کے ساتھ انصار کے بھائی چارگی کی خبر تھوڑی دیر بعد آئے گی۔

([2]) اس کی تخریج ابوداؤد نے اپنی سنن میں کتاب الخراج، باب في بني النضير حدیث نمبر (3004) اور عبدالرزاق صنعانی نے اپنی مصنف میں حدیث نمبر (9733) پر کی ہے اور اسے حافظ ابن حجر نے فتح الباری (8/ 70) میں نقل کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

لوگ کچھ دنوں تک تیاری کرتے رہے اور انہوں نے ذی الجدر[1] نامی چراگاہ کی طرف سواری کے قابل اونٹ لانے بھیجا اور انہوں نے اشجع قبیلے کے کچھ لوگوں سے اونٹ بھی کرائے پر لیے۔

جب منافقوں نے ان سے متعلق یہ بات سنی تو ان کے پاس ابی بن سلول نے قاصد بھیجا اور کہا تم اپنے گھروں سے نہ نکلو ہم تمہارے ساتھ ہیں، اور اگر تم سے قتال کیا جائے گا تو ہم بھی تمہارے ساتھ قتال کریں گے، اور اگر تم نکالے جاؤ گے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے، چنانچے اس کے بعد بنو نضیر کے لوگوں کو مضبوطی ملی اور بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ خبر بھیجیں کی وہ اپنے گھروں سے نہیں نکلیں گے اور اگر تم ہم سے قتال کروگے تو ہم بھی تم سے قتال کریں گے اور انہوں نے عہد وپیمان کو توڑنے کی بات کہی، انہیں کے سلسلے میں اللہ رب العالمین کا یہ فرمان نازل ہوا: ((الم تر الى الذين نافقوا يقولون لاخوانهم الذين كفروا من اهل الكتاب لان اخرجتم لنخرجن معكم ولا نطيع فيكم احدا ابدا وان قوتلتم لننصرنكم والله يشهد انهم لكاذبون لان اخرجوا لا يخرجون معهم لان قوتلوا لا ينصرونهم ولان نصروهم ليولن الأدبار ثم لاينصرون لأنتم أشد رهبة في صدورهم من الله ذلك بانهم قوم لا يفقهون))[الحشر: ١١-١٣][2]۔

بنو نضیر کا محاصرہ

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھے، اور مدینہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام مکتوم رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنا جانشین بنایا، جب انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو وہ لوگ اپنے قلعوں میں پناہ گزیں ہو گئے اور وہ اس پر کھڑے

([1]) جدر: دال کے سکون کے ساتھ یہ قبا کی جانب مدینہ سے چھ میل کے فاصلے پر جانوروں کے چراہگاہ ہیں، دیکھیے: معجم البلدان (38/3)

۔

([2]) یہ خبر ابن سعد کی طبقات کبری (٣٧٨/٢) میں ہے۔

ہو کر پتھر اور تیروں سے وار کرنے لگے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کیا پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کھجور کے درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا حکم فرمایا۔

چنانچہ شیخان نے اپنی صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ بے شک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کے کھجور کے درختوں کو کاٹا اور انہیں جلایا اور اسی لیے لئے حسان اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:

وهان على سراة بني لوي[1] حريق بالبويره[2] مستطير

اور ابو سفیان بن حارث رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کا جواب دیا تھا

ادام الله ذلك من صنيع وحرق في نواحيها السعير

اور اسی سلسلے میں اللہ رب العالمین کا فرمان نازل ہوا:

ما قطعتم من لينه او تركتموها قائمه على اصولها فباذن الله وليخزي الفاسقين[الحشر: ٥][3]

اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں اور طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں بخاری کی شرط پر صحیح حدیث سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ فرمان باری تعالی: ((ما قطعتم من لينه او تركتموها قائمه على اصولها)) کے بارے میں کہتے ہیں

([1]) حافظ ابن حجر فتح الباری (۷۲/۸) میں کہتے ہیں بنی لوئ یہ قریش کے لوگ ہیں۔

([2]) حافظ ابن حجر فتح الباری (۷۲/۸) میں کہتے ہیں اس سے م مراد مدینہ اور تیہ مہ کے علاقے کے درمیان ایک مشہور جگہ ہے اور یہ مسجد قبا کے قبلے کی جگہ سے مغربی سمت میں واقع ہے۔

([3]) اس خبر کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی باب حدیث بنی النضیر کے اندر حدیث رقم (۴۰۳۲) اور انہوں نے ہی کتاب التفسیر باب قولہ تعالی: ما قطعتم من لینۃ میں حدیث نمبر (۴۸۸۴) پر کی ہے اور اس کی تقریر امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الجہاد وسیر باب جواز قطع أشجار الکفار وتحریقہا میں حدیث نمبر (۱۷۴۶)(۳۰) پر کی ہے اور اس کے تقریر امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر (۱۱۰۹) پر کی ہے۔

کہ لینہ یعنی کھجور کے پیڑ،((وليخزي الفاسقين))یعنی انہوں نے انہیں ان کے قلعوں سے نیچے اتارااوران کے کھجور کے پیڑوں کو کاٹنے کا حکم دیا گیا[1]۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کھجور کے پیڑوں کو کاٹنے کا فیصلے دیا تاکہ ان کی توہین ہو سکے اور وہ ڈریں اور ان کے دلوں میں رعب بیٹھے[2]۔

چنانچہ جب بنو نظیر کے لوگوں کے لیے یہ بات ظاہر ہوئی کہ منافق ان کے ساتھ نہ رہیں گے اور ان کی اور ان کی مثال اسی طرح سے ہے جیسا کہ اللہ رب العالمین نے فرمایا ہے: ((كمثل الشيطان اذ قال للانسان اكفر فلما كفر قال اني بريء اني اخاف الله رب العالمين فكان عاقبتهما انهما في النار خالدين فيها وذلك جزاء الظالمين))[الحشر:١٦-١٧]۔

اللہ رب العالمین کی طرف سے یہودیوں کے دلوں میں رعب ڈالا جانا اور ان کی جلاوطنی:

اور اللہ رب العالمین نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور ان پر گھیراؤ ان پر بھاری پڑا اور انہیں یہ یقین ہو گیا کہ ان کے قلعے ان کو اللہ سے نہیں محفوظ رکھ سکتے اس وقت انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جلاوطنی پر صلح کر لی، اور یہ کہ جو ساز وسامان اونٹ پر لادے جا سکیں گے انہیں وہ اپنے ساتھ لے کر جائیں گے سوائے ہتھیاروں کے۔

([1])اس کی تخریج امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب التفسیر باب ومن سورۃ الحشر میں حدیث نمبر(٣٥٨٨) پر اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(١١١١) پر کی ہے۔

([2])دیکھیے تفسیر ابن کثیر(٦١/٨)۔

شیخان نے اپنی صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ بنو نضیر اور قریظہ کے یہودیوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنا چاہا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کو جلاوطن کر دیا اور بنو قریظہ کو باقی رکھ کر ان پر احسان کیا یہاں تک کہ اس کے بعد قریظہ نے بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے آدمیوں کو قتل کر دیا ان کی عورتوں اور بچوں اور مال و دولت کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا[1]۔

امام حاکم نے اپنی مصنف میں صحیح سند کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: ((چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گھیرا یہاں تک کہ وہ جلاوطنی پر راضی ہو گئے اور اس بات پر کہ اونٹ جو ان کے ساز و سامان اپنے اوپر لاد سکیں گے وہ اپنے ساتھ لے کر جائیں گے سوائے ہتھیاروں کے[2]۔

چنانچہ انہوں نے اپنے اونٹوں پر جتنا ساز و سامان لاد سکتے تھے، ان کے پاس چھ سو اونٹ تھے، چنانچہ وہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے ڈھا رہے تھے تاکہ ان کے اچھے دروازے اور کھڑکیاں وہ اپنے ساتھ لے جا سکیں، یہاں تک کہ ان میں سے بعض لوگوں نے کیلیں اور چھت کے تنے تک اپنے ساتھ لے لئے تاکہ مسلمان ان کے بعد ان کے گھروں سے استفادہ نہ کر سکیں۔

پھر انہوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو ڈولیوں میں سوار کیا اور وہ اپنے گھروں سے قوت اور صبر ظاہر کرتے ہوئے نکل گئے، اس وقت ان کے ساتھ ڈھول تاشے اور گانے والی لونڈیاں تھیں جو ان کے پیچھے پیچھے گانے گا رہی تھیں۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب حدیث بنی النضیر میں حدیث نمبر (۴۰۲۸) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد و سیع باب اجلاء الیھود من الحجاز میں حدیث نمبر (۱۷۶۶) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام حاکم نے اپنی مستدرک میں کتاب التفسیر باب سورۃ الحشر کے اندر حدیث نمبر (۳۸۵۰) پر کی ہے۔

اوران میں سے اکثر اوران کے سردار لوگ جیسے سلام بن ابی الحقیق اور کنانہ بن ربیع اور حیی بن اخطب خیبر کی طرف چلے گئے، پھر جب وہ لوگ وہاں ٹھہرے تو وہاں کے لوگوں نے ان کی عزت کی اوران کی بات مانی،اوران میں سے کچھ لوگ شام کی جانب نکل گئے[1]۔

اسلام سے پہلے انصار اور یہودیوں کی بھائی چارہ:

اور بنو نضیر میں انصار کے کچھ بیٹے بھی تھے، کیونکہ ان میں سے اگر کسی عورت کو بچہ نہ ہوتا تو وہ اپنے اوپر یہ نذر مان لیتی تھی کہ اگر اس کا بیٹا زندہ رہا تو وہ اسے یہودی بنائے گی۔

چنانچہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں شیخین کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کے حوالے سے فرمان باری تعالی:((لا اكراه في الدين)) [البقرۃ: ٢٥٦]، کے بارے میں ان کا قول نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ: اگر انصار میں سے کسی بھی خاتون کا بچہ زندہ نہ رہتا تھا، تو وہ قسم کھاتی تھی کہ اگر اس کا بیٹا زندہ بچے گا، تو وہ اسے یہودی بنائے گی، پھر جب بنو نضیر کو جلاوطن کر دیا گیا تو ان میں انصار کے بیٹوں میں سے بھی کچھ لوگ تھے، تو انصار کے لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بیٹوں کا کیا بنے گا؟ تو اللہ رب العالمین نے یہ آیت نازل فرمائی:((لا اكراه في الدين))۔

سعید بن جبیر رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں: جس نے چاہا ان کے ساتھ ہو لیا اور جس نے چاہا مسلمان ہو گیا[2]۔

اور طحاوی کے یہاں شرح مشکل الآثار میں ایک دوسری روایت میں شیخین کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ انصار کے

([1]) دیکھیے الطبقات الکبری از امام ابن سعد (٢/٢٧٨)، دلائل نبوت از امام بیہقی (٣/٢٥٩)۔

([2]) اس کی تخریج ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب الایمان باب التکلیف کے اندر حدیث نمبر (١٤٠) پر اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر (٤٢٧٩) پر کی ہے۔

لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بیٹے اور بھائی کن کے ساتھ ہیں، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے متعلق خاموشی اختیار کی، پھر اللہ رب العالمین نے یہ آیت نازل فرمائی: ((لا اكراه في الدين قد تبين الرشد من الغي)) تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائیوں کو اختیار دو اگر وہ تمہیں اختیار کریں تو وہ تم میں سے ہیں اور اگر انہیں اختیار کریں تو وہ انہیں میں سے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ پھر انہیں ان ہی کے ساتھ جلاوطن کر دیا[1]۔

اسلام میں پہلا مال فے[2]:

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چھوڑے ہوئے مال اور ہتھیار اپنے قبضے میں لے لیا، تو آپ نے پچاس درع اور پچاس خود پائیں اور تین سو چالیس تلوار پائے، اور بنو نضیر کے مال ان کی زمینیں ان کے گھر خاص اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھے آپ جیسا چاہتے اس میں تصرف کرتے، اور آپ نے اس میں پانچ حصے نہ کئے، اس لئے کہ اللہ رب العالمین نے آپ پہ اسے ہدیہ دیا تھا، اور مسلمانوں نے اس کے لئے گھوڑے وغیرہ نہیں دوڑائے تھے۔

فرمان باری تعالی ہے: ((وما افاء الله على رسوله منهم فما اوجفتم عليه من خيل ولا ركاب ولكن الله يسلط رسله على من يشاء))[الحشر: ٦]۔

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بیشتر حصہ مہاجرین کو دیا اور اسے ان کے درمیان خاص طور پر تقسیم کیا ان کی فقیری کے سبب اور اس کے ذریعے سے اللہ رب العالمین نے مہاجرین کو بے نیاز کیا اور ان کے فاقہ کو ختم کیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم باقی بچی چیزوں

([1]) اس کی تخریج امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر (۴۲۸۰) پر کی ہے۔

([2]) مال ہے وہ مال جو کفار کے مال سے مسلمانوں کو بغیر لڑائی اور جہاد کے حاصل ہو دیکھیے النہایہ (۳/۴۳۴)۔

سے اپنے اہل خانہ پر ایک سال تک خرچ کرتے رہے پھر باقی چیز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار اور گھوڑوں کی خاطر اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے تیار کرتے ہوئے خرچ کی[1]۔

شیخان نے اپنی صحیحین میں عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں بنو نضیر کے مال اللہ رب العالمین نے اپنے رسول پر بلا لڑائی کے عطا کیے تھے اس کے لیے مسلمانوں نے لڑائی میں گھوڑے نہ دوڑائے تھے چنانچہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے سال بھر خرچ کرتے رہے، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے راستے میں تیاری کے طور پر گھوڑے اور ہتھیار میں باقی مال خرچ کرتے[2]۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خانہ پر ایک سال کا خرچ کرتے تھے یعنی ان کے لیے ایک سال کا خرچ الگ کرتے تھے ، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے سال کے ختم ہونے سے پہلے خیر کے راستوں میں خرچ کیا کرتے تھے، اس پر سال مکمل نہیں ہوتا تھا اس لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کی زرہ اپنے گھر والوں[3] کے لیے گئے تھوڑے سے جو کہ بدلے گروی رکھے ہوئے تھے اور آپ صلی

([1])دیکھیے الطبقات الکبری از ابن سعد (٢/٢٧٨) ۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد و سیر باب المجن و من یترس بترس صاحبہ میں حدیث نمبر (٢٩٠٤) پر کی ہے اور اس کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الجہاد و سیر باب حکم الفیء میں حدیث نمبر (١٧٥٧)(٤٨) پر کی ہے اور اس کی تقریر امام نحوی نے شرح مشکل الاقناب میں حدیث نمبر (٤٣٥٢) پر کی ہے۔

دیکھیے الطبقات الکبری از ابن سعد۔

([3])اس کی تقریر امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد و سیئر باب ماقیل فی درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیہ نمبر (٢٩١٦) پر عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت اپ کی زرہ ایک یہودی کے یہاں رہن رکھی ہوئی تھی 30 سال جو کے بدلے میں۔

اللہ علیہ وسلم مسلسل تین دن تک [1] آسودہ نہ ہوئے تھے اور صحیح احادیث اس باب میں بہت زیادہ وارد ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل خانہ کثرت سے بھوکے رہا کرتے تھے [2]۔

شیخان نے اپنی صحیحین میں انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھجور کے باغات خاص کر دیتا تھا یہاں تک کہ قریظہ اور نضیر فتح ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد ان پر ان چیزوں کو لوٹا دیا کرتے تھے [3]۔

سورہ حشر کا مکمل نزول:

اور اللہ رب العالمین نے بنو نضیر کے سلسلے میں پوری سورہ حشر نازل فرمائی جس میں اللہ رب العالمین نے ان پر آنے والے عذاب کا تذکرہ کیا تھا اور یہ کہ اللہ رب العالمین نے اپنے رسول کو ان پر مسلط کیا تھا، اور کس طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ معاملہ کیا پھر اللہ رب العالمین نے مال فے کا حکم بیان کیا اور یہ کہ اللہ رب العالمین نے بنو نضیر کے مال اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے، اور اللہ رب العالمین نے وہ مال آپ کی ملکیت قرار دیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی مرضی کے مطابق اسے خرچ کیا، پھر اللہ رب العالمین نے مال فئے کا حکم بیان کیا اور یہ کہ وہ مہاجرین اور انصار اور قیامت تک ان کے طریقے اور نقش قدم پر چلنے والے لوگوں، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں کیلئے ہے تا کہ مال صرف امیروں کے درمیان

([1]) اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الرقائق، باب کیف کان عیش النبي وأصحابہ میں حدیث نمبر (۶۴۵۴) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الزہد اور رقائق، میں حدیث نمبر (۲۹۷۰)(۲۱) پر عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کی ہے وہ کہتی ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لگاتار تین دن تک گیہوں کی روٹی کھا کر اسودہ نہیں ہوئے یہاں تک کی اپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے راستے میں اگے بڑھ گئے۔

([2]) امام نووی رحمہ اللہ کی بات دیکھیے شرح مسلم (۶۱/۱۲) میں۔

([3]) اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر میں حدیث نمبر (۴۰۳۰) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد والسیر، باب ردالمہاجرین إلی الانصار منائحھم میں حدیث نمبر (۱۷۷۱)(۷۱) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۱۳۲۹۱) پر کی ہے۔

نہ رہ جائے، پھر اللہ رب العالمین نے منافقوں کی برائی کرتے ہوئے ان کا تذکرہ کیا ہے جو باطنی طور پر بنو نضیر کی جانب مائل تھے اور انہوں نے ان سے مدد کا وعدہ کیا تھا، مگر ان کے لیے ان میں سے کچھ بھی چیز نہ تھی بلکہ انہوں نے ان کو بے سہارا چھوڑا جب کہ وہ لوگ ان کی مدد کہ سب سے زیادہ محتاج تھے، اور انہوں نے ان کو اپنے آپ میں دھوکے سے رکھا، اللہ رب العالمین نے ان کی ان کے بزدلی، کم عملی اور کم عقلی پر بھی مذمت بیان کی ہے، پھر اللہ رب العالمین نے ان کے لیے لیے ایک بہت ہی قبیح اور شنیع مثال شیطان سے بیان کی ہے: ((كمثل الشيطان اذ قال للانسان اكفر فلما كفر قال اني بريء منك اني اخاف الله رب العالمين))[الحشر:16] [1]۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: "میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سورہ حشر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ بنو نضیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے [2]۔

اور صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے عباس رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ تم سورہ نضیر کہو [3]۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں: گویا انہوں نے حشر سے اس کا نام دینا ناپسند فرمایا تاکہ اس سے مراد قیامت کا دن نہ تصور کیا جائے، کیونکہ مراد یہاں بنو نضیر کا نکالا جانا ہے۔ [4]

اور بنو نضیر کی جلاوطنی سے اللہ رب العالمین نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کانٹے سے راہ دی جو ان کے بستروں میں آیا کرتی تھی اور اگر یہ لوگ اپنے مکر وفریب میں کامیاب ہو جاتے تو وہ

([1]) دیکھیے البدایہ والنہایہ (۴/۴۶۰)۔

([2]) اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب التفسیر، باب سورۃ الحشر میں حدیث نمبر (۴۸۸۲) پر کی ہے۔

([3]) مرجع سابق ۔

([4]) دیکھیے فتح الباری (۹/۶۱۸) ۔

اسلام کواس کی گود میں ہی ختم کر دیتے،اور یہ دنیا کے لئے بہت بڑا خسارہ ہوتا اگر وہ اسلام کے نور اور اس کی تعلیمات سے روشنی نہ ہوتی، لیکن اللہ رب العالمین اپنے معاملے کو بہر حال پورا کرنے والا ہے[1]۔

([1])دیکھیے سیرت نبوی از ڈاکٹر محمد ابو شہبہ رحمہ اللہ (۴۰۱/۲)۔

دوسری غزوہ بدر[1]

شعبان[2] سنہ چار ہجری میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ سو صحابہ کرام کو لے کر بدر کے مقام پر پہنچے اسی موعد پر جس کا ابو سفیان نے احد کے دن وعدہ کیا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پر عبداللہ بن عبداللہ بن ابی ابن سلول[3] کو جانشین مقرر کیا، اور بدر کا مقام عرب کے لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ تھی اور ان کی بازاروں میں سے ایک بازار تھی چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی سامان تجارت اور دیگر ساز وسامان کو اپنے ساتھ لے کر نکلے تھے۔

ابو سفیان کا اپنے لشکر کے ساتھ نکلنا

رہی بات ابو سفیان کہ تو وہ قریش کے دو ہزار لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر نکلا جن کے ساتھ پچاس گھوڑے بھی تھے اور وہ ناپسندیدگی کے ساتھ نکلا تھا یہاں تک کہ وہ مر ظہران[4] یا عسفان[5] پہنچے پھر اللہ رب العالمین نے اس کے دل میں رعب ڈال دیا، تو اس نے لوٹنے کے بارے

---

(۱) اور اسے غزوہ بدر صغری بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں جنگ نہیں ہوئی تھی اور اسے بدر موعد بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے سلسلے میں ابو سفیان کے ساتھ احد کے دن وعدہ کیا گیا تھا، دیکھیے: شرح المواہب (۲/ ۵۳۵)۔

(۲) یہی ابن اسحاق نے سیرت (3/ 231) میں ذکر کیا ہے اور ابن سعد نے طبقات (279/2) میں ذکر کیا ہے کہ یہ ذوالقعدہ کے مہینے میں واقع ہوئی تھی۔

حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ (471/4) میں کہتے ہیں اور صحیح ابن اسحاق کا قول ہے وہ یہ کہ یہ یہ جنگ ماہ شعبان سن چار ہجری میں ہوئی تھی اور یہ موسی ابن عقبہ کے قول کے بھی موافق ہے کہ یہ شعبان میں ہوئی تھی لیکن انہوں نے کہا ہے کہ یہ تین ہجری میں ہوئی تھی اور یہ وہاں ہے کیونکہ اس پر احد کے وقت ہی وعدہ کیا گیا تھا اور احد کی جنگ سن تین ہجری کے اندر ماہ شوال میں ہوئی تھی۔

(۳) یہ ابن اسحاق کی سیرت (231/3) میں روایت ہے اور ابن سعد کے یہاں طبقات میں ہے کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پر عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا، واللہ اعلم۔

(۴) مر ظہران: یہ مکہ اور عثمان کے درمیان ایک وادی کا نام ہے، دیکھیے: النہایہ (۳/ ۱۵۲)۔

(۵) عسفان: مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جامع بستی ہے، دیکھیے: ال نہایہ (214/۳)۔

میں سوچا تو اس نے اپنے ساتھ موجود لوگوں سے کہا: اے قریش کے لوگو یہ سال قحط سالی والا سال ہے اور تمہارے لئے صرف اور صرف ایسا اچھا سال مناسب رہے گا، جس میں تم درختوں کو چراؤ گے اور اس میں دودھ پیو گے اور میں لوٹنے والا ہوں تم بھی لوٹ چلو چنانچہ سبھی واپس ہو گئے۔

پھر ابو سفیان نے نعیم بن مسعود اشجعی کو بھیجا اور کہا کہ میں نے محمد اور ان کے ساتھیوں سے بدر میں ملنے کا وعدہ کیا تھا، اور وہ وقت آ چکا ہے، اور یہ سال خشکی کا ہے اور ہمارے لئے تو اچھا سال مناسب ہو گا، اور مجھے یہ ناپسند ہے کہ محمد نکلے اور میں نہ نکلوں تو وہ ہمارے اوپر دھاوا بول دیں، میں تمہارے لئے 20 اونٹ خاص کرتا ہوں اگر تم مدینہ جاؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو بدر کے لئے نکلنے سے روک دو تو نعیم مسعود نے ان کی بات مان لی اور وہ جلدی سے مدینہ آئے اور لوگوں کو تیاری کرتے ہوئے پایا، تو ان سے کہا یہ اچھی بات نہیں ہے کیا محمد خود نہیں نکلے گے کیا انہوں نے اپنے صحابہ کو موت کے گھاٹ نہیں اتارا اور اس نے انہیں ابو سفیان کے ان کے خلاف لشکر جمع کرنے سے متعلق خبر دی، اور اس کے پاس موجود ہتھیار اور تیاری کے بارے میں بتایا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم میں ضرور نکلوں گا اگرچہ میرے ساتھ کوئی بھی نہ نکلے۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ بدر کی جانب نکلے اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ دن تک قیام کئے رہے، ابو سفیان اور اس کے وعدے کے مطابق انتظار کرتے رہے پھر مخشی ابن عمر ضمری آیا جس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بنی ضمرہ کے متعلق غزوہ احد کے موقع پر صلح کی تھی، اس نے کہا: اے محمد اللہ کی قسم ہمیں یہ خبر دی گئی ہے تم میں سے کوئی بھی نہیں بچا ہے آپ اس موسم میں کیوں آئے ہیں؟ کیا آپ اس پانی کے چشمے پر قریش سے ملاقات کیلئے آئے ہیں۔

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اے بنو ضمرہ کے بھائی، اگر تم چاہو تو ہم اپنے اور تمہارے درمیان موجود عہد وپیمان کو ختم کر دیتے ہیں، اور پھر ہم تم سے لڑائی کریں یا اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے۔

تو اس نے کہا: نہیں اللہ کی قسم محمد ہمیں اس کے سلسلے میں کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اور مسلمانوں نے اس مدت میں اپنے پاس موجود تجارتی سامان بیچے اور انہیں خوب منافع ہوا، چنانچہ امام نسائی نے سنن کبریٰ میں صحیح سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں ابو سفیان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تمہارا موعد بدر کا موسم ہے جہاں تم نے ہمارے ساتھیوں کو قتل کیا تھا، چنانچہ بزدل لوگ واپس ہو گئے اور بہادر لوگ باقی رہے انہوں نے تجارت اور جنگ کے سامان اپنے ساتھ لئے مگر وہاں پر انہوں نے کسی کو نہ پایا تو انھوں نے تجارتی کاروبار کیا، اس پر اللہ رب العالمین نے یہ آیت نازل فرمائی: ((فانقلبوا بنعمة من الله وفضل لم يمسسهم سوء))[آل عمران: ١٧٤][1]۔

نزول آیت کے سلسلے میں تحقیق:

میں کہتا ہوں: ہم نے گزشتہ سطور میں ذکر کیا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حمراالاسد کی طرف نکلے تھے اور یہی بات صحیح ہے۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کہتے ہیں: ان دونوں اقوال میں درستگی سے زیادہ قریب وہ قول ہے جن کا کہنا ہے کہ: یہ بات جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے کہیں گئی بے شک لوگ تمہارے لیے جمع ہو گئے ہیں تو تم ان سے ڈرو، یہ بات اس وقت کی ہے جب آپ

---

(1) اس کی تخریج امام نسائی نے سنن کبری میں کتاب التفسیر، باب سورۃ آل عمران، میں حدیث نمبر (11017) پر کی ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ موجود لوگ ابو سفیان اور اس کے ساتھ موجود مشرکوں کے پیچھے نکلے تھے جب وہ احد سے واپسی کے وقت حمراء الاسد کی طرف لوٹ رہے تھے؛ کیونکہ اللہ رب العالمین نے ان کی تعریف کی ہے اور ان کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے کہا:((حسبنا الله ونعم الوكيل))[آل عمران:۱۷۳]،جب ان سے کہا گیا تھا: ((ان الناس قد جمعوا لكم))[آل عمران:۱۷۳] بعد اس کے کہ انہیں ہیں زخم اور دکھ پہنچے تھے،جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے:((الذين استجابوا لله والرسول من بعد ما اصابهم القرح))[آل عمران: ۱۷۲]،اور یہ صفت صرف ان ہی لوگوں کی تھی جو احد میں موجود صحابہ زخمی ہو کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے حمراء الاسد کی جانب گئے تھے۔

رہی بات ان لوگوں کی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر صغریٰ کے لیے نکلے تھے تو ان میں کوئی بھی زخمی نہ تھا سوائے ایک زخمی کے جن کا زخم بھر چکا تھا اور ان کی تکلیف ختم ہو چکی تھی[1]۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت غزوہ حمراء الاسد کے سلسلے میں نازل ہوئی تھی[2]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کی طرف واپسی:

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی جانب واپس ہوئے،لوگوں کو آپ کی پیش قدمی کا علم ہوا اور قریش کو بھی آپ کے معاملے کی خبر لگی قریش کے لوگوں کو یہ خبر دینے والا معبد ابن معبد خزاعی تھا جس کا گزر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے بدر کے مقام پر ہوا تھا

([1])امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کا قول ان کی تفسیر (523/3) میں۔

([2])دیکھیے تفسیر ابن کثیر (۲/ ۱۶۹)۔

پھر وہ جلدی سے نکل کر مکہ پہنچا اور اس نے لوگوں کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خبر دی اور یہ بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے مقام پر اپنے ساتھیوں میں موجود ہیں[1]۔

(1) غزوہ بدر اخرہ کی تفصیل دیکھیے: سیرت ابن ہشام(3/ 231)، الطبقات الکبری از ابن سعد(279/2)، دلائل نبوت از بیہقی(3/ 384) البدایہ والنہایہ(4/ 469) شرح المواہب(2/ 535)۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے شادی

شوال سنہ 4 ہجری[1] میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے نکاح کیا جن کا نام ہند بنت ابو امیہ بن مغیرہ مخزومی تھا، جبکہ انہوں نے اپنے شوہر اور اپنے چچیرے بھائی ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ کی عدت گزار لی تھی، اور ان کے یہاں ان کے ذریعے سے سلمہ، عمر، زینب اور درہ کی ولادت ہوئی تھی۔

اور ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہوا تھا کہ جس مسلمان کو کوئی مصیبت لاحق ہو پھر وہ دعا پڑھے جس کا حکم اللہ نے دیا ہے: انا للہ و اننا الیہ راجعون اللھم اجرني في مصيبتي واخلف لي خيرا منها، تو اللہ رب العالمین اس کو اس سے بہتر ہر جانشین عطا کرتے ہیں۔

ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتی ہیں جب ابو سلمہ کی وفات ہو گئی میں نے کہا مسلمانوں میں ابو سلمہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے؟ سب سے پہلے گھر والے تھے جو اللہ کے رسول کے ساتھ ہجرت کیے تھے! پھر میں نے یہ دعا کہیں اور اللہ رب العالمین نے اللہ کے رسول کو میرا شریک حیات بنا دیا[2]۔

امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں بخاری کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ عمر بن ابو سلمہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: بے شک ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جب اپنی عدت مکمل کی کی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جانب نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خیر مقدم ہے! بے شک مجھ میں تین خصلتیں ہیں؛ بے شک میں سخت

([1]) دیکھیے سیر اعلام النبلاء از امام ذہبی (2/ 210)، الطبقات الکبری از ابن سعد (8/ 287)۔

([2]) اس حدیث کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الجنائز باب مایقال عند المصیبۃ، حدیث نمبر (918) پر اور امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر (26635) اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار (5754) میں حدیث نمبر پر کی ہے۔

غیرت والی عورت ہوں اور میں بچوں والی عورت ہوں اور میں عورت ہوں جن کے اولیاء میں سے کوئی بھی میری نکاح کے لیے یہاں پر حاضر نہیں ہے۔

چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور فرمایا: رہی بات آپ کی غیرت کی تو میں اللہ رب العالمین سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ رب العالمین اسے تم سے ختم کر دے اور رہی بات تمہارے بچوں کی تو بے شک اللہ رب العالمین ان کے لئے کافی ہو گا اور رہی بات یہ کہ تم ایسی عورت ہو جس کا ولی نکاح کے لئے حاضر نہیں ہے تو تمہارے ولیوں میں سے حاضر یا غائب کوئی بھی شخص مجھے ناپسند نہیں کرتا ہے۔

چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا[1] تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح کر دو تو انہوں نے ایسا کیا[1]۔

([1]) میں کہتا ہوں: اس سلسلے میں اختلاف کیا گیا ہے کہ ام سلمہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے وقت ان کا ولی کون تھا تو کہا گیا ہے کہ عمر ابن ابو سلمہ تھے جیسا کہ امام طحاوی نے حدیث نمبر (5751) پر روایت کیا ہے اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (26669) پر روایت کیا ہے۔

امام ابن القیم زاد المعاد (105/1) میں کہتے ہیں بعض راویوں کا یہ گمان ہے کہ وہ ان کے بیٹے عمر تھے اور اسے بالمعنی روایت کیا ہے اور کہا ہے انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ اس بات سے غافل رہے کہ ایسا ممکن نہیں ہو سکتا تھا ان کے عمر کم ہونے کی وجہ سے کیونکہ اس وقت ان کی عمر صرف تین سال تھی کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ سن چار میں نکاح کیا تھا اور اپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت عمر کی عمر نو سال تھی۔

میں کہتا ہوں: اور جس بات سے عمر ابن ابی سلمی کے عمر کے چھوٹا ہونے کی تاکید ہوتی ہے وہ روایت ہے جس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر (5376) اور مسلم نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر (2022) پر عمر ابن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں: "میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں ایک چھوٹا بچہ تھا اور میرے ہاتھ پلیٹ میں یہاں وہاں جایا کرتے تھے تو اپ نے کہا اے چھوٹے بچے تم اللہ کا نام لو اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور جو تمہارے قریب ہے اس میں سے کھاؤ"۔

حافظ ابن حجر فتح الباری (10/ 654) میں لکھتے ہیں کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا "غلام" یعنی بلوغت سے قبل بچے کو ولادت سے لے کر بلوغت تک پہنچنے تک غلام کہا جاتا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نکاح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بیٹے سلمہ ابن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

اور ابن حبان کی صحیح میں ایک دوسری روایت میں حسن سند کے ساتھ ہے کی ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا: ((نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کا پیغام دینے کے لئے آئے تو میں نے کہا: مجھ جیسی عورت سے شادی نہیں کیا جاتا ایک بات تو یہ ہے کہ میں بچے نہیں پیدا کر سکوں گی اور میں غیرت والی عورت ہوں اور میرے پاس بہت سے بچے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم سے بڑا ہوں، رہی بات غیرت کی تو اللہ رب العالمین اسے ختم کر دیں گے، رہی بات تمہارے بچوں کی تو ان کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول پر ہے چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا[2]۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس خلوت اختیار کرنے کے لیے آتے جب وہ آپ کو دیکھتی تو آپ نے بیٹی زینب کو اپنے گود میں لے کر دودھ پلانے لگتی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حیا والے اور کرم والے شخص تھے آپ شرم محسوس کرتے تھے چنانچہ آپ واپس ہو جایا کرتے تھے، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالی عنہ آئے اور انہوں نے زینب کو ان کی گود سے لے لیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خلوت اختیار کی۔

اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آتے تھے

امام ذہبی سیر (3/ 408) میں کہتے ہیں سلمہ ابن ابی سلمہ کا عمر لمبا تھا اور انہوں نے کوئی بھی چیز روایت نہیں کی ہے اور انہوں نے ہی اپنے والدہ ام السلام رضی اللہ عنہ کا نکاح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کرایا تھا۔

اور حافظ ابن حجر نے الاصابہ (3/ 126) میں کہا ہے کہ ابن اسحاق کا یہ کہنا کہ سلمہ ابن ابی سلمہ نے اپنے والدہ ام سلمہ کا نکاح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا پھر حافظ کہتے ہیں اور یہ اس چیز سے زیادہ درست ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ جس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ام سلمہ سے کرایا تھا وہ ان کے بیٹے عمر بن ابی سلمہ تھے۔

([1])اس کی تخریج امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر (5751) اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (26669) پر کی ہے اور حافظ ابن حجر نے الاصابہ (405/8) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

([2])اس کی تخریج امام ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب النکاح، باب ذکر وصف تزویج المصطفی أم سلمۃ کے اندر حدیث نمبر (4065) پر کی ہے۔

تھے چنانچہ جب آپ آتے تو وہ زینب کو اپنی گود میں لے لیتیں اور انہیں دودھ پلانے لگتیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حیا ءوالے کریم شخص تھے، آپ شرمایا کرتے تھے چنانچہ آپ لوٹ جاتے اسے طرح سے آپ نے کئی بار کیا عمار رضی اللہ عنہ ان کے اس عمل کے بارے میں سمجھ گئے گئے تو ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور عمار بھی آئے جو کہ ان کے ماں شریک بھائی تھے [1]، ان کے پاس گئے اور انہیں ان کے گود سے چھین لیا، اور کہا اس بچے کو چھوڑ دو اس کی وجہ سے تم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دی ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آپ نے خلوت اختیار کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نگاہ کو گھر میں گھمانے لگے اور کہہ رہے تھے زینب کہاں ہے ؟ زینب کا کیا ہوا؟

وہ کہتی ہیں: عمار آئے تھے اور اسے لے کر چلے گئے وہ کہتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم علم نے اپنی اہلیہ کے ساتھ خلوت اختیار کی [2]۔

ابن حبان کی صحیح میں حسن سند کے ساتھ مروی ایک روایت میں اور ابن سعد نے طبقات میں صحیح سند کے ساتھ حارث بن ہشام کے حوالے سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور کہا میں تمہارے پاس رات کو آؤں گا وہ کہتے ہیں پھر میں نے اپنے برتن میں موجود جو کے کچھ دانے نکالے، اور چربی نکالیں اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کا ستو تیار کیا، وہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات گزاری اور صبح کی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت کہا اگر تم چاہو تو میں ساتھ دن تمہارے

([1]) ابن حبان کی صحیح کی روایت میں حدیث نمبر (2949) پر ہے کہ انہوں نے کہا اور عمار ابن یاسر ان کے رضائی بھائی تھے۔

([2]) اس کے تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (26669) اور امام نسائی نے سورۃ کبری میں کتاب ا سیر باب الحال التی یختہ لف فیھا حال النساء کے اندر حدیث نمبر (8877) پر کی ہے اور اس کی سند کو حافظ ابن حجر نے اصابہ (8/ 405) میں صحیح قرار دیا ہے۔

پاس رہوں[1] لیکن اگر میں تمہارے پاس ساتھ رہوں گا تو باقی بیویوں کے لیے بھی سات رات متعین کروں گا[2]۔

اور مسلم شریف کی ایک دوسری روایت میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول ہے وہ کہتی ہیں: بے شک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان سے نکاح کیا یا تو ان کے ساتھ تین دن تک رہے اور کہا: بے شک تمہارے سلسلے میں تمہارے خاوند کو کوئی بوریت نہیں ہے اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے سات متعین کر دوں لیکن اگر میں سات تمہارے لئے متعین کروں گا تو باقی عورتوں کے لیے بھی سات متعین کرونگا[3]

ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کی مختصر حالت زندگی:

ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا بہت ہی خوبصورت، بہت ہی ذہین اور درست رائے والی خاتون تھیں حدیبیہ والے دن ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دینا ان کے ذہانت اور درست رائے پر دلیل ہے اور وہ خوبصورت ترین اور افضل ترین خواتین میں سے تھیں[4]۔

([1]) یعنی میں تمہارے پاس سات دنوں تک رہوں اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں حدیث نمبر (5214) پر انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کیا ہے وہ کہتے ہیں سنت یہ ہے کہ جب کوئی شخص کنواری خاتون سے نکاح کرے کسی طیب کی موجودگی میں تو وہ اس کے پاس سات دن تک رہے اور اگر کنواری کی موجودگی میں سیب سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین دن تک رہے۔

([2]) اس کی تخریج امام ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب النکاح باب ذکر وصف تزویج المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم أم سلمۃ کے اندر حدیث نمبر (4065) پر اور ابن سعد نے اپنے طبقات (291/8) میں صحیح سند کے ساتھ کی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری (10/299) میں کہا ہے۔

([3]) صحیح مسلم کتاب الرضاعۃ باب قدر ما تستحقہ البکر والثیب حدیث نمبر (۱۴۶۰) مسند أحمد حدیث نمبر (۲۶۵۰۴) ابن ماجہ کتاب النکاح و الطلاق باب الاقامۃ علی البکر والثیب حدیث نمبر (۱۹۱۷)۔

([4]) دیکھیے سیر اعلام النبلاء (۲۰۲/۲)۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کا ام سلمہ سے غیرت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کہتی ہیں: جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو مجھے سخت غم لاحق ہوا کیونکہ لوگوں نے مجھ سے ان کی خوبصورتی کے بارے میں بتلایا وہ کہتی ہیں چنانچہ میں نے ان کو دیکھنے کی کوشش کی اور میں نے انہیں دیکھا تو میں نے دیکھا کہ جتنا مجھے بتایا گیا تھا حسن وجمال میں وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں[1]۔

اور طحاوی شرح مشکل الآثار میں مسلم کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے ہے کہ وہ اپنے ایک برتن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے پاس کھانا لے کر آئیں تو عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا چادر اوڑھے ہوئے اپنے ساتھ کلھاڑی لے کر آئیں اور اس برتن کو توڑ دیا چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے برتن کے ٹکڑوں کو جمع کیا اور کہا تمہاری ماں کو غیرت آگئی ہے دو مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا برتن لیا اور اسے ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس بھیجوایا اور ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کا برتن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ کو دے دیا[2]۔

ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات

ام سلمہ رضی اللہ تعالی کو لمبی عمر ملی یہاں تک کی انہیں حسن رضی اللہ تعالی عنہ علی کی شہادت کی خبر ملی جس سے وہ سخت غمگیں ہوئیں اور ان کو بے ہوشی طاری ہوئی اور وہ ان کے سلسلے میں سخت غم زدہ ہوئی اور اس کے بعد وہ تھوڑی ہی دنوں تک باحیات رہیں یہاں تک کہ وہ 90 سال

([1])الطبقات الکبری از امام ابن سعد (۲۹۱/۸)۔

([2])اس کی تخریج امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر (3354) پر کی ہے۔

کی عمر میں 61 یا 62 ہجری میں یزید بن معاویہ کی خلافت میں فوت ہو گئیں، اور یہ امہات المومنین میں سب سے آخر میں وفات پانے والی تھیں[1]۔

([1]) دیکھیے سیر عالم النبلا (۲/۲۰۲-۲۱۰)، الاصابہ (۸/۴۰۷)۔

سنہ پانچ ہجری

غزوہ دومۃ الجندل[1]

یہ غزوہ وہ ماہ ربیع الاول سن 5 ہجری میں ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تھی کہ دومہ الجندل نامی علاقے میں کچھ قبیلے ہیں جو وہاں سے گزرنے والوں پر ظلم کرتے ہیں اور ان کے پاس موجود چیزوں کو لوٹ لیتے ہیں اور وہ مدینہ پر دھاوا بولنے کے لئے اس سے قریب آنا چاہتے ہیں۔

چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو تیار کیا، اور مدینہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو جانشین مقرر کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار مسلمانوں کے ساتھ نکلے جو رات کو چلتے تھے اور دن میں چھپ جایا کرتے تھے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا ایک راہ نما بنی عذرہ میں سے تھا جس کا نام مذکور تھا چنانچہ جب یہ لوگ دومۃ الجندل سے قریب ہوئے تو انہوں نے ان کی بکریوں اور چرواہوں پر دھاوا بول دیا اور ان سے بہت سے مال غنیمت حاصل کیے اور بہت سے لوگ چاروں طرف بکھر گئے جب دومہ الجندل کے لوگوں کو اس کی خبر ہوئی تو وہ بکھر گئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بستی میں پہنچے تو وہاں کسی کو نہ پایا جانا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پر کئی دنوں تک قیام کیا اور لشکروں کو بھیجا اور انہیں پھیلایا، وہ واپس آئے اور ان میں سے کسی کو نہ پایا اور ان میں سے ایک شخص کو پکڑا گیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ان کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: جب ان لوگوں نے سنا کہ تم نے انکی مویشیوں کو لے لیا ہے تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نے

---

(1) دومۃ الجندل دال کے پیش کے ساتھ شام کے کنارے ایک جگہ ہے اس کے اور دمشق کے درمیان پانچ رات کا فاصلہ ہے اور اس کے اور مدینہ کے درمیان 15 یا 16 راتوں کا فاصلہ ہے دیکھیے: الطبقات از ابن سعد (280/2) اور معجم البلدان (٣٢٥/٤)۔

اس کو اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گیا پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس آ گئے اور ان کی کوئی بھی شازش نظر نہ آئی[1]۔

اس غزوہ کی خصوصیات

یہ غزوہ دو امور سے ممتاز ہے:

1- یہ کہ یہ پہلا غزوہ تھا جو مدینہ سے دور شام کی طرف کیا گیا اس کے اور دمشق کے درمیان پانچ راتوں کی دوری ہے، اور یہ گویا اسلام کی دعوت کا اعلان تھا شمالی دیہاتی لوگوں اور شام کے جنوب و کناروں کے درمیان، اور انہوں نے اسلام کی مضبوطی کا احساس کیا اسی طرح یہ قیصر اور اس کے لشکر کے لئے بھی ایک وارننگ تھی۔

2- یہ کہ ان لمبی مسافتوں کے لیے اسلامی لشکر کا چلنا اس میں دور دراز کے علاقوں اور پہلے کبھی نہ گئے ہوئے جگہوں کی طرف چلنے سے متعلق مشق تھی، اسی لیے یہ غزوہ اسلامی لشکروں کے عظیم فتوحات کے لیے بعد میں ایشیائی اور افریقی شہروں کی جانب روانگی کی افتتاح تھی[2]۔

---

(۱) اس غزوے کی تفصیل دیکھیے: الطبقات الکبری از ابن سعد (280/2)، دلائل نبوت از امام بیہقی (389/3)، سیرت ابن ہشام (236/3)، شرح المواہب (۵۳۹/۲)۔

(۲) دیکھیے السیرۃ النبویۃ فی ضوء القران والسنۃ از ڈاکٹر محمد ابو شہبہ رحمہ اللہ (۲/ ۲۵۱)۔

مزینہ کے وفد کی آمد

رجب سنہ 5 ہجری میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس قبیلے کے چار سے لوگ آئے جن میں: نعمان بن مقرن، قرہ بن ایاس، ہلال بن حارث موجود تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اسلام پر بیعت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اپنے گھر میں میں ہجرت بنادی اور کہا: تم جہاں بھی ہو وہاں پہ مہاجر ہو، چنانچہ تم اپنے مال ومتاع کی طرف لوٹ جاؤ چنانچہ وہ اپنے شہروں کی جانب لوٹ گئے[1]۔

امام احمد نے اپنی مسند میں صحیح لغیرہ سند کے ساتھ نعمان بن مقرن کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مزینہ قبیلے کے چار سو لوگوں کے ساتھ آئے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہمیں اپنا حکم دیا تو بعض لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس کوئی کھانا نہیں ہے جو ہم راستے میں زاد راہ کے طور پر رکھیں۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے کہا: تم انہیں زادہ راہ دے دو۔

عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا: میرے پاس کچھ بچی ہوئے کھجور ہیں اور میرے خیال میں یہ انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گی۔

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جاؤ اور انہیں زاد راہ دو، چنانچہ وہ ہمیں لے کر اپنے ایک کمرے کی طرف گئے جس میں بہت سارے کھجور موجود تھے، تو انہوں نے کہا: لے لو، چنانچہ سب لوگوں نے اپنی ضرورت کے مطابق لے لیے، وہ کہتے ہیں: میں ان لوگوں میں

---

(1) دیکھیے: الطبقات الکبری از ابن سعد (141/1)۔

سب سے آخری شخص تھا، وہ کہتے ہیں: میں متوجہ ہوا ہوا اور دیکھا تو مجھے ایک کھجور رکھنے کی جگہ بھی خالی نظر نہ آئیں جب کہ اس میں سے چار سو لوگوں نے کھجوریں لے لی تھیں[1]۔

اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں حسن سند کے ساتھ قرہ ابن ایاس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں مزینہ قبیلے کے ایک وفد میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی[2]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال ابن حارث کے لئے لیے پہاڑ اور معدن والی ایک زمین خاص کی، چنانچہ امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں حسن لغیرہ سند کے ساتھ کثیر ابن عبداللہ بن عمر بن عوف مزنی کے واسطے ان کے والد سے انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال بن حارث مزنی کے لئے قبلیہ[3] کے معدن خاص کیے چاہے وہ زمین اونچی ہو یا نیچی قدس[4] پہاڑی کے اس زمین میں سے جو زراعت کے لیے درست تھی اور انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مسلمان کا حق نہیں دیا اور آپ صلی علیہ وسلم نے ان کے لئے یہ پیغام لکھا تھا: ((شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے، یہ وہ زمین ہے جسے محمد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال بن حارث مزنی کو دیا ہے آپ نے ان کو پہلے زمانے کی کانیں دی ہیں چاہے وہ اونچی زمین ہو یا نیچی زمین ہو، جہاں بھی زراعت کے لیے قدس پہاڑی کی زمین درست ہے، اور انہیں کسی مسلمان کا حق نہیں دیا ہے))[5]۔

([1])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر 23746 پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر 1581 اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب اللہ باس باب في حل الإزار حدیث نمبر 482 اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں کتاب اللباس باب حل الإزار حدیث نمبر 3578 پر کی ہے۔

([3])قبلیہ: یہ مدینہ اور نخلہ کے درمیان ایک مقام ہے۔

([4])قدس قاف کے پیش اور دال کے سکون کے ساتھ ایک مشہور پہاڑی ہے، دیکھیے النہایہ (9/4)۔

([5])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر 278 اور ابو داؤد نے اپنی سنن کتاب الخراج، باب إقطاع الأرضین میں حدیث نمبر 3062 اور 3063 پر کی ہے۔

مزینہ قبیلے کی فضیلت میں وارد ایک حدیث

مزینہ قبیلے کی فضیلت میں وہ حدیث وارد ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور احمد نے اپنی مسند میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے بلاشبہ غفار اسلم اور مزینہ اور جہینہ کے جو لوگ تھے کیا آپ نے کہا جہینہ اور جو مزینہ کے لوگ تھے وہ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن اسد، طے اور غطفان قبیلے سے بہتر ہوں گے)) [1]۔

([1])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل غفار وأسلم وجھینۃ میں حدیث نمبر 2521 اور 191 اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر 8826 پر کی ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا زینب بنت جحش سے نکاح اور پردے کے حکم کا نزول[1]

یہ ایک جلیل القدر خاتون زینب بنت جحش بن ریاب اسدی ہیں جو اللہ کے راستے میں احد والے دن شہید ہونے والے بہادر شخص عبداللہ بن جحش کی بہن تھیں، ان کی والدہ سیدہ امامہ بنت عبدالمطلب تھیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں، اور وہ بہت پہلے اسلام لانے والوں میں سے تھیں اور وہ ان لوگوں میں سے تھیں جنہوں نے مدینہ کی جانب ہجرت کی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح اس وقت کیا جب ان کے شوہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم زید بن حارثہ رضی اللہ تعالی عنہ نے انہیں طلاق دے دیا۔

اس نکاح کی حکمت

اس نکاح کا مقصد یہ تھا کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کی حرمت کو باطل قرار دیا جائے اور جاہلیت کے حسب ونسب پر فخر کرنے والے طور طریقے کو ختم کیا جائے[2]۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح اپنے محبوب اور اپنے خادم زید بن حارثہ رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ کیا تھا جنہیں منہ بولے بیٹے کے نظام کے بطلان سے قبل زید بن محمد کہا جاتا تھا، چنانچہ شیخان نے اپنی صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں ہم زید بن حارثہ کو زید بن محمد ہی کہہ کر بلایا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ رب العالمین

([1])حافظ ابن-حجر فتح الباری (8/ 196) میں کہتے ہیں حجاب کا حکم ایک جماعت کے مطابق ذوالقعدہ سن چار ہجری میں نازل ہوا رہی بات واقدی کے قول کی کی حجاب ذوالقعدہ سن پانچ ہجری میں نازل ہوا تو یہ مردود ہے اور خلیفہ اور ابو عبیدہ اور کئی لوگوں نے اس بات کو تاکید کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حجاب کا نزول ہجرت کے تیسرے سال ہوا تھا۔

([2])دیکھیے سیرت نبوی از ڈاکٹر محمد ابو شہبہ (294/2) ۔

قرآن مجید میں یہ آیت نازل کی:((ادعوهم لابائهم هو اقسط عند الله))[الاحزاب:٥][1]۔

چنانچہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش کو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لیے نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے یہ سوچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے پیغام بھیج رہے ہیں، چنانچہ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ آپ نے ان کو زید کے لیے نکاح کا پیغام دیا ہے تو انہوں نے انکار کر دیا، چنانچہ امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش کو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لیے نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے ان سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا اور کہا میں حسب و نسب میں ان سے زیادہ بہتر ہوں اور وہ غصے والی خاتون تھیں تو اللہ رب العالمین نے یہ آیت نازل فرمائی:((وما كان لمؤمن ولا مؤمنه اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيره من امرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبينا))[الاحزاب:36] [2]۔

چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے میرے لئے انہیں نکاح کے لیے پسند کیا ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: تب تو میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہیں کروں گی میں نے اپنے آپ کو ان کے نکاح میں دے دیا[3]۔

([1])اس حدیث کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب التفسیر، باب "ادعوهم لآبائهم هو أقسط عند الله"، میں حدیث نمبر 4782 اور امام مسلم نے کتاب الفضائل، باب فضائل زید بن حارثۃ و أسامۃ بن زید میں حدیث نمبر 2425 پر کی ہے۔

([2])اس خبر کو امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر (10/ 301) میں نقل کیا ہے۔

(٣)دیکھیے: تفسیر طبری (10/ 301)۔

زینب رضی اللہ تعالی عنہا زید رضی اللہ عنہ کے پاس سال بھر رہیں

زینب رضی اللہ عنہا زید رضی اللہ عنہ کے پاس تقریبا سال بھر رہیں، پھر زید رضی اللہ تعالی عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کی شکایت کرنے کے لئے آئے کیونکہ وہ اپنی زبان سے انہیں نقصان پہنچاتی تھی اور اپنے شرف ومقام کی وجہ سے ان پر بڑ کپن ظاہر کرتی تھیں۔

چنانچہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اور ترمذی نے انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں زید بن حارثہ شکایت کرنے کے لئے آئے اور انہوں نے ان کے طلاق کا ارادہ کیا یا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا اور کہا اللہ سے ڈرو اور اپنے پاس اپنے بیوی کو باقی رکھو۔[1]

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زید کو ان کو اپنے پاس رکھنے کی وصیت کیا کرتے تھے پھر اللہ رب العالمین نے چاہا کہ اپنے نبی پر اس کے بعد رسالت کے بوجھ کے ضمن میں منہ بولے بیٹے کے نظام کے آثار کو ختم کرنے کی ذمہ داری بھی ڈالیں، پس آپ اپنے لے پالک زید بن حارثہ کی طلاق شدہ بیوی سے نکاح کریں، اور اس عمل کے ساتھ معاشرے کا سامنا کریں جس کے ساتھ معاشرے کے سامنے آنے کی کسی کو بھی طاقت نہ تھی، چہ جائیکہ کوئی لے پالک بنانے کی عادت کو ہی باطل کرے[2]۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زید کو ان کے طلاق دینے کا حکم دینے سے شرم محسوس کرتے تھے اور لوگوں سے ڈرتے تھے کی کہیں وہ آپ پر عیب نہ لگائیں اور کہیں کی آپ نے اپنے لے پالک کی بیوی سے نکاح کر لیا[3]۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب التوحید، باب وکان عرشہ علی الماء حدیث نمبر 7420 اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب التفسیر باب ومن سورۃ الأحزاب حدیث نمبر 3491 پر کی ہیں۔

([2])دیکھیے: في ظلال القران (5/ 2868)۔

([3])حافظ ابن حجر فتح الباری (9/ 479) میں کہتے ہیں: ابن ابی حاتم نے اس قصے کو یعنی منہ بولا بیٹا بنانے کے باطل ہونے کے قصے کو صدی کے طریق سے تخریج کیا ہے اور اسے بہت ہی واضح اور اچھے سیاق میں بیان کیا ہے۔

پھر اللہ رب العالمین نے یہ آیت نازل فرمائی: ((واذ تقول للذي انعم الله [1]عليه وانعمت عليه [2]امسك عليك زوجك واتق الله وتخفي في نفسك[3] ما الله مبديه وتخشى الناس[4] والله احق ان تخشاه))[الاحزاب:37]۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات چھپانے والے ہوتے تو وہ اس آیت کو چھپا لیتے[5]۔

اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں ترمذی نے اپنے جامع میں عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وحی میں سے کوئی چیز چھپانے والے

([1])حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر (6/ 424) میں کہتے ہیں یعنی اللہ تعالی نے ان پر اسلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروی کی توفیق دے کر انعام کیا۔

([2])اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر (6/ 424) میں کہتے ہیں: یعنی غلامی سے ازاد کر کے اور یہ سردار اور جلیل القدر مقام کے حامل تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہتے تھے انہیں اپ کا چیتا کہا جاتا تھا اور ان کے بیٹے اسامہ کو چیتا ابن چیتا کا کہا جاتا تھا۔

اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر 25898 پر حسن سند کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کی ہے وہ کہتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زید ابن حارثہ کو جب بھی کسی لشکر کے ساتھ بھیجا تو انہیں ان کا امیر مقرر کیا تھا اور اگر وہ بعد میں بھی رہتے تو انہیں ہی امیر بناتے۔

([3])حافظ ابن حجر فتح الباری (9/ 479) میں کہتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم چھپاتے تھے وہ اللہ تعالی کا اپ کو یہ خبر دینا تھا کہ یہ اپ کی بیوی ہوں گی۔

([4])حافظ ابن حجر فتح الباری (9/ 479) میں کہتے ہیں: جو چیز اپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کے چھپانے کا سبب تھی وہ یہ تھی کہ یہ خدشہ تھا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ اپ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کیا اور اللہ تعالی نے جاہلیت میں پائے جانے والے لے پالک کے احکام کو باطل کرنا چاہا تھا ایسے حکم کے ذریعے جس سے بہتر کوئی حکم نہیں ہو سکتا اور وہ تھا لے پالک یعنی منہ بولے بیٹے کی عورت سے شادی کرنا اور اس کا مسلمانوں کے امام کے ذریعے سے ہونا تا کہ لوگوں کے لیے قبول کرنے میں اسانی ہو۔

([5])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح، کتاب التوحید، باب وکان عرشہ علی الماء میں حدیث نمبر (7420) پر کی ہے۔

ہوتے تو یہ آیت ضرور چھپا لیتے: ((واذ تقول للذي انعم الله عليه وانعمت عليه[1])(۔

زینب رضی اللہ عنہا سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح:

جب زینب رضی اللہ عنہا نے عدت مکمل کر لیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ: جب انہوں نے اپنی عدت مکمل کر لی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زید سے کہا: جاؤ تم ان کے پاس میرا ذکر کرو[2]، چنانچہ وہ گئے تو وہ اپنا آٹا گوندرہی تھیں تو ان کا معاملہ میرے دل میں بہت بڑھ گیا یہاں تک کہ میں ان کی طرف دیکھ نہیں پا رہا تھا کیوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا تذکرہ کیا تھا، تو میں نے اپنا پیٹھ پھیر لیا[3] اور اپنے ایڑی کے بل واپس ہونے لگا اور میں نے کہا: اے زینب تم خوش ہو جاؤ مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے وہ آپ کا تذکرہ رہے تھے، انہوں نے کہا: میں اس وقت تک کچھ بھی نہیں کرنے والی جب تک میں اپنے رب سے فریاد نہ کر لوں چنانچہ وہ اٹھیں اور اپنے نماز کی جگہ[4] گئیں، اسی وقت اللہ رب العالمین کا فرمان نازل ہوا: ((فلما قضى زيد منها وطرا زوجناكها

([1])اس کی تخریج امام مسلم نے کتاب الایمان باب معنی قول اللہ عزوجل: "ولقد رآہ نزلۃ أخری" میں حدیث نمبر (177) (288) اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الأحزاب میں حدیث نمبر 3208 پر کی ہے۔

([2])امام نووی مسلم کی شرح (9/ 194) میں کہتے ہیں: یعنی جا کر اپ میرے لیے ان کو نکاح کا پیغام دیں۔

([3])امام نووی مسلم کی شرح (8/ 194) میں کہتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ یہ بات ان کو بہت بھاری محسوس ہوئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کا ارادہ کیا ہے چنانچہ ان کے ساتھ تعظیم اور اجلال اور ہیبت کا وہ معاملہ انہوں نے اپنایا گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا ہے۔

([4])امام نووی رحمہ اللہ مسلم کی شرح (195/9) میں کہتے ہیں: یعنی اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ اور اس میں اس شخص کے لیے جو کوئی کام کرنا چاہتا ہو اس کے لیے اس تخارہ کی نماز کے مستحب ہونے کا بھی چاہے اس معاملے میں ظاہری طور پر خیر واضح ہو یا نہ ہو۔

لكي لا يكون على المؤمنين حرج في ازواج ادعيائهم اذا قضوا منهن وطرا،وكان امر الله مفعولا))[الأحزاب:٣٧]۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور ان کے پاس بغیر اجازت کے داخل ہو گئے[1]۔

چنانچہ زینب رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر بیوی بیوی پر فخر کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں کہ تمہاری شادی تمہارے گھر والوں نے کی ہے اور میری شادی اللہ رب العالمین نے ساتوں آسمان کے اوپر سے کی ہے[2]۔

کمزور روایتیں:

میں کہتا ہوں: رہی بات ان منقولات کی جنہیں بہت سے مفسرین نے بہت سی باتیں فرمان باری تعالی: ((وتخفي في نفسك ما الله مبديه)) کے سلسلے میں نقل کیا ہے ،اس روایت پر اعتماد کرتے ہوئے جسے امام طبری نے اپنی تفسیر[3] میں بشر کے واسطے سے یزید کے حوالے کے واسطے سے سعید عن قتادہ کے حوالے سے نقل کیا ہے،،،اور ان کے طریق سے یونس عن وہب عن ابن یزید،،،اور ابن سعد نے اپنے طبقات[4] میں اور حاکم نے اپنی مستدرک[5] میں دونوں نے واقدی کی طریق سے عبداللہ بن عامر کے حوالے سے محمد بن یحی بن حبان کے واسطے نقل کیا ہے وہ سبھی کہتے ہیں: ((بے شک جو بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپائی تھی اور اللہ رب العالمین نے اسے

([1])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب النکاح، باب زواج زینب بنت جحش میں حدیث نمبر(1428)اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(13025)پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب التوحید، باب وکان عرشہ علی الماء، حدیث نمبر(7420)اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر13361پر کی ہے۔

([3])دیکھیے تفسیر طبری(10/ 302)۔

([4])دیکھیے: الطبقات الکبری از ابن سعد(8/ 295)۔

([5])دیکھیے: مستدرک الحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ، باب نکاح الرسول بزینب بنت جحش حدیث نمبر6845۔

ظاہر کیا تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں زینب کا اترنا اور ان سے آپ کا محبت کرنا ہے جبکہ وہ زید رضی اللہ عنہ کی عقد میں تھی، اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا: ((سبحان الله مصرف القلوب))، یہ سبھی منقطع اسانید ہیں، اور ان میں سے تیسرا بہت ہی کمزور ہے، واقدی متروک ہے اور عبداللہ بن عامر اسلمی ضعیف ہیں، اور ان کے ضعف پر حدیث اور فقہ کے اماموں میں سے بڑے ناقدین نے تنصیص کی ہے، جیسے حافظ ابن حجر نے فتح الباری[1] میں، ابن العربی نے احکام القرآن میں، ابن کثیر نے اپنی تفسیر[2] میں اور آلوسی نے اپنی تفسیر میں[3]۔

ولیمہ[4]

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش رضی اللہ تعالی عنہ سے نکاح کے بعد روٹی اور گوشت سے ولیمہ کیا، چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

([1]) حافظ ابن حجر فتح الباری (479/9) میں لکھتے ہیں: بہت سارے دوسرے اثار بھی وارد ہیں جنہیں ابن ابی حاتم اور طبریؒ نے تخریج کیا ہے اور انہیں بہت سے مفسرین نے نقل کیا ہے اس سلسلے میں مشغول نہیں ہونا چاہیے۔

([2]) حافظ ابن کثیر (6/ 424) اپنی تفسیر میں کہتے ہیں ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے یہاں بعض سلف سے اثار ذکر کیے ہیں ہم نے چاہا کہ ہم ان سے کنارہ کشی اختیار کریں کیونکہ وہ درست نہیں ہیں تو ہم ان کا ذکر یہاں نہ کریں۔

اور انہوں نے البدایہ وال نہایہ (532/4) میں کہا ہے کہ: سلف میں سے بہت سے لوگوں نے یہاں پر بہت سے غریب اثار ذکر کیے ہیں اور ان میں سے بعض قابل نظر ہیں ہم نے انہیں ترک کر دیا ہے۔

([3]) دیکھیے سیر أعلام النبلاء (1/ 224) حاشیہ نمبر (1) اور سلسلہ ضعیفہ حدیث نمبر 6848۔

([4]) ولیمہ: وہ کھانا جو شادی کے وقت تیار کیا جاتا ہے، دیکھئے: النھایۃ: (۱۵۶/۱)۔

بیویوں میں سے کسی بھی خاتون پر زینب رضی اللہ تعالی عنہ کے مقابلے میں زیادہ یا بہتر ولیمہ نہیں کیا[1]۔

اور ایک دوسری روایت میں صحیح بخاری کے اندر ہے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش سے رخصتی کے بعد ولیمہ کیا اور لوگوں کو پیٹ بھر کے گوشت اور روٹی کھلایا[2]۔

اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زینب بنت جحش رضی اللہ تعالی عنہ علی کی رخصتی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روٹی اور گوشت سے ولیمہ کیا تھا مجھے لوگوں کو کھانے کے لیے بلانے کے لئے بھیجا گیا تو لوگ آتے اور کھاتے اور نکل جاتے، پھر لوگ آتے کھاتے اور نکل جاتے، میں نے سب کو بلایا یہاں تک کہ کسی اور کو ایسا نہ پایا جس کو دعوت نہ دیں ہو[3]۔

اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا اور اپنی بیوی سے رخصتی کی وہ کہتے ہیں کہ پھر میری والدہ ام سلیم نے ستو بنایا، اور اسے ایک برتن میں رکھا، اور انہوں نے کہا: اے انس اسے لے کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، اور کہو اسے آپ کے لئے میری والدہ نے بھیجا ہے اور وہ آپ کو سلام عرض کر رہی ہیں، اور کہہ رہی ہیں کہ یہ ہماری طرف سے آپ کے لئے تھوڑا سا تحفہ ہے، وہ کہتے ہیں میں اسے لے کر اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے کہا کہ میری والدہ آپ کو سلام عرض کر رہے ہیں اور کہہ رہی ہیں یہ ہماری طرف سے آپ کے لئے تھوڑا سا تحفہ

([1])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب النکاح، باب زواج زینب بنت جحش کے اندر حدیث نمبر (1428)(91) اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (12759) پر کیا ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب التفسیر، باب سورۃ الأحزاب میں حدیث نمبر (4794) پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب التفسیر، باب سورۃ الأحزاب (4793) میں حدیث نمبر پر کی ہے۔

ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے رکھ دو، پھر کہا: جاؤ میرے پاس فلاں اور فلاں اور فلاں شخص کو بلاؤ اور جسے بھی راستے میں دیکھنا، اور آپ صلی اللہ وسلم نے لوگوں کے نام لیے، وہ کہتے ہیں پھر میں نے آپ نے جن کا نام لیا تھا انہیں بلایا اور جن سے بھی میری ملاقات ہوئی انہیں میں نے دعوت دی، انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر وہ سبھی تین سو لوگوں کے قریب تھے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا: اے انس وہ برتن لاؤ، وہ کہتے ہیں سبھی لوگ داخل ہوئے یہاں تک کہ حجرہ اور چبوترا بھر گیا، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دس دس لوگ حلقہ بنا کر بیٹھ جائیں اور ہر انسان اپنے پاس سے کھائے، وہ کہتے ہیں: پھر سبھی نے کھائے یہاں تک کی آسودہ ہو گئے، وہ کہتے ہیں: پھر ایک جماعت نکلی اور دوسری جماعت آئی یہاں تک کہ سب لوگوں نے کھالیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا: اے انس اسے اٹھاؤ، وہ کہتے ہیں میں نے اٹھایا تو مجھے نہیں پتہ تھا جب میں نے رکھا تھا اس وقت زیادہ تھا یا جب اٹھایا تب زیادہ تھا[1]۔

حجاب کے حکم کا نزول

اور جب لوگوں نے کھانا کھالیا تو ان میں سے کچھ لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم کے گھر میں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے اور آپ کی اہلیہ دیوار کی طرف منہ پھیر کر بیٹھی ہوئی تھیں، تو وہ لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بھاری پڑے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلتے اور پھر واپس آتے ابھی بھی وہ لوگ بیٹھ کر گفتگو ہی کیے جا رہے تھے[2]۔

([1])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب النکاح، باب زواج زینب بنت جحش میں حدیث نمبر (1428)(94) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (12669) پر کی ہے۔

([2])مرجع سابق حدیث نمبر (1428)(94) اور امام احمد نے اسے اپنے مسند میں حدیث نمبر (12669) پر تخریج کیا ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں انس رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں:... لوگوں نے کھانا کھالیا پھر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گویا کھڑے ہونے کی تیاری کرنے لگے مگر وہ لوگ کھڑے نہ ہوئے چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے جب آپ کھڑے ہوئے تو کچھ لوگ کھڑے ہوئے اور تین لوگ بیٹھے رہ گئے[1]۔

اور ایک دوسری روایت میں انس رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں:... پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی کمرے کی طرف گئے اور کہا: اس گھر والوں پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت ہو، تو انہوں نے کہا: آپ پر بھی سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت ہو، اپنے گھر والوں کو کیسا پایا ؟ اللہ رب العالمین آپ کے لئے برکت دے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کے ہر گھر کو باری باری دیکھا، سبھی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی کہا: جیسا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ سے کہا تھا اور انہوں نے بھی ویسا ہی آپ کو کہا جیسا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا تھا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کی جانب واپس آئے تو آپ نے دیکھا دو آدمیوں کے درمیان گفتگو چل رہی ہے ،جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو اپنے گھر سے واپس ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت شرمیلے تھے، جب ان دونوں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے واپس ہو گئے ہیں تو وہ دونوں جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے، ہیں نہیں جانتا کہ میں نے آپ کو ان کے نکلنے کی خبر دی یا آپ کو کسی اور نے یہ خبر دی تھی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے اور گھر میں داخل ہوئے اور میں بھی آپ کے ساتھ گھر میں داخل ہونے لگا[2] تو آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ گرادیا اور

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب التفسیر باب سورۃ الأحزاب میں حدیث نمبر (4791) پر کی ہے۔

([2])حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر 14 سال تھی کیونکہ حجاب کا نزول سن چار ہجری میں ذوالقعدہ کے مہینے میں ہوئی جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری (196/8) میں کہا ہے۔

اور امام بخاری نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر پر ابن شہاب کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے انس ابن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ امد کے وقت 10 سال کے تھے

اس وقت اللہ کا یہ فرمان نازل ہوا: ((يا أيها الذين آمنوا لا تدخلوا بيوت النبي إلا أن يؤذن لكم....وإذا سألتموهن متاعا فسئلوهن من وراء حجاب ذلكم أطهر لقلوبكم و قلوبهن [1]))الاحزاب: 53]۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا نزولی حجاب کی تمنا

عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کی زیادہ حساسیت کے بارے میں یہ مروی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رائے دیا کرتے تھے اور وہ اپنے رب سے اس کی تمنا بھی کیا کرتے تھے یہاں تک کی ان کی رائے کی تصدیق کرتے ہوئے اور ان کی حساسیت کا جواب دیتے ہوئے قرآن کریم کی آیت نازل ہوئی [2]۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان کے حوالے سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس اچھے اور برے بھی لوگ آتے ہیں تو اگر آپ امہات المومنین کو پردہ کرنے کا حکم دیدیتے؟

تو اللہ رب العالمین نے حجاب کی آیت نازل فرمائی [3]۔

([1])حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر (454/6) میں کہتے ہیں: اللہ تعالی نے مومنوں پر حرام کر دیا تھا کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں بغیر اجازت کے داخل ہوں جس طرح وہ اس سے پہلے جاہلیت میں اور ابتدائے اسلام میں اپنے گھروں کے سلسلے میں کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالی کو اس امت کے لیے غیرت آئی اور رب سبحانہ وتعالی نے انہیں اس کا حکم دیا جو کہ اس امت کے لیے اللہ تعالی کا کرم تھا اور اسی لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لوگو تم عورتوں پر داخل ہونے سے بچو۔اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں حدیث نمبر (5232) اور مسلم نے اپنی صحیح میں حدیث نمبر (2172) پر کی ہے۔

اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب التفسیر، باب سورۃ الأحزاب میں حدیث نمبر (4793)(4794) اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (13025) پر کی ہے۔

([2])دیکھیے في ظلال القران (2877/5) از سید قطب۔

([3])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب التفسیر میں حدیث نمبر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر پر کی ہے۔

شیخان نے اپنی صحیحین میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں یارات کے وقت قضاء حاجت کے لیے لیے نکلا کرتی تھیں تو عمر رضی اللہ تعالی عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے، آپ اپنی عورتوں کو حجاب پہن آیئے[1] مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں کرتے۔

سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالی عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ایک رات عشاء[2] کے وقت نکلیں اور وہ لمبی عورت تھیں انہیں عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے آواز دی کہ اے سودہ ہم نے تم کو پہچان لیا، ان کی یہ خواہش تھی کہ حجاب نازل ہو، تو اللہ رب العالمین نے حجاب والی آیت نازل فرمائی[3]۔

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری (335/1) میں کہتے ہیں یعنی اپ انہیں اپنے گھروں سے نکلنے سے منع کریں جس کی دلیل یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے حجاب کی ایت نازل ہونے کے بعد سودا رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ اے سودا ہم تم کو پہچانتے ہیں۔

اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ انہوں نے پہلے ان کے چہروں کو ڈھانپنے کے حکم کا ارادہ کیا تھا لیکن جب ان کے چاہت کے مطابق حکم ایا تو انہوں نے یہ پسند کیا کہ ان کے شخصیت کو بھی ڈھانپا جائے پردے میں مبالغے کے طور پر چنانچہ یہ ضرورت کی وجہ سے واجب نہیں ہوا اور یہ دونوں احتمال میں سب سے زیادہ ظاہر نظر آتا ہے۔

([2]) صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے حدیث نمبر (4795) اور مسلم میں حدیث نمبر (2170) پر ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہ نے کہا سودہ رضی اللہ عنہا حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد اپنی کسی ضرورت کے لیے باہر نکلیں۔

کرمانی کہتے ہیں جیسا کہ ان سے حافظ ابن حجر نے فتح الباری (488/9) میں نقل کیا ہے یہاں پہ یہ بات وارد ہے کہ یہ حجاب کے نزول کے بعد کا واقعہ ہے اور صحیح بخاری میں وضو کے سلسلے میں یہ گزر چکا ہے کہ یہ حجاب سے پہلے کا واقعہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ دو مرتبہ واقع ہوا ہو۔

اور حافظ ابن حجر فتح الباری (488/9) میں کہتے ہیں بلکہ پہلے حجاب سے مراد دوسرے حجاب کے علاوہ چیز ہے اور حاصل یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں اس سلسلے میں نفرت واقع ہوئی کہ اجنبی لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواتین کو دیکھ سکیں یہاں تک کہ انہوں نے صراحت کے طور پر اپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کہی کہ اپ اپنے عورتوں کو پردہ کرایئے اور اس کی تاکید کی یہاں تک کہ حجاب کی ایت نازل ہو گئی پھر اس کے بعد انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ سرے سے ان کی شخصیت بھی ظاہر نہ ہوا گرچہ وہ پردے میں ہوں تو انہوں نے اس سلسلے میں خوب مبالغہ کیا اور انہوں نے منع کیا اور ان کے لیے مشقت اور حرج کو ختم کرتے ہوئے صرف حاجت کے لیے نکلنے کی اجازت دی۔

([3])اس کے تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الوضوء باب خروج النساء إلى البراز میں حدیث نمبر (146) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب السلام، باب اباحۃ الخروج للنساء لقضاء حاجۃ الانسان میں حدیث نمبر (2170)(18) پر کی ہے۔

اور امام نسائی نے سنن کبریٰ میں اور بخاری نے الادب المفرد میں جید سند کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک بڑے پیالے میں ستو کھا رہی تھی تو اس وقت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا تو انہوں نے بھی کھایا اسی دوران ان کی انگلی میرے انگلی سے لگ گئی، تو انہوں نے کہا اوہ اگر تمہارے بارے میں میری بات مانی جائے آئے تو تمہیں کوئی آنکھ نہ دیکھ سکے پھر حجاب کی آیت نازل ہوئی [1]۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں اور ان روایات کے درمیان جمع کی صورت یہ ہے کہ یہ واقعہ زینب کے قصے سے پہلے واقع ہوا تھا، اس کے اس واقعے سے قریب ہونے کے سبب نزول آیت حجاب کے بارے میں یہ کہا گیا کہ اس کا سبب یہی ہے، اور اسباب کے متعدد ہونے کے لئے بھی کوئی چیز مانع نہیں ہے [2]۔

زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے فضائل

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی لڑکی تھیں،۔۔۔۔اور وہ دین، ورع، جود اور بھلائی کے کاموں میں خواتین میں سرداروں کے مانند تھیں [3]۔

([1]) اس کے تخریج امام نسائی نے سنن کبری میں کتاب تفسیر باب سورۃ الأحزاب میں حدیث نمبر (11355) اور امام بخاری نے الأدب المفرد میں حدیث نمبر (808) پر کی ہے۔

([2]) دیکھیے فتح الباری (488/9)۔

([3]) دیکھیے سیر أعلام النبلاء (2/ 212) ۔

اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((تم میں سب سے جلدی مجھ سے ملنے والی وہ ہو گی جس کا ہاتھ تم میں سب سے لمبا ہو گا))۔

وہ کہتی ہیں کہ آپ کی بیویاں: اپنے ہاتھ ناپا کرتی تھیں کہ کس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہے۔

وہ کہتے ہیں: زینب[1] رضی اللہ تعالی عنہا کا ہاتھ سب سے لمبا تھا کیونکہ وہ ہاتھ سے کام کرتیں اور صدقہ کیا کرتی تھیں[2]۔

اور حاکم کے یہاں وارد ایک دوسری روایت میں اور طحاوی کی شرح مشکل الآثار میں صحیح سند کے ساتھ مروی حدیث میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا: ((پس جب ہم اپنے میں سے کسی ایک کے گھر میں جمع ہوتے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تو ہم دیوار میں اپنے ہاتھوں کو پھیلایا کرتے تھے تاکہ دیکھیں کہ کس کا ہاتھ بلند ہے، ہم برابر ایسا کرتے رہے یہاں تک کہ زینب رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات ہو گئی، وہ تو بہت ہی پست قد کی خاتون تھیں اللہ رب العالمین الرحمن ان پر رحم کرے، اور وہ ہم میں لمبے ہاتھ والی نہ تھیں، سمجھ لیا کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبے ہاتھ سے صدقہ مراد لیا ہے، وہ کہتے ہیں: زینب رضی اللہ تعالی عنہا اپنے ہاتھ سے کام کیا کرتی تھیں، چمڑے کو دباغت دیتیں اور سلائی کیا کرتی تھی ں اور اس کے ذریعہ اللہ کے راستے میں صدقہ کیا کرتی تھیں[3]۔

([1]) میں کہتا ہوں: صحیح بخاری کی حدیث نمبر (1420) میں سودہ بنت زمعہ کا لفظ وارد ہے جو کہ بعض راویوں کا وہم ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری (36/4) میں کہا ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا تھیں۔

([2]) اس کی تخریج امام مسلم نے کتاب الفضائل، باب فضائل زینب میں حدیث نمبر (2442) اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں کتاب الزکوۃ، باب صدقۃ التطوع میں حدیث نمبر (3314) پر کی ہے۔

([3]) اس کے تخریج امام حاکم نے مستدرک میں کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب کانت زینب أول لحوقا بالنبي صلی اللہ علیہ وسلم میں حدیث نمبر (6850) پر اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر (210) پر کی ہے۔

اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں: ((... اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے نبی صلی اللہ علیہ کی بیوی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو بھیجا وہی وہ خاتون تھیں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقام ومنزلت میں میری برابری کیا کرتی تھیں، اور میں نے دین کے معاملے اور تقوی اور سچائی اور صلہ رحمی اور صدقہ وخیرات اور صدقے کے لئے کئے گئے کام اور اللہ کا قرب حاصل کرنے لئے کئے گئے میں جلدی کرنے والی زینب سے زیادہ بہتر کوئی خاتون نہ دیکھیں، سوائے اس کے کہ ان میں ذرا سا غصہ تھا جسے وہ جلد ہی کنٹرول کر لیا کرتی تھیں[1]۔

زینب رضی اللہ عنہ کی وفات:

اور زینب رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات سنہ بیس ہجری میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت میں ہوئی، جب ان کی عمر 35 سال تھی، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وفات پانے والی پہلی خاتون تھیں ان کی نماز جنازہ عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور انہیں بقیع قبرستان میں دفن کیا گیا۔

امام مالک نے موطا میں ثقات راویوں کی سند سے ربیعہ بن عبداللہ بن ہدیر کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا جو زینب بنت جحش رضی اللہ تعالی عنہا کے جنازے میں لوگوں سے آگے جا رہے تھے[2]۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الفضائل باب فضل عائشة حدیث نمبر (۲۴۴۲) اور امام أحمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۲۴۵۷۵) پر کی ہیں۔

([2])اس کی تخریج امام مالک نے موطا میں کتاب الجنائز، باب المشي أمام الجنازة میں کی ہے اور اسے ابن الاثیر نے جامع الاصول میں حدیث نمبر (8608) پر نقل کیا ہے۔

امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں شیخین کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ عبدالرحمن بن ابزی[1] کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ: میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ مدینہ میں زینب رضی اللہ تعالی عنہ کی نماز جنازہ ادا کی تو ان پر آپ نے چار تکبیریں کہیں، پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے پاس یہ پوچھنے کے لئے بھیجا کہ وہ کسے انہیں قبر میں داخل کرنے کا حکم دیتی ہیں؟

وہ کہتے ہیں: اور انھیں یہ بات پسند تھی کہ وہی اس کام کو انجام دیں، وہ کہتے ہیں چنانچہ ان کے جانب یہ خبر بھیجی گئی کہ دیکھیں کون انہیں ان کی زندگی میں دیکھا کرتا تھا، وہیں انھیں ان کے قبر میں داخل کریں، چنانچہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا تم نے سچ کہا[2]۔

اور ابن سعد نے اپنی طبقات میں صحیح سند کے ساتھ نافع کے حوالے سے عمر رضی اللہ تعالی کے واسطے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: ((جب زینب بنت جحش رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات ہوئی تو عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک منادی کو یہ حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کریں کہ: زینب رضی اللہ عنہا کے پاس صرف ان کے خونی رشتے دار ہی جائیں، اسماء بنت عمیس نے کہا: اے امیر المومنین کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز نہ دکھاؤں جو حبشہ کے لوگ اپنے خواتین کے ساتھ کیا کرتے ہیں، انہوں نے ایک نعش[3] بنایا اور اسے کپڑے سے ڈھکا۔

([1])عبدالرحمن بن ابزی: یہ چھوٹے صحابی تھے جو کہ عمر رضی اللہ عنہ کے خلافت میں ایک مکمل ادمی تھے امام مسلم نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر (817) پر نافع ابن حارث کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ان کی ملاقات عثمان نامی جگہ پہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور عمر رضی اللہ عنہ انہیں مکہ کا امیر مقرر کیا کرتے تھے تو انہوں نے کہا کہ تم نے اہل وادی پر کس کو امیر مقرر کیا ہے انہوں نے کہا ابن عبزا کو حضرت عمر نے کہا ابن ابزا کون ہے انہوں نے کہا ہمارے غلاموں میں سے ایک غلام ہیں حضرت عمر نے کہا کیا تم نے ان پر کسی غلام کو امیر مقرر کیا ہے انہوں نے کہا وہ کتاب اللہ کے قاری ہیں اور فرائض کے جاننے والے ہیں تو حضرت عمر نے کہا بے شک تمہارے نبی نے کہا: "**اللہ تعالی اس کتاب کے ذریعے قوموں کو اٹھاتا ہے اور دوسرے قوموں کو اس کے ذریعے گرادیتا ہے**"۔

([2])اس کی تخریج امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار (329/6) میں کی ہے۔

([3])نعش مردے کی چارپائی کو کہا جاتا ہے، دیکھئے: لسان العرب (14/ 202)۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے اور اس میں پردہ بھی بہت زیادہ ہے چنانچہ انہوں نے ایک منادی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں یہ حکم دے کہ اپنی والدہ کے پاس جاؤ[1]۔

([1]) اس کی تخریج ابن سعد نے طبقات (301/8) میں کی ہے، مزید دیکھیے: سیر علام النبلا (۲۱۳/۲)۔

غزوہ بنو مصطلق[1] یا مریسیع[2]

یہ غزوہ سنہ 5 ہجری[3] کے اندر ماہ شعبان میں واقع ہوئی۔

---

(۱) حافظ ابن حجر فتح الباری (195/8) میں کہتے ہیں رہی بات مصطلق کی تو یہ میم کے پیش اور صاد کے سکون اور تا کے زبر اور لام کے زیر کے ساتھ ہے جو لقب ہے اور ان کا نام جذیمہ بن سعد بن عمر بن ربیعہ بن حارثہ تھا جو بنو خزاعہ کا ایک قبیلہ ہے۔

(۲) حافظ اب ابن حجر فتح الباری (195/8) میں کہتے ہیں: رہی بات مریسیع کی تو یہ میم کے پیش اور را کے زبر کے ساتھ ہے جو کہ بنو خزاع کا ایک چشمہ ہے اس کے اور فرع کے درمیان ایک دن کی مسافت ہے اور امام طبرانی نے سفیان ابن وبرہ کے حدیث سے روایت کیا ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ مریسیع غزوہ بنو مصطلق میں تھے۔

(۳) اس غزوہ کے وقت کے سلسلے میں اختلاف پایا جاتا ہے تو ابن اسحاق کے یہاں سیرت (317/3) میں ہے کہ یہ سن چھ ہجری میں پیش ائی اور اسے امام بخاری نے معلق طور پر کتاب المغازی میں باب وغزوت بنی المطلق میں روایت کیا ہے۔

اور ابن سعد کے یہاں طبقات (281/2) اور موسی ابن عقبہ کے مغازی میں ہے یہ شعبان سنہ پانچ ہجری میں واقع ہوئی۔

اور صحیح بخاری میں کتاب المغازی باب وغزوۃ بنی المطلق میں ہے کہ اور موسی ابن عقبہ نے کہا سن چار ہجری میں۔

حافظ ابن حجر فتح الباری (195/8) میں کہتے ہیں: اسی طرح امام بخاری نے ذکر کیا ہے گویا یہ سبقت قلم ہے انہوں نے سن پانچ لکھنا چاہا مگر سن چار لکھ دیا اور مغازی موسی ابن عقبہ میں جو ہے وہ مختلف ترک سے وارد ہے جس کی تخریج امام حاکم اور ابو سعید نیساپوری اور بیہقی نے دلائل (45/4) میں وغیرہ نے تخریج کیا ہے کہ یہ سن پانچ ہے۔

اور ان کا لفظ ابو موسی ابن عقبہ کے حوالے سے ابن شہاب کے حوالے سے ہے کہ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بن المصطلق اور بنو لہیان کے ساتھ سن پانچ کے شعبان مہینے میں قتال کیا۔

اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری (196/8) میں یہ راجح قرار دیا ہے کہ یہ شعبان سن پانچ کی بات ہے کیونکہ بخاری کے یہاں حدیث افک میں ثابت ہے کہ سعد ابن معاذ اور سعد ابن عبادہ کے درمیان اصحاب عف کے بارے میں کہا سنی ہوئی تھی تو اگر مریسیع شعبان سن چھ میں ہوتی جبکہ افک کا واقعہ اسی میں پیش ایا تھا تو جو صحیح میں سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کا ذکر وارد ہے وہ غلط ہوتا کیونکہ سعد ابن معاذ قریظہ کے ایام میں فوت ہوئے تھے جو کہ صحیح قول کے مطابق سن پانچ ہجری میں پیش ایا تھا اور اگر اسی طرح ہو جیسے کہ کہا گیا ہے یعنی سن چار ہجری تو یہ زیادہ سخت ہو گا تو ظاہر یہ ہوتا ہے کہ مریسیع سن پانچ میں شعبان کے مہینے میں واقع ہوئی تھی کیونکہ خندق اس سے پہلے واقع ہوئے تھی اور خندق سن پانچ میں شوال کے مہینے میں ہوئی تھی تو یہ اس کے بعد ہو گی اور سعد ابن معاذ غزوہ مریسیع میں موجود رہیں گے اور وہ خندق میں تیر مارے گئے تھے اور اسی کے زخم کی وجہ سے قریظہ میں وہ فوت ہوئے تھے۔

اس کا سبب

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ بنو مصطلق کا سردار حارث بن ابی ضرار اپنی قوم کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عربوں کے خلاف لڑائی کے لیے جمع کر رہا ہے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ ان سے متعلق معلومات فراہم کریں، چنانچہ وہ آئے اور ان کی ملاقات حارث بن ضرار سے ہوئی، اور انہوں نے ان سے گفتگو کی تو انہیں پایا کہ وہ بہت سے لوگوں کو جمع کر چکے ہیں، ان لوگوں نے کہا: آپ کون ہو؟

انہوں نے کہا: ہم تمہیں میں سے ہیں، میں تمہارے پاس آیا ہوں جب مجھے یہ خبر ملی کہ تم اس شخص کے خلاف لشکر اکٹھا کر رہے ہو، تو میں اور میری قوم کے وہ لوگ جو میری بات ماننے میں میرے ساتھ آ گئے اور ہم ایک ساتھ لڑیں گے یہاں تک کہ اس کا کام تمام کر دیں گے۔

تو حارث نے کہا: ہم بھی یہی چاہ رہے ہیں تو تم جلدی کرو، چنانچہ بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تو اب میں سوار ہوتا ہوں اور اپنی قوم سے بہت سارے لوگوں کو لے کر تمہارے پاس آؤں گا، چنانچہ وہ لوگ اس سے خوش ہوئے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آ گئے اور ان کی خبر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے دی[1]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نکلنا:

چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو ان کی طرف نکلنے کے لیے تیار کیا اور لوگوں نے نکلنے میں جلدی کی ان کی تعداد 700 جنگجوؤں پر مشتمل تھی اور ان میں تیس گھوڑے بھی تھے وہ لوگ ہجرت کے پانچویں سال شعبان کی دو راتیں رہتے ہوئے نکلے تھے، اور

---

(1) دیکھیے سیرت ابن ہشام (۳/۳۱۷) الطبقات الکبری از ابن سعد (۲/۲۸۱)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت سے منافقوں میں سے بھی نکلے تھے جن میں سر فہرست عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پر زید بن حارثہ [1] رضی اللہ تعالی عنہ کو جانشین مقرر کیا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابوذر غفاری [2] رضی اللہ تعالی عنہ کو جانشین مقرر کیا تھا۔

اور بنو مصطلق کے سردار حارث بن ضرار نے اپنا ایک جاسوس بھیج رکھا تھا تاکہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر لایا کرے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے ہی میں اسے پکڑ لیا اور اس سے ان کے بارے میں پوچھا تو اس نے ان کے متعلق کچھ بھی نہ بتایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اسلام پیش کیا مگر اس نے انکار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے اس کی گردن مار دیا۔

چنانچہ جب حارث کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نکلنے کی خبر ملی اور اسے یہ معلوم ہوا کہ آپ نے اس کے جاسوس کو قتل کر دیا ہے تو اسے اور اس کے ساتھیوں کو یہ بہت برا لگا، اور انہیں سخت خوف لاحق ہوا، اور ان کے ساتھ موجود ان کے قوم کے علاوہ عرب کے دیگر قبیلے ان کے ساتھ سے بھاگ گئے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مریسیع پہنچنا:

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مریسیع پہنچے اور ان پر دھاوا بول دیا اس حال میں کہ وہ غافل تھے، اور ان کے چوپائے چشمے پر پانی پی رہے تھے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے

([1]) یہ ابن سعد کی طبقات (2/ 281) میں روایت ہے۔

([2]) یہ ابن اسحاق کی سیرت (317/3) میں روایت ہے جو کہ محل نظر ہے کیونکہ ابوذر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خندق کے بعد آئے تھے۔

لڑائی کے قابل لوگوں کو قتل کیا اور بچوں کو قیدی بنالیا اسی دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جویریہ رضی اللہ تعالی عنہا بھی ملیں[1]۔

ایک ضعیف روایت

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ضعیف سند کے ساتھ واقدی کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ کو حکم دیا، اور انہوں نے لوگوں میں منادی لگوائی کہ تم لاالہ الااللہ کہو اور اس کے ذریعے سے اپنی جان ومال کو بچالو مگر انہوں نے انکار کیا اور ایک گھنٹے تک فریقین میں تیروں کا تبادلہ ہوا، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو حکم دیا تو انہوں نے ایک آدمی کی طرح ان پر حملہ کر دیا اور مشرکوں کو شکست ہوئی اور ان میں سے دس لوگ مارے گئے جن میں سے ان کا جھنڈا اٹھانے والا شخص بھی تھا[2]۔

ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: اسی طرح عبد المومن ابن خلف دمیاطی اپنی سیرت میں اور دیگر لوگوں نے بھی کہا ہے جو کہ وہم ہے کیونکہ ان کے درمیان کوئی قتال نہ ہوئی تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چشمے پر ہیں ان پر دھاوا بول دیا تھا اور ان کے بچے اور اموال کو اپنے قبضے میں کر لیا تھا، جیسا کہ صحیح حدیث میں ثابت ہے[3]۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے کتاب العتق، باب من ملک من العرب رقیقا میں حدیث نمبر (2541) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد والسیر، باب جواز الاغارۃ علی الکفار میں حدیث نمبر (1730) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بیہقی نے دلائل نبوت (4/ 78) میں اور اسی طرح سے ابن اسحاق نے سیرت (318/3) میں اس کی تخریج کی ہے۔

([3])دیکھیے: زاد المعاد (۲/ ۲۳۰)۔

ابن سعد کا اپنی طبقات میں وہم:

میں کہتا ہوں: ابن سعد نے طبقات[1] میں اہل مغازی کی روایت کو ذکر کیا ہے، اور ابن عمر کی اس روایت کو بھی ذکر کیا ہے، جس کی تخریج شیخ خان نے اپنی صحیحین میں کی ہے، پھر انہوں نے کہا ہے پہلا یعنی اہل مغازی کی روایت زیادہ درست ہے۔

اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری[2] میں ان کا تعاقب یہ کہہ کر کیا ہے کہ: اور سیر میں وارد روایت پر صحیح میں وارد روایت کے مقابلے زیادہ درست کہنے کا حکم ناقابل قبول ہے، خصوصا اس وقت جب جمع کا امکان ہو، واللہ اعلم۔

مال غنیمت کا اکٹھا کرنا اور قیدیوں کو باندھنا:

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے بارے میں حکم دیا اور انہیں باندھ دیا گیا، اور ان کی رکھوالی کے لیے بریدہ بن حصیب رضی اللہ تعالی عنہ کو مقرر کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سامان، ہتھیار، چوپایوں اور بکریاں پر مشتمل مال غنیمت کو جمع کرنے کا حکم دیا، اور ان کی رکھوالی کے لیے اپنے غلام شقران کو مقرر فرمایا، اور بچوں کو ایک کنارے جمع کیا گیا، اونٹوں کی تعداد دو ہزار تھی، اور بکریاں پانچ ہزار تھیں، اور قیدی 200 گھر والے تھے۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو اسی جگہ پر تقسیم کر دیا جہاں پر اسے حاصل کیا تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچواں حصہ نکالا اور پھر باقی حصوں کو لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کو دو حصہ دیا اور گھوڑے کے مالک کو ایک حصہ دیا اور پیدل چلنے والے کو ایک حصہ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کو

([1]) دیکھیے: طبقات الکبری از ابن سعد (٢/٢٨١)۔

([2]) دیکھیے: فتح الباری (٨/١٩٧)۔

تقسیم کر دیا اور وہ وہ لوگوں کے ہاتھ میں ہو گئے،اور آپ نے چوپایوں اور بکریوں کو بھی تقسیم کیا[1]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جویریہ بنت حارث رضی اللہ تعالی عنہا سے نکاح:

اور اس دن ہاتھ لگی قیدیوں میں سے بنو مصطلق کے سردار کی بیٹی جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار بھی تھیں، چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کو تقسیم کیا،تو جویریہ ثابت بن قیس رضی اللہ تعالی عنہ یا ان کے چچازاد بھائی کے حصے میں آئیں تو انہوں نے اپنے آپ کو آزاد کرنے کے لئے ان سے سونے کے نو اوقیہ[2] پر مکاتبہ[3] کر لیا،اور وہ خوبصورت اور بہت ہی حسین و جمیل خاتون تھیں،جو بھی ان کو دیکھتا وہ ان پر فدا ہو جاتا، چنانچہ وہ اپنی مکاتبت پر مدد حاصل کرنے کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتی ہیں، اللہ کی قسم میں نے جیسے ہی کمرے کے دروازے پر انہیں دیکھا میں نے ناپسند کیا اور میں نے یہ سمجھ لیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے وہی چیز دیکھیں گے جو میں نے دیکھا ہے، جویریہ نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے قوم کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی جویریہ ہوں، اور مجھے ایسی مصیبت آپڑی ہے جو آپ سے پوشیدہ نہیں ہے اور میں ثابت بن قیس بن شماس یا ان کے چچازاد بھائی کے حصے میں پڑھی ہوں اور میں نے اپنے آپ کو آزاد کرنے کے لئے ان سے مکاتبہ کر لیا ہے اور میں اس سلسلے میں آپ سے مدد طلب کرنے کے لئے آئی ہوں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: کیا تمہارے لیے اس سے بہتر کوئی اور چیز ہے؟

([1])اس کی تفصیل دیکھیے: سیرت ابن ہشام(3/ 317)،دلائل نبوت از بیہقی(46/4)،الطبقات الکبری از ابن سعد02/ 281)۔

([2])المکاتبۃ: مکاتبت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے غلام سے کسی مال کے عوض لکھاپڑھی کر لے طور کی وہ قسطوار اسے دیتا رہے گا اور جب وہ اس مال کو ادا کر دے تو وہ آزاد ہو جائے گا دیکھیے النہایہ(4/ 129)۔

([3])اوقیہ: 40 درہم کا ہوتا ہے حمزہ کے پیش کے ساتھ پڑھا جاتا ہے دیکھیے: النہایہ فی غریب الحدیث(80/1)۔

انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول وہ کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہاری آزادی کے لیے تمہارا مکاتبہ مکمل کر دوں گا اور تم سے نکاح کر لوں گا۔

تو انہوں نے کہا: ہاں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ایسا کر لیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں: پھر لوگوں کو یہ خبر پہنچی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جویریہ بنت حارث سے نکاح کر لیا ہے، لوگوں نے کہا: یہ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار ہیں، چنانچہ لوگوں نے اپنے پاس موجود قیدیوں کو چھوڑ دیا اور انہیں آزاد کر دیا۔

عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کہتی ہیں: چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سے نکاح کرنے کی وجہ سے بنو مصطلق کے سو گھر کے لوگوں کو آزادی مل گئی، تو میں نے کسی خاتون کے اس کے قوم والوں کے اوپر زیادہ برکت والی کسی اور کو ان سے زیادہ نہیں پایا[1]۔

جویریہ رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں مختصر خاکہ:

جویریہ رضی اللہ تعالی عنہا سے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا اس وقت ان کی عمر بیس سال تھی۔

([1]) جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہ کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کا قصہ: امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (26365) اور امام طحاوی نے اپنے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر (4369) اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں کتاب النکاح، باب الإباحة للإمام أن يتزوج بالمكاتبة، میں حدیث نمبر (4054) اور ابو داؤد نے اپنے سنن میں کتاب العتق، باب في سبيح المكاتب إذا فسخت الكتابة میں حدیث نمبر (3931) پر تخریج کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

اور وہ اللہ رب العالمین کا بہت زیادہ ذکر کرنے والی تھیں،اور وہ بہت زیادہ اللہ رب العالمین سے ڈرنے والی تھیں، چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ان کے حوالے سے نقل کیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک صبح نماز فجر ادا کر کے ان کے پاس سے نکلے وہ اس وقت اپنی نماز پڑھنے کی جگہ [1] میں تھیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے بعد واپس آئے وہ اب تک وہیں بیٹھی ہوئی تھیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں جس حالت میں چھوڑا تھا ابھی بھی تم اسی حالت میں بیٹھی ہو، انہوں نے کہا: ہاں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہارے بعد ہیں تین مرتبہ چار ایسے کلمات کہے اگر انہیں تمہاری آج کہی ہوئی باتوں سے وزن کیا جائے تو وہ ان کے برابر ہوں گے: " سبحان الله وبحمده عدد خلقه ورضا نفسه وزنه عرشه ومداد كلماته "۔ [2]

اور ان کی وفات ہجرت کے پچاسویں سال ہوئی، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں سن 56 ہجری میں ہوئی، اور ان کی نماز جنازہ مروان بن حکم نے پڑھائی جو کہ وہ ان دنوں مدینہ کے والی تھے، اس وقت ان کی عمر 65 سال تھی [3]۔

اور جویریہ رضی اللہ عنہا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے سبب اللہ رب العالمین نے بنو مصطلق کے اکثر لوگوں کو اسلام کی جانب ہدایت نصیب فرمائی، چنانچہ ان کے والد حارث نے اسلام قبول کر لیا اور وہ اپنی قوم کی جانب اسلام کی دعوت دینے والے بن کر نکلے چنانچہ وہ لوگ اسلام لے آئے [4]۔

([1]) امام نووی مسلم کی شرح (17/ 36) میں کہتے ہیں: یعنی اپنی نماز کی جگہ میں۔

([2]) اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الذکر والدعا والتوبہ باب التسبیح أول النہار وعند النوم میں حدیث نمبر (2726) پر کی ہے۔

([3]) دیکھیے: الطبقات الکبری از ابن سعد (8/ 305)، الإصابہ (8/ 74)، سیر أعلام النبلاء (2/ 263)۔

([4]) دیکھیے: شرح المواہب (3/3)، زاد المعاد (230/3)، الطبقات الکبری از ابن سعد (2/ 281)، سیرت ابن ہشام (317/3)، دلائل نبوت (4/ 44)، فتح الباری (5/ 478)۔

صحابہ کرام کا عزل[1] سے متعلق سوال:

اور اسی غزوہ میں صحابہ کرام نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل سے متعلق سوال کیا، تو گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ناپسند فرمایا، چنانچہ شیخان نے اپنی صحیحین میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: ((ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بنو مصطلق میں نکلے، اور ہمیں عرب کے قیدیوں میں سے کچھ قیدی ملے تو ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی، اور ہم پر اکیلے رہنا سخت معلوم ہوا، اور ہم نے عزل کرنے کو پسند کیا، تو ہم نے ارادہ کیا کہ عزل کریں تو ہم نے سوچا کیا ہم اس حالت میں عزل کریں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں اور ہم آپ سے اس کے بارے میں سوال نہ پوچھیں، چنانچہ ہم نے اس کے بارے میں آپ سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((تمہارے اوپر ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن قیامت تک جو بھی جان پیدا ہونے والی ہے وہ پیدا ہو کر ہی رہے گی))[2]۔

عزل کو ناپسند کرنے کا سبب:

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں: اور عزل کے ناپسند ہونے کی دو وجوہات ہیں:

1-لونڈی سے بچے کی ولادت کی ناپسندیدگی، وہ یا تو اس سے نفرت کی وجہ سے یا اس لئے تاکہ ام ولد بننے کے بعد اس لونڈی کو بیچنے میں دشواری نہ آئے، یا عورت کو تکلیف دینے کے لیے کیوں کہ ایسا کرنے میں اس کی لذت فوت ہوتی ہے۔

([1])امام نووی مسلم کی شرح (9/10) میں کہتے ہیں اصل یہ ہے کہ کوئی شخص جماع کرے اور جب انزال کا وقت ائے تو اپنی شرم گاہ کو نکال لے اور شرمگاہ کی باہر انزال کریں۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب غزوت بن المصطلق حدیث نمبر 4138 اور مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب النکاح باب حکم العزل حدیث نمبر 1438 پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر 11647 پر کی ہیں۔

2- دودھ پلانے کے دوران جس سے وطی کی جارہی ہے اس کے حمل سے ہونے کی کراہیت، تاکہ دودھ پینے والے بچے کو کوئی نقصان نہ ہو[1]۔

غزوہ بنو مصطلق میں مسلمانوں کے شہداء:

اور اس غزوہ میں مسلمانوں میں سے صرف اور صرف ایک شخص کا قتل ہوا جو کہ بنو کلب بن عوف میں سے ہشام ابن صبابہ تھے، انہیں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالی عنہ کی جماعت میں سے دو انصاری لوگوں نے پکڑا، اور وہ لوگ انہیں دشمن کا آدمی سمجھ بیٹھے اور غلطی سے قتل کر دیا۔

پھر ان کے بھائی مقیس بن صبابہ مکہ سے مسلمان ہو کر آئے، جیسا کہ ظاہر ہے، اور کہا اے اللہ کے رسول میں آپ کے پاس مسلمان ہو کر آیا ہوں، اور میں آپ سے اپنے بھائی کی دیت طلب کرنے آیا ہوں، جسے غلطی سے قتل کر دیا گیا ہے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بھائی کی دیت کا حکم دیا، اور اس نے دیت لیا، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ دن ٹھہرا رہا، پھر اس نے اپنے بھائی کے قاتل پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا پھر مرتد ہو کر مکہ نکل گیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو ہدر قرار دیا اگرچہ وہ کعبہ کے پردوں سے لٹکا ہوا ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ اسے فتح مکہ کے دن قتل کر دیا گیا جیسا کہ ہم فتح مکہ کے ذکر کے وقت ان شاء اللہ بیان کریں گے[2]۔

غزوہ بنو مصطلق میں منافقین کا گھناؤنا چال:

ہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ اس غزوہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منافقین میں سے ایک بڑی تعداد نکلی تھی جو اس سے پہلے اس تعداد میں کسی غزوہ کے لیے نہ نکلے تھے، جن

([1]) دیکھیے: فتح الباری (10/ 384)۔

([2]) دیکھیے: الاصابہ (6/ 422) سیرت ابن ہشام (321/3) البدایہ والنہایہ (4/ 544)۔

میں منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی ابن سلول بھی تھا، اور وہ لوگ جہاد کی رغبت میں نہ نکلے تھے بلکہ وہ فتنہ برپا کرنے اور مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کے لیے نکلے تھے۔

اور اس غزوہ میں منافقوں کے سبب دو عظیم واقعات رونما ہوئے:

پہلا واقعہ: مہاجرین اور انصار کے درمیان فتنے کا بھڑکنا

چنانچہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم چشمے پر موجود تھے اسی وقت دو لوگ چشمے پر بھڑ گئے پہلا شخص مہاجرین[1] میں سے تھا اور دوسرا انصار[2] میں سے تھا، چنانچہ مہاجر نے انصاری کو اپنے ہاتھ یا پیر سے پیچھے کی طرف مارا، تو انصاری نے کہا: اے انصار کے لوگوں میری مدد کرو اور مہاجر نے کہا کہ مہاجرین میری مدد کرو تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی اور کہا: "کیا معاملہ ہے؟ جاہلیت کی پکار پکاری جارہی ہے"۔

تو انہوں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے ایک شخص نے انصار میں سے ایک شخص کو اپنے ہاتھ یا پیر سے پیچھے کی جانب مارا ہے۔

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو بے شک یہ بہت ہی بدبودار[3] ہے، تمہیں چاہیے کی اپنے بھائی کی ظالم یا مظلوم ہونے کی صورت میں مدد کرو اگر وہ ظالم ہے تو اسے ظلم سے روکو یہ اس کے لئے مدد ہے اور اگر مظلوم ہو تو اس کی مدد کرو[1]۔

([1]) ابن اسحاق نے سیرت (3/ 318) میں اس مہاجر شخص کا ذکر کیا ہے جو کہ جہجاہ ابن سعید تھے جو کہ عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے نوکر تھے ان کے گھوڑے کو چلایا کرتے تھے۔

اور یہ بیعت رضوان میں شریک ہونے والوں میں سے تھے دیکھیے الاصابہ (١/ ٦٢١)۔

([2]) ابن اسحاق نے اس انصاری کا نام سیرت (318/3) میں بیان کیا ہے جو کہ سنان بن وبرہ جہنی تھے۔

([3]) میں کہتا ہوں: جاہلیت کی پکار سے تحذیر کے سلسلے میں بہت ساری حدیثیں وارد ہیں ان میں سے ایک حدیث وہ ہے جس کی تخریج امام بخاری اور ابن صحیح میں حدیث نمبر (1294)(1297) اور مسلم نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر (103) پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے

عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کا ردعمل

چنانچہ یہ بات عبداللہ بن ابی بن سلول منافقوں کے سردار کو پہنچی تو وہ غضبناک ہوا، اور اس کے پاس اس کی قوم کے کچھ لوگ تھے جن میں زید بن ارقم رضی اللہ تعالی عنہ تھے تو انہوں نے کہا: کیا انہوں نے ایسا کیا ہے؟ انہوں نے ہمارے شہر میں ہم پر غلبہ پالیا ہے اور ہم سے زیادہ ہو گئے ہیں اللہ کی قسم ہم نے انہیں تیار کیا ہے دجلا بیب قریش مگر اسی طرح جیسا پہلے نے کہا ہے: ((اپنے کتے کو موٹا کرو وہ تمہیں کھائے گا، ہاں اللہ کی قسم اگر مدینہ واپس جائیں گے تو ان میں سے عزت دار لوگ ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے))[2]۔

پھر وہ اپنے پاس موجود اپنی قوم کے لوگوں کی طرف متوجہ ہوا، اور ان سے کہا: ((دیکھو تم نے ہی یہ اپنے آپ کے ساتھ کیا ہے تم نے ان کو اپنے شہر میں لا کر بسایا اور تم نے انہیں اپنا آدھا مال دیا اللہ کی قسم اگر تم انہیں اپنا مال دینا بند کر دو تو وہ تمہارے شہر کے علاوہ کہیں اور چلے جائیں گے

حوالے سے کی ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ہم میں سے وہ نہیں ہے جو اپنے گالوں کو مارے اور جیب کو پھاڑے اور جاہلیت کی پکار پکاریں"۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں اپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول: "ادمی کو چاہیے کہ وہ اپنے بھائی کی مدد کرے چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو" کے علاوہ کتاب التفسیر، باب قولہ تعالی: "سواء علیھم أستغفرت لھم أم لم تستغفر لھم" میں کیا ہے حدیث نمبر (4903) پر اور امام مسلم نے اس کی تخریج کتاب البر ووا صلۃ، باب نصر الأخ ظالما أو مظلوما میں حدیث نمبر (2584) پر کی ہے اور امام احمد نے اس کے تخریج اپنی مسند میں حدیث نمبر (14467) پر کی ہے اور امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں حدیث نمبر (3210) پر اس کی تخریج کی ہے۔

([2]) اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب التفسیر، باب قولہ تعالی: "وإذا رأیتھم تعجبک أجسامھم" میں حدیث نمبر (4903) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب صفات المنافقین وأحکامھم ہیں عدث نمبر (3599) پر اور امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر (19334) پر اور ابن اسحاق نے سیرت (3/ 319) میں حدیث نمبر پر کی ہے۔

تم اللہ کے رسول کے ساتھ موجود لوگوں پر خرچ نہ کرو یہاں تک کہ وہ اس کے ارد گرد سے ہٹ جائیں))[1]۔

زید بن ارقم[2] رضی اللہ عنہ کا ابن ابی بن سلول کے بات کی خبر دینا:

اس بات کو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے سن لیا، زید کہتے ہیں: میں نے اس کا تذکرہ اپنے چچا[3] سے کیا، اور میرے چچا نے اللہ کے رسول سے اس کا تذکرہ کیا، تو عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے چھوڑ دیجئے میں اس منافق کی گردن مار دوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے رہنے دو، لوگ یہ بات نہ کریں کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہا ہے[4]، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے

([1]) اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب التفسیر، باب قولہ تعالی: "وإذا رأیتھم تعجبک أجسامھم" میں حدیث نمبر (4903) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب صفات المنافقین وأحکامھم میں حدیث نمبر (2772) پر اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المنافقین میں حدیث نمبر (3599) پر اور امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر (19334) اور ابن اسحاق نے اپنی سیرت (319/3) میں حدیث نمبر پر کی ہے۔

([2]) زید ابن ارقم سے غار صحابہ میں سے تھے یہ احد کے دن چھوٹے تھے جو کہ عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے گود میں ایک یتیم کے طور پر پرورش پا رہے تھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ 17 غزوات میں شریک ہوئے امام بخاری نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر (3949) پر زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے تخریج کیا ہے ان سے سوال کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غزوے کیے تو انہوں نے کہا 19 ان سے کہا گیا آپ نے ان کے ساتھ کتنے غزوے کیے ہیں انہوں نے کہا 17 دیکھیے: الاصابہ (٤٨٨/٢)۔

([3]) شرح مشکل الاثار میں تحاوی کی روایت میں حدیث نمبر (5885) پر وارد ہے کہ ان کے چچا سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری (639/9) میں لکھتے ہیں سعد ابن عبادہ ان کے حقیقی چچا نہیں تھے بلکہ وہ ان کے قوم حضرت کے سردار تھے اور زید ابن ارقم کے حقیقی چچا ثابت ابن قیس رضی اللہ عنہ تھے یہ بھی صحابی تھے اور ان کے چچا ان کے والدہ کے شوہر عبداللہ ابن رواحق بھی خزرجیت خزرجی تھے۔

([4]) امام نووی شرح مسلم (114/16) میں کہتے ہیں اور اس حدیث میں بعض اختیار کیے گئے امور کو ترک اور بعض مفاسد پر ان کے ذریعے سے بڑا فساد واقع ہونے کے خوف سے چھوڑ دیا گیا ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی تالیف کرتے تھے اور دیہاتیوں اور منافقوں وغیرہ کے جفاکشی پر صبر کرتے تھے تاکہ مسلمانوں کی شان اور شوکت بڑھے اور اسلام کی دعوت مکمل ہو اور لوگوں کے دلوں میں ایمان مضبوط ہو اور دوسرے لوگ بھی اسلام کی طرف مائل ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلے میں بہت سارا مال دیا کرتے تھے اور

ساتھیوں کے پاس اپنا قاصد بھیج کر اس سے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اپنی کہی ہوئی بات کے انکار میں قسم کھائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جھوٹا قرار دیا[1]۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے زید کہتے ہیں: پھر عبداللہ بن ابی بن سلول نے اپنے کہی ہوئی بات کے انکار پر اپنی قسم کو مضبوط کیا، اور اس کے ساتھیوں نے کہا: اے اللہ کے رسول زید نے جھوٹ کہا ہے[2]۔

چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی جانب دیکھا تو سعد نے کہا: اللہ کے رسول مجھے اس لڑکے نے بتایا ہے زید ابن ارقم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے[3]۔

زید ابن ارقم کہتے ہیں: تو سعد آئے اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے لے کر گئے اور کہا اس نے مجھ سے بیان کیا ہے تو مجھے عبداللہ بن ابی بن سلول نے ڈانٹا، میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوڑتے ہوئے گیا اور رونے لگا، تو میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ پر نبوت کو نازل کیا ہے: اس نے ایسی بات کہی ہے۔

اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے اور اسلام کو ظاہر کرنے کی حکمت کے پیش نظر منافقوں کو قتل نہیں کیا اور اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر پر حکم لگانے کا حکم دیا اور اللہ رب العالمین باطن کا حساب لینے والا ہے اور اس لیے کہ وہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں شمار کیا جاتے تھے اور اپ کے ساتھ جہاد کرتے تھے چاہے حمت کے طور پر یا دنیا کے طلب کرنے کے طور پر یا اپنے ساتھ اپنے جماعت کے لوگوں کی خاطر عصبیت کے طور پر۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب التفسیر، باب قو ہ تعالی: "إذا جاءک المنافقون قالوا نشهد إنک لرسول الله..." میں حدیث نمبر (4900) پر اور باب "اتخ نذوا أيمانهم جنة" میں حدیث نمبر (4901) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (19333) پر اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب التفسیر، باب ومن سورة المنافقین میں حدیث نمبر (3602) اور ابن اسحاق نے سیرت (319/3) میں کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب التفسیر، باب و إذا رأيتهم تعجبك أجسامهم ...میں حدیث نمبر (4903) اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (19334) پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر (5885) پر کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

زید رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں پھر میری قوم کے لوگوں نے مجھے ملامت کی اور انہوں نے کہا: تمہیں اس سے کیا چاہیے تھا۔

وہ کہتے ہیں: پھر مجھے ایسا غم لاحق ہوا کہ جیسا کبھی بھی مجھے لاحق نہ ہوا تھا اور میں اپنے گھر میں بیٹھ گیا[1] اور میرے چچا نے کہا: تمہیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی جس پر اللہ کے نبی نے تمہیں جھوٹا قرار دیا اور تم پر ناراض ہوئے[2]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کے سلسلے میں الہام کیے گئے حکیم قائد کا طرز عمل اپنایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر رکے چلنے کا حکم دیا اور تھک جانے تک چلتے رہنے کو کہا، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اس بدبودار عصبیت سے پھیر سکیں جسے دو لڑائی جھگڑا کرنے والے آدمیوں کی پکار نے یہ کہتے ہوئے ابھارا تھا: "اے انصار کے لوگو مدد کرو!" ، "اے مہاجرین کے لوگو مدد کرو!"، اور تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اس فتنہ سے پھیر سکیں جسے منافق عبداللہ بن ابی ابن سلول نے بھڑکایا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ مہاجرین اور انصار کے درمیان موجود عقائد اور انسانیت کی تاریخ میں بے مثال محبت اور بھائی چارے کو جلادے[3]۔

([1]) میں کہتا ہوں: بسا اوقات زید کے قول اور میں اپنے گھر میں بیٹھ گیا سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ مدینہ میں ان کے گھر کی بات ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ اس سے مراد انسان کے قافلے کی جگہ ہے

اور امام نسائی کہ یہاں سنن کبری کی ایک روایت میں ہے حدیث نمبر (11530) پر ہے کہ زید نے کہا: اور میں گھر میں بیٹھ گیا اس ڈر سے کہ اگر لوگ مجھے دیکھیں گے تو وہ کہیں گے تم نے جھوٹ کہا۔

([2]) اس حدیث کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح کتاب التفسیر، باب اتخذوا أیمانھم جنۃ میں حدیث نمبر (4901)(4904) اور امام مسلم نے اپنی صحیح کتاب صفات المنافقین وأحکامھم میں حدیث نمبر (2772) اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (19285) اور امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں حدیث نمبر (5885) پر کی ہے۔

([3]) دیکھیے: في ظلال القران از سید قطب (3578/6)۔

چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فوری طور پر رخت سفر باندھنے کا حکم دیا، اور یہ وہ گھڑی تھی جس میں آپ عام طور پر سفر نہیں کیا کرتے تھے، چنانچہ آپ کی ملاقات اسید بن حضیر رضی اللہ تعالی عنہ سے ہوئی تو انہوں نے آپ کو اسلامی سلام پیش کیا اور آداب عرض کیا پھر کہا اے اللہ کے نبی! بے شک آپ ایک الگ وقت میں جا رہے ہیں جس میں آپ کبھی بھی نہیں جایا کرتے تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کیا تمہیں وہ بات نہیں پہنچی ہے جو تمہارے ساتھی نے کہا ہے؟

انہوں نے کہا: کون سا ساتھی اے اللہ کے رسول؟!

آپ صلی اللہ وسلم نے فرمایا: عبد اللہ بن ابی۔

انہوں نے کہا: اور اس نے کیا کہا؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا یہ گمان ہے کہ اگر وہ مدینہ واپس جائے گا تو عزت والے لوگ ذلت والوں کو نکال دیں گے۔

تو اسید رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا: تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم تم اسے مدینہ سے نکالو گے اگر چاہو، اللہ کی قسم وہی ذلیل ہے اور آپ عزت والے ہیں، پھر انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیجئے، اللہ کی قسم اللہ تعالی آپ کو ہمارے پاس لایا، اس وقت اس کی قوم کے لوگ اس کی تاج پوشی کی تیاری کر رہے تھے، اور اس کا یہ خیال ہے کہ آپ نے اس سے اس کی بادشاہت کو چھین لیا ہے[1]۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ اس پورے دن شام ہونے تک اور پوری رات دن ہونے چلتے رہے، اور پھر دن کی ابتداء میں آپ نے چلنے کو جاری رکھا یہاں تک کہ

([1]) دیکھیے: سیرت ابن ہشام (3/ 319-320)، دلائل نبوت از امام بیہقی (53/4)۔

سورج کی تپش نے انہیں تکلیف پہنچائی پھر آپ لوگوں کو لے کر ایک جگہ ٹھہر گئے تھوڑی ہی دیر ٹھہرے تھے کہ انہوں نے زمین کی رگڑ کو پایا اور وہ سو گئے۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا اس لیے کیا تھا کہ آپ لوگوں کا دھیان اس بات سے پھیر سکیں جو کل کے دن عبد اللہ بن ابی نے کہا تھا[1]۔

اور اس حد درجے درست سیاسی تصرف سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنے کو پوری طور سے ختم کر دیا، اور آپ نے ابن ابی کی بات پر گفتگو کا کوئی موقع نہ باقی رکھا[2]۔

سورہ منافقون کا نزول:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا اسی وقت غم سے میرا سر نیچے جھک گیا، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت آئے اور انہوں نے میرے کان کو رگڑا اور میرے سامنے مسکرائے، تو مجھے اس کے بدلے دنیا میں ہمیشہ رہنا بھی اتنا زیادہ خوشی کا باعث نہ تھا، پھر ابو بکر آئے تو آئے اور انہوں نے بھی میرے ساتھ آکر کہا تم سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہا ہے؟

میں نے کہا مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں کہا ہے مگر صرف آپ نے میرے کان کو مسلہ اور میرے چہرے کے سامنے ہنسا ہے۔

ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا تم خوش ہو جاؤ، پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس آئے اور میں نے ان سے بھی اسی طرح سے کہا جیسا کہ میں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا، پھر

([1]) دیکھیے سیرت ابن ہشام (319/3-320)، دلائل نبوت از امام بیہقی (53/4)۔

([2]) دیکھیے: کتاب السیرۃ النبویہ از ڈاکٹر محمد ابو شہبۃ (255/2)۔

جب صبح ہوئی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ منافقون کی تلاوت کی[1]، اللہ تعالی فرماتے ہیں: اذا جاءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنافقين لكاذبون... هم الذين يقولون لا تنفقوا على من عند رسول الله حتى ينفضوا ولله خزائن السماوات والارض ولكن المنافقين لا يفقهون يقولون لا يرجعنا لا يخرجن الاعز منها الاذل ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين لا يعلمون))۔[المنافقون: 1-8]۔

زید رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے، میرے پاس قاصد بھیج کر بلایا اور میرے اوپر اس آیات کی تلاوت کی پھر کہا: "بے شک اللہ رب العالمین نے آپ کی تصدیق کی ہے" [2]۔

اور صحیح میں ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " یہی وہ ہے جس کو اللہ رب العالمین نے ان کے کان سے مکمل طور پر پورا پورا بدلہ دیا"[3]۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں: ((اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے جو میں جانتا تھا ان کی سچائی کو پورا پورا ظاہر کر دیا معنی یہ ہے کہ ان کی تصدیق کی))[4]۔

فوائد حدیث:

اس حدیث میں بہت سے فوائد ہیں:

([1])اس کی تخریج امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المنافقین، حدیث نمبر (3600) پر کی ہے اور امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب التفسیر، باب اتخذوا أيمانهم جنة میں حدیث نمبر (4901) پر کی ہے اور امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر (19285)(1933)۔

([3])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب التفسیر باب وللہ خزائن السماوات والأرض میں حدیث نمبر (4906) پر کی ہے۔

([4])دیکھیے: فتح الباری (9/ 647)۔

1- قوم کے بڑے لوگوں کا افواہوں پر عمل کرنے کو چھوڑ دینا تاکہ ان کے پیروکار متنفر نہ ہوں۔

2-اور اس میں ان کو اطاعت کرنے پر اکتفا کرنے اور ان کے عذر کو قبول کرنے اور ان کے قسموں کی تصدیق کرنے کا بیان ہے، اگرچہ حالات اور ظروف اس کے خلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوں کیونکہ اس میں ان کے لئے انس اور محبت ہے۔

3-اور اس میں اس بات کا بھی بیان ہے کہ جس کام کے کہنے کا جواز نہ ہو اس کا پہنچانا جائز ہے، اور وہ مذموم غیبت میں شمار نہ کیا جائے گا الا یہ کہ اس سے مقصد صرف اور صرف فساد برپا کرنا ہو، اور رہی بات ایسے معاملے کی جس میں مصلحت فساد سے بھاری ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں[1]۔

منافقوں کے ایک عظیم شخص کی وفات:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی جانب اپنے راستے کو مکمل کیا اور آپ نے حجاز کے راستے کو اپنایا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجاز میں ایک چشمے کے پاس رکے جسے بقعاء کہا جاتا تھا، چنانچہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم چشمے پر ٹھہرے تو لوگوں پر سخت آندھی چلنے لگی اس نے انہیں بہت تکلیف پہنچائی یہاں تک کہ کجاوے گر پڑے اور اس سے لوگوں کو خوف لاحق ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اس سے نہ ڈرو یہ ایک منافق کی موت کی وجہ سے آندھی چل رہی ہے"۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: چنانچہ جب ہم مدینہ پہنچے تو ہم نے پایا کہ رفاعہ بن زید بن تابوت بنو قینقاع کا ایک شخص جو یہودیوں کے بڑے لوگوں میں سے ایک بڑا شخص تھا اور وہ منافقوں کا پناہ سمجھا جاتا تھا اس دن وہ فوت ہوا تھا[1]۔

([1]) دیکھیے: فتح الباری (640/9)۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے منافق والد کو قتل کرنے کی اجازت طلب کرتے ہیں:

جب عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول رضی اللہ عنہ کو اپنے والد کی بات سے متعلق خبر ملی تو وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ عبداللہ بن ابی بن سلول میرے والد کو کسی خبر کی وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہیں تو اگر آپ ایسا کرنا ہی چاہتے ہیں تو مجھے حکم دیجیے میں آپ کے پاس اس کا سر اٹھا کر لاتا ہوں، اللہ کی قسم خزرج کے لوگوں نے یہ بات جان لیا ہے کہ اس کے یہاں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اپنے والد کی مجھ سے زیادہ فرمانبرداری کرتا ہو، اور بے شک میں یہ خوف کھاتا ہوں کہ آپ یہ کام کرنے کے لئے میرے علاوہ کسی اور کو حکم دیں اور وہ انہیں قتل کرے، تو میرا نفس یہ گوارا نہ کرے گا کہ میں اپنے والد عبداللہ بن ابی کے قاتل کو لوگوں میں چلتا ہوا دیکھ سکوں، تو میں اسے قتل کر دوں اور ایسی صورت میں ایک مومن شخص کو کافر کے بدلے قتل کرو اور میں جہنم میں داخل ہو جاؤں او اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں ہم اس کے ساتھ نرمی کریں گے جب تک وہ ہمارے درمیان ہے ان کے ساتھ ہم اچھا معاملہ کریں گے [2]۔

چنانچہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ مریسیع سے واپس آئے تو عبداللہ بن عبداللہ ابن ابی بن سلول آگے بڑھے اور مدینہ کے دروازے پر اپنے والد کا انتظار کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے چنانچہ جب انھوں نے ان کو دیکھا تو ان کو روک لیا اور کہا: اللہ کی قسم تم یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتے یہاں تک کہ اللہ کے رسول تمہیں اجازت دے دیں ، بے شک وہی عزت والے ہیں اور تم ذلیل ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور اجازت دی اور کہا انہیں چھوڑ دو، اللہ کی قسم

([1])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب صفات المنافقین واحکامہم حدیث نمبر (2782) اور امام ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب التاریخ، باب المعجزات میں حدیث نمبر (6500) اور امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر (14378) اور ابو نعیم نے دلائل نبوت (512/2) میں اور ابن اسحاق نے سیرت (320/3) میں کی ہے۔

([2])دیکھیے: سیرت ابن ہشام (320/3)۔

جب تک ہمارے درمیان یہ ہوں گے ان کے ساتھ اچھا معاملہ کریں گے چنانچہ انہوں نے ان کا راستہ چھوڑ دیا[1]۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ کے سلسلے میں 28 دنوں تک مدینہ سے غائب رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے چاند والی رات کو مدینہ میں داخل ہوئے[2]۔

دوسرا واقعہ: واقعہ افک:

اور اس غزوے میں ہی واقعہ افک بھی واقع ہوا جو منافقوں کی طرف سے برپا کیا گیا سب سے عظیم فتنہ تھا، ہوا یوں کہ ابن سلول نے اپنے لیے یہ روا سمجھا کہ سب سے بہترین خواتین میں سے ایک سردار خاتون کو بدکاری کی تہمت لگائے جو کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ تھیں[3]۔

آیئے ہم صدیقہ بنت صدیق عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے افک والی حدیث کو مکمل انہیں کی روایت سے سنتے ہیں، جیسا کہ ائمہ حدیث اور اصحاب سیر و مغازی نے روایت کیا ہے عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں: جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہیں نکلنے کا ارادہ کرتے تھے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے تھے، پس جس کا نام نکلتا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ اسے لے کر جاتے۔

چنانچہ جب غزوہ بنو مصطلق کا وقت آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عادت کے مطابق اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کی تو آپ کے ساتھ جانے کے لئے تمام بیویوں میں میرا

([1])اس کی تخریج امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المنافقین میں حدیث نمبر (3602) پر کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور ابن سعد نے اسے الطبقات الکبری (282/2) میں تخریج کیا ہے۔

([2])اس سے ابن سعد نے اپنے طبقات (282/2) میں کہا ہے۔

([3])دیکھیے: فقہ السیرۃ از شیخ محمد غزالی (ص288)۔

نام نکلااور میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلی اس حال میں کہ اس وقت حجاب کا حکم نازل ہو چکا تھا[1]، تو میں اپنی ڈولی میں اٹھائی جاتی تھی اور اسی میں ہی قیام کرتی تھی، پھر ہم چلے یہاں تک کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس جنگ سے فارغ ہوئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس ہونے کے لئے نکلے[2] تو راستے میں کسی جگہ رات کا کچھ حصہ آپ نے قیام کیا پھر لوگوں میں کوچ کا اعلان کر دیا، جب لوگ سفر کے لیے نکلنے لگے آگے اس وقت میں کھڑی ہوئی اور چل کر لشکر کو پار کر گئی اور میں نے اپنی ضروریات کو پوری کی، پھر میں اپنی ڈولی کے پاس آئی اور میں نے اپنے سینے کو چھوا تو میرا یمنی موتیوں کا ہار ٹوٹ گیا تھا، چنانچہ میں اپنی ہار کو ڈھونڈنے کے لئے واپس چلی گئی اور اس کے ڈھونڈنے میں مجھے دیر لگ گئی، اور قافلے والے لوگ جو میری ڈولی اٹھایا کرتے تھے وہ آئے اور انہوں نے میری ڈولی کو اٹھایا، اور اسے میرے اونٹ پر سوار کر لیا جس پر میں سوار ہوتی تھی وہ یہ سوچ رہے تھے کہ میں اس میں موجود ہوں ان دنوں عورتیں ہلکی ہوا کرتی تھیں زیادہ موٹی نہیں ہوتی تھیں، وہ صرف تھوڑا ہی کھانا کھاتی تھیں، اس لیے لوگوں نے ڈولی کے ہلکے پن کو اٹھاتے وقت محسوس نہیں کیا اور اس وقت میں چھوٹی عمر کی لڑکی تھی[3]۔

([1]) حافظ ابن حجر فتح الباری (329/9) میں لکھتے ہیں: یعنی حجاب کے حکم کے نازل ہو جانے کے بعد اور یہاں پر مراد خواتین کے مردوں کی نگاہوں سے حجاب اور پردہ کرنا ہے۔

([2]) حافظ ابن حجر فتح الباری (393/9) میں کہتے ہیں: یعنی یہ قصہ ان کے غزوہ سے واپس ہونے کے وقت مدینہ میں داخل ہونے کے قریب پیش آیا۔

([3]) حافظ ابن حجر فتح الباری (395/9) میں کہتے ہیں کہ وہ اپنے دبلے پتلے ہونے کے ساتھ ساتھ کم عمر بھی تھی اسی لیے وہ بہت زیادہ ہلکی تھیں اس سے یہ بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ جو لوگ ان کے اونٹ کو لے کر جا رہے تھے وہ ان کے ساتھ بہت ہی زیادہ ادب کا معاملہ کر رہے تھے اور اس ڈولی میں کسی بھی طرح سے نظر نہیں ڈالتے تھے بنی طور کی وہ اس میں نہیں تھی مگر وہ پھر بھی گمان کر رہے تھے کہ وہ اس میں ہیں گویا انہوں نے یہ تصور کیا کہ وہ سو رہی ہیں۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ انہوں نے ہی اس کے ذریعے سے ٹوٹے ہوئے ہار کے اہتمام اور اس کے ڈھونڈنے میں اکیلے جانے اور اپنے گھر والوں کو نہ بتانے کے سلسلے میں اپنے عذر کو بیان کرنا چاہا تھا کیونکہ وہ کم عمر تھی اور انہیں معاملات کا تجربہ نہیں تھا برخلاف اس کے کہ اگر وہ کم عمر نہ ہوتے تو وہ اس کا انجام سمجھ جاتی اور یہ چیز انہیں ہار کے غائب ہونے کے سلسلے میں اس کے بعد پتہ چلا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

چنانچہ انہوں نے اونٹ کو ہانکا اور چل پڑے تو میں نے لشکر کے چلنے کے بعد اپنی ہار کو پایا تو میں پڑاؤ گاہ کی طرف آئی وہاں پر کوئی بھی نہ تھا[1]، چنانچہ میں جہاں پر تھی وہیں آ گئی اور میں نے یہ سوچا کہ جب لوگ مجھے نہ پائیں گے تو میرے پاس واپس آئیں گے، تو جب میں اپنے اسی جگہ پر بیٹھی ہوئی تھی اور میں نے اپنے حجاب کو اوڑھ لیا، میری آنکھ لگ گئی اور میں وہیں سو گئی[2]۔

اور صفوان بن معطل سلمی[3] لشکر کے پیچھے تھے تو وہ صبح سویرے چلتے ہوئے آئے اور صبح کے وقت میرے پاس پہنچے تو انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کو دیکھا[4] تو میرے پاس آئے

کو اس کے بارے میں بتایا اور اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بغیر پانی کے روکے رکھا یہاں تک کہ انہوں نے پالیا اور اسی کی وجہ سے تیمم کی ایت نازل ہوئی تو تجربے کار اور نہ تجربے کار لوگوں کے درمیان فرق واضح ہوا۔

میں کہتا ہوں اس غزوے میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر 15 سال تھی۔

([1]) حافظ ابن حجر فتح الباری (396/9) میں کہتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ عائشہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ کسی اور کو کیوں نہیں لیا تھا تاکہ اس طرح وہ اس چیز سے امن وامان میں ہوں جو ایک اکیلے شخص کو لاحق ہو سکتی ہیں اور وہ ہار کو تلاش کرنے میں تاخیر کا شکار نہ ہوتے اور اگر تاخیر کا شکار ہوتی تو اپنے ساتھ موجود شخص کو لوگوں کے پاس بھیجتی تاکہ وہ ان کا انتظار کریں اگر وہ چلنے کا ارادہ کر رہے ہوں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ: یہ سب انہی امور میں سے ہے جن کا فائدہ ہمیں ان کے قول کم عمر سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ انہیں اس چیز کا تجربہ نہیں تھا اور اس کے بعد انہوں نے اپنے ساتھ کسی حاجت کے وقت نکلتے ہوئے ایک دوسرے کو لے کر جانا شروع کر دیا تھا جیسا کہ ام مسطح کے ساتھ ان کے قصے میں اگے بیان کیا جائے گا

([2]) حافظ ابن حجر فتح الباری (397/9) میں کہتے ہیں اس بیت کا احتمال ہے کہ نیند کا سبب اس حالت میں حاصل ہونے والے شدید غم تھا اور غم یعنی مکروہ چیز کے واقع ہونے کے وقت یہ ہوتا ہے کی نیند غالب اجاتی ہے یہ اللہ رب العالمین نے ان کے ساتھ یہ احسان کیا تھا کہ ان پر نیند طاری کر دیا تاکہ وہ رات کے وقت صحرا اور بیابان میں اکیلے ڈرنے سے راحت محسوس کریں۔

([3]) حافظ ابن حجر فتح الباری (397/9) میں کہتے ہیں: صفوان ابن معطل تاکہ تشدید اور زبر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جو کہ ایک بلند مقام صحابی تھے اور ان کا پہلا غزوہ واقعی کے نزدیک خندق تھا اور ابن کلبی کے نزدیک مریسیع یعنی بنو المصطلق تھا۔

([4]) حافظ ابن حجر فتح الباری (397/9) میں لکھتے ہیں کہ: گویا انہوں نے اپنی جگہ تاخیر کی یہاں تک کہ صبح قریب ہو گیا پھر وہ سوار ہوئے تاکہ لشکر سے اگر کوئی چیز چھٹی ہو رات میں نہ دیکھی جا سکے تو اس وقت نظر اجائے۔

اور مجھے دیکھ کر پہچان لیا[1] انہوں نے نزول حجاب سے پہلے مجھے دیکھا تھا تو میں ان کے پہچاننے کے بعد افسوس بھری آواز کو سن کر اٹھ گئی[2]، اور میں نے اپنے چہرے کو اپنے حجاب سے ڈھاک لیا اور اللہ کی قسم انہوں نے مجھ سے ایک لمحہ بھی بات نہ کیا اور نہ میں نے افسوس بھری باتوں کے علاوہ ان سے کوئی کلمہ سنا، یہاں تک کہ انہوں نے اپنے سواری کو میرے لئے بٹھایا اور اس کے ہاتھ کو نیچے کیا اور میں اس پر سوار ہو گئی، اور وہ مجھ کو سواری پہ بٹھا کر چلنے لگے یہاں تک کہ ہم لشکر کے پاس آ گئے جبکہ وہ ظہر کے وقت سخت دھوپ کی حالت میں کہیں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے، تو جب لوگوں نے دیکھا تو انہوں نے اپنی اپنی بات کہی اور جو ہلاک ہونے والا تھا وہ ہلاک ہوا، اور جس نے بہتان تراشی کی ذمہ داری اٹھائی وہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔

پھر ہم مدینہ آ گئے اور آنے کے بعد ایک مہینے تک میں بیمار رہی، اور لوگ بہتان لگانے والوں کے قول کے سلسلے میں گفتگو کرتے رہے، اور مجھے ان باتوں کا علم ہی نہیں تھا، سوائے اس کے کی میں بیماری کے وقت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے ساتھ نرمی کو نہیں محسوس کر رہی تھی، بس آپ میرے پاس آتے سلام کرتے پھر کہتے: آپ کیسی ہیں؟ پھر واپس چلے جاتے، تو اسی وجہ سے مجھے شک ہوتا اور میں کسی برائی کا اندیشہ محسوس کر رہی تھی، یہاں تک کہ جب میں تھوڑی ٹھیک ہوئی تو باہر نکلی اور اس وقت میرے ساتھ ام مسطح بھی قضائے حاجت کے لیے نکلی تھیں، اور ہم صرف رات ہی رات کو نکلا کرتے تھے، اور یہ گھروں سے قریب قضائے حاجت کی جگہ بنائے جانے سے پہلے کی بات ہے، اور ہمارا بھی قضائے حاجت سے متعلق عرب کے پہلے لوگوں کا سا معاملہ تھا

([1]) حافظ ابن حجر فتح الباری (398/9) میں کہتے ہیں: اس میں اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جب وہ سوئی تھی تو ان کا چہرہ کھل گیا تھا کیونکہ گزر چکا ہے کہ انہوں نے اپنے حجاب سے خود کو ڈھانپ لیا تھا اور سو گئی تھی اور جب صفوان رضی اللہ عنہ کی اواز انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے سنا تو انہوں نے جلدی سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔

([2]) حافظ ابن حجر فتح الباری (399/9) میں کہتے ہیں: گویا ان پر حضرت عائشہ کے ساتھ پیش انے والا واقعہ سخت گزرا یا یہ کہ انہوں نے اپ سے کوئی بات کرنے کے بجائے بلند اواز سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے پر اکتفا کیا اور عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو بیدار کرنے کے وقت تکبیر پڑھا کرتے تھے اور اس میں صفوان رضی اللہ عنہ کے عقلمندی اور حسن ادب پر بھی دلالت ہے۔

،چنانچہ ہم بھی اپنے گھروں کے پاس قضائے حاجت کی جگہ بنانے سے تکلیف محسوس کرتے تھے، چنانچہ میں اور ام مسطح نکلیں جو کہ ابو رہم[1] بن عبد مناف کی بیٹی تھیں اور ان کی والدہ صخر عامر ابو بکر صدیق کے خالہ کی بیٹی تھیں، اور ان کے بیٹے مسطح بن اثاثہ[2] تھے، تو میں اور ام مسطح اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر میرے گھر کی طرف آئیں، تو ام مسطح اپنے چادر[3] میں پھنس گرپڑیں ،تو انہوں نے کہا کہ مسطح برباد ہو تو میں نے ان سے کہا: تم کتنی بری بات بول رہی ہو؟ کیا تم بدر میں شہید آدمی کو گالی دے رہی ہو۔

انہوں نے کہا: ارے فلانی کیا تم اس کی بات نہیں سن رہی ہو؟

میں نے کہا: وہ کیا کہتے ہیں؟

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری (402/9) میں کہتے ہیں رھم را کے پیش اور ھاء کے سکون کے ساتھ ہیں۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری (402/9) میں کہتے ہیں: مسطح میم کے زیر اور سین کے سکون اور ط کے زبر کے ساتھ ہے جو کہ لقب تھا اور ان کا نام اف تھا اور کہا جاتا ہے عمر تھا اور پہلا قابل اعتماد ہے اور امام حاکم نے ابن عباس کی حدیث سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں ابو بکر نے عائشہ رضی اللہ عنہ کے قصے میں مستحق کو عطا کرتے ہوئے کہا تھا:

یاعوف ویحك هل لا قلت عارفة من الكلام ولم تبتغ به طمعا

اور یہ اور ان کی والدہ پہلے ہجرت کرنے والوں میں سے تھیں اور مسطح بدر میں بھی شریک تھے اور ان کے والد جب وہ چھوٹے تھے تب ہی وفات پاگئے تھے تو ام مسطح کے ان سے قرابت کی وجہ سے ابو بکر نے ان کی کفالت کی تھی اور مصطفی سن 34 ہجری میں فوت ہوئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ 37 ہجری میں بعد اس کے کہ انہوں نے صفین میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شرکت کی تھی۔

([3])حافظ ابن حجر فتح الباری (403/9) میں کہتے ہیں: اس سے ظاہری طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب عائشہ رضی اللہ عنہ اپنے حاجت سے فارغ ہوئیں وہ تب گری تھی اور انہوں نے اس کے بعد حضرت عائشہ کو خبر بتایا تھا لیکن ہشام ابن عروہ کی روایت میں صحیح بخاری کے اندر ہے کہ وہ عائشہ رضی اللہ عنہ کے حاجت سے فارغ ہونے سے پہلے ہی گر تھی اور جب انہوں نے فتح عائشہ کو خبر بتائے تھے واپس آگئی تھی اور جس ضرورت کے لیے وہ ضرورت وہ بھول گئی تھی اسی طرح ابن اسحاق کی روایت میں سیرت کے اندر موجود ہے وہ کہتی ہیں اللہ کی قسم میں اپنی ضرورت کو پورے کرنے پر بھی قادر نہ تھی۔

اور ان دونوں کے درمیان اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ ان کے قول کہ جب ہم اپنے ضرورت سے فارغ ہو چکے تھے کا معنی یعنی چل کر نہ کہ قضائے حاجت سے۔

وہ کہتی ہے: پھر انہوں نے اہل افک کی بات مجھے بتائی اور پھر میری بیماری اور زیادہ بڑھ گئی[1]۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جب میں اپنے گھر میں واپس آئیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور سلام کیا پھر کہا: تم کیسی ہو؟

تو میں نے کہا: کیا آپ مجھے اپنے والدین کے پاس جانے کی اجازت دیں گے، وہ کہتے ہیں میں اس وقت چاہ رہی تھی کہ اس خبر کے بارے میں ان کی طرف سے یقین کر لوں، وہ کہتی ہیں پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی پھر میں اپنے والدین کے پاس آئی اور میں نے اپنی والدہ سے کہا: اے میری امی لوگ کیا بات کر رہے ہیں؟

انہوں نے کہا: اے میری بیٹی تم اپنے اوپر نرمی کرو، اللہ کی قسم بہت ہی کم عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو خوبصورت ہوں اور کسی ایسے شخص کے پاس ہوں جو ان سے محبت کرتا ہو اور اس کی سوکنیں ہوں تو وہ اس طرح کی چال اس کے خلاف چلتی رہتی ہیں[2]۔

انہوں نے کہا: پھر میں نے کہا، سبحان اللہ کیا لوگ اس بارے میں بات کر رہے ہیں۔

اور صحیح حدیث کی دوسری روایت میں ہے: عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی والدہ سے کہا: کیا اس کی خبر میرے والد کو بھی ہے۔

انہوں نے کہا: ہاں۔

([1]) حافظ ابن حجر فتح الباری (404/9) میں لکھتے ہیں: اور طبرانی کے یہاں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ جب لوگوں کی باتیں مجھ تک پہنچی تو میں نے چاہا کہ میں کسی کنویں کے پاس جا کر اس میں کود جاؤں۔

([2]) حافظ ابن حجر فتح الباری (404/9) میں کہتے ہیں: اور اس بات میں ان کے والدہ کی ذہانت نظر اتی ہے اور یہ پتہ چلتا ہے کہ کس طرح خوبصورت انداز میں انہوں نے اس طرح سے ان کی تربیت کی کی اس سے بہتر کوئی تربیت نہیں ہو سکتی کیونکہ جب انہیں یہ پتہ چلا کہ یہ ان کو بہت گراں گزر رہا ہے تو انہوں نے اس معاملے کو اسان کرتے ہوئے ان کو یہ بتایا کہ یہ ان کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ جب کوئی انسان اپنے مصیبت میں کسی اور کے ساتھ پیش انے والے مصیبت کو یاد کرتا ہے تو اس کی پریشانی کم ہو جاتی ہے اور انہوں نے اس کے ساتھ وہ باتیں بھی کہیں جس سے ان کو سکون پہنچنے والا تھا وہ یہ کہ وہ خوبصورت اور قسمت بہت بلند مقام پر پہنچی ہوئی ہیں۔

میں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

انہوں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی۔

پھر میں رو پڑی اور میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، اور ابو بکر نے میری آواز سنی اس وقت وہ گھر میں بیٹھ کر قرآن پڑھ رہے تھے، وہ آئے اور انہوں نے میری والدہ سے کہا: اسے کیا ہوا، انہوں نے کہا: اسے وہ بات پتہ چلی ہے جو اس کے بارے میں لوگ کہہ رہے ہیں، تو ان کے آنکھ بہہ پڑے اور کہا، اے میری بیٹی میں تمہیں قسم دیتا ہوں تم اپنے گھر لوٹ جاؤ چنانچہ میں لوٹ گئی[1]۔

روایات کے مابین کوئی تعارض نہیں:

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہتان تراشی والی بات بتائی تھی وہ انصار کی ایک عورت تھیں، چنانچہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ام رومان سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں: میں اور عائشہ بیٹھے ہوئے تھے اسی وقت انصار کی ایک عورت آئی اور اس نے کہا: اللہ تعالی فلاں اور فلاں کے ساتھ ایسا اور ایسا کرے، تو ام رومان رضی اللہ عنہا نے کہا: آخر بات کیا ہے؟

تو اس عورت نے کہا: میرا بیٹا ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے یہ بات کہی ہے، انہوں نے کہا: کیا بات کہی، اس نے کہا: یہ یہ بات کہی ہے۔

عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا: کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی ہے۔

انہوں نے کہا: ہاں ۔

پھر انہوں نے کہا: کیا ابو بکر نے بھی سنی۔

([1]) اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب التفسیر میں باب رقم 12 اور حدیث نمبر 4757 پر کی ہے۔

اس خاتون نے کہا: ہاں۔

اسی وقت وہ بے ہوش ہو کر گر گئیں، اور انہیں افاقہ نہیں نہ ہوا مگر یہ کہ جب ان پر بخار چڑھ گیا تھا، تو انہوں نے ان پر ان کا کپڑا رکھا تو میں نے انہیں اوڑھ لیا[1]۔

عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتی ہیں: پھر اس رات میں صبح ہونے تک بہت روئی یہاں تک کہ میرے آنسو بند نہ ہوئے، اور نہ ہی میں صبح ہونے تک رونے کی وجہ سے سو سکی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا علی ابن ابی طالب اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مشورہ؛

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب اور اسامہ بن زید[2] رضی اللہ عنہما کو بلایا، جب وحی ٹھہری ہوئی تھی، آپ ان دونوں سے اپنے بیوی کو الگ کرنے سے متعلق مشورہ کر رہے تھے۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی میں باب حدیث الافک میں حدیث نمبر 4143 پر کی ہے ۔

حافظ ابن حجر فتح الباری (405/9) میں کہتے ہیں کہ : حدیث اف کے تمام ترک اس بات پر متفق ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہ کو خبر ام مسطح کے ذریعے سے ملی تھی لیکن ام رومان کی حدیث میں وہ چیز وارد ہے جو اس کے خلاف ہے اور ان دونوں کے درمیان جمع کی صورت یہ ہے کہ انہوں نے پہلے ام مسطح سے سنا تھا پھر جب وہ اپنے والدہ کے گھر اس خبر کے بارے میں پوچھنے کے لیے گئی تو انہیں ان کی والدہ نے اس معاملے کے بارے میں بتایا جیسے کہ ان کا قول گزر چکا ہے کہ تم اس سلسلے میں زیادہ نہ سوچو اور اس طرح کی بات پھر ان کے پاس انصاری خاتون آئی اور اسی کے مثل ان کے والدہ کے سامنے انہوں نے انہیں خبر دی پھر ان کے پاس اس کے واقع ہونے کی قطعی اور مضبوط خبر ہو گئی تو انہوں نے پوچھا کیا اس خبر کو ان کے والد اور ان کے شوہر نے بھی سنا ہے یہ امید کرتے ہوئے کہ کاش ان دونوں نے نہ سنا ہوتا تاکہ یہ چیز ان کے لیے ذرا اسان ہوتی جب اس نے کہا کہ ہاں ان دونوں نے بھی سنا ہے تو ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری (407/9) میں کہتے ہیں اور علی اور اسامہ رضی اللہ عنہما کو مشورہ طلب کرنے کے لیے خاص کرنے کی وجہ یہ تھی کہ علی رضی اللہ عنہ اپ کے پاس بیٹے کے مقام پر تھے کیونکہ اپ نے ہی بچپن سے ان کی تربیت کی تھی اور ان سے جدا نہ ہوئے تھے بلکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ان کا نکاح کر کے تعلق اور بڑھ گیا تھا اسی لیے وہ اپ کے اہل کے سلسلے میں مشورے کے لیے خاص قرار پائے دوسرے لوگوں کی بنسبت ان کے اپ کے احوال پر زیادہ مبتلا ہونے کی وجہ سے اور وہ عام معاملات میں بھی اپ کے مشورہ مشورہ دینے والے اکابر صحابہ جیسے ابو بکر اور عمر کی طرح تھے رہے بات اسامہ کی تو وہ بھی اپ کو لازم پکڑنے میں علی رضی اللہ عنہ کی طرح تھے اور وہ بھی اپ

وہ کہتے ہیں: رہی بات اسامہ بن زید کی تو انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے اہل خانہ کی براءت اور اپنے دل موجود ان سے محبت کے سلسلے میں جو جانتے تھے وہی مشورہ دیا، تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ آپ کے اہل خانہ ہیں اور ہم ان کے بارے میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں جانتے۔

رہی بات علی بن ابی طالب کی تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العالمین نے آپ پر تنگی نہیں رکھی ہے اور ان کے علاوہ خواتین بھی بہت ہیں[1]، اگر آپ بچی سے سوال کریں تو وہ بھی صحیح جواب دے گی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو بلایا اور کہا: اے بریرہ کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس سے تمہیں شک ہو؟

کے خاص تھے اور اپ ان سے خوب محبت کرتے تھے اسی لیے لوگ ان پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ کہا کرتے تھے اور انہیں خاص کیا ان کے والد دین کے برخلاف کیونکہ وہ نوجوان تھے حضرت علی کی طرح اور اس لیے بھی کہ نوجوان کا ذہن زیادہ صاف ہوتا ہے اور اس لیے کہ بزرگ کے مقابلے جواب پر جرات انہیں زیادہ ہوتی ہے اور بزرگ اور عمر رسیدہ شخص بسا اوقات انجام کو جانتا ہے جس کی وجہ سے بعض ظاہری چیزوں کو وہ چھپالیتا ہے کبھی کبھار کہنے والے کی رعایت کرتے ہوئے اور کبھی کبھار جس کے بارے میں پوچھا جارہا ہے اس کی روایت کرتے ہوئے اور یہ بھی بات ہے کہ بعض اخبار میں یہ وارد ہے کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے علاوہ سے بھی مشورہ کیا تھا۔

([1]) حافظ ابن حجر فتح الباری (407/9) میں کہتے ہیں یہ بات جو حضرت علی نے کہی تھی ان کو اس چیز پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کو ترجیح دینے نے ابھارا تھا کیونکہ انہوں نے اپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلق اور غم کو دیکھا تھا ان باتوں کی وجہ سے جو اپ کے بارے میں کہی گئی تھی اور اپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت غیرت والے تھے تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر اپ ان کو چھوڑ دیں گے تو تو ان کی وجہ سے حاصل ہونے والے قلق واضطراب سے اپ کو سکون ہو جائے گا یہاں تک کہ ان کی برات ثابت ہو جائے تو اپ ان سے رجوع کر لیں گے اور اس سے دو میں سے سخت افسان والے کام کو چھوڑ کر کم نقصان والے چیز کے اپنانے کا فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے۔

بریرہ نے کہا: نہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے ان پر کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جس سے میں شک کروں اس سے زیادہ کی وہ کم عمر بچی ہیں اپنے گھر والوں کے لیے آٹا گوندھ کر سو جاتی ھیں اور بکری کا بچہ آتا ہے اور اسے کھا جاتا ہے[1]۔

تو انہیں ان کے بعض ساتھیوں نے ڈانٹا اور کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سچ بتاؤ، یہاں تک کہ لوگوں نے اس کے لئے ساری بات واضح کر دیں، تو انہوں نے کہا: سبحان اللہ، اللہ کی قسم میں ان کے بارے میں اتنا ہی جانتی ہوں جتنا سونار کو لال سونے کے بارے میں معلوم ہوتا ہے، اور یہ بات صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا: سبحان اللہ اللہ کی قسم میں نے کبھی کسی عورت کی شرمگاہ کو نہیں کھولا[2]۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب التفسیر، باب "لولا إذ سمعتموه ظن المومنون وا مؤمنات بأنفسهم خيرا" میں حدیث نمبر (47550) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب التفسیر میں باب نمبر 12 حدیث نمبر 4757 پر کی ہے

اور ابو سعید ابن ابو ہلال کی روایت میں ہشام ابن عروہ کے حوالے سے افق والے قصے میں ہے انہوں نے کہا کہ بے شک جس ادمی کے بارے میں یہ ساری باتیں کہی گئی جب ان کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا اللہ کی قسم میں نے کبھی بھی کسی خاتون کے شرم گاہ کو نہیں دیکھا ہے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری (398/9) میں لکھتے ہیں: جو بات ظاہر معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کی مذکورہ نفی سے مراد اس قصے سے پہلے کی باتیں ہیں اور یہ اس بات سے معنی نہیں ہے کہ انہوں نے اس کے بعد نکاح کیا ہو اس طرح جمع کرنے سے کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا سوائے اس کے جو ابن اسحاق کی سیرت (334/3) میں ایا ہے کہ: وہ خواتین سے استمتاع کی طاقت نہیں رکھتے تھے لیکن یہ چیز ثابت نہیں ہے چنانچہ یہ صحیح حدیث کے ٹکرانے والا نہیں ہوگا۔

میں کہتا ہوں: امام طحاوی کے یہاں شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر (2044) پر واقع ہے اور ابن حبان کے یہاں صحیح میں حدیث نمبر (1488) پر اور ابو داؤد کے یہاں ان کی سنن میں حدیث نمبر (2459) پر شیخین کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے حدیث سے وارد ہے کہ انہوں نے کہا: صفوان ابن معطل کی بیوی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ائی اور انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صفوان ابن معطل مجھے مارتے ہیں جب میں نماز پڑھتی ہوں اور مجھے روزہ تڑوا دیتے ہیں اگر میں روزہ رکھتی ہوں اور وہ فجر کی نماز اس وقت تک نہیں پڑھتے جب تک کہ سورج طلوع نہیں ہو جاتا اور صفوان اس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو صفوان نے کہا رہی بات ان کے روزہ کو تڑوانے کی تو وہ روزہ رکھتی ہیں اور میں نوجوان ہوں مجھے صبر نہیں ہوتا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن فرمایا کوئی خاتون اپنے شوہر کے اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے رہی بات ان کے یہ کہنے کی میں سورج کے طلوع

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور کہا: اے مسلمانوں کی جماعت، کون اس شخص کے بارے میں مجھے عذر دے گا جس سے میرے گھر والوں کے سلسلے میں مجھے اتنی اذیت پہنچی ہے، اللہ کی قسم میں اپنے گھر والوں کے سلسلے میں صرف اور صرف خیر اور بھلائی کی بات جانتا ہوں، اور ان لوگوں نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جس کے بارے میں بھی مجھے صرف بھلائی ہی کا علم ہے یعنی صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وہ میرے گھر والوں کے پاس صرف میرے ساتھ ہی آیا کرتے تھے۔

تو سعد بن معاذ رضی اللہ تعالی عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم: میں اس سے آپ کو عذر دیتا ہوں، اگر وہ اس قبیلے کا ہے تو میں خود ہی اس کی گردن مار دوں گا[1] اور اگر وہ ہمارے بھائیوں میں سے خزرج میں سے ہے تو آپ ہمیں حکم دیں اور ہم آپ کے حکم کو نافذ کریں گے۔

ہونے تک نماز نہیں پڑھتا ہوں تو ہم مراد ایسے گھر والے ہیں جن کے بارے میں یہ جانا گیا ہے کہ ہم سورج کے طلوع ہونے سے پہلے بیدار نہیں ہوتے ہیں پوری حدیث۔

یہاں پر اشکال یہ ہے کہ صفوان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نوجوان ہوں صبر نہیں کرتا ہوں۔

امام ذہبی سیر (550/2) میں کہتے ہیں: یہ صفوان کی حالت سے بعید معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس طرح کے ہوں اور اور انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کے پچھلے حصے پر رکھا تھا تو شاید یہ انہی کے نام سے دوسرے صحابی ہوں۔

اور حافظ ابن حجر فتح الباری (9/ 398) میں کہتے ہیں کہ جن کے بارے میں یہ کہا گیا ہے یہ دوسرے صفوان ہیں اور یہی انشاءاللہ معتمد بھی ہے۔

([1]) حافظ ابن حجر فتح الباری (411/9) میں کہتے ہیں: سعد نے ایسا اس لیے کہا کیونکہ وہ ان کے سردار تھے تو انہیں یہ معلوم تھا کہ ان کا حکم ان کے بارے میں مانا جائے گا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں پھر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، جو کہ خزرج کے سردار تھے، اور اس سے پہلے وہ نیک شخص تھے، مگر انہیں حمیت[1] غالب آگئی، تو انہوں نے سعد بن معاذ سے کہا: اللہ کی قسم تو جھوٹا ہے ناتو اسے قتل کر سکے گا اور نہ تو اس کے قتل پر قادر ہو گا۔

تو اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ جو کہ سعد بن معاذ کے چچیرے بھائی تھے کھڑے ہوئے اور سعد بن عبادہ سے کہا تو جھوٹا ہے اللہ کی قسم! ہم ضرور اسے قتل کریں گے، اور تو منافق ہے تو منافقوں کی طرف سے وکالت کر رہا ہے، چنانچہ اوس اور خزرج کے دونوں قبیلے بھڑک اٹھے اور قریب تھا کہ وہ آپس میں لڑنے لگتے، اور اس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منبر پر کھڑے تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم برابر انہیں خاموش کرنے کی کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ وہ خاموش ہوئے اور آپ بھی خاموش ہو گئے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: پھر میں اس پورے دن روتی ہی رہی، نہ میرے آنسو تھمے اور نہ میں سو سکی، وہ کہتی ہیں: پھر میرے والد صبح کے وقت میرے پاس آئے، اس وقت میں دو رات اور ایک دن سے برابر رو ہی رہی تھی[2]، اور سو نہیں پا رہی تھی اور نہ ہی میرے آنسو رک رہے تھے، انہیں یہ لگا کی رونے کی وجہ سے میرے کلیجے میں شگاف آجائے گا، تو وہ لوگ میرے پاس بیٹھے تھے اور میں رو رہی تھی، اسی وقت انصار کی ایک عورت ہمارے پاس آئیں اور بیٹھ کر میرے ساتھ رونے لگی، تو ہم اسی حالت میں تھے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے، اور آپ نے سلام کیا اور بیٹھ گئے، اور اس سے پہلے آپ یہ بات شروع ہونے سے اب تک میرے پاس نہ بیٹھے تھے، اور ایک مہینے کا وقت گزر چکا تھا آپ کے اوپر میرے بارے میں کوئی وحی نازل نہ ہوئی

([1]) ابن التین کہتے ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری (413/9) میں ان سے نقل کیا ہے: یعنی کوئی ایسی چیز نہیں گزری جو حمیت کے ساتھ کھڑے ہونے سے متعلق ہو اور ان کی مراد یہ نہیں تھی کہ انہوں نے منافقوں کا دفاع کیا۔

([2]) حافظ ابن حجر فتح الباری (414/9) میں کہتے ہیں: یعنی وہ رات جس میں ام مسطح نے انہیں خبر بتایا تھا اور وہ دن جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے خطاب کیا تھا اور اس کے بعد والی رات۔

تھی، وہ کہتی ہیں: پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھتے ہوئے توحید ورسالت کی گواہی کے کلمات پڑھے[1] اور کہا: عائشہ مجھے تمہارے بارے میں ایسی اور ایسی بات[2] پہنچی ہے، اگر آپ بری ہو تو اللہ رب العالمین آپ کو بری کر دے گا[3] اور اگر آپ نے کوئی گناہ کیا ہے تو اللہ رب العالمین سے توبہ اور استغفار کرو، بے شک بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے اور اللہ رب العالمین سے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ اس کی توبہ کو قبول کر لیتے ہیں۔

وہ کہتی ہیں: جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گفتگو مکمل کی تو میرے آنسو تھم گئے یہاں تک کی ایک قطرہ بھی آنسو کا نہ نکل رہا تھا، تو میں نے اپنے والد سے کہا: آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیں۔

انہوں نے کہا: اللہ کی قسم میں نہیں سمجھ پا رہا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں۔

تو میں نے اپنے والدہ سے کہا: آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیں میری والدہ نے کہا: مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا ہے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں؟

تو میں نے کہا: حالانکہ اس وقت میں چھوٹی عمر کی بچی تھی اور زیادہ قرآن نہیں پڑھی تھی[4]، بے شک میں اللہ کی قسم جانتی ہوں کہ آپ نے یہ بات سن لی ہے یہاں تک کہ یہ بات

([1]) صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں حدیث نمبر (4757) پر ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی تعریف کی اور اس کی ثنا بیان کی۔

([2]) حافظ ابن حجر فتح الباری (9/ 415) میں کہتے ہیں: یہ جن چیزوں کے ذریعے سے تہمت لگائی گئی تھی ان کے طرف کنایہ ہے اور میں نے کسی بھی طریق میں اس کی تصریح نہیں دیکھی۔

([3]) حافظ ابن حجر فتح الباری (415/9) میں کہتے ہیں: یعنی وحی کے ذریعے سے جسے اللہ تعالی قران کی ایت کے طور پر یا کسی اور طرح سے نازل فرمائیں گے۔

([4]) حافظ ابن حجر فتح الباری (416/9) میں کہتے ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے عذر کی تمہید کے طور پر کہا کیونکہ انہیں حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام یاد نہیں تھا جیسے کہ اے گا۔

تمہارے دماغ میں گھر کر چکی ہے اور آپ نے اس کو صحیح سمجھ لیا ہے، اگر میں کہوں کی میں بری ہوں اور اللہ رب العالمین جانتا ہے کہ میں اس بات سے بری ہوں لیکن پھر بھی آپ میری تصدیق نہ کرو گے، اور اگر میں تمہارے لئے اس معاملے کا اعتراف کر لوں اور اللہ کی قسم اللہ جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو آپ میری تصدیق کر لو گے، اللہ کی قسم میں آج آپ کے لیے کوئی مثال نہیں پا رہی ہو، اور میں نے یعقوب علیہ السلام کا نام تلاش کیا مگر مجھے یاد نہیں آیا تو میں نے کہا سوائے یوسف کے والد کی بات کے جب انہوں نے کہا تھا: ((فصبر جميل والله المستعان على ما تصفون))۔

وہ کہتی ہیں: پھر میں دوسری طرف مڑ گئی اور میں اپنے بستر پر لیٹ گئی، اور اس وقت میں جانتی تھی کہ میں بری ہوں اور اللہ رب العالمین بے شک میری برات نازل کریں گے، لیکن اللہ کی قسم میں یہ نہیں تصور کرتی تھی کہ اللہ رب العالمین میرے بارے میں وحی نازل کریں گے جس کی تلاوت کی جاتی رہے گی، اور میرا مقام میرے دل میں اس بات سے کہیں زیادہ حقیر تھا کہ اللہ رب العالمین میرے بارے میں آیت کرے جس کی تلاوت کی جاتی رہے مجھے بس یہ امید تھی کہ اللہ رب العالمین اپنے رسول کو کوئی خواب دکھائیں گے جس میں مجھے بری کر دیں گے، تو اللہ کی قسم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے الگ نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی اہل خانہ میں سے کوئی باہر نکلا تھا یہاں تک کہ آپ پر وحی کا نزول ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح سے بخار لاحق ہوا جیسے کہ آپ کو وحی کے وقت لاحق ہوا کرتا تھا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن سے پسینہ موتی کے مانند گر رہا تھا، اور وہ ٹھنڈی کا دن تھا، مگر اس بات کی وزن کے سبب جو اللہ نازل کر رہے تھے آپ پر آپ کی یہ کیفیت تھی[1]۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں چنانچہ جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت دیکھی تو مجھے کوئی بھی خوف لاحق نہ ہوا اور میں نے کوئی بھی پریشانی والی بات نہ محسوس کی

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب التفسیر، باب "لولا إذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنت بأنفسهم خيرا" میں حدیث نمبر (4750) پر کی ہے۔

کیونکہ مجھے یقین تھا کہ میں بری ہوں اور اللہ رب العالمین مجھ پر ظلم کرنے والے نہیں ہیں، اور رہی بات میرے والدین کی تو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں عائشہ کی جان ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حالت ختم نہیں ہوئی یہاں تک کی میں نے یہ گمان کیا کہ ان دونوں کی جان نکل جائے گی اس بات کے ڈر سے کہیں اللہ رب العالمین اس بات کو سچ نہ کر دے جو لوگ کہہ رہے ہیں۔

چنانچہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ ہوا تو آپ ہنس رہے تھے اور آپ کی زبان سے نکلنے والے سب سے پہلی بات یہ تھی کہ عائشہ اللہ رب العالمین نے تمہیں بری قرار دیا ہے[1]۔

میری والدہ نے کہا: آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔

میں نے کہا: اللہ کی قسم میں ان کے پاس نہیں جاؤں گی میں تو صرف اللہ رب العالمین کی حمد بیان کروں گی۔

اور اللہ رب العالمین نے یہ آیت نازل فرمائی: ((ان الذين جاءوا بالافك عصبه منكم، لا تحسبوه شرا لكم بل هو خير لكم، لكل امرئ منهم ما اكتسب من الاثم والذى تولى كبره منهم له عذاب عظيم[2]،، لولا اذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسهم خيرا وقالوا هذا افك مبين، لولا جاءوا عليه باربعه شهداء، فاذا لم يأتوا بالشهداء فاولئك عند الله هم الكاذبون، ولولا فضل الله عليكم ورحمته فى الدنيا والاخره، لمسكم فيما افضتم فيه عذاب عظيم، يسرقونه بالسنتكم وتقولون بافواهكم ما ليس لكم به علم وتحسبونه هينا وهو عند الله عظيم، ولولا اذ سمعتموه قلتم ما يكون لنا ان نتكلم بهذا سبحانك هذا بهتان عظيم، يعدكم الله ان تعودوا لمثله ابدا ان كنتم

([1]) اس کی تخریج ابن اسحاق نے سیرت (3/ 330) میں کی ہے۔

([2]) یہ عبد اللہ ابن ابی ابن سلول قبحہ اللہ۔

مؤمنين،و يبين الله لكم الايات والله عليم حكيم،ان الذين يحبون ان تشيع الفاحشه فى الذين امنوا لهم عذاب اليم فى الدنيا والاخره،والله يعلم وانتم لا تعلمون،ولولا فضل الله عليكم ورحمته وان الله رؤوف رحيم))[النور: ١١-٢٠]۔

افک والے واقعے کو پھیلانے والوں پر حد کا نفاذ

چنانچہ جب عائشہ رضی اللہ عنہ کی براءت نازل ہوئی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی طرف نکلے،لوگوں کو مخاطب کیا اور ان پر اس بارے میں قران کی نازل ہوئی آیتوں کی تلاوت فرمائی، پھر مسطح بن اثاثہ حسان بن ثابت اور حمنہ بنت جحش کے بارے میں حکم دیا،جو کی برائی کی صراحت کرنے والوں میں سے تھے، چنانچہ انہیں بہتان تراشی کی حد کے طور پر اسی کوڑے لگائے گئے،امام احمد نے اپنی مسند میں حسن سند کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہے:((جب میری برات نازل ہوئی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور اس کا تذکرہ کیا،اور قرآن کی تلاوت کی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اترے تو دو مرد اور ایک عورت کے بارے میں حکم دیا اور انہیں ان کی حد لگائی گئی))[1]۔

اور شرح مشکل الاثار للطحاوی کی روایت میں حسن سند کے ساتھ مروی ہے عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:((چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرد اور ایک عورت کے بارے میں حکم دیا اور انہیں ان کی حد اسی اسی کوڑے کے طور پر نافذ کی گئی،اور وہ تینوں حسان مسطح اور حمنہ[2] تھے۔

([1])اس کے تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(24066)اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن کتاب الحدود، باب في حد القذف میں حدیث نمبر(4744)پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(2963)اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن کتاب الحدود، باب في حد القذف میں حدیث نمبر(4475)پر محمد ابن اسحاق کے حوالے سے اس حدیث کو بیان کیا ہے مگر انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا۔

عبداللہ بن ابی ابن سلول کا چھوڑ دیا جانا

اور عبداللہ بن ابی ابن سلول منافق کو چھوڑ دیا گیا اور اس پر حد نافذ نہیں کیا گیا باوجود اس کے کہ وہی اس بہتان تراشی کا سرغنہ تھا، چنانچہ اس کے سبب کے سلسلے میں کہا گیا ہے کہ کیونکہ حدود کے نافذ کرنا لوگوں کے لئے تخفیف اور کفارہ ہوتا ہے، اور یہ خبیث اس بات کا اہل نہیں تھا، تحقیق کہ اللہ رب العالمین نے آخرت میں اس کے لئے عذاب عظیم کا وعدہ کیا ہے، چنانچہ اللہ رب العالمین کا فرمان ہے: ((والذی تولی کبرہ منھم لہ عذاب عظیم)) [1]، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: وہ بات کر کے اپنے آپ کو بری ثابت کر لیتا تھا، اور اس کو جمع کرتا اور اس کی حکایت کرتا تھا اور ایسے چال چلتا تھا کہ اس کی طرف اس بات کو منسوب نہیں کیا جا سکتا تھا[2]۔

حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کا عائشہ رضی اللہ عنہ سے معذرت:

اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے معذرت کر لی تھی، چنانچہ امام بخاری نے مسروق کے حوالے سے عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حسان بن ثابت آئے اور انہوں نے ان کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو مسروق نے کہا کیا تم انہیں اجازت دو گی؟

تو انہوں نے کہا: کیا ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جس کو سخت عذاب نے پکڑ لیا ہے؟

تو حسان رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعریف کرتے ہوئے کہا:

حصان رزان ....
..... ما تزن بريبه وتصبح غرثى من لحوم الغوافل
عقيله حي من لؤي بن غالب كرام المساعي مجدهم غير زائل

([1]) دیکھیے: زاد المعاد (٣/٢٣٦)۔

([2]) اس کی تخریج امام بخاری نے کتاب التفسیر میں باب نمبر 12 حدیث نمبر 4757 اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب التوبہ میں باب حدیث الافک میں حدیث نمبر (2770)(58) پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے تخریج کیا ہے۔

حليله خير الخلق دينا ومنصبا نبي الهدى والمكرمات الفواضل
رايتك و ليغفر لك الله حرة من المحصنات غير ذات الغوائل[1]

اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں ہشام کے حوالے سے ان کے والد عروہ بن زبیر کے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حسان کو برا بھلا کہنے کے لیے گیا تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تم انہیں برا بھلا نہ کہو بے شک یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے تھے، اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کے ہجو کی اجازت طلب کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: میرے نسب کا کیا ہوگا؟

تو حسان رضی اللہ انہوں نے کہا تھا: ((میں تمہیں ان میں سے اسی طرح سے نکالوں گا جس طرح سے آٹے سے بال کو نکال لیا جاتا ہے)) [2]۔

زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ کی شدید پرہیز گاری

رہی بات زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ کی تو اللہ رب العالمین نے انہیں ان کے زبان کھولنے سے روک لیا، اور انہوں نے خیر کے علاوہ کچھ نہ کہا۔ چنانچہ شیخان نے اپنی صحیحین میں عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی بیوی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے میرے بارے میں سوال کیا اور کہا: اے زینب تم نے کیا جانا یا کیا دیکھا ہے؟

تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول میں اپنی کان اور آنکھ کی حفاظت کرتی ہوں، اللہ کی قسم میں نے سوائے بھلائی کے کچھ نہ جانا ہے۔

([1]) دیکھیے: سیرت ابن ہشام (۳/۳۳۴)۔

([2]) اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی، باب حدیث الافک میں حدیث نمبر (4145) پر کی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: نبی کی بیویوں صرف وہی میری برابری کی تھیں، تو اللہ نے انہیں ان کے تقوی کے سبب بچالیااور ان کی بہن حمنہ برابر ان سے تعصب رکھتی رہیں اور جھگڑتی رہیں، چنانچہ بہتان تراشی کرکے ہلاک ہونے والے لوگوں کے ساتھ وہ بھی ہلاک ہو گئیں[1]۔

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا اپنے زبان کی حفاظت:

اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ: انصار میں سے ایک شخص نے جب اس بہتان کے بارے میں سنا تو انہوں نے کہا: اے اللہ تو پاک ہے ہم اس بارے میں بات نہیں کر سکتے، اے اللہ تو پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے[2]۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں: ابن اسحاق[3] کے یہاں یہ وارد ہے کہ وہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے، اور اسی کو حاکم نے اپنی سند سے نقل کیا ہے، اور طبرانی نے مسند شامیین میں اس کی تخریج کی ہے، اور بہتان تراشی والی حدیث کی سندوں میں ابو بکر آجری ہیں انہوں نے اسے عطاء خرسانی سے زہری کے واسطے انہوں نے عروہ سے انہوں نے عائشہ سے نقل کیا ہے[4]۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب التفسیر، باب قولہ تعالی: "لولا إذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنت بأنفسهم خيرا" میں حدیث نمبر 4750 اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب التوبہ باب حدیث الافک میں حدیث نمبر 2770 پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الاعتصام باب قولہ تعالی "وأمرهم شورى بينهم" حدیث نمبر 7370 پر کی ہے۔

([3])ابن اسحاق سیرت (330/3) میں کہتے ہیں: بے شک ابوایوب خالد ابن زید سے ان کی بیوی ام ایوب نے کہا اے ابوایوب کیا تم نہیں سنتے لوگ عائشہ کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں تو انہوں نے کہا ہاں کیوں نہیں یہ سب جھوٹ ہے اے ام ایوب کیا تم ہوتی تو ایسا کچھ کرتے ہیں انہوں نے کہا نہیں اللہ کی قسم میں ایسا نہیں کرتی تو انہوں نے کہا تو عائشہ اللہ کی قسم تم سے بہتر ہے۔

([4])دیکھیے: فتح الباری (١٥/ ٢٨٨)۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مسطح کے اخراجات روکنا پھر دوبارہ اس کا چالو کرنا:

اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسطح بن اثاثہ پر اس کی فقیری اور قرابت کی وجہ سے خرچ کیا کرتے تھے[1]، چنانچہ جب اللہ رب العالمین نے عائشہ رضی اللہ عنہ کی براءت کو نازل کیا تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم میں مسطح کو اب کبھی کچھ بھی خرچ نہ دوں گا، نہ ہی اسے عائشہ کے بارے میں اس کی کہی گئی بات اور ہمیں تکلیف پہونچانے کے بعد کوئی نفع پہنچاؤں گا، اللہ رب العالمین نے اسی بارے میں یہ آیت نازل کی: ((ولا یأتل اولو الفضل منکم والسعه ان یؤتوا اولی القربی والمساکین والمهاجرین فی سبیل الله ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر الله لکم والله غفور رحیم[النور: ۲۲]۔

تو ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا: کیوں نہیں اللہ کی قسم، میں چاہتا ہوں کہ اللہ رب العالمین مجھے بخش دے، پھر انہوں نے مسطح کے خرچے کو جاری کر دیا جو پہلے خرچ کیا کرتے تھے، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم میں کبھی بھی اس سے ان اخراجات کو نہیں روکوں گا[2]۔

اور اس موقع پر ہم ان بلند اور پاک نفوس کے بلند ہمتی کا منظر دیکھتے ہیں، جو اللہ کے نور سے پاک ہوئی تھے۔۔۔ایسی ہمت جو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نفس میں روشنی کر رہی تھی، حالانکہ ابو بکر وہ ہیں جنہوں نے اپنے دل کی گہرائیوں میں بہتان تراشی کی بات کو سنا تھا، اور جنہوں نے اپنے گھر اور عزت پر تہمت تراشی کے کڑوے گھونٹ کو برداشت کیا تھا، مگر پھر بھی وہ جب بھی اللہ رب العالمین کے عفو در گزر کی دعوت کو سنتے تھے، اور جب بھی ان کے دل پر اللہ کی طرف سے یہ سوال گزرتا: ((الا تحبون ان یغفر الله لکم))[النور: ۲۲]، سوال تمام تکلیفوں سے اوپر ہو جاتا اور

([1])ام مسطح ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا کے خالہ کی بیٹی تھیں دیکھیے: الاصابہ (74/6)۔

([2])حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مسطح رضی اللہ عنہ کے اخراجات کو واپس کرنے کا قصہ در جزیل لوگوں نے تخریج کیا ہے: امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب التفسیر، باب "لولا إذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بأنفسهم خیرا" حدیث نمبر 4750 اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب التوبہ باب فی حدیث الافک حدیث نمبر 2770 اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر 24317 پر کی ہے۔

انسان کے تمام احساسات سے بلند تر ہو جاتا، اور ماحول کی باتوں سے اونچا ہو جاتا، اور یہاں تک کہ ان کی روح اللہ کے نور سے پر نور اور خوش اور روشن ہو جاتی، اور وہ اللہ کی طرف بلانے والے کی بات پر اطمینان اور سچائی کے ساتھ لبیک کہتے ہوئے پکار اٹھتے: "ہاں کیوں نہیں، میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ رب العالمین مجھے بخش دے"، اور پھر وہ مسطح خرچ کو دوبارہ جاری کر دیتے جو پہلے خرچ کیا کرتے تھے، اور قسم کھانے لگتا ہے کہ اللہ رب العالمین کی قسم میں کبھی بھی ان سے اس کو بند نہ کروں گا۔

اور یہ اس قسم کے مقابل میں تھا جو انہوں نے قسم کھا کر کہا تھا کہ اللہ کی قسم میں کبھی بھی انہیں کوئی نفع نہیں پہنچاؤں گا۔

اور اس طرح سے اللہ رب العالمین اس بڑے دل کی تکلیفوں کو دور کرتے ہیں، اور اسے لڑائی کی سختیوں سے دھلتے ہیں تاکہ وہ ہمیشہ پاک صاف اور نور سے روشن رہے[1]۔

کیا تیمم والی آیت مریسیع والے سفر میں نازل ہوئی:

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مریسیع کے سفر میں تیمم والی آیت نازل ہوئی، جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوسری مرتبہ اپنا ہار کھویا، اور مسلمان اس کو تلاش کرتے رہے، اور نماز کا وقت ہو گیا مگر ان کے پاس پانی نہ بچا ہوا تھا، چنانچہ انہوں نے اس بات کی شکایت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تو اللہ رب العالمین نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔

شیخان نے اپنی صحیحین میں عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم کے ساتھ آپ کے بعض سفر میں گئے[2]، ..... یہاں

([1]) دیکھیے: فی ظلال القران از سید قطب (۲۵۰۵/۴)۔

([2]) امام ابن عبد البر تمہید میں کہتے ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری (574/1) میں ان سے نقل کیا ہے کہ: کہا جاتا ہے کہ یہ غزوہ بنو مصطلق میں پیش آیا تھا اور ابن عبد البر نے الاستذکار میں اسے تاکید کے ساتھ بیان کیا ہے اور ان سے پہلے ایسا ابن سعد اور ابن حبان وغیرہ نے کہا

تک کہ ہم جب بیداء[1] یاذات جیش نامی مقام پر تھے میرا[2] ایک ہار ٹوٹ گیااور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کو تلاش کرنے کے لئے رکے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ رک گئے،اور ان کے پاس کوئی پانی نہ تھا،تولوگ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: کیاآپ نہیں دیکھتے عائشہ نے کیا کیا؟انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کو روک لیا ہے ان کے پاس نہ پانی ہے اور نہ ہی کسی چشمے کے پاس ہیں،ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ آئے جب کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے ران پر اپنا سر رکھ کر سو رہے تھے،توانہوں نے کہا: تم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کو روک رکھا ہے،جب کہ ہم چشمے پر ہیں اور نہ ہی ہمارے پاس پانی ہے،عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں توابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بہت ڈانٹا[3] اور جو کہنا تھا کہا،اور وہ اپنے ہاتھ سے میرے کمر پہ مارنے لگے،مجھے حرکت کرنے سے صرف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا میری رانوں پر سر رکھ کر سونا منع کر رہا تھا،پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ہے اور غزوہ بنو ٔ عطلق یہی غزوہ مریسی ہے اور اسی میں عائشہ رضی اللہ عنہ پر تہمت کا قصہ بھی واقع ہوا تھا اور اس کی ابتدا بھی ان کے ہار کے کھو جانے سے شروع ہوئی تھی۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: تو اگر جو ان لوگوں نے تاکید کے ساتھ کہا ہے وہ ثابت ہو تو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ اس سفر میں ان کا ہار دو مرتبہ گرا تھا کیونکہ دونوں قصے بالکل مختلف ہیں جیسے کہ ان کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہے۔

([1]) حافظ ابن حجر فتح الباری (575/1) میں کہتے ہیں: البیداء: یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے۔

([2]) بخاری کی صحیح میں ایک دوسری روایت میں حدیث نمبر (336) پر ہے عائشہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہوں نے وہ ہار اسماء یعنی ان کی بہن سے ادھار لیا تھا۔

حافظ ابن حجر فتح الباری (578/1) میں کہا ہے کہ: ان دونوں کے درمیان جمع اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ اس ہار کے اضافہ تھا عائشہ کی جانب کی گئی کیونکہ وہ ان کے ہاتھ میں اور ان کے تصرف میں تھی اور اسماء کی جانب کی گئی کیونکہ وہ ان کی ملکیت تھی۔

([3]) حافظ ابن حجر فتح الباری (576/1) میں لکھتے ہیں کہ: عائشہ رضی اللہ عنہ کے قول ابو بکر پھر ابو بکر نے مجھے خطاب کیا میں نقطہ یہ ہے کہ انہوں نے ابھی نہیں کہا کیونکہ باپ کے رشتے میں شفقت ہوتی ہے اور جو قول سے عتاب اور فعل سے تعبیر واقع ہو وہ ظاہر کے بالکل مختلف ہوتی ہے اسی طرح سے انہوں نے میرے والد نہ کہہ کر کے انہیں اجنبی کے مقام پر رکھ دیا۔

کھڑے ہوئے یہاں تک کہ آپ نے پانی نہ پایا، تو اللہ رب العالمین نے تیمم والی آیت نازل فرمائی: ((فتیمموا))[1]۔

اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابو بکر کے گھر والوں یہ تمہاری سب سے پہلی برکت ہی ہے[2]، وہ کہتی ہیں: پھر ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھیں تو ہم نے اس کے نیچے ہی اپنے ہار کو پالیا[3]۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ اس بات پر دلالت ہے کی ہار کا وہ حصہ جس کے سلسلے میں تیمم والی آیت نازل ہوئی وہ اسی غزوے کے بعد تھا، اور یہی ظاہر بھی ہے، لیکن اس میں افک کا قصہ بھی ہوا تھا، ہار کے کھونے اور اس کے تلاش کرنے کے سبب، تو بعض لوگوں پر دونوں میں سے ایک قصہ ایک دوسرے پر ملتبس ہو گیا[4]۔

اور حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں: اس بات سے اس کا احساس ہوتا ہے کہ یہ قصہ افک والے قصے کے بعد کا ہے[5]۔

میں کہتا ہوں: جس بات کی طرف نفس زیادہ مائل ہوتا ہے وہ یہی ہے کی تیمم کی آیت اس غزوہ کے علاوہ کبھی اور نازل ہوئی ہے کیونکہ اس سے افک والے قصے کی مخالفت ہوتی ہے، واللہ اعلم۔

([1]) تیمم والی ایت یہ سورہ مائدہ کی ایت نمبر چھ ہے جس میں اللہ تعالی کا فرمان ہے : (())۔

([2])اور صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں حدیث نمبر 336 پر ہے اسید ابن حزیر رضی اللہ عنہ نے عائشہ سے کہا اللہ تعالی تمہیں اچھا بدلہ دے اللہ کی قسم تم پر اگر کوئی مصیبت ائے جسے تم ناپسند کرتے تھے تو اللہ رب العالمین نے اس میں تمہارے اور مسلمانوں کے لیے بہت زیادہ خیر اور بھلائی پیدا کر دیا۔

([3])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح کتاب التیمم میں حدیث نمبر (334) اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الحیض، باب التیمم میں حدیث نمبر (367) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (25455) پر کی ہے۔

([4])دیکھیے: زاد المعاد از ابن قیم (٢٣١/٣)۔

([5])دیکھیے: فتح الباری (٥٧٨/١)۔

قصہ افک کے واقعہ سے حاصل شدہ فوائد:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ افک والے قصے میں بہت سے فوائد ہیں:

1-ایک ہی واقعہ کو متعدد افراد سے مجموعی طور پر بیان کرنا جائز ہے۔(یعنی اگر کسی واقعے کے مختلف پہلو کئی راویوں نے بیان کیے ہوں تو ان کو ملا کر ایک مکمل تصویر پیش کرنا درست ہے)۔

2-بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی (چِٹ نکالنا) مشروع ہے، یہاں تک کہ سفر کے موقع پر بھی،اور عورتوں کے ساتھ سفر کرنا، حتیٰ کہ جہاد (غزوہ) میں بھی، جائز ہے۔

3-ضرورت کے وقت گفتگو میں تمہید یا وضاحت پیش کرنا (توطئۃ) درست ہے۔

4-عورت کے حجاب کرنے میں ڈولی گھر کے قائم مقام ہوتی ہے۔

5-**عورت کا اونٹ پر ہودج میں سوار ہونا جائز ہے**،خواہ یہ سوار ہونا جانور کے لیے کچھ مشقت کا باعث ہو، بشرطیکہ وہ اس کو برداشت کر سکے۔

6-اور اس میں حجاب کے پیچھے سے اجنبی مردوں کا عورت کی خدمت کرنے کا جواز بھی ہے۔

7-اور عورت کا اپنے بدن سے الگ کسی چیز سے پردہ کرنے کا جواز۔

8-اور اس میں اس بات کا بھی بیان ہے کی کی عورت اپنے شوہر سے بغیر خاص اجازت کے قضاء حاجت کے لیے نکل سکتی ہے، بلکہ کہ وہ عرف عام میں موجود عام اجازت پر اعتماد کر سکتی ہے۔

9-اور اس میں اس بات کا بیان ہے کی سفر میں خاتون ہار وغیرہ جیسے زیور کا استعمال کر سکتی ہے۔

10-اوراس میں اس بات کا بھی بیان ہے کہ مال کی حفاظت کی جانی چاہیے اگرچہ وہ تھوڑا سا کیوں نہ ہو کیونکہ مال کو ضائع کرنے سے منع کیا گیا ہے[1] ہے اس لئے کہ عائشہ رضی اللہ عنہ کا ہار سونے یا جواہرات کے نہ تھے۔

11-اور اس میں مال کی لالچ کی نحوست کا بھی بیان ہے کیوں کہ اگر وہ اس کو تلاش کرنے میں تاخیر نہ کرتیں تو جلدی سے واپس آجاتیں، مگر جب حاجت سے زیادہ انہوں نے تاخیر کی تو وہ اس حادثے کا سبب بنا۔

12-فوج کے روانہ ہونے کا معاملہ امیر (سردار) کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ یعنی لشکر اُس وقت تک نہیں چل سکتا جب تک کہ قائد یا امیر کی طرف سے اجازت نہ مل جائے۔

13-لشکر کے بعض افراد کو ''ساقہ'' کے طور پر متعین کرنا مشروع ہے، یعنی ایسے شخص کو پیچھے رکھا جائے جو امانت دار ہو، تاکہ وہ کمزوروں کو ساتھ لے لے، گرے ہوئے سامان کی حفاظت کرے، اور دیگر ضروری مصالح کا خیال رکھے۔

14-اور اس میں مصیبت کے وقت استرجاع کا بھی بیان ہے۔

15-عورت کے لیے اجنبی مرد کے سامنے چہرہ ڈھانپنا مشروع ہے، اور ''گمان'' کا لفظ بعض مواقع پر ''علم'' (یقین) کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے—البتہ اس کی تفصیل میں اہلِ علم کے درمیان اختلاف ہے۔

16-پریشانی میں مبتلا شخص کی مدد کرنا، راستہ بھولے ہوئے یا پھنسے ہوئے کو سہارا دینا، اور گمشدہ یا بے بس کو نجات دلانا مشروع ہے۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں حدیث نمبر (1447) اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر (11/12)(593) پر مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بے شک اللہ تعالی نے تمہارے لیے تین چیزوں کو ناپسند کیا ہے قیل وقال اور ذات مال اور کثرت سوال"۔

17-اس میں مقام و منزلت والے شخص کی عزت اور سوار ہونے میں اس کو اپنے اوپر ترجیح دینا اور اس کی وجہ سے تکلیف کو برداشت کرنے کا بیان ہے۔

18-اور اس میں اجنبی لوگوں کے ساتھ حسن ادب کا بیان ہے خاص طور سے عورتوں کے ساتھ اور اگر وہ تنہائی میں ہوں تو بدرجہ اولی اس کا خیال رکھنا چاہیے۔

19-اور اس میں چلتے وقت خاتون کے سامنے ہونا چاہیے تاکہ اس کا دل مطمئن رہے اور چلنے کی حرکت کی وجہ سے اس کے جسم کے اعضاء کے کھلنے اور اس پر مرد کی نظر پڑنے کا جو وہم ہوتا ہے اس سے اس کو امان حاصل ہو۔

19-اس میں بیوی کے ساتھ نرمی اور حسنِ معاشرت کا بیان ہے، اور اگر کوئی ایسی بات مشہور ہو جائے جو کسی کمی یا عیب پر دلالت کرتی ہو، اگرچہ وہ ثابت نہ ہو، تو شوہر کی طرف سے بیوی کے ساتھ برتاؤ میں کچھ کمی کرنا بھی حکمت سے خالی نہیں، تاکہ بیوی متوجہ ہو کہ معاملہ میں کوئی تبدیلی آئی ہے، تو یا تو عذر بیان کرے یا اپنی غلطی کا اعتراف کرے۔

21-اس میں یہ ہدایت ہے کہ مریض کے گھر والے اسے وہ باتیں نہ بتائیں جو اس کے دل کو تکلیف دیں، تاکہ اس کا مرض بڑھ نہ جائے۔

22-اس میں مریض کی عیادت کا بیان ہے، اور اس سے اشارہ ملتا ہے کہ قطع تعلق کے مختلف درجے ہیں: اگر کسی بات کا سبب یقینی ہو تو بالکل ترکِ تعلق کیا جا سکتا ہے، اور اگر گمان کی بنیاد پر ہو تو نرمی اختیار کی جائے، اور اگر شک یا احتمال کی بنیاد پر ہو تو تعلق بالکل ختم نہ کیا جائے بلکہ کچھ کمی کر دی جائے—تاکہ یہ نہ سمجھا جائے کہ انسان کو اپنے بارے میں کہی گئی باتوں کی پرواہ نہیں، کیونکہ یہ بات مروّت کے خلاف ہے۔

23-اس میں یہ تعلیم ہے کہ عورت اگر کسی ضرورت کے لیے باہر جائے تو اس کے ساتھ کوئی ایسا شخص ہونا چاہیے جو اسے مونس ہو یا اس کی خدمت کرے، اور جس سے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

25-اس میں مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی کی حمایت کرنا مستحب ہے، خصوصاً جب وہ اہلِ فضل میں سے ہو، اور جو شخص انہیں ایذا دے اسے روکنا چاہیے، اگرچہ وہ خود انہی کے قبیلے یا جماعت سے ہو۔

25-اس میں اہلِ بدر کی زیادہ فضیلت کا بیان ہے، اور یہ وضاحت کہ کسی پر بددعا کرنا یا اس کے لیے برائی کی دعا کرنا "سبّ" (گالی دینا) کے حکم میں داخل ہے۔

26-اس میں یہ تعلیم ہے کہ جب کوئی بری بات مشہور ہو جائے تو تحقیق کرنی چاہیے کہ وہ صحیح ہے یا غلط، اور یہ دیکھا جائے کہ جس کے بارے میں کہا گیا ہے، کیا اس سے پہلے بھی اس جیسی کوئی بات اس سے صادر ہوئی ہے یا نہیں، اور اگر وہ پہلے نیکی اور بھلائی کے لیے معروف ہو تو جب تک تحقیق سے کوئی خلاف ظاہر نہ ہو، اس کی سابقہ نیکی کو بنیاد بنا کر اچھا گمان رکھنا چاہیے۔

27-اس میں اُمّ مِسطحؓ کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کی حمایت نہیں کی، بلکہ جب وہ حضرت عائشہؓ کے بارے میں غلط بات میں شریک ہوا تو انہوں نے اسے برا بھلا کہا۔

28-اس میں اس قول کے ایک احتمال کی تقویت ہے جس میں نبی ﷺ نے اہلِ بدر کے بارے میں فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: جو چاہو کرو، میں نے تمہیں بخش دیا"[1]۔ اور راجح (زیادہ صحیح) معنی یہ ہے کہ ان سے گناہ تو سرزد ہو سکتے ہیں، مگر ان کے ساتھ مغفرت بھی لازم ہے، یہ ان کے لیے اس عظیم مشہد (غزوۂ بدر) میں شرکت کی وجہ سے فضیلت و امتیاز ہے۔

29-اس میں اس بات کی مشروعیت (جواز) ہے کہ جب کوئی شخص ایسی بات سنے جسے وہ جھوٹ سمجھتا ہو، تو وہ تسبیح (یعنی "سبحان اللہ") کہے۔ اور اس موقع پر تسبیح کہنے کی حکمت یہ ہے

([1]) اس حدیث کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی، باب فضل من شھد بدرا میں حدیث نمبر (3983) اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل أھل بدر میں حدیث نمبر (2494) پر کی ہے۔

کہ اللہ تعالیٰ کو ہر اس چیز سے پاک قرار دیا جائے جس سے رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ داروں کے بارے میں کوئی عیب یا ناپاکی لازم آتی ہو۔ لہٰذا ایسے موقع پر اللہ کی پاکی بیان کرنا اور اس کا شکر ادا کرنا مشروع ہے۔

30- اس میں یہ تعلیم ہے کہ عورت کا گھر سے باہر جانا شوہر کی اجازت پر موقوف ہے، چاہے وہ اپنے والدین کے گھر ہی کیوں نہ جانا چاہے۔

31- اس میں یہ تعلیم ہے کہ کسی بات کی تحقیق اس شخص سے کرنی چاہیے جس سے متعلق وہ بات کہی گئی ہے، اور یہ کہ خبرِ واحد (ایک شخص کی اطلاع) پر فوراً یقین نہیں کرنا چاہیے، چاہے وہ شخص سچا ہی ہو — بلکہ گمان کی حالت سے یقین کی حالت تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اور جب ایک ہی بات مختلف لوگوں سے متواتر طور پر سنی جائے تو وہ یقینی علم کا درجہ حاصل کر لیتی ہے، جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ''میں ان دونوں سے خبر کی یقین دہانی حاصل کروں گی'' — اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یقین حاصل کرنے کے لیے گواہوں یا خبروں کی کوئی مقررہ تعداد شرط نہیں۔

32- اس میں اس بات کی تعلیم ہے کہ آدمی کو اپنے قریبی اور بھروسہ مند لوگوں سے مشورہ کرنا چاہیے — چاہے وہ رشتہ دار ہوں یا غیر — اور ان میں سے خاص طور پر ان کی رائے پر اعتماد کرنا چاہیے جن کے بارے میں تجربہ ہو کہ ان کی رائے درست اور صائب ہوتی ہے، چاہے وہ رشتہ داری میں کسی دوسرے سے کم قریب کیوں نہ ہوں۔ اسی طرح کسی پر الزام لگنے کی صورت میں اس کے بارے میں تحقیق کرنا اور معاملے کو واضح کرنے کے لیے دوسروں سے بات کرنا غیبت شمار نہیں ہوتی۔

33- اس میں یہ تعلیم ہے کہ کسی کے بارے میں "ہم نے اس سے ہمیشہ بھلائی ہی دیکھی ہے" کہنا تزکیہ (تعریف) کے لیے کافی ہے، اور یہ جملہ ان لوگوں کے بارے میں معتبر گواہی

کے طور پر کافی ہے جن کی عدالت (نیک سیرتی و دیانت) پہلے سے معروف ہو، اور جن کے احوال سے متعلق انسان کو قریب سے واقفیت ہو۔

34- اس واقعے میں یہ سبق ملتا ہے کہ: گواہی دینے میں پختگی اور تحقیق ضروری ہے۔ امام (حاکم یا قائد) کو اہم معاملے میں ذہانت اور بصیرت سے کام لینا چاہیے۔ اپنے قریبی اور خاص لوگوں سے مدد لینا زیادہ مناسب ہے بنسبت اجنبیوں کے۔ جس پر سزا یا عتاب (ملامت) کرنا مقصود ہو، اس سے پہلے عذر و وضاحت کا موقع دینا پسندیدہ ہے۔ اعلیٰ درجے والے شخص کا اپنے ماتحت سے مشورہ کرنا جائز ہے۔ غیر غلام (آزاد) شخص کو خدمت کے لیے مقرر کرنا بھی جائز ہے۔ اور جو کسی شخص کے حال کے بارے میں دریافت کرے، اگر اس میں کوئی عیب بیان کرنا مقصود ہو، تو پہلے اس کے لیے عذر یا وضاحت بیان کر دے — جیسا کہ بریرہؓ نے حضرت عائشہؓ کے بارے میں کہا کہ وہ عجین (آٹا گوندھتے وقت) سو جاتی ہیں، لیکن اس سے پہلے یہ بھی کہا: وہ ابھی کم عمر لڑکی ہیں — یعنی عیب سے پہلے عذر بیان کیا۔

35- اس میں یہ بیان ہے کہ نبی ﷺ اپنے ذاتی معاملے میں بھی فیصلہ وہی کرتے تھے جب وحی نازل ہو جاتی، چنانچہ واقعۂ افک میں بھی آپ ﷺ نے وحی کے نازل ہونے سے پہلے کوئی قطعی فیصلہ نہیں فرمایا۔

36- اس میں یہ تعلیم ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے غیرت اور حمیت (دینی جوش و غیرت) مذموم نہیں، بلکہ محمود (پسندیدہ) ہے۔

37- اس واقعے میں حضرت عائشہؓ، ان کے والدین ابو بکرؓ و ام رومانؓ، صفوان بن معطلؓ، علی بن ابی طالبؓ، اسامہ بن زیدؓ، سعد بن معاذؓ، اور اسید بن حضیرؓ — سب کے لیے بڑی فضیلتیں بیان ہوئی ہیں۔

38- اس میں یہ تعلیم ہے کہ باطل پرستی اور باطل والوں کی حمایت آدمی کو صالحین (نیک لوگوں) کی صف سے نکال دیتی ہے۔

39- اس میں یہ جواز بتایا گیا ہے کہ جو شخص باطل کی حمایت کرے یا اس کا مرتکب ہو، تو اسے ملامت آمیز انداز میں برا کہا جاسکتا ہے، خواہ وہ وصف حقیقتاً اس میں موجود نہ ہو—— یعنی بطور تغلیظ (سختی کے اظہار) کے طور پر ایسے الفاظ کہنا درست ہے۔

40- اس میں یہ اشارہ ہے کہ کبھی "جھوٹ" کا لفظ "غلطی" پر بھی بولا جاتا ہے، اور "لَعَمْرُ اللہ" (اللہ کی قسم) کہنا جائز ہے۔

41- اس میں جھگڑوں اور خصومتوں کو ختم کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

42- اس میں یہ تعلیم ہے کہ فتنہ و فساد کی آگ کو بجھانے، اس کے دروازے بند کرنے، اور اگر دو برائیاں ٹکرا جائیں تو چھوٹی برائی برداشت کر کے بڑی برائی کو ختم کرنا افضل ہے۔

43- اور اس میں میں تکلیف کو برداشت کرنے کی فضیلت کا بیان ہے۔

44- اس میں یہ تعلیم ہے کہ جو شخص رسول ﷺ کی مخالفت کرے، اس سے دوری اختیار کرنا لازم ہے، خواہ وہ قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہو۔

45- جو شخص نبی اکرم ﷺ کو قول یا فعل کے ذریعے اذیت دے، اس کی سزا قتل ہے؛ کیونکہ حضرت سعد بن معاذؓ نے اس حکم کو واضح طور پر بیان کیا، اور نبی ﷺ نے ان کے اس قول سے انکار نہیں فرمایا۔

46- اس میں یہ تعلیم ہے کہ جس شخص پر کوئی مصیبت یا آزمائش آئے، اس کے ساتھ ہمدردی، غمگساری، رونا اور دل سے افسوس ظاہر کرنا جائز اور مستحب ہے۔

47- اس واقعہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے تدبر اور بردباری کی دلیل ہے، کیونکہ پورے ایک مہینے تک اس واقعہ کے دوران ان سے کسی غصے یا اعتراض کا سخت کلمہ منقول نہیں، سوائے اس ایک قول کے جو بعض روایتوں میں منقول ہے: "اللہ کی قسم! یہ بات تو ہمیں جاہلیت

میں بھی نہیں کہی گئی تھی، تو اب جب اللہ نے ہمیں اسلام کے ذریعے عزت دی ہے، یہ کیسے کہا جا سکتا ہے؟'' (یہ روایت ابن عمرؓ سے طبرانی نے بیان کی ہے۔)

48- اس میں یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ کسی اہم معاملے پر گفتگو شروع کرتے وقت تشہد، حمد و ثنا اور ''اَمَّا بَعْدُ'' کے الفاظ سے آغاز کیا جائے۔

49- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی پر گناہ یا الزام کی بات منقول ہو، تو تحقیق کے بعد اس سے اس بارے میں پوچھا جائے۔ اور یہ بھی کہ عربی میں ''کذا و کذا'' جیسے الفاظ (یعنی: ''ایسا ویسا'') محض اعداد (نمبر) کے لیے نہیں، بلکہ حالات اور واقعات کی کنایہ کے طور پر بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔

50- اس میں توبہ کی مشروعیت (جواز و مشروع حکم) بیان کی گئی ہے — یعنی جو شخص سچے دل سے اپنے گناہ کا اعتراف کرے، گناہ چھوڑ دے، اور اخلاص کے ساتھ توبہ کرے، تو اس کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ البتہ محض زبانی اعتراف کافی نہیں، بلکہ عملاً گناہ چھوڑنا بھی ضروری ہے۔

51- یہ بات بھی واضح کی گئی ہے کہ جس گناہ یا خطا کا ارتکاب انسان نے نہیں کیا، اس کا جھوٹا اعتراف کرنا جائز نہیں، چاہے اسے یقین ہو کہ لوگ اس کی بات سچ مان لیں گے۔ ایسا شخص اپنے جھوٹے اعتراف کے نتیجے میں مواخذہ کا مستحق نہیں، لیکن اس پر لازم ہے کہ یا تو سچ بات کہے، یا خاموش رہے۔

52- اس حدیث میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ صبر کا انجام قابلِ تعریف ہوتا ہے اور صبر کرنے والا قابلِ رشک ہوتا ہے۔

53- اس میں یہ بھی ہے کہ گفتگو میں بڑے کو مقدم کرنا چاہیے، اور جسے کسی معاملے میں تردد یا شبہ ہو، اسے بولنے سے رک جانا چاہیے۔

54- اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جسے نئی نعمت حاصل ہو یا کوئی مصیبت ٹل جائے، اسے خوشخبری دینا مستحب ہے۔

55- اور اس موقع پر ہنسنا، خوش ہونا اور بشاشت ظاہر کرنا بھی مشروع ہے۔

56- اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی کم عمر یا کمزور شخص مصیبت کے وقت گھبرا جائے تو وہ معذور سمجھا جائے گا۔

57- اس میں عورت کے اپنے شوہر اور والدین کے سامنے ناز و ادلال کے اظہار کا بھی بیان ہے۔

58- اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جس پر کوئی بڑی مصیبت آئی ہو اور وہ ختم ہو جائے تو اس کو خوشخبری بتدریج دی جائے، تاکہ اس کا دل اچانک خوشی سے پھٹ نہ جائے۔ یہ بات اس واقعے سے معلوم ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب حضرت عائشہؓ کی براءت کے نزول کے بعد ان کے پاس تشریف لائے تو پہلے مسکرائے، پھر انہیں خوشخبری دی، پھر مجمل طور پر بتایا کہ اللہ نے آپ کو بری کر دیا، پھر آیات تلاوت فرمائیں۔ اور حکیموں نے کہا ہے کہ جس کو سخت پیاس لگی ہو، اسے فوراً زیادہ پانی نہیں پلانا چاہیے بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے پلانا چاہیے، تاکہ وہ ہلاکت میں نہ پڑ جائے۔

59- اس میں یہ بھی ہے کہ جب مصیبت شدت اختیار کرتی ہے تو اس کے فوراً بعد راحت اور فرج آتی ہے۔

60- اور اس میں یہ بھی ہے کہ جو شخص اپنے تمام امور اللہ کے سپرد کر دیتا ہے، اس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے، اور اس کے غم ہلکے پڑ جاتے ہیں، جیسے کہ حضرت عائشہؓ کے واقعے میں ظاہر ہوا، جب ان پر الزام لگا تو انہوں نے اپنے معاملے کو اللہ کے حوالے کر دیا اور فرمایا: ''اللہ ہی سے مدد چاہتی ہوں'' (واللہ المستعان)—تو اسی میں سکون و اطمینان تھا۔

61- اس میں خیر کے کاموں میں خرچ کرنے کی ترغیب ہے، خصوصاً رشتہ داروں سے تعلق جوڑنے (صلۂ رحمی) میں۔

62- اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اس کو معاف کر دے یا اس پر احسان کرے جس نے اس کے ساتھ برا سلوک کیا ہو، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

63- اس میں یہ بھی ہے کہ اگر کسی نے کسی نیک کام کے نہ کرنے کی قسم کھالی ہو، تو اس کے لیے قسم توڑ دینا (حنث) مستحب ہے۔

64- اس میں قرآن کی آیات سے استدلال کرنا اور نئی پیش آمدہ مسائل (نوازل) میں ان سے رہنمائی لینا جائز ہے۔

65- اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اور دیگر بزرگوں کو پیش آنے والے واقعات میں اقتداء اور ان سے عبرت حاصل کرنا مشروع ہے۔

66- اس میں کسی چیز پر تعجب یا حیرت کے وقت ''سبحان اللہ'' کہنا (تسبیح کرنا) مشروع ہے۔

67- اس میں غیبت کرنے اور غیبت سننے دونوں کی مذمت ہے، اور ایسے شخص کو سختی سے روکا گیا ہے جو اس میں مبتلا ہو، خصوصاً جب غیبت کسی مومن پر ایسی تہمت لگانے پر مشتمل ہو جو اس نے کی ہی نہ ہو۔

68- اس میں فحاشی کی باتوں کو پھیلانے (افواہیں اڑانے) کی مذمت ہے۔

69- اس میں **حضرت عائشہؓ کی براءت میں شک کرنے کی حرمت** بیان ہوئی ہے۔

70- اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اگر کسی شخص پر حد (شرعی سزا) جاری کرنے سے فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو سزا مؤخر کی جا سکتی ہے۔ امام ابن بطالؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عبداللہ بن اُبَیّ بن سلول بھی اُن لوگوں میں سے تھا جنہوں نے حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی تھی، مگر حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ اسے سزا دی گئی۔ البتہ امام عیاضؒ نے اس پر تعقیب کرتے

ہوئے فرمایا کہ یہ بات ثابت نہیں کہ عبداللہ بن اُبَیّ نے براہِ راست تہمت لگائی تھی، بلکہ یہ بات ثابت ہے کہ وہ اس خبر کو دوسروں سے پوچھتا اور اسے پھیلانے کی کوشش کرتا تھا۔[1]

آزمائش کا اختتام:

یوں ایک مہینے بعد شک وشبہ، بے چینی اور اضطراب کا بادل چھٹ گیا، اور مدینہ منورہ کا فضا سکون واطمینان سے بھر گئی۔ اسی کے ساتھ منافقوں کے سردار کا چہرہ رسوا ہو کر ظاہر ہو گیا، ایسا کہ وہ پھر کبھی اپنا سر بلند نہ کر سکا[2]۔

ابن اسحاقؒ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد عبداللہ بن اُبَیّ بن سلول جب بھی کوئی ناپسندیدہ حرکت کرتا، تو اس کی اپنی قوم ہی اسے ملامت کرتی، اس کا محاسبہ کرتی، اور اس پر سختی کرتی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر حضرت عمرؓ سے فرمایا: "اے عمر! تمہارا کیا خیال ہے؟ اللہ کی قسم! اگر تم نے اُس دن، جب تم نے مجھ سے کہا تھا کہ اُسے قتل کر دو، اُسے قتل کر دیا ہوتا، تو اس وقت بہت سی ناکیں غصے سے پھڑک اٹھتیں (یعنی کئی لوگ اس کے دفاع میں کھڑے ہو جاتے)، لیکن اگر آج میں انہیں حکم دوں کہ اسے قتل کر دو، تو وہ ضرور اسے قتل کر دیں گے"۔

اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا: "اللہ کی قسم! اب مجھے یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ میرے فیصلے سے زیادہ بابرکت تھا[3]"۔

([1]) ان فوائد کو فتح الباری (9/421-424) میں دیکھیے۔

حدیث افک کی تخریج درج ذیل لوگوں نے کی ہے: امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب التفسیر، باب "لولا إذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بأنفسهم خيرا" میں حدیث نمبر (4750) اور کتاب المغازی، باب حدیث الإفک میں حدیث نمبر (4141) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب التوبہ، باب في حدیث الإفک میں حدیث نمبر (2770) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (24317)(25623) اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب النکاح، باب القسم میں حدیث نمبر (4212) اور امام نسائی نے سنن کبری میں کتاب السیر، باب حدیث الإفک میں حدیث نمبر (8882) اور ابن اسحاق نے سیرت (3/325) میں اور بیہقی نے دلائل نبوت (4/ 63-77) میں۔

([2]) دیکھیے: الرحیق المختوم (ص 333)۔

([3]) دیکھیے: سیرت ابن ہشام (۳۲۱/۳)۔

غزوہ خندق (ابتدا سے انتہا تک)

غزوہ خندق[1]

اور اس غزوہ کو غزوہ احزاب[2] کے نام سے بھی جانا جاتا ہے جو کہ ہجرت کے پانچویں سال ماہ شوال میں پیش آیا[3]۔

شیخ محمد الغزالیؒ فرماتے ہیں: "معرکہ احزاب صرف مالی یا جانی خسارے کی جنگ نہیں تھی، بلکہ یہ ایک ایسی جنگ تھی جس میں ایمان، صبر اور حوصلے کی مضبوطی کا امتحان لیا گیا"۔[4]

غزوہ کا سبب

احزاب کی آمد کا سبب یہ تھا کہ بنو نظیر کے سرداروں میں سے کچھ لوگ جنہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے خیبر کی طرف جلاوطن کر دیا تھا جن میں: سلام بن مشکم، سلام بن ابو حقیق، حیی بن اخطب، کنانہ بن ربیع، وغیرہ شامل تھے، یہ سبھی مکہ کی جانب نکلے اور قریش کے سرداروں سے ملاقات کی، اور انہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری (148/8) میں کہتے ہیں: رہی بات اس کے خندق نام ہونے کی تو کیونکہ مدینہ کے گرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے خندق تیار کیا گیا تھا اور اس کا مشورہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ نے دیا تھا جیسا کہ اصحاب مغازی نے ذکر کیا ہے۔

اور امام سہیلی رحمہ اللہ اپنی کتاب الروض الانف (416/3) میں کہتے ہیں: خندق کھودنا عربوں کی عادت نہ تھی یہ تو فارسیوں کے جنگ کی چالبازیوں اور تیاریوں کا حصہ تھیں۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری (148/8) میں کہتے ہیں: رہی بات اس کے احزاب نام دیے جانے کی تو کیونکہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے لیے مشرکوں کے تمام جماعتیں قریش غطفان یہود اور ان کے پیروکار سبھی اکٹھا ہو گئی تھیں۔

([3])یہ جمہور کا قول ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ (476/4) میں کہتے ہیں اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری (149/8) میں کہا ہے: یہی معتمد قول ہے۔

([4])دیکھیے فقہ السیرہ از محمد غزالی صفحہ نمبر 297۔

پر ابھارا، اور انہیں آپ کے خلاف جمع کیا، اور انہوں نے اپنی جانب سے مدد کا بھی وعدہ کیا، اور کہا کہ ہم تمہارے ساتھ ان کے خلاف رہیں گے یہاں تک کہ ان کا صفایا کر دیں۔

تو قریش کے لوگوں نے ان کی حامی بھری اور ان سے کہا: "اے یہود کے لوگو! تم پہلے والے کتاب والے ہو اور جانتے ہو جس بات میں ہم اور محمد ﷺ اختلاف کر رہے ہیں، کیا ہمارا دین بہتر ہے یا اس کا دین"؟

ان لوگوں نے کہا؛ نہیں تمہارا دین بہتر ہے اور تم حق کے زیادہ قریب ہو، اللہ رب العالمین نے انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: ((الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب یؤمنون بالجبت والطاغوت ویقولون للذین کفروا ھؤلاء اھدی من الذین امنوا سبیلا [51] اولئك الذین لعنھم اللہ ومن یلعن اللہ فلن تجد لہ نصیرا))[النساء: ۵۱-۵۲][1]۔

ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یہاں کے لیے لعنت ہے اور اس بات کی خبر ہے کہ دنیا اور آخرت میں ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا کیونکہ وہ لوگ مشرکوں سے مدد طلب کرنے کے لیے گئے تھے، اور انہوں نے ان سے اس لیے ایسا کہا تھا کہ انہیں اپنی مدد کے لیے آمادہ کر سکیں، اور انہوں نے ان کی بات مان بھی لیں، اور وہ احزاب والے دن ان کے ساتھ آئے بھی، یہاں تک کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے مدینہ کے گرد خندق کھود لیا، تو اللہ رب العالمین نے ان کے شر سے بچا لیا: ((ورد اللہ الذین کفروا بغیظھم لم ینالوا خیرا وکفی اللہ المؤمنین القتال وکان اللہ قویا عزیزا))[الاحزاب: ۲۵][2]۔

([1]) یہ خبر سیرت ابن ہشام (237/3) میں ہے۔

([2]) حافظ ابن کثیر کا قول ان کی تفسیر (335/2) میں دیکھیے۔

چنانچہ جب یہ بات انہوں نے قریش کے لوگوں سے کہیں تو وہ خوش ہوئے اور انہوں نے اللہ کے رسول کے خلاف لڑائی کے لئے ان کی دعوت کی جانب دلچسپی ظاہر کی، تو وہ اس کے لئے جمع ہوئے اور آپ کے قتال پر انہوں نے عہد و پیمان کیا اور ان لوگوں سے اس کے لئے وعدہ بھی کیا۔

پھر وہ یہودی غطفان قبیلے کی طرف گئے، اور انہیں بھی دعوت دی تو ان لوگوں نے بھی ان کی بات پر لبیک کہا۔

گروہوں کا نکلنا اور ان کی تعداد:

اور قریش کے لوگ اپنے لاؤ لشکر اور کنانہ اور اہل تہامہ میں سے ان کی پیروی کرنے والوں کے ساتھ نکلے، ان کی تعداد چار ہزار تھی، انہوں نے دار الندوہ میں اپنے جھنڈے باندھے، اور اسے عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ نے اٹھایا، اور ان کے ساتھ 300 گھوڑے تھے، اور پندرہ سو اونٹ تھے، اور وہ اس حالت میں نکلے کے ان کی قیادت ابو سفیان بن حرب کے ہاتھ میں تھی، اور بنو سلیم بھی مر ظہران[1] کے مقام پر ان کے ساتھ ہو گئے، اور ان کی تعداد سات سو تھی جن کی قیادت سفیان بن عبد شمس کر رہے تھے، جو کہ حرب بن امیہ کے حلیف تھے، اور ان کے ساتھ بنو اسد بھی نکلے جن کی قیادت طلیحہ بن خویلد کر رہے تھے، اور غطفان کے قبیلے: بنو فزارہ ایک ہزار لوگوں کے ساتھ عیینہ بن حصن کے قیادت میں اور بنو مرہ چار سو کی تعداد میں حارث بن عوف کی قیادت میں اور بنو اشجع چار سو لوگوں کے ساتھ مسعر بن زخیلہ کی قیادت میں نکلے اور ان کے ساتھ دیگر لوگ بھی نکلے تھے، تو ان سب کی مجموعی تعداد جو خندق تک پہنچے تھے دس ہزار تھی، اور یہی احزاب تھے

([1]) مر ظہران: یہ مکہ اور عسفان کے درمیان ایک وادی ہے اور اس کی طرف منسوب گاؤں کا نام مر ہے جو میم کے پیش اور را کے تشدید کے ساتھ پڑھا جاتا ہے دیکھیے النہایہ فی غریب الحدیث (152/3)۔

جن کا نام اللہ رب العالمین نے لیا ہے، سب کے سردار ابو سفیان بن حرب تھے، چنانچہ سبھی اپنے عہد وپیمان کے مطابق ایک متعینہ وقت پر مدینہ کی طرف متوجہ ہوئے[1]۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ساتھیوں سے مشورہ اور خندق کی کھدائی:

اور احزاب کے نکلنے اور ان کے مدینہ کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے خزاعہ قبیلے کے کچھ لوگ مدینہ آئے اور انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو احزاب سے متعلق خبر بتائی، چنانچہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے ارادے سے متعلق خبر سنی تو لوگوں کو بلایا اور انہیں ان کے بارے میں بتایا اور ان سے ان کے متعلق مشورہ کیا تو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا، اور یہ آزادی کے حالت[2] میں ان کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہلا غزوہ تھا، تو انہوں نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فارس میں جب ہمارا محاصرہ کر لیا جاتا تھا تو ہم اپنے ارد گرد خندق کھود لیا کرتے تھے، ان کی یہ بات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند آئی۔

یہ بہت ہی دانشمندانہ اقدام تھا جس کے بارے میں اس سے پہلے عرب کے لوگ نہیں جانتے تھے۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطے کو نافذ کرنے میں جلدی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شمالی جانب واقم اور وبرہ دونوں حروں کے مابین خندق کھودنے کا حکم فرمایا جو کہ مدینہ کی طرف کھلا ہوا راستہ تھا دھاوا بولنے والے اس کے علاوہ کسی اور راستے سے مدینہ کی طرف نہیں

([1]) تفصیل دیکھیے: سیرت ابن ہشام (238/3)، دلائل نبوت از بیہقی (3/ 398) الطبقات الکبری از ابن سعد (282/2) شرح المواہب (21/3)، تفسیر ابن کثیر (٦/ ٣٨٤)۔

([2]) آپ کے غلام بنائے جانے کی خبر اور کس طرح سے آپ کو آزاد کیا گیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آمد کے وقت قبا میں نزول سے متعلق کلام کے ضمن میں دیکھیے۔

آ سکتے تھے، کیوں کہ مدینہ عمارتوں سے روندھا ہوا تھا اور شمال کے علاوہ اس کے ہر طرف پتھریلی زمین اور کھجور کے باغات تھے، چنانچہ اسی جانب خندق کو کھودا گیا۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دس لوگوں کو چالیس گز زمین کھودنے کا حکم دیا۔

ایک ضعیف حدیث:

اور جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دس آدمیوں کے لیے چالیس گز زمین متعین کیں تو مہاجروں نے کہا: سلمان ہم میں سے ہیں اور انصار نے کہا: سلمان ہم میں سے ہیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلمان ہم اہل بیت میں سے ہم میں سے ہیں[1]۔

خندق کی کھدائی کی شروعات:

اور مسلمانوں نے ٹھنڈے موسم میں خندق کی کھدائی شروع کی، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ بذات خود کھدائی کر رہے تھے، اور مسلمانوں کو اجر کی ترغیب دیتے ہوئے اور انہیں ہمت دیتے ہوئے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مٹی اٹھا رہے تھے، جیسا کہ شیخان نے اپنی صحیحین میں انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: ((اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خندق کے طرف نکلے جبکہ مہاجرین اور انصار بہت ہی ٹھنڈی والے صبح میں کھدائی کا کام کر رہے تھے، اور ان کے پاس کوئی بھی غلام نہ تھے جو ان کے لیے یہ کام کر سکیں، چنانچہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تھکان اور بھوک کو دیکھا تو فرمایا: ((اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، اے اللہ تو انصار اور مہاجر لوگوں کی مغفرت فرما))۔

([1]) اس کی تخریج امام حاکم نے مستدرک میں کتاب معرفۃ الصحابہ باب ذکر سلمان فارسی حدیث نمبر 6600 پر کی ہے اور اس کی سند ضعیف ہے اور اسے امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (540/1) میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کثیر یہ متروک راوی ہیں۔

تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دیتے ہوئے کہا:

نحن الذين بايعوا محمدا على الجهاد ما بقينا ابدا[1]

اور شیخان نے اپنی صحیحین میں نے براابن عازب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ: جب خندق کا دن تھا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کی کھدائی کی تو میں نے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی مٹی کو اٹھا کر باہر پھینک رہے تھے یہاں تک کہ مٹی سے آپ کے پیٹ کا چمڑا ڈھک گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر بہت زیادہ بال[2] تھے، اس وقت میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹی اٹھاتے ہوتے ہوئے عبداللہ بن رواحہ کے یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا:

اللهم لولا انت ما اهتدينا ولا تصدقنا ولا صلينا
فانزلن سكينه علينا وثبت الاقدام ان لا قينا
ان الألى قد بغوا علينا وان ارادوا فتنه ابينا

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اخیر نے اپنی آواز کو کھینچا کرتے تھے[3]۔

اور تم ان کے دلوں میں ان میٹھے ایمانی کلمات کی تاثیر کے بارے میں نہ پوچھو، اتنی محنت کر رہے تھے اور انہیں تھکان اور تکلیف کا احساس بھی نہ ہو رہا تھا[1]۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق حدیث نمبر 4099 اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد وسیع باب غزوۃ الاحزاب حدیث نمبر 1805 میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر 12732 میں اور طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر 3324 میں کیا ہے۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری (8/ 159) میں کہتے ہیں اس سے ظاہری طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اپ کے سینے پر بہت زیادہ بال تھے لیکن ایسی بات نہیں ہے کیونکہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صفت کے بیان میں یہ بات وارد ہے کہ اپ کے سینے اور پیٹ کے بال بہت ہی باریک تھے تو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ اپ کے بال باریک ہونے کے ساتھ ساتھ زیادہ بھی تھے یعنی فیلے ہوئے نہیں تھے بلکہ لمبائی میں تھے واللہ اعلم۔

([3])اس کے تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ خندق میں حدیث نمبر 4105 اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد وسیع حدیث نمبر 1803 اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر 3326 او اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر 18486 پر کی ہے۔

اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خندق کے دن والے بات کو نہیں بھولوں گے جب کہ وہ مٹی ڈھو رہے تھے، اور آپ کے سینے کے بال غبار آلود ہو چکے تھے اور آپ فرما رہے رہے تھے:

اللهم ان الخير خير الاخره فاغفر للانصار والمهاجره

وہ کہتے ہیں انہوں نے عمار کو دیکھا: تو آپ نے ان سے کہا: ابن سمیہ تمہارے لیے خوشخبری ہے تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گی[2]۔

روایت میں ایک وہم

میں کہتا ہوں: مشہور یہی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار رضی اللہ عنہ کو کہا تھا تمہیں باغی جماعت قتل کرے گی یہ مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت کی بات ہے۔

بیہقی رحمہ اللہ دلائل میں کہتے ہیں: ((اس بات کا اندیشہ ہے کہ خندق کا ذکر یہاں پر وہم ہو، یا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ بات مسجد کی تعمیر کے وقت کہی تھی اور خندق کے دن بھی کہا)) تھا اللہ اعلم[3]۔

اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ اینٹوں کو لادنے کی بات کا خندق کھودنے کے سلسلے میں کوئی مانع نہیں ہے، اور ظاہر یہی ہے کہ یہ نقل کرنے والے پر شبہ کا نتیجہ ہے، واللہ

([1]) دیکھیے: السیرۃ النبویۃ فی ضوء القران والسنہ از ڈاکٹر محمد ابو شہبہ (۲/ ۲۷۸)۔

([2]) اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الفتن و اشراط الساعۃ باب لا تقوم الساعۃ حتی یمر الرجل بقبر الرجل حدیث نمبر 2915 2916 اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر 26482 پر کی ہے۔

([3]) دیکھیے: دلائل نبوت از امام بیہقی (2/ 549)۔

([4]) دیکھیے: البدایہ والنہایہ (231/3)۔

شیخان نے اپنی صحیحین میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خندق میں تھے جب کہ وہ خندق کے کھدائی کر رہے تھے،اور ہم اپنے کندھوں پر مٹی ڈھو رہے تھے تو اللہ کے رسول صلی وسلم نے فرمایا:

اللھم لا عیش الا عیش الاخرہ فاغفر للمھاجرین والانصار[1]

شیخ محمد غزالی رحمہ اللہ کہتے ہیں:((اور تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خندق میں کام کرنے اور اور مٹی ڈھونے کے عمل کو تمثیل کے قبیل سے گمان نہ کرو جس کو بعض لیڈران بہت اچھے طریقے سے ادا کرتے ہیں ہر گز نہیں! ہر گز نہیں!۔

بے شک بہترین اور حقیقی مردانگی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معرکہ میں کام سے اپنے واضح صورت میں نظر آتی ہے، براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: تحقیق کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن مبارک کے چمڑے مٹی کی وجہ سے چھپ گئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ بالوں والے تھے))۔

ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کام کے وقت اپنے ساتھیوں کے ساتھ بالکل کھوئے ہوئے تھے، سچے مردانگی ڈرامہ بازی نہیں جانتی...[2]۔

سخت بھوک جو انہیں لاحق ہوئی:

اور مسلمانوں نے خندق کی کھدائی میں محنت اور پھرتی سے جلدی جلدی اپنے کام کو جاری رکھا، وہ دشمن کی آمد کو جلدی سمجھ رہے تھے، چنانچہ وہ پورا پورا دن اس میں کام کیا کرتے تھے اور رات کے وقت اپنے گھر والوں کے پاس جاتے تھے، اور انہیں خندق کی کھدائی کے وقت سخت

([1])اس کے تخریج امام بخاری نے کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق میں حدیث نمبر 498 اور امام مسلم نے کتاب الجہاد وسیع باب غزوۃ الاحزاب میں حدیث نمبر 1804 میں کی ہے۔

([2])دیکھیے الشیخ محمد غزالی صفحہ نمبر 295۔

بھوک کا بھی سامنا تھا،انہیں سخت مشقت لاحق ہوئی، یہاں تک کہ انہوں نے بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں: ہم خندق والے دن کھدائی کر رہے تھے اس وقت ہی ایک سخت چٹان ہمارے سامنے آگئی، تولوگ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اورانہوں نے کہا کہ خندق کی کھدائی میں یہ چٹان ہمارے سامنے آگئی ہے، توآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((میں اس میں نیچے جاتاہوں)) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور آپ کے پیٹ پر ایک پتھر بندھا ہوا تھا [1] اور ہم تین دنوں تک بغیر کھائے پیئے کام کرتے رہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال لیااور اس چٹان پر مارا تووہ ریزہ ریزہ ہو کر ریت کے مانند ہو گئی [2]۔

اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں انس رضی االلہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ: مہاجرین اور انصار مدینہ کے گرد خندق کھودنے لگے پھر وہ کہتے ہیں: ان کے پاس دو ہتھیلی میں بھر کر جو لایا جاتا اور ان کے لیے پرانا تیل لایا جاتا اور ان کے سامنے رکھ دیا جاتا،اور وہ لوگ بھوکے ہوتے، جبکہ وہ کھانا بے مزہ اور بدبودار ہوتا تھا [3]۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ناگفتہ بھی حالت اور سخت محنت کے باوجود مسلمانوں کے لئے امن وامان کا سبب تھے،اور ان کے لیے بھروسہ، امید اور اطمینان کے باعث

([1])حافظ ابن حجر بل فتح الباری میں کہتے ہیں پتھر باندھنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے پیٹھ سیدھی رہتی ہے کیونکہ پیٹ اگر خالی ہو تو بسا اوقات انسان کھڑے ہونے سے کمزور ہو جاتا ہے اس کے پیٹ کے اس پر گرنے کی وجہ سے تو جب انسان اس پر پتھر باندھ لیتا ہے تو وہ کھڑے ہونے کی طاقت اپنے اندر پاتا ہے یا پیٹ میں موجود غذا کے بقدر کثرت تحلل؟؟؟؟؟ سے ممانعت کیونکہ پتھر پیٹ کے بقدر ہوتا ہے تو کمزوری کم اتی ہے یا پتھر کی ٹھنڈک سے بھوک کی حرارت کو کم کیا جاتا ہے یا اس لیے کہ اس میں نفس کو توڑنے کی جانب اشارہ ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی باب وغزوۃ الخندق میں حدیث نمبر 41 پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق حدیث نمبر 41 پر اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں کی ہے۔

تھے،اور بے شک اس عظیم حادثہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موقف کا دراسہ کرنا بے شک جماعتوں اور تحریکوں کے رہنماؤں کے لیے راستہ کھیچتی ہے،اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آخرت اور اللہ سے ملاقات کی امید کرنے والوں کے لئے بہترین نمونہ ہے،اور اچھے رہنما کیلئے آپ کی زندگی میں رہنمائی ہے اور آپ اللہ رب العالمین کا ذکر کرتے تھے، اسے بھولتے نہیں تھے[1]۔

منافقوں کی رسوائی:

رہی بات منافقوں کی تو وہ کام میں دیر کرتے تھے،اور مسلمانوں کی ہمت کو پست کرتے اور پیچھے ہٹا کرتے تھے، اور کام چھوڑ کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت اور آپ کی جانکاری کے بغیر اپنے گھر چلے جایا کرتے تھے۔[2]

معجزوں کا ظہور:

اور اس عظیم غزوہ میں اللہ کے رسول کے بہت سے معجزے ظاہر ہوئے، جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

تھوڑے کھانے کا زیادہ ہونا:

شیخان نے اپنی صحیحین میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ: جب خندق کھودی گئی تو میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک کا شکار پایا، میں اپنی بیوی[3] کے پاس گیا[1] اور اس سے کہا: کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کے لئے ہے، کیوں

([1])دیکھیے فی ظلال القران از سید قطب۔

([2])دیکھیے سیرت ابن ہشام،()دلائل نبوت از امام بیہقی۔

([3])حافظ ابن حجر فتح الباری (۱۵۴/۸) میں کہتے ہیں ان کا نام سہیلہ بنت مسعود انصاریہ تھا۔

کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک کی حالت میں دیکھا ہے، تو انہوں نے میرے سامنے ایک برتن نکالا جس میں ایک صاع جو تھا، اور ہمارے پاس بکری کا ایک چھوٹا بچہ بھی تھا، تو میں نے اسے ذبح کر دیا، اور میری بیوی نے جو کو پیس کر آٹا بنایا، تو میں اپنے ہانڈی کے پاس گیا، اور گوشت کو اس میں اندر کاٹا پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، تو میری بیوی نے کہا تم مجھے اللہ کے رسول اور ان کے ساتھ موجود لوگوں میں رسوامت کرنا، چنانچہ میں اپ کے پاس جا کر چپکے سے بات کرتے ہوئے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نے اپنی چھوٹی بکری کو ذبح کیا ہے اور ہم نے ایک صاع جو کو جو ہمارے پاس تھا پیس لیا ہے تو آپ اور آپ کے کچھ ساتھی ہمارے پاس چلو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے لوگوں کو بلایا اور کہا: اے خندق والو جابر نے تمہارے لیے کھانا پکایا ہے، تو آؤ ہم سب چلتے ہیں۔

امام احمد نے اپنی مسند میں ہی اضافہ کیا ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: اناللہ وانا الیہ راجعون۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر سے کہا: تم اپنی ہانڈی کو نیچے مت اتارنا اور نہ ہی میرے آنے تک آٹے سے روٹی پکانا۔

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں آیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے آگے آگے آئے یہاں تک کہ میں اپنی بیوی کے پاس پہنچا تو اس نے کہا: تم تو ایسے ہی ہو، میں نے کہا میں نے جو تم نے کہا تھا وہی کیا، تو انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آٹے کو رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک اس میں ڈالا اور برکت کی دعا کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ہانڈی کی طرف گئے اور اس میں بھی اپنا لعب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا کی پھر کہا: تم

([1])اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں حدیث نمبر پر ہے کہ جابر نے جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لاحق ہونے والی بھوک کو دیکھا تو وہ کہتے ہیں میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپ مجھے گھر جانے کی اجازت دیجئے۔

ایک روٹی پکانے والی بلاؤ اور وہ میرے ساتھ روٹی پکائے، اور تم اپنے اس ہانڈی سے سالن نکالو، اور اسے اتارنا نہیں، اور ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں تمام لوگوں نے کھانا کھالیا یہاں تک کہ اسے چھوڑ دیا اور واپس ہو گئے اور ہماری ہانڈی اب تک اسی طرح سے پک رہی تھی اور ہمارا آٹے سے اسی طرح سے روٹی بنائی جارہی تھی جیسے کی پہلے تھا[1]۔

دوسرا معجزہ:

اور غزوہ خندق میں ظاہر ہونے والے معجزات میں سے ایک معجزہ وہ بھی ہے جسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ تین دنوں تک فندق کو کھودتے رہے اور کوئی کھانا نہ کھایا، تو لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیشک یہاں پر ایک بڑی چٹان آگئی ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر پانی کا چھینٹا مارو، انہوں نے اس پر پانی کا چھینٹا مارا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آپ نے کدال لیا پھر بسم اللہ کہا، اور تین مرتبہ مارا یہاں تک کہ وہ بھربھری مٹی کی مانند ہو گیا، تو جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، اسی وقت میں متوجہ ہوا تھا تو دیکھا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بن مبارک پر پتھر باندھ رکھا تھا[2]۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق میں حدیث نمبر 4102 پر کی ہے اور امام مسلم نے کتاب الاشربہ باب جواز استتباعہ غیرہ الی دار من یثق برضاہ بذلک حدیث نمبر 2039 اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر 15028 پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق میں حدیث نمبر 4101 اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر 14211 پر کی ہے۔

ایک دوسرا معجزہ:

اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور نسائی نے سنن کبریٰ میں حسن سند کے ساتھ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں، جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم دیا، تو اس میں ہمارے سامنے ایک پتھر آ گیا، جس میں کدال نہ چلتا تھا چنانچہ ہم نے اس کی شکایت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آپ نے اپنے کپڑے کو نکالا اور کدال لیا اور فرمایا بسم اللہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مارا تو چٹان کا ایک تہائی حصہ ٹوٹ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ اکبر" مجھے شام کی چابیاں دی گئیں ہیں، اللہ کی قسم میں وہاں کے لال محلوں کو دیکھ رہا ہوں اپنے اسی جگہ سے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری مرتبہ مارا اور کہا "بسم اللہ" پھر اس کا دوسرا تہائی حصہ ٹوٹ گیا اور آپ صلی وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر مجھے فارس کی چابیاں دی گئی ہیں اور میں مدائن کے سفید محلوں کو ابھی دیکھ رہا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ مارا اور کہا "بسم اللہ" تو پورا پتھر ٹوٹ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ اکبر"، مجھے یمن کی چابیاں دے دی گئی ہیں اللہ کی قسم میں صنعاء کے دروازے کو دیکھ رہا ہوں[1]۔

اور ایک دوسری روایت میں نسائی کے یہاں سنن کبری میں حسن سند کے ساتھ نبی کے ساتھیوں میں سے ایک شخص سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کا حکم دیا، تو صحابہ کرام کے سامنے ایک بڑا پتھر آ گیا جو انہیں کھودنے سے منع کر رہا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ نے کدال لیا اور خندق کے کنارے اپنی چادر رکھی پھر اس پر مارا اور کہا: ((وتمت كلمه ربك صدقا وعدلا لا مبدل لكلماته وهو السميع

([1])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر 18694 اور امام نسائی نے سنن کبری میں کتاب السیر باب حفر الخندق میں حدیث نمبر 8807 میں کی ہے اور اس کی سند کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری (8/ 154) میں حسن قرار دیا ہے۔

العلیم))،[الأنعام: ۱۱۵]، پھر پتھر کا ایک تہائی حصہ ٹوٹ گیا اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر دیکھ رہے تھے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مار کے ساتھ ایک بجلی چمکی، اور پھر آپ نے دوسری مرتبہ مارا اور کہا: ((وتمت كلمه ربك صدقا وعدلا لا مبدل لكلماته وهو السميع العليم))، پتھر کا دوسرا تہائی حصہ ٹوٹ گیا اور سلمان نے اب بھی بجلی کو چمکتے ہوئے دیکھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ مارا اور کہا: ((وتمت كلمه ربك صدقا وعدلا لا مبدل لكلماته وهو السميع العليم))، پھر پتھر کا باقی تہائی حصہ ٹوٹ گیا اور پھر بجلی چمکی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکلے اور آپ نے اپنی چادر لی اور بیٹھ گئے سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ((اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے دیکھا جب آپ نے کدال مارا تھا، اس کے ساتھ ایک بجلی چمکی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: اے سلمان تم نے یہ دیکھا تھا انہوں نے کہا: ہاں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((جب میں نے پہلی مرتبہ مارا تو میرے لئے کسری کے شہر اور اس کے اطراف اور دیگر شہر اٹھائے گئے، یہاں تک کہ میں نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہاں موجود آپ کے صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ تعالی سے یہ دعا کردیں کہ وہ اس کو ہم پر فتح کردے اور ہمیں ان کے بچوں کو غنیمت کے طور پر دے دے اور ہمارے ہاتھوں سے ان کے شہروں کو برباد کردے، راوی کہتے ہیں: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں دعا کی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر میں نے دوسری مرتبہ مارا تو میرے لئے قیصر کے شہر اور اس کے گرد کے علاقوں کو اٹھایا گیا، یہاں تک کہ میں نے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھا، انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ سے دعا کردیجیے کہ اسے ہمارے

اوپر فتح کردے اور ہمیں ان کے بچوں کو غنیمت کے طور پر دے دے اور ان کے شہروں کو ہمارے ہاتھوں سے اللہ تعالی برباد کردے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں دعا کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پھر میں نے تیسری مرتبہ مارا تو میرے لئے حبشہ کے شہر اور اس کے اطراف کے علاقے اٹھائے گئے یہاں تک کہ میں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا تم حبشہ کے لوگوں کو چھوڑے رکھو جب تک کہ وہ تمہیں چھوڑے رکھیں اور ترکیوں کو چھوڑے رکھو جب تک کہ وہ تمہیں چھوڑ دے رکھی[1]۔

معجزات کا وقوع

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہا اس میں آپ نے سچ کہا تھا، اس حالت پر 25 سال بھی نہیں گزرے تھے کہ یہ سارے کے سارے شہر فتح کر لئے گئے، 14 ہجری میں اس واقعے کے 9 سال بعد میں یرموک کا عظیم معرکہ پیش آیا جس کے سپہ سالار خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ذمہ میں تھی، اس میں رومیوں کو شکست ہوئی اور شام فتح ہوا۔

اور سنہ 15 میں اس واقعے کے دس سال بعد قادسیہ کا عظیم معرکہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں واقع ہوا، اس میں فارسیوں کو بہت زبردست شکست ہوئی اور اس میں عراق کے شہر فتح کیے گئے۔

بشارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مطابق منافقوں کا موقف:

رہی بات منافقوں کی تو جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو فتح کی بشارت دی تو انہوں نے کہا، کیا تمہیں اس بات سے تعجب نہیں ہوتا جو تم سے یہ بیان کر رہے ہیں اور

([1]) اس کی تخریج امام نسائی نے سنن کبری میں کتاب السیر باب غزوۃ الترک والحبشہ حدیث نمبر 4370 اور امام بیہقی نے دلائل نبوت (417/3) میں کی ہے اور اسے ابن الاثیر نے جامع الاصول میں حدیث نمبر 8932 پر نقل کیا ہے۔

جس کے بارے میں تمہیں یہ سہارا دے رہے ہیں اور باطل سے تمہیں وعدہ کر رہے ہیں، اور تمہیں یہ بتا رہے ہیں کہ انہوں نے مدینہ سے حیرا کے محلات دیکھے کسری کے شہر دیکھے اور یہ تمہارے لئے فتح کر دی جائے گی، اس حال میں کہ تم ابھی خندق کھود رہے ہو اور تم اس سے اوپر اٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے[1]۔

خندق کھود کر فراغت

اور مسلمانوں نے خندق کی کھدائی میں اپنے کام کو مسلسل جاری رکھا یہاں تک کہ بنائے گئے خطے کے مطابق خندق کی کھدائی کا کام مکمل ہو گیا، اور یہ کام کفار کے سب سے بڑے لشکر کی مدینہ کے چار دیواری کے جانب آنے سے پہلے پہل ہی انجام پا گیا۔

خندق کی کھدائی میں لگی مدت کے مقدار کے سلسلے میں اختلاف پایا جاتا ہے:

ابن سعد کے یہاں طبقات میں ہے کہ: وہ لوگ اس کی کھدائی کر کے چھ دن میں فارغ ہوئے[2]۔

اور موسیٰ بن عقبہ کی مغازی میں ہے کہ: وہ لوگ اپنے اس کام میں بیس راتوں تک لگے رہے۔

اور واقدی کے یہاں 24 دن ہے۔

اور نووی کی روضہ میں پندرہ دن کا ذکر ہے[3]۔

اور زاد المعاد میں ابن قیم کے یہاں اس بات کا ذکر ہے کہ انہوں نے یہ کام کرنے کے لئے ایک مہینہ لگایا۔

([1]) دیکھیے: دلائل نبوت از امام بیہقی (420/3)۔

([2]) دیکھیے: طبقات الکبری از ابن سعد (282/2)۔

([3]) دیکھیے: فتح الباری (۱۵۰/۸)۔

میں کہتا ہوں : ان تمام اقوال کے درمیان جمع کرنا اس طرح سے ممکن ہے کہ : جن مجموعوں کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا تھا ان میں سے پہلے مجموعہ کو چھ دن لگے اور سب سے آخری مجموعہ کو پورے مہینے لگے اس طرح سے سارے اقوال جمع ہو جائیں گے۔

انصار کے لیے ہجرت نہیں:

اس فترے میں حارث بن زیاد انصاری رضی اللہ عنہ اپنے چچازاد بھائی کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت پر بیعت کے لئے آئے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ انصاری تھے، جیسا کہ امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں قوی سند کے ساتھ حارث بن زیاد ساعدی انصاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے، کہ وہ خندق والے دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جب آپ سے لوگ ہجرت پر بیعت کر رہے تھے، تو انہوں نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بیعت کر لیجئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: میرے چچا حوط بن یزید کا بیٹا ہے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم سے بیعت نہیں کروں گا! بے شک لوگ تمہاری طرف ہجرت کر کے آتے ہیں اور تم لوگوں کی جانب ہجرت کر کے نہیں جاؤ گے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، کوئی شخص انصار سے اللہ سے ملاقات کے وقت محبت نہیں کرے گا مگر یہ کہ وہ اللہ سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس سے محبت کرے گا، اور کوئی شخص انصار کے کسی شخص سے نفرت اللہ کے ساتھ ملاقات کرے گا تو اللہ رب العالمین سے وہ ملاقات کرے گا اس حال میں وہ اس سے نفرت کرے گا[1]۔

([1]) اس کی تخریج امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر 1540 اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر 2636 میں کی ہے۔

مشرکین کے لشکر کا پہنچنا:

اور مسلمان ابھی خندق کھود کر فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ قریش کے لوگ چار ہزار کے لشکر کے ساتھ آ گئے، اور وہ مدینہ کے بالائی حصے میں رومہ پر جرف اور زغابہ کے درمیان سیلاب کے جمع ہونے کی جگہ رکے اور غطفان اور نجد میں سے ان کی پیروی کرنے والے چھ ہزار لوگوں کے ساتھ آئے یہاں تک کہ جبل احد کے کنارے بذنب نقمی پر ٹھہرے، جیسا کہ اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا ہے: ((واذا جاؤوکم من فوقکم ومن اسفل منکم))الاحزاب: ۱۰ [(1)]۔

مسلمانوں کا نکلنا اور ان کی تعداد:

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ موجود مسلمان بھی نکلے یہاں تک کہ اپنے پیٹھوں کو جبل سلع کے طرف کیا، اور اپنے چہروں کو دشمن کی جانب کیا، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پر اپنا پڑاؤ ڈالا، اور خندق ان کے اور دشمنوں کے درمیان، اور ان کی تعداد تین ہزار لوگوں پر مشتمل تھی، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے بارے میں حکم دیا اور انہیں بلند ٹیلوں پر پہنچا دیا گیا۔

اور اللہ رب العالمین نے مدینہ پر عبداللہ بن ام مکتوم[(2)] رضی اللہ عنہ کو جانشین مقرر فرمایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کا جھنڈا زید بن حارثہ کو اور انصار کا جھنڈا سعد بن عبادہ

([1]) دیکھیے سیرت ابن ہشام (242/3)، دلائل نبوت از امام بیہقی (400/3)۔

([2]) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر ابن ام مکتوم کو لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے مدینہ میں اپنے پیچھے چھوڑ جایا کرتے تھے اور وہ نابینا صحابی تھے چنانچہ ابوداؤد نے اپنی سنن میں حدیث نمبر 595 پر تخریج کیا ہے اور اس سے ابن الاثیر نے جامع الأصول (528/5) میں حسن سند کے ساتھ انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم کو لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے اپنے پیچھے مقرر کیا اور وہ نابینا تھے۔

رضی اللہ عنہ کو دیا، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وصیت کی کہ جب دشمن رات میں ان پر دھاوا بولیں تو ان کا شعار ہوگا "حم لا ینصرون"[1]۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹھہرنے کی جگہ اور احزاب کی آمد:

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چمڑے کا ایک خیمہ نصب کیا گیا، اور اس کی نگرانی کے لیے انصار کے کچھ لوگوں کو مقرر کیا گیا، عباد بن بشر رضی اللہ عنہ ان میں سے ایک تھے، وہ ہر رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی کرتے تھے، اسی فترہ میں احزاب بہت ہی بھاری لشکر کے ساتھ آ پہنچے ہیں جن کی تعداد تقریبا دس ہزار جنگجوؤں پر مشتمل ہوگی، ((ولما رای المؤمنون الاحزاب قالوا هذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله وما زادهم الا إيمانا وتسليما))، [الاحزاب:22]۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یعنی اللہ رب العالمین اور اس کے رسول نے قریبی فتح اور کامیابی سے پہلے جس آزمائش امتحان اور ابتلاء کا ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ یہی ہے اسی لئے اللہ نے فرمایا: ((وصدق الله ورسوله))[2]۔

خندق کو دیکھ کر مشرکوں کی دہشت اور ان کی جانب سے تیر چلایا جانا:

اور جب مشرکوں نے مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہا اور مدینہ میں داخل ہونا چاہا، تو انہوں نے اپنے اور اس کے درمیان بہت ہی چوڑی کھائی پائی، چنانچہ وہ ڈر گئے اور انہوں نے تعجب کیا، اور کہا

([1]) اس کی تخریج امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب الجہاد باب ماجاء في الشعار حدیث نمبر 1777 پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر 16615 پر کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اور امام بغوی شرح السنۃ (52/11) میں کہتے ہیں: اور جب رات کے وقت حملہ ہو اور مسلمان دشمن سے مل جائیں تو مسلمانوں کے امام کو چاہیے کہ وہ ایک علامت اور نشانی بنالیں اور وہ لوگ اسے کہہ کر دشمنوں سے الگ ہو جائیں۔

([2]) دیکھیے: تفسیر ابن کثیر (٣٩٢/٦)۔

اللہ کی قسم یہ تو بہت بڑی چال ہے،اور عرب کے لوگ ایسی چال نہیں چلتے تھے تو انہوں نے مسلمانوں کے محاصرہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

اور مشرک لوگ خندق کے ارد گرد چکر کاٹنے لگے، وہ کسی کمزور جگہ کی تلاش میں تھے جس سے وہ داخل ہو سکیں لیکن انہوں نے کوئی ایسی جگہ نہ پائی، تو وہ مسلمانوں سے لڑنے کے لئے قریب ہونے لگے، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ ان کے سامنے خندق کی رکھوالی کر رہے تھے اور مشرکوں کے گھومنے کو دیکھ رہے تھے، اور انہیں تیر سے مار کر دور کر رہے تھے، تاکہ کوئی بھی اس سے قریب ہونے کی جرات نہ کر سکے۔

اور وہ لوگ وہاں پر بیس سے زائد راتوں تک ایک مہینے کے قریب ٹھہرے رہے لیکن ان کے درمیان کوئی جنگ نہ ہوئی سوائے تیر برسانے کے اور محاصرے کے [1]۔

بنو قریظہ کی جانب سے عہد وپیمان کی پامالی:

پھر ابو سفیان ابن حرب نے حیی بن اخطب سے بات کی کہ وہ بنو قریظہ کے پاس جا کر انہیں کہیں وہ اپنے اور اللہ کے رسول کے درمیان موجود عہد وپیمان کو توڑ دیں، اور وہ آپ کے خلاف ان کے ساتھ ہو جائیں، چنانچہ حیی بن اخطب بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد قرظی کے پاس آیا ، چنانچے کعب نے اپنے آپ پر اپنے قلعے کا دروازہ بند کر لیا، اور حیی ابن اخطب سے ملاقات سے انکار کیا، لیکن حیی بن اخطب نے کعب بن اسد پر اصرار کیا اور ان کے دروازے کو پیٹ کر انہی آواز دیتا رہا، اے کعب تیری بربادی ہو میرے لئے دروازہ کھول دے، تو کعب نے کہا: ائے حیی تو بہت ہی منحوس آدمی ہے، اور میں نے محمد سے عہد وپیمان کیا ہے چنانچہ میں ان کے اور اپنے درمیان عہد کو نہیں توڑوں گا، اور میں نے ان کی جانب سے عہد وپیمان کا پورا کرنا اور سچائی پایا ہے۔

([1]) دیکھیے: الطبقات الکبری از ابن سعد (283/2)۔

حیی نے کہا: اے کعب تیری بربادی ہو تو دروازہ کھول میں تجھ سے بات کروں گا، اس نے کہا میں نہیں کھولوں گا، تو حیی نے کہا: اللہ کی قسم تو نے قلعے کا دروازہ مجھ پر اس لئے بند کیا ہے کیونکہ مجھے ڈر تھا کہ میں تیرے کھانے میں کھاؤں گا، چنانچہ اس نے دروازہ کھولا اور حیی داخل ہو گیا، اور کہا اے کعب تیری بربادی ہو میں تیرے پاس ہمیشگی کی طاقت اور ٹھاٹھے مارتی موجوں کی دریا لے کر آیا ہوں، میں تمہارے پاس قریش کی جانب سے ان کے سرداروں اور کمانڈروں کی طرف سے آیا ہوں، اور غطفان ان کے کمانڈروں اور سرداروں کی طرف، انہوں نے مجھ سے یہ عہد کیا ہے کہ وہ اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک کہ وہ محمد اور اس کے ساتھیوں کو ختم نہ کر دیں، تو کعب نے اس سے کہا: تو اللہ کی قسم میرے پاس زمانے کی ذلت اور بلا پانی بدلی لے کر آیا ہے جس کا پانی انڈیلا گیا ہے تو وہ چمک رہا ہے اور گرج رہا ہے اس میں کچھ ہے بھی نہیں، تیری بربادی ہو اے حیی تو مجھے چھوڑ دے میرے حال پر، کیونکہ میں نے محمد سے سچائی اور وفاداری کے علاوہ کچھ نہ دیکھا ہے، اللہ کی قسم اس نے ہمیں کسی دین کو اپنانے کے لئے مجبور نہیں کیا اور نہ ہی ہم سے مال لیا اور نہ ہی ہم محمد اور اس کے کسی کام کو ناپسند کرتے ہیں، اور تو تو ہلاکت کی جانب بلا رہا ہے، میں تجھے اللہ کی یاد دلاتا ہوں تو مجھ سے دور ہو جا۔

اور عمرو بن سعدی قرظی نے بات کی اور اس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاداری اور اس کے آپ سے عہد و پیمان کا ذکر کیا، تو اس نے کہا اے یہود کے لوگو! تم نے محمد سے اس بات پر عہد و پیمان کیا ہے کہ تم جان بوجھ کر اس کی خیانت نہ کرو اور ان کے خلاف کسی دشمن کی مدد نہ کرو، اور یہ کہ تم مدینہ پر دھاوا بولنے والے لوگوں پر ان کا ساتھ دو، تو تم ان کے ساتھ کئے گئے عہد و پیمان کو پورا کرو اگر تم ایسا نہ کرو تو تم اس کے اور اس کے دشمنوں کے درمیان سے ہٹ جاؤ اور انہیں اکیلا چھوڑ دو۔

لیکن حیی برابر کعب کو دھوکا دیتا رہا یہاں تک کہ اس نے اسے عہد و میثاق دیا کہ اگر قریش اور غطفان کے لوگ واپس لوٹ گئے اور محمد کا کچھ نہ بگاڑ سکے تو وہ اس کے ساتھ اس کے قلعے میں داخل ہو گا، اور اسے بھی وہ چیزیں پہنچے گی جو بنو قریظہ کو پہنچیں گے، اس لیے کعب بن اسد نے اپنے عہد کو توڑ دیا اور وہ اپنے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان عہد و پیمان سے بری ہو گیا۔

بنو قریظہ کے لوگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عقد والے صحیفے کو پھاڑ دیا، اور بنو قریظہ کے لوگ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے مشرکوں کے ساتھ ہو گئے [1]۔

اس سے ظاہر ہوا کہ بنو قریظہ کی طرف سے پہلے عہد و پیمان کو لازم پکڑنے کا اہتمام صرف اور صرف غداری کے انجام سے خوف کے طور پر تھا، چنانچہ جب انہیں معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کو ہر جانب سے گھیر لیا گیا ہے، اور اس کی خیانت پر مواخذہ کا کوئی اندیشہ نہیں ہے تو اس نے خیانت کو ظاہر کیا اور وہ حملہ کرنے والے مشرکوں کے ساتھ جا ملے [2]۔

زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا بنو قریظہ کے نقض عہد کی تحقیق:

چنانچہ جب بنو قریظہ کے عہد توڑنے کی خبر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر ابن عوام کو اس خبر کی تحقیق کے لیے بھیجا، چنانچہ شیخان نے اپنی صحیحین میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ احزاب کے دن مجھے اور عمرو بن ابی سلمہ کو عورتوں میں رکھا گیا، میں نے دیکھا کہ زبیر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر دو یا تین بنو قریظہ میں گئے چنانچہ جب میں واپس آیا تو میں نے کہا اے میرے والد میں نے آپ کو دیکھا آپ وہاں جا رہے تھے، انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے کیا تم نے مجھے دیکھا تھا، میں

([1]) دیکھیے: سیرت ابن ہشام (243/3)، الطبقات الکبری از ابن سعد (283/2)، دلائل نبوت از بیہقی (429/3)۔

([2]) دیکھیے: فقہ السیرہ از شیخ محمد غزالی (ص300)۔

نے کہا: ہاں! تو انہوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا، کون بنو قریظہ کے پاس جا کر ان کی خبر میرے پاس لائے گا، تو میں وہاں گیا چنانچے جب میں واپس ہوا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے اپنے والدین کو جمع کیا اور کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں[1]۔

اور صحیحین کی ایک دوسری روایت میں ہے، حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب والے دن فرمایا: کون ہے جو جا کر ان لوگوں کی خبر میرے پاس لائے، زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو جا کر ان لوگوں کی خبر میرے پاس لائے، زبیر نے کہا: میں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: کون ہے جو ان لوگوں کے پاس جا کر ان کی خبر میرے پاس لائے، زبیر نے کہا: میں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرے حواری زبیر ہیں[2]۔

فوائد حدیث:

حافظ ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں:

1-اس حدیث میں زبیر رضی اللہ عنہ کی فضیلت، ان کے دل کی قوت اور ان کے یقین کی سچائی کا بیان ہے۔

2-اور اس میں آدمی کا اکیلا سفر کرنے کا جواز بھی موجود ہے، اور اکیلا سفر کرنے سے ممانعت اس وقت ہے جب اس کی ضرورت نہ ہو[3]۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الفضائل باب مناقب زبیر ابن العوام میں حدیث نمبر 3720 اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب فضائل صحابہ باب من فضائل طا ءاوزبیر حدیث نمبر 2416 اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر 5620 میں کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ الخند ق حدیث نمبر 4113 اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب و فضائل صحابہ و فضائل حدیث نمبر 2415 میں کی ہے۔

([3])دیکھیے: فتح الباری (۱۴۰/۶)۔

دونوں سعد رضی اللہ عنہ ماکا قریظہ کی خبر سے متعلق مزید تحقیق:

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سعد، اوس کے سردار سعد بن معاذ اور خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو بھیجتے ہیں اور ان کے ساتھ عبداللہ بن رواحہ اور خوات بن جبیر رضی اللہ عنہما بھی ہوتے ہیں، اور ان سے کہا: ((تم جاؤ یہاں تک کہ دیکھنا جو ہمیں ان لوگوں کے بارے میں خبر ملی ہے وہ سچ ہے یا نہیں، اگر سچ ہے تو مجھے اشارہ دینا[1] میں پہچان جاؤں گا اور تم لوگوں کے اعضاء کو کمزور نہ کرنا، اور اگر وہ ہمارے اور ان کے درمیان کیے گئے عہد وپیمان کی وفاداری پر قائم ہوں، تو لوگوں کو بآواز بلند بتادینا))۔

چنانچہ وہ لوگ نکلے یہاں تک کہ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان لوگوں کو پہنچے ہوئے خبر سے زیادہ خبیث حرکت کرتے ہوئے پایا، اور انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا اور کہا ہمارے اور محمد کے درمیان کوئی عہد وپیمان نہیں ہے، ان لوگوں نے انہیں عہد وپیمان کے تجدید کی طرف دعوت دی، تو انہوں نے کہا: اب جب کہ ہمارا ایک پر ٹوٹ گیا ہے، وہ اپنے ٹوٹے ہوئے پر سے بنو نضیر کو مراد لے رہے تھے، تو سعد بن عبادہ رضی اللہ انہوں نے برا بھلا کہا، سعد بن معاذ نے سعد بن عبادہ سے کہا: تم انہیں برا بھلا کہنے سے رک جاؤ او ہمارے اور ان کے درمیان برا بھلا کہنے سے زیادہ بڑی بات ہے، پھر دونوں سعد اور ان کے ساتھ موجود لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے آپ کو سلام کیا پھر کہاں عضل اور قارہ یعنی اصحاب رجیع یعنی خبیب بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ عضل اور قارہ قبیلے کی غداری کے مانند ان کا بھی طرز عمل ہے۔ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر! اے مسلمانو تمہارے لیے خوشخبری ہے، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کپڑا اپنے اوپر ڈالا اور لیٹ

([1])اپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے مراد یہ ہے کہ تم واضح طور پر نہ بتا کر کے اشارے میں بتانا کیونکہ بسا اوقات وہ دشمن کی طاقت اور ان کی شدت کو بتائیں گے تو اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چاہا کہ مسلمانوں کو اس کی خبر نہ ہو، دیکھیے: النہایۃ(4/208)۔

گئے اور کافی دیر تک لیٹے رہے، پھر مسلمانوں پر آزمائش اور خوف کی شدت ہو گئی جب انھوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لیٹا ہوا دیکھا، اور انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ بنو قریظہ سے کوئی خیر والی خبر نہیں آئی ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: تمہارے لئے اللہ رب العالمین کی طرف سے فتح اور کامیابی کی خوشخبری ہے[1]۔

خوف کی شدت اور نفاق کا ظہور:

اور اس وقت مسلمانوں پر آزمائشیں بڑھ گئی اور خوف نے شدت اختیار کرلی، اور معاملات تنگ ہو گئے گ عورتوں اور بچوں پر خدشہ لاحق ہوا اور احزاب ان کے اوپر اور نیچے سے آ گئے، اور آنکھیں پتھرا گئیں اور دل حلق کو آ گئے، مومنوں کو ہر طرح کے خیالات آنے لگے اور وہ اسی طرح سے تھے جس طرح اللہ رب العالمین نے فرمایا ہے: ((اذا جاؤوكم من فوقكم ومن اسفل منكم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون بالله الظنونا،هنالك ابتلي المؤمنون وزلزلوا زلزالا شديدا))[الأحزاب: ١٠-١١]۔

اور سورۂ احزاب کا یہ حصہ اسلامی دعوت کی تاریخ اور مسلم جماعت کی تاریخ کے ایک نہایت عظیم واقعے کی وضاحت کرتا ہے، اور ایک سخت آزمائش کے موقعے کا منظر پیش کرتا ہے، اور وہ ہے غزوۂ احزاب (خندق)۔ اور جو شخص اس قرآنی بیان پر غور کرے —— اس واقعے کو بیان کرنے کے اسلوب پر، اس کے بیان میں پیش کیے گئے مناظر، واقعات، حرکات و کیفیات، اور ان پر کی گئی تعلیقات و تبصرات پر، اور جس طرح اس میں قدروں (اصولوں) اور الٰہی سنتوں کو نمایاں کیا گیا ہے —— تو وہ یہ بات بخوبی سمجھ لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کی تربیت واقعات کے ذریعے اور قرآن کے ذریعے بیک وقت فرما رہا تھا۔[2]

([1]) دیکھیے: سیرت ابن ہشام (244/3)، دلائل نبوت از امام بیہقی (429/3)۔

([2]) في ظلال القران (2832/5)۔

امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابن اسحاق نے سیرت میں حسن سند کے ساتھ محمد بن کعب قرظی کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: اہل کوفہ میں سے ایک نوجوان نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے کہا، اے ابو عبد اللہ: تم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور ان کی صحبت کی ہے؟

انہوں نے کہا: ہاں! اے میرے بھتیجے۔ اس نے کہا: تم کیا کرتے تھے۔

حذیفہ نے کہا: اللہ کی قسم ہم محنت کرتے تھے، اس نے کہا: اللہ کی قسم اگر ہم آپ کو پاتے تو ہم آپ کو زمین پے نہ چلنے دیتے ہم انہیں اپنے کندھوں پر بٹھاتے، حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے میرے بھتیجے اللہ کی قسم ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خندق میں شرکت کی،۔۔۔۔۔۔۔۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا کون شخص ہے جو کھڑا ہو اور یہ دیکھے کہ ان لوگوں نے کیا کیا پھر واپس آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے واپسی کی شرط لگا رہے تھے، میں اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں کہ وہ جنت میں میرا ساتھی ہو گا، تو لوگوں میں سے سخت خوف، بھوک اور ٹھنڈک کے سبب کوئی بھی کھڑا نہ ہوا[1]۔

اور نفاق ظاہر ہوا، اور جن لوگوں کے دلوں میں بیماری تھی وہ اپنے دل میں موجود باتوں کو بولنے لگے، یہاں تک کہ بعض لوگوں نے کہا: محمد ہم سے یہ وعدہ کرتے تھے کہ ہم کسریٰ اور قیصر کے خزانے کھائیں گے، اور آج ہم میں سے کسی شخص اپنے نفس پر اتنا بھی امن وحاصل نہیں ہے کہ وہ قضائے حاجت کے لیے چلا جائے۔

اوس بن قیظی کی بات:

اور اوس بن قیظی جو کہ بنو حارثہ بن حارث کے ایک فرد تھے، انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بے شک ہمارے گھر دشمنوں کے لیے بے پردہ ہو چکے ہیں، تو آپ

([1]) اس کی تخریج امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر 23334 پر اور ابن اسحاق نے سیرت (255/3) میں کی ہے۔

ہمیں اجازت دے دیجئے کہ ہم اپنے گھر جائیں کیونکہ وہ مدینہ سے باہر ہیں،اور ہم وہاں پر چوری کا خدشہ رکھتے ہیں،اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی کوئی ان میں سے اجازت طلب کرتا تو آپ ان کو اجازت دیتے ہیں، اور انہیں کے بارے میں اللہ رب العالمین کا یہ فرمان نازل ہوا:((واذ يقول المنافقون والذين فى قلوبهم مرض ما وعدنا الله ورسوله الا غرورا،واذ قالت طائفه منهم يا اهل يثرب لا مقام لكم فارجعوا ويستاذن فريق منهم النبى يقولون ان بيوتنا عوره وما هى بعوره ان يريدون الا فرارا))[الاحزاب:١٢-١٣]۔

ان منافقوں نے اس ہولناک پریشانی اور گھٹن پیدا کرنے والی سختی کے موقع کو اپنے دلوں کے اندر چھپی ہوئی حقیقت ظاہر کرنے کا ایک سنہری موقع سمجھا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ایسے وقت میں کوئی انہیں ملامت نہیں کرے گا۔اسی موقع کو انہوں نے کمزوری پھیلانے، حوصلے توڑنے،اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے وعدوں پر شک وشبہ ڈالنے کا ذریعہ بنالیا،اور وہ مطمئن تھے کہ کوئی ان سے ان باتوں کا مؤاخذہ نہیں کرے گا۔ ظاہری حالات بظاہر ان کے تضعیف اور تشکیک کے دعوے کی تصدیق کرتے دکھائی دیتے تھے، لہٰذا وہ اپنی نفسیاتی کیفیت کے لحاظ سے خود اپنے ساتھ "منطقی" محسوس کرتے تھے۔ وہب جیسے خوف وہول نے ان کے اوپر سے ظاہری ایمان وبناوٹ کا باریک پردہ ہٹادیا،اور ان کے کمزور ایمان کو لرزا کر رکھ دیا۔ پس انہوں نے اپنے دلوں کے اندر کا کفر و شک کھل کر ظاہر کر دیا، بغیر کسی لحاظ اور بناوٹ کے!

ایسے منافق اور افواہیں پھیلانے والے لوگ ہر جماعت میں پائے جاتے ہیں، اور سخت حالات میں ان کا رویہ بھی بالکل اپنے اُن پہلے بھائیوں (یعنی سابق منافقوں) جیسا ہوتا ہے۔ یہ لوگ

ہر زمانے اور ہر قوم میں بار بار پیدا ہونے والا ایک ہی نمونہ ہیں ـــــ جو مصیبت کے وقت کمزوری، بدگمانی اور مایوسی پھیلاتے ہیں۔[1]

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے سچے صحابہ کی حالت:

رہی بات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں موجود آزمائش اور پریشانی کو دیکھا تو آپ نے انہیں خوشخبری دینا شروع کی اور آپ فرمارہے تھے: ((اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے وہ یقیناً تم سے تشدد کو ختم کرے گا اور مجھے یہ امید ہے کہ میں بیت اللہ کا طواف امن وامان کے ساتھ کروں گا ، اور اللہ رب العالمین میرے لئے خانہ کعبہ کی چابیوں کو دیں گے، اللہ رب العالمین یقیناً کسریٰ اور قیصر کو ہلاک کریں گے، اور تم ان کے خزانوں کو اللہ کے راستے میں خرچ کروگے[2]۔

مدینہ کی حراست

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سلمہ بن اسلم کو دو سو لوگوں کے ساتھ بھیجتے اور زید ابن حارثہ کو تین سو لوگوں کے ساتھ بھیجتے تاکہ وہ مدینہ کی پہرہ داری کریں اور تکبیر بلند کریں، بنو قریظہ کے لوگوں سے عورتوں اور بچوں پر خدشے کی وجہ سے، اور ٹیلے والے لوگ بنو قریظہ سے خوف اور دہشت کی وجہ سے باری باری ہی سویا کرتے تھے تاکہ کہیں وہ ان لوگوں پر حملہ نہ کردیں[3]۔

([1]) دیکھیے: في ظلال القرآن (٥/٢٨٣٨)۔

([2]) دیکھیے: دلائل النبوہ از بیہقی (402/3)۔

([3]) دیکھیے: الطبقات الکبریٰ از ابن سعد (٢/٢٨٣)۔

ایک ضعیف روایت

امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں ضعیف سند کے ساتھ ہشام ابن عروہ کے حوالے سے ان کے والد سے انہوں نے صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں: جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خندق کے لیے نکلے تو آپ نے عورتوں اور بچوں کو اونچی جگہوں پر پہنچا دیا، ان کے ساتھ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی تھے، تو ہمارے پاس سے یہودیوں میں سے ایک شخص گزرا، اور وہ قلعے کا چکر لگانے لگا، اور بنو قریظہ نے جنگ شروع کر دیا تھا اور اپنے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہونے والے عہد و پیمان کو کاٹ دیا، اور ہمارے پاس کوئی دفاع کرنے والا نہ تھا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان اپنے دشمنوں کے سامنے تھے، جو ان کو چھوڑ کر اگر ہمارے پاس کوئی آئے تو آنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے، تو میں نے کہا: اے احسان یہودی جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو قلعے کے گرد چکر لگا رہا ہے اللہ کی قسم میں اس سے اس بات سے امن وامان میں نہیں ہوں کہ یہ ہمارے پیچھے موجود یہودیوں کو ہمارے بارے میں بتا دے، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ ہم سے بے پرواہ ہو گئے ہیں تو تم نیچے اترا اور اسے قتل کر دو، انہوں نے کہا: اللہ رب العالمین تمہاری بخشش کرے اے عبد المطلب کے بیٹی، اللہ کی قسم تم ہیں یہ معلوم ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکتا[1]۔

([1])امام سہیلی "الروض الانف" (433/3) میں کہتے ہیں کہ: بعض لوگوں نے حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس موقف کو اس بات پر محمول کیا ہے کہ وہ بہت زیادہ بزدل تھے جبکہ یہ صحیح بات نہیں ہے کیونکہ یہ خبر منقطع اسناد سے مروی ہے اور اگر یہ صحیح ہو ہوتا تو اس کی وجہ سے حسان رضی اللہ عنہ کی ہجو بیان کی جاتی اتی کیونکہ وہ شاعروں کی حج وبیان کرتے تھے جیسے درار اور ابن زبری وغیرہ کی اور وہ ان کا توڑ پیش کرتے تھے اور ان کا رد کرتے تھے تو مگر کسی نے انہیں بزدلی کی وجہ سے عار نہیں دلایا ہے اور نہ ہی یہ صفت کسی نے ان کے بیان کی ہے۔

اور ابن عبد البر استیعاب (405/1) میں کہتے ہیں: اور اکثر اہل اخبار اور سیر کہتے ہیں کہ حسان لوگوں میں سب سے بزدل تھے اور انہوں نے ان کے بزدلی کے سلسلے میں بہت ہی باتیں ذکر کی ہیں میں اس کے ذکر کرنے کو منکر ہونے کی وجہ سے ناپسند کرتا ہوں اور اگر وہ چیزیں حق ہوتی جو لوگوں نے کہی ہے تو اس کے ذریعے سے ان کی ہجو بیان کی گئی۔

وہ کہتی ہیں: جب میں نے اس کے پاس کچھ بھی نہ دیکھا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور پھر ایک ستون لیا اور پھر اس کی جانب قلعے سے اتر کر گئی اور اسے میں نے اس ستون سے مارا اور قتل کر دیا، پھر میں قلعے کی طرف واپس آئی تو میں نے کہا: حسان تم اس کی جانب جاؤ اور اس کے پاس موجود سامان (سلب) [1] لے لو مجھے اس کا سامان لینے سے اسی چیز نے منع کیا کیونکہ وہ آدمی تھا، تو انہوں نے کہا: اس کے سامان کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے[2]۔

حصار کی شدت اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غطفان قبیلے سے صلح کرنے کی کوشش:

اور جب لوگوں پر آزمائش اور محاصرہ بہت سخت ہو گیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غطفان قبیلے کے کمانڈر عیینہ بن حصن فزاری اور حارث بن عوف مری کے پاس پیغام بھیجا، کہ آپ ان سے صلح کرنا چاہتے ہیں اور انہیں مدینہ کے ایک تہائی پھل دیں گے، اس شرط پر کی کہ وہ اپنے پاس موجود لوگوں کے ساتھ واپس چلے جائیں تو ان لوگوں نے اسے قبول کر لیا اور اس پر رضامندی ظاہر ہوئی۔

چنانچہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو بھیجا اور آپ نے یہ بات ان سے ذکر کیا اور ان سے مشورہ کیا تو

([1]) سلب سے مراد وہ مال ہے جو جنگ میں ایک ساتھی اپنے دوسرے ساتھی کے اوپر موجود اسلحے کپڑے اور چوپائے وغیرہ کو لیتا ہے، دیکھیے: النہایۃ (348/2)۔

([2]) اس کی تخریج ابو یعلی نے اپنی مسند میں حدیث نمبر 683 اور امام حاکم نے مستدرک میں کتاب معرفۃ الصحابہ، باب ذکر شجاعۃ صفیۃ یوم الخندق حدیث نمبر 6952 اور اسے امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کا تعاقب یہ کہتے ہوئے کہا ہے: عروہ کیفیت سے ملاقات نہیں ہے ان کا زمانہ نہیں پایا تھا۔

ان دونوں نے آپ سے کہا: اے اللہ کے رسول کیا آپ یہ کام کرنا چاہتے ہیں؟ یا یہ اللہ رب العالمین کا حکم ہے جس کا کرنا ضروری ہے؟، یا آپ ہمارے لیے یہ کام کر رہے ہیں؟۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((نہیں بلکہ یہ کام میں تمہارے لئے کر رہا ہوں، اللہ کی قسم میں صرف اس لئے کر رہا ہوں کیوں کہ میں نے دیکھا عرب کے سارے لوگ تمہیں ایک تیر سے مار رہے ہیں، اور وہ تمہارے اوپر ہر طرف سے ٹوٹ پڑے ہیں، تو میں نے یہ ارادہ کیا کہ کسی طرح میں ان کی طاقت کو تم سے کم کر دوں))۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ہم اور یہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے تھے بتوں کی پوجا کرنے والے تھے ہم اللہ کی عبادت نہیں کرتے تھے اور مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے کبھی یہ لالچ دکھائی کہ وہ مہمان نوازی یا خرید و فروخت کے بعد ہمارے پھل کھائیں، اب جب اللہ نے ہمیں اسلام کی نعمت عطا کر دی ہے اور ہمیں ہدایت دے دی ہے اور ہمیں اللہ نے آپ کے ذریعے عزت دے دی ہے انہیں اپنا مال دے دیں؟!، اللہ کی قسم ایسا کرنے کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے، اللہ کی قسم ہم انہیں تلوار کے علاوہ کچھ نہ دیں گے یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کرے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم جانو اور تمہاری رائے[1]۔

مشرکوں میں سے کچھ لوگوں کا خندق کو پار کرنے کی کوشش:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان برابر خندق پر ڈٹے رہے، اور ان کے دشمنوں نے ان کا محاصرہ جاری رکھا، اور اب تک ان کے درمیان قتال نہ ہوئی سوائے تیر برسانے

([1]) اس کی تخریج امام بزار اور طبرانی نے دو سند سے کی ہیں جو کہ دونوں ہی حسن ہیں، مزید دیکھیں: مجمع الزوائد (132/6)۔
اور دیکھیے: سیرت ابن ہشام (246/3)، الطبقات الکبری از ابن سعد (286/2)، زاد المعاد (244/3)، الروض الانف (417/3)

کے، یہاں تک کہ قریش کے کچھ گھوڑ سوار قتال کے ملتبس ہو جانے کے بعد اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر نکلے، جن میں عمرو بن ود، عکرمہ بن ابی جہل، ہبیرہ بن ابی وہب، نوفل بن عبداللہ اور ضرار بن خطاب شامل تھے، پھر وہ لوگ اپنے گھوڑوں کو تیز کر کے متوجہ ہوئے یہاں تک کہ خندق پر رک گئے پھر انہوں نے ایک تنگ جگہ دیکھا اور اسے پار کر لیا اور ان کے گھوڑے خندق اور سلع[1] کے درمیان ایک نمکین جگہ میں گردش کرنے لگے، تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے کچھ لوگوں کے ساتھ ان کی جانب بڑھے، اور ان کے اندر آنے کی جگہ کو ان سے روک دیا۔

عمرو بن ود کا علی بن ابی طالب کے ہاتھوں قتل ثابت نہیں ہے:

اور پھر عمر بن ود لڑائی کے لیے بلانے لگا، وہ اس وقت نوے سال کا تھا اور وہ عرب کے بہادر گھوڑ سواروں میں سے تھا۔

انہوں نے بدر والے دن قتال کیا تھا یہاں تک کہ زخم سے بیٹھ گیا تھا، پھر انہوں نے احد میں شرکت نہ کی تھی جب خندق کا دن آیا تو وہ علامت لگا کر نکلے تاکہ ان کی مکانت کو پہچان لیا جائے، چنانچہ جب انہوں نے آواز دی تھی کہ ان سے کون قتال کرے گا؟ تو علی بن ابی طالب نے کہا تھا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سے قتال کروں گا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا تھا: تم بیٹھ جاؤ وہ عمرو بن ود ہے۔ چنانچہ عمرو بن ود نے دوسری مرتبہ آواز لگائی، کہ کون مقابلہ کرے گا؟ تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے نبی میں، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: بیٹھ جاؤ یہ عمرو بن ود ہے، پھر عمرو بن ود نے تیسری مرتبہ آواز دی کون مقابلہ کرے گا؟

([1]) سلع س کے زبر اور لام کے سکون کے ساتھ مدینہ میں ایک معروف پہاڑ کا نام ہے، دیکھیے: فتح الباری (194/3)۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے نبی میں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی اور انہیں اپنی تلوار دی اور عمامہ پہنایا اور فرمایا: اللہ تو اس کے خلاف انکی مدد فرما، اب علی رضی اللہ عنہ اس کی جانب بڑھے اور وہ کہہ رہے تھے:

لا تعجلن فقد أتا ك مجيب صوتك غير عاجز
ذو نبهة وبصيرة والصدق منجا كل فائز

تو عمر بن ود نے ان سے کہا: تم کون ہو؟

انہوں نے کہا: میں علی بن ابی طالب ہوں۔

تو عمرو بن ود نے کہا: کیا تمہارے چچوں میں سے کوئی تم سے زیادہ عمر والا ہے، تمہارے والد تو میرے ساتھی تھے اس لئے میں تم سے لڑائی نہیں کرنا چاہتا۔

علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمرو بے شک تم نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ قریا کا کوئی بھی شخص اگر تمہیں دو باتوں کی طرف بلائے تو تم اسے قبول کر لوگے، تو اس نے ان سے کہا: ہاں۔

علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہیں اللہ کی جانب اور اس کے رسول کی جانب اور اسلام کی جانب بلاتا ہوں۔

اس نے کہا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے علی رضی اللہ عنہ نے کہا تو میں تمہیں ہیں اپنے برابر سے قاتل کرنے کی جانب بلاتا ہوں۔ تو اس نے ان سے کہا: اے میرے بھتیجے کیوں؟ اللہ کی قسم میں تم کو نہیں قتل کرنا چاہتا۔

علی رضی اللہ عنہ نے کہا: مگر اللہ کی قسم میں تجھے قتل کرنا چاہتا ہوں، تو عمرو بن ود اس وقت غصے میں آگیا اور وہ اپنے گھوڑے سے کودا اور اپنی تلوار کو سونتا، اور اس نے اپنے گھوڑے کو قتل کر دیا اور اس کے چہرے کو مارا پھر علی رضی اللہ عنہ کی طرف غصے میں بڑھا، تو علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ڈھال کو اس کے سامنے کیا، تو عمرو نے ڈھال میں مار کر اسے توڑ دیا اور اس میں تلوار کو داخل کر دیا، اور ان کے سر پر لگی تو وہ زخمی ہو گئے، علی رضی اللہ عنہ نے اسے اس کے کندھے پر مارا جس سے وہ

گرپڑااور غبار اڑنے لگااور انہوں نے تکبیر کہی،اور مسلمانوں نے جان لیا کہ انہوں نے اسے قتل کر دیاہے پھر جب علی رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جانب آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔

اور باقی سبھی مشرک شکست خوردہ ہو کر بھاگ نکلے انہوں نے اپنے گھوڑوں کو خندق میں بھاگنے کے لیے کدادیا،اور انہیں اتنا رعب لاحق ہوا کہ عکرمہ بن ابی جہل نے بھاگتے ہوئے اپنے نیزے کو چھوڑ دیا[1]۔

میں کہتاہوں: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا عمرو بن ود کو قتل کرنے کا قصہ صحیح طریق سے ثابت نہیں،اور وہ حقیقت جو اس کی تاکید کرتی ہے کہ اعلیٰ بن ابی طالب گھوڑ سوار تھے مسلمانوں کے بہادروں میں سے بہادر تھے لیکن اس غیر ثابت روایت کی حاجت کے بغیر،اور اس قصہ میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہادر صحابہ کی بہادری میں ظاہری عیب بھی لازم آتا ہے، جیسے زبیر ابن العوام،ابو دجانہ،مقداد بن عمرو،سعد بن معاذ وغیرہ جن کی بہادری ہر موقع پر ظاہر ہوئی تو کیاان کے بارے میں یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ عمر ابن ود کے قتال سے بزدل ہو گئے ہوں۔

نوفل بن عبداللہ کا قتل:

اور نافع بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی خندق کو پار کرنے کے ارادے سے آگے بڑھے،تو وہ اسی میں گرپڑے اور مر گئے اور یہ بھی کہا گیاہے کہ ان پر زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے تلوار سے وار کیا تھا،اور انہیں مار کر دو ٹکڑے کر دیا تھا،اور یہ بات مشرکوں کو بڑی معلوم ہوئی تو انہوں نے اللہ

([1])علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے عمرو بن ود کو قتل کرنے کا قصہ امام حاکم نے مستدرک میں حدیث نمبر 4385 پر تخریج کیا ہے اور اسے ابن اسحاق نے سیرت (248/3) میں بغیر سند کے تخریج کیا ہے۔

امام البانی سلسلہ ضعیفہ (577/1) میں کہتے ہیں: علی رضی اللہ عنہ کے عمرو بن ود کے ساتھ لڑائی اور ان کی جانب سے اس کے قتل کیے جانے کے قصے کے بارے میں مجھے کوئی مسند اور صحیح سند معلوم نہیں ہے بلکہ وہ مرسل اور معضل کے باب سے ہے۔

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ تم ہمارے پاس ان کی باڈی کو بھیجو اور ہم تمہیں دس ہزار یا بارہ ہزار درہم دیں گے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہمیں اس کے جسم اور اس کی قیمت کی کوئی ضرورت نہیں"، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا: "تم ان کے مردے کو انہیں دے دو، یہ خبیث مردہ ہے، اس کی دیت بھی خبیث ہے اور ہم مردوں کی قیمت نہیں کھاتے"، چنانچہ اس کے اور ان کے درمیان سے آپ ہٹ گئے [1]۔

وہ صحابی جنہیں سانپ نے قتل کیا:

مسلمانوں اور کافروں کے درمیان لڑائی جاری تھی، اور بعض صحابہ اپنے گھر جاکر اپنے اہل خانہ کے احوال معلوم کرنے کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کر رہے تھے، تو انصار کے نوجوانوں میں سے ایک نوجوان نے اپنے گھر جانے کی اجازت طلب کی، اور اس نے اپنے گھر میں ایک سانپ پایا اور اس پر نیزے سے وار کیا، تو وہ بھی اس پر کود پڑا اور اسے قتل کر دیا اور وہ مر گئے، چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ہشام بن زہرہ کے غلام ابو سائب سے کہا: اس گھر میں ایک نوجوان تھا جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی، اور ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خندق کے لیے نکلے، تو وہ نوجوان اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دوپہر کے وقت اپنے گھر آنے کی اجازت طلب کرتا تھا، اس نے ایک دن گھر آنے کی اجازت طلب کی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے

([1]) زبیر ابن عوام کے نوفل ابن عبد اللہ ابن مغیرہ کو قتل کرنے کا قصہ امام بیہقی نے دلائل نبوت میں اور ابن سعد نے طبقات میں تخریج کیا ہے۔

اور امام احمد نے مسند میں ضعیف سند کے ساتھ حدیث نمبر 230 پر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے تخریج کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے خندق کے دن مشرکین میں سے ایک شخص کو قتل کیا اور انہوں نے اس کے بدبودار جسم کا فدیہ دیا؟؟؟؟؟ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں اس کا بدبودار جسم دے دو کیونکہ اس کا جسم بدبودار ہے اور اس کی دیت بھی خبیث ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کچھ بھی قبول نہ کیا

فرمایا تم اپنی تلوار (ہتھیار) لے لو کیوں کہ مجھے تمہارے اوپر قریظہ سے ڈر لگتا ہے، چنانچے انہوں نے اپنی ہتھیار لی اور اپنے گھر کے لئے واپس ہو گئے، انہوں نے دیکھا کہ ان کی بیوی دونوں دروازوں کے درمیان کھڑی ہے، تو اسے غیرت آ گئی اور وہ نیزہ لے کر اس کی طرف بڑھا تا کہ اسے مارے، تو اس نے اس سے کہا: تم اپنے نیزے کو روک لو گھر میں جاؤ دیکھو مجھے کس چیز نے نکالا ہے، تو جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے بستر پر بیٹھا ہوا ایک عظیم سانپ دیکھا، تو اس کی جانب تیزی سے بڑھے اور اسے مارا اور اسے لے کر باہر نکلے پھر اسے گھر میں پھینکا اور اس نے ان پر حملہ کر دیا تم مجھے نہیں پتہ کہ ان دونوں میں سے پہلے کون مرا سانپ یا نوجوان تو ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ہم نے آپ کو اس بات کی خبر دیں اور ہم نے کہا آپ اللہ تعالی سے دعا کر دیجیے کہ اسے زندہ کر دے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کے لیے مغفرت کی دعا کرو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک مدینہ میں کچھ جن اسلام قبول کر چکے ہیں، جب تم کوئی ایسی چیز دیکھو تو تین دن تک انہیں اجازت دو، اگر تمہارے لئے اس کے بعد ظاہر ہو تو اسے اقتل کر دو کیوں وہ شیطان ہے[1]۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا زخم

مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جنگ جاری تھی اسی دوران حبان بن عرقہ نے سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کو تیر ماری جو ان کی بازو کے درمیان ایک رگ پر جا لگی۔

امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حسن سند کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں: میں خندق کے دن لوگوں کے قدموں کے نشان دیکھنے نکلی، تو میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئی، ان کے ساتھ ان کے بھتیجے حارث ابن

([1])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب قتل الحیات وغیرہ باب قتل الحیات میں حدیث نمبر 2236 پر اور امام طحاوی نے اس کی تخریج شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر 2938 پر کی ہے۔

اوس بھی تھے، جو ڈھال اٹھائے ہوئے تھے، میں زمین پر بیٹھ گئی تو سعد وہاں سے گزرے ان کے بدن پر لوہے کی زرہ تھی، اس کے کنارے اس میں سے نکلے ہوئے تھے، تو مجھے سعد کے کنارے کے بارے میں خدشہ ہوا، انہوں نے کہا: سعد لوگوں میں بھاری بھرکم اور سب سے لمبے تھے وہ یہ کہتے ہوئے گزرے:

لبس قليلا يدرك الهيجا حمل ما احسن الموت اذا حان الاجل

آپ رضی اللہ عنہا نے کہا: اور سعد کو قریش کے مشرکوں میں سے ایک شخص نے تیر سے مارا جسے حبان بن عرقہ کہا جاتا تھا، چنانچہ انہوں نے اس سے کہا: اسے لے لو میں ابن عرقہ ہوں، چنانچہ وہ تیر ان کے بازو کے ایک رگ میں لگی، اور اس نے اسے کاٹ دیا[1]۔

اور امام مسلم کی صحیح میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور یہ روایت طحاوی کے یہاں شرح مشکل الآثار میں بھی ہے، اور لفظ انہی کا ہے جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آگ سے داغا، تو اس کے ہاتھ سوج گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا اور اس سے خون نکلا آپ نے اسے پھر داغا پھر ان کے ہاتھ سوج گئے، جب سعد نے ایسا دیکھا تو کہا اے اللہ تو میری جان کو اس وقت تک نہ نکالنا جب تک کی بنو قریظہ کے بارے میں میری آنکھ ٹھنڈی نہ ہو جائے، اور وہ لوگ جاہلیت میں ان کے دوست اور حلیف ہوا کرتے تھے، پھر ان کی رگ صحیح ہو گئی، اور اس سے کوئی خون کا قطرہ نہ گرا یہاں تک کہ وہ لوگ سعد رضی اللہ عنہ کے حکم پر اترے[2]۔

([1])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (25097) اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں کتاب مناقب الصحابہ باب ذکر وصف دعاء سعد ابن معاذ حدیث نمبر (7028) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب السلام باب لکل داء دواء میں حدیث نمبر (2208) اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر (3579) پر کی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: اور اللہ رب العالمین نے اپنے ولی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی دعا بنو قریظہ کے سلسلے میں قبول کرلی، اللہ رب العالمین نے ان کے آنکھ کو ٹھنڈا کیا، اور ان کے درمیان اپنی قدرت اور آسانی سے فیصلہ کیا، اور انہیں ایسا بنایا کہ وہی ایسا طلب کر رہے تھے جیسا کہ اس کا بیان آگے کیا جائے گا، چنانچہ انہوں نے ان کے جنگجوؤں کو قتل کرنے کا حکم دیا اور بچوں کو قیدی بنانے کا حکم دیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تحقیق کہ تم نے ان کے بارے میں ساتوں آسمان کے اوپر اللہ کے حکم کا فیصلہ کیا ہے)) [1]۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سعد بن معاذ کو مسجد میں اٹھا کر لے جایا جائے، تاکہ وہاں پر ان کی تیمارداری ہو سکے اور آپ انہیں قریب سے عیادت کر سکیں، چنانچہ شیخان نے اپنی صحیحین میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں، سعد رضی اللہ عنہ خندق کے دن زخمی ہوئے، انہیں قریش کے ایک شخص نے تیر مارا جسے حبان ابن عرقہ کہا جاتا تھا، اس نے انہیں بازو کے ایک رگ میں تیر ماری تھی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ان کے لئے خیمہ نصب کیا تاکہ آپ ان کی عیادت قریب سے کر سکیں [2]۔

اور طحاوی کی روایت میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے وہ کہتے ہیں: تاکہ آپ کے لیے ان کی عیادت کرنا قریب ہو جائے [3]۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الأحزاب حدیث نمبر (4122) اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد والسیر باب جواز قتال من نقض العہد حدیث نمبر (1769) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں حدیث نمبر (5007) پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں حدیث نمبر (5007) پر کی ہے۔

رفیدہ الاسلمیہ زخمیوں کا علاج کر رہی ہیں:

اور زخمیوں کو علاج کرنے والی خاتون رفیدہ الاسلمیہ تھیں، امام بخاری نے الأدب المفرد میں صحیح سند کے ساتھ محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: جب خندق کے دن سعد کو بازو کے ایک حصے میں تیر لگی، تو وہ بہت زیادہ زخمی ہو گئے، لوگوں نے انہیں ایک خاتون کے پاس علاج کی غرض سے لایا، جسے رفیدہ کہا جاتا تھا وہ زخمیوں کا علاج کرتی تھیں[1]۔

قتال کا استمرار اور نماز کا فوت ہونا:

اور جب مشرکوں پر وہ جنگ بھاری ہو گئی، انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ صبح سارے لوگ واپس ہو جائیں گے اور ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہے گا، چنانچہ وہ لوگ اپنے ساتھیوں کو تیار کرنے لگے، پھر وہ خندق پر طلوع شمس سے پہلے پہنچ گئے، اور وہ اس کے گرد اپنے اپنے لشکروں کو پھیلانے لگے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو جنگ کے لئے تیار کیا، اور ان سے وعدہ کیا اگر وہ صبر کریں گے تو کامیاب ہونگے، چنانچہ مشرک لوگ وں نے ہر جانب سے خندق کو گھیر لیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کے پاس ایک بڑی لشکر کو بھیجا جس میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے، چنانچہ ان لوگوں نے پورہ دن رات ہونے تک قتال کیا، مسلمان اپنی جگہ نہیں چھوڑ سکتے تھے، اور نہ ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے عصر کی نماز غروب شمس سے پہلے پڑھی تھی، پھر مشرک لوگ بکھر کر اپنے پڑاؤ کی جگہ واپس ہو گئے اور مسلمان اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کے پاس گئے، اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے خندق پر دو سو مسلمانوں کے ساتھ قیام کیا، چنانچہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مشرکوں کے کچھ لوگوں کو لے کر واپس آئے، وہ

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے الادب المفرد میں حدیث نمبر (863) اور امام ابن سعد نے اپنی طبقات (227/3) میں حدیث نمبر پر کی ہے۔

مسلمانوں کے غفلت کے وقت کو تلاش کررہے تھے، چنانچہ دونوں فریق کچھ دیر تک ایک دوسرے سے بھڑتے رہے، پھر وحشی بن حرب نے بنو سلمہ کے طفیل بن نعمان کو اپنے چھوٹے نیزے سے مارا اور انہیں قتل کر دیا، اور وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور اس کے بعد کوئی جنگ نہ ہوئی یہاں تک کہ مشرک لوگ واپس ہو گئے، لیکن رات میں وہ کچھ لوگوں کو بھیجتے تھے تاکہ غفلت کا وقت انہیں مل سکے۔

پھر جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خیمے میں گئے تو آپ نے اپنے صحابہ کو جمع کیا اور انہیں عصر کی نماز پڑھائی پھر مغرب کی نماز پڑھائی[1]۔

شیخان نے اپنی صحیحین میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب خندق والے دن سورج کے غروب ہونے کے بعد آئے اور وہ کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے، انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی صلی علیہ وسلم میں عصر کی نماز اس وقت تک نہیں پڑھ سکا جب تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب پہنچ گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم میں نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے، ہم وادی بطحان[2] کی جانب گئے اور ہم نے نماز کیلئے وضو کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وضو کیا، پھر آپ نے سورج غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھی پھر اس کے بعد مغرب کی نماز ادا کی[3]۔

اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں مشرکوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز عصر سے روک دیا یہاں تک کہ سورج سرخ

([1]) دیکھیے: الطبقات الکبری از ابن سعد (283/2)، دلائل نبوت از امام بیہقی (402/3)۔

([2]) حافظ ابن حجر فتح الباری (267/2) میں لکھتے ہیں: بطحان پہلے پیش اور بعد میں سکون کے ساتھ مدینہ میں ایک وادی ہے۔

([3]) اس کے تخریج امام بخاری نے کتاب الصلاۃ باب من صلی بالناس جماعۃ بعد ذھاب الوقت میں حدیث نمبر (596) اور اسے امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب الدلیل لمن قال الصلاۃ الوسطی ھی صلاۃ العصر میں حدیث نمبر (631) اور اسے ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب الصلاۃ باب صلاۃ الخوف میں حدیث نمبر (2889) اور امام بغوی نے شرح السنۃ (396) میں حدیث نمبر پر کی ہے۔

ہو گیا یا زرد ہو گیا، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے ہمیں درمیانی نماز نماز عصر[1] سے مشغول کر دیا، اللہ رب العالمین ان کے قبروں کو اور پیٹ کو آگ سے بھر دے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے پیٹ کو اور قبروں کو آگ سے بھر دیا[2]۔

اور ایک دوسری روایت میں صحیح مسلم کے اندر ہے علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر کو دونوں عشاء یعنی مغرب اور عشاء کے درمیان ادا کی"[3]۔

اور بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ ان کی ظہر عصر اور مغرب کی نماز فوت ہوئی تھی، اور انہوں نے رات کا بہت حصہ گزر جانے کے بعد اسے ادا کیا تھا، چنانچہ امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں مسلم کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں، ہمیں خندق والے دن نماز سے روک لیا گیا یہاں تک کہ جب مغرب کا وقت تھا اور رات کا زیادہ حصہ چلا گیا تو ہمیں فرصت ملی، اسی بارے میں اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا ہے: ((وكفى الله المؤمنين القتال وكان الله قويا عزيزا))[الاحزاب: ٢٥]۔ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو بلایا اور انہوں نے نے ظہر کی نماز کے لئے اقامت کہی اور اس کی نماز ادا کی، اور بہترین انداز میں نماز ادا کی جیسے آپ اسے اس کے وقت میں پڑھا کرتے تھے، پھر آپ نے حکم دیا اور انہوں نے عصر کے لیے اقامت کہی

([1]) حافظ ابن حجر فتح الباری (9/ 55) میں کہتے ہیں نماز استہ سے نماز عصر کا مراد ہونا ہی معتمد قول ہے یہ قول ابن مسعود اور ابو ہریرہ کا ہے اور ابو حنیفہ کے مذہب میں صحیح یہی ہے اور یہ امام احمد کا ایک قول ہے اور اسی جانب اس سلسلے میں حدیث کے صحیح ہونے کی وجہ سے بیشتر شافعیہ بھی گئے ہیں۔

اور امام ترمذی نے اپنے جامع (229/1) میں کہا ہے کہ یہ صحابہ کرام میں سے اکثر علماء کا قول ہے۔

([2]) اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ باب الدلیل لمن قال الصلاۃ الوسطی ھی صلاۃ العصر حدیث نمبر 628 پر کی ہے۔

([3]) اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب المساجد و مواد الصلوۃ میں باب الدلیل من قال الصلوۃ الوسطی ھی صلاۃ العصر حدیث نمبر 627 حدیث نمبر 205 پر کی ہے۔

پھر آپ نے اسے پڑھا اور اچھے انداز میں پڑھا اسی طرح جس طرح آپ اسے اس کے وقت میں پڑھتے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا اور انہوں نے مغرب کی اقامت کہی اور آپ نے اسے اسی طرح سے ادا کیا، راوی کہتے ہیں: اور یہ نماز خوف کے حکم کے متعلق فرمان باری تعالی: ((فرجالا او رکبانا))[البقرۃ:۲۳۸]، کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے[1]۔

اور امام احمد نے اپنی مسند میں انقطاع کے سبب ضعیف سند کے ساتھ ایک روایت نقل کیا ہے مگر وہ حسن لغیرہ کے درجہ تک اپنے شواہد کے ساتھ پہنچ جاتی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں: مشرکوں نے خندق والے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازوں[2] سے روک لیا یہاں تک کہ رات کا اتنا حصہ گزر گیا جو اللہ رب العالمین نے چاہا تو آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور آپ نے اذان دی پھر انہوں نے اقامت کہی اور آپ نے ظہر کی نماز پڑھی پر اقامت کہی اور عصر کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہی اور مغرب کی نماز پڑھائی پھر اقامت کہی اور عشاء

([1])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر 11465 اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب الصلاۃ باب وصلاۃ الخوف میں حدیث نمبر 2890 پر کی ہے۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری (267/2) میں کہتے ہیں کہ ان کا کہنا "اربع" اس میں تجوز ہے کیونکہ عشاء کی نماز فوت نہیں ہوئی تھی یا عمری کہتے ہیں کچھ لوگ صحیحین کی روایت کو راجح قرار دیتے ہیں اور اس کی تصریح ابن العربی نے کی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ بے شک جو نماز فوت ہوئی تھی وہ ایک ہی نماز تھی جو کہ عصر کی نماز تھی۔

میں کہتا ہوں: یعنی حافظ ابن حجر اور اس کی تائید صحیح مسلم میں موجود حضرت علی کی حدیث سے ہوتی ہے کہ انہوں نے ہمیں درمیانی نماز یعنی نماز عصر سے مشغول کر دیا وہ کہتے ہیں کہ انہیں میں سے کچھ لوگ اس طرح جمع کرتے ہیں کہ خندق کا واقعہ کئی دنوں پر مشتمل تھا تو ایسا ان دنوں میں کئی محنت تلف اوقات میں واقع ہوا وہ کہتے ہیں اور یہ زیادہ بہتر ہے۔

میں کہتا ہوں: یعنی ابن حجر ان کے قریب اتا ہے کہ ابو سعید اور ابن مسعود کی دونوں روایتیں ان میں عمر رضی اللہ عنہ کے قصے کی بات نہیں ہوئی ہے بلکہ اس میں اس بات کا ذکر ہے کہ ان کا نماز کا قضا کرنا مغرب کے وقت کے نکلنے کے بعد ہوا تھا۔

کی نماز پڑھائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور فرمایا: "زمین پر کوئی اور لوگ نہیں ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہوں تمہارے علاوہ"[1]۔

نعیم بن مسعود کا قبول اسلام اور ان کا مشرکوں کو دھوکا دینا:

اور جب مسلمان اس خوف اور شدت کی حالت میں تھے جسے اللہ رب العالمین نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ کس طرح سے ان کے دشمنوں کی کثرت تھی اور کس طرح انہوں نے ایک ہی تیر سے حملہ کیا تھا، اسی وقت اللہ رب العالمین نے ایک معاملہ مہیا کیا وہ تھا نعیم بن مسعود الاشجعی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام۔

آیئے ہم آپ کو نعیم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے کرتے ہیں وہ اس معاملے کے بارے میں خود سے آپ کو بتائیں، انہوں نے کہا کہ جب احزاب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو میں بھی اپنی قوم کے ساتھ اپنی دین پر رہتے ہوئے گیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جانتے تھے اللہ تعالی نے میرے دل میں اسلام کو ڈال دیا اور میں نے اس کو اپنی قوم سے چھپا کے رکھا، اور میں نکلا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مغرب اور عشاء کے درمیان آیا تو میں نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو بیٹھ گئے اور کہا: اے نعیم تم یہاں کیوں آئے ہو؟

([1])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر 3555 اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب الصلاۃ باب ماجاء في الرجل تفو ته الصلوات بأيتهن يبدأ؟ میں حدیث نمبر 177 ، اور اس کی تخریج امام طیالسی نے اپنی مسند میں حدیث نمبر 331 اور اس کے تخریج امام نسائی نے سنن کبری میں کتاب ابواب قضاالفوائت باب کیف یقضي الفائت من الصلاۃ میں حدیث 1602 پر کی ہے اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ عبداللہ کی حدیث کی سند میں کوئی حرج نہیں ہے سوائے اس کے کی ابو عبیدہ نے عبداللہ سے نہیں سنا ہے میں کہتا ہوں لیکن کثرت شواہد کی وجہ سے یہ مضبوط ہو جاتا ہے انہی میں سے ابو سعید خدری کی بھی حدیث ہے جو ابھی تھوڑی دیر پہلے گزری ہے۔

میں نے کہا: میں آپ کی تصدیق کرنے کے لئے آیا ہوں تاکہ میں یہ گواہی دوں کہ آپ جو لے کر آئے ہیں وہ حق ہے، اے اللہ کے رسول آپ مجھے جو چاہیں حکم کریں۔

اور بیہقی دلائل میں ایک روایت کے اندر ہے نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اسلام قبول کر چکا ہوں، اور میری قوم میں سے کوئی اس بارے میں نہیں جانتا تو آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ہمارے پاس صرف ایک آدمی ہو تو ہماری طرف سے جس طرح چاہو انہیں دھوکا دو کیونکہ جنگ دھوکے کا نام ہے[1]۔

نعیم کہتے ہیں: لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے اجازت دیجیے میں ایک بات کہوں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تمہیں جو اچھا لگے وہ کہو تم آزاد ہو، تو نعیم رضی اللہ عنہ نکلے یہاں تک کہ بنو قریظہ کے پاس گئے اور وہ جاہلیت میں ان کے دوست تھے، انہوں نے کہا اے بنو قریظہ تم نے اپنے ساتھ میری محبت کو جان لیا ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان بہت اچھا تعلق ہے انہوں نے کہا: تم سچ کہتے ہو تم ہمارے نزدیک متہم نہیں ہو، تو انہوں نے ان سے کہا بے شک قریش اور غطفان کے لوگ تمہاری طرح نہیں ہے، یہ شہر تمہارا ہے اس میں تمہارے مال ہیں تمہارے بیٹے ہیں تمہاری عورتیں ہیں، تم یہاں سے کہیں اور جانے کی طاقت نہیں رکھتے، اور قریش اور غطفان کے لوگ محمد اور ان کے ساتھیوں سے جنگ کرنے کے لیے آئے ہیں، اور تم نے ان لوگوں کی ان کے خلاف مدد کی ہے، اور ان کا شہر ان کے مال ان کی عورتیں یہاں نہیں ہیں وہ تمہاری

([1])اور اس حدیث میں جنگ کے دوران احتیاط کو اپنانے اور کافروں ک مقابلے چالبازی اختیار کرنے پر ابھارا گیا ہے اور یہ کہ جو اس سلسلے میں خبردار نہیں ہوگا وہ اس بات سے مامون نہیں ہوگا کہ اس کے خلاف ہی معاملہ اجائے اور اس میں جنگ کے وقت رائے کے استعمال کی طرف بھی اشارہ ہے امام نووی مسلم کی شرح میں کہتے ہیں کہ اور علماء نے جنگ کے دوران جس طرح بھی ممکن ہو کافروں کو دھوکہ دینے اور ان کے ساتھ چالبازی اختیار کرنے کے جائز ہونے پر اتفاق کیا ہے الا یہ کہ اس کی وجہ سے عہد وپیمان کا توڑنا لازم اجائے تو ایسا کرنا جائز نہ ہوگا۔
اور اپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان جنگ چال بازی کا نام ہے اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں حدیث نمبر 3030 پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر 1739 پر کی ہے۔

طرح نہیں ہے اگر وہ موقع پائیں گے تو انہیں قتل کریں گے اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا تو وہ اپنے شہروں کو بھاگ جائیں گے اور تمہارے اور ان کے درمیان اسی شہر میں تمہیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور ان سے لڑنے کی طاقت اکیلے تم میں نہیں ہوگی، تو تم ان سے قطع تعلق نہ کرو یہاں تک کہ تم ان کے سرداروں سے کوئی چیز گروی (رہن) [1] نہ رکھادو، تاکہ وہ تمہارے ہاتھ میں رہے اور تم ان پر بھروسہ کرو اور تم محمد سے ان کے ساتھ ملکر قتال کرو یہاں تک کہ تم ان سے جنگ کرو تو انہوں نے ان سے کہا: تم نے بہت اچھی بات کہی ہے۔

پھر نعیم رضی اللہ عنہ آئے اور قریش کے پاس پہنچے تو انہوں نے ابو سفیان بن حرب اور ان کے ساتھ موجود قریش کے لوگوں سے کہا: ((تم نے اپنے لئے میری محبت اور محمد سے میری جدائی کو جان لیا ہے، اور مجھے یہ بات پہنچی ہے اور مجھ پر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وہ بات میں تمہیں تمہاری خیر خواہی کرتے ہوئے بتادوں، تو تم اسے چھپائے رکھنا، انہوں نے کہا ہم ایسا ہی کریں گے، چنانچہ انہوں نے کہا تم جانتے ہو کہ یہودی لوگ اپنے اور محمد کے درمیان کیے گئے عہد و پیمان کے توڑنے پر شرمندہ ہیں، اور انہوں نے ان کی جانب ایک قاصد بھیجا اور کہا کہ ہم اپنے کیے پر شرمندہ ہیں، اور کیا ہم اگر اپنے دونوں قبیلے کے کچھ لوگوں کو قریش اور غطفان سے ان کے سرداروں میں سے کچھ لوگوں کو واپس کر لیں اور انہیں آپ کے حوالے کر دیں اور تم ان کی گردن مار دو تو تم راضی ہو جاؤ گے، پھر ہم ان میں سے باقی لوگوں سے لڑنے میں آپ کے ساتھ ہو جائیں یہاں تک کہ انہیں ختم کر دیں؟ تو محمد نے ان کی جانب پیغام بھیجا ہے کہ ہاں۔

لہذا اگر یہود کے لوگ تمہاری جانب کسی کو بھیجیں کچھ آدمیوں کو اپنے پاس گروی رکھنے کے لیے، تو تم انہیں کوئی بھی آدمی نہ دینا۔

([1]) رہن اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی انسان کے پاس اس سے لی گئی چیز کے بدلے میں رکھی جائے دیکھیے: لسان العرب (٣٤٨/٥)۔

پھر نعیم رضی اللہ عنہ نکل کر غطفان قبیلے کے پاس گئے، ان سے کہا ایک غطفانی لوگوں شک تم میرے گھر اور خاندان کے لوگ ہو اور تم میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہو اور مجھے نہیں لگتا کہ تم مجھ پر شک کروگے، انہوں نے کہا: تم سچ کہتے ہو! تم ہمارے نزدیک شک والے شخص نہیں ہوں، انہوں نے کہا: تو تم مجھ سے اس بات کو چھپائے رکھنا انہوں نے کہا ہم ایسا ہی کریں گے، تم کیا کہتے ہو؟۔

پھر انہوں نے ان سے اسی طرح سے کہا جس طرح سے قریش کے لوگوں سے کہا تھا اور انہیں اس طرح سے خبر دار کیا جس طرح ان کو خبر دار کیا تھا۔

احزاب کے درمیان اختلاف اور انتشار کا وقوع:

اور راتوں میں سے ایک رات میں ابو سفیان بن حرب اور غطفان کے سرداروں نے بنو قریظہ کے پاس عکرمہ بن ابی جہل کو قریش اور غطفان کے کچھ لوگوں کے ساتھ بھیجا، اور انہوں نے ان سے کہا: ہم اپنے قیام کی جگہ نہیں ہیں، تحقیق کہ اونٹ اور گھوڑے ہلاک ہو گئے ہیں چنانچہ تم صبح قتال کے لئے آؤ تاکہ ہم محمد سے لڑیں اور ہمارے اور ان کے درمیان چل رہے معاملہ کو تمام کر دیں، چنانچہ بنو قریظہ نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ آج سنیچر کا دن ہے اور اس دن ہم کوئی بھی کام نہیں کرتے ہیں، اور ہم میں سے کچھ لوگوں نے اس میں تبدیلی کی تو انہیں جو لاحق ہوا وہ تم سے پوشیدہ نہیں ہے[1]، اور اس کے باوجود ہم تمہارے ساتھ مل کر محمد سے اس وقت تک قتال نہ کریں گے جب تک کہ تم اپنے کچھ لوگوں کو ہمارے پاس گروی نہیں رکھتے، تاکہ ہمیں تم پر بھروسہ ہو جائے، اور ہم محمد کے ساتھ جنگ کریں، کیونکہ ہمیں خدشہ ہے کہ اگر تم جنگ ہارنے لگو اور قتال

([1]) جو چیز انہیں لاحق ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ اللہ رب العالمین نے انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا تھا جیسے کہ اللہ تعالی نے اس کا ذکر سورہ بقرہ کی ایت نمبر 65 اور 66 اور سورہ اعراف کی ایت نمبر 163 سے 166 تک میں کیا ہے۔

تم پر سخت ہو جائے تو تم ہمیں اور اس شخص کو ہمارے شہر میں چھوڑ کر اپنے گھر بھاگ نکلو اور ہمارے پاس اس کے مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔

پھر جب بنو قریظہ کی بات سن کر ان کے لوگ واپس ہوئے تو قریش اور غطفان کے لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم نعیم بن مسعود نے جو بات تم سے کہی تھی وہ سچ ہے چنانچہ انہوں نے بنو قریظہ کے پاس ایک شخص کو بھیجا کہ اللہ کی قسم ہم اپنے لوگوں میں سے کوئی بھی شخص تمہارے پاس نہ رکھیں گے، اگر تم قتال کرنا چاہو تو نکلو اور قتال کرو، جب قاصدوں کے ذریعہ انہیں یہ بات پہونچی تو انہوں نے کہا: بے شک تم سے نعیم بن مسعود نے ذکر کیا ہے وہ سچ ہے، ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ تم قتال کرو اگر وہ موقع دیکھیں گے تو اسے غنیمت جانیں گے، ورنہ وہ اپنے شہر بھاگ جائیں گے، اور تمہارے اور ان کے درمیان سے نکل جائیں گے، چنانچہ انہوں نے قریش اور غطفان کے پاس بھیجا کہ ہم اللہ کی قسم تمہارے ساتھ مل کر محمد سے قتال نہ کریں گے یہاں تک کہ تم ہمارے پاس گروی رکھو، تو انہوں نے انکار کیا، اور اللہ نے ان کے درمیان ذلت ڈال دی وہ لوگ ان کی مدد سے مایوس ہو گئے اور یہ لوگ ان کی مدد سے مایوس ہو گئے، اور ان کا معاملہ مختلف ہو گیا اور ان میں علیحدگی ہو گئی، اور اسی بارے میں اللہ کا فرمان ہے: ((وكفى الله المؤمنين القتال))[الاحزاب: ٢٥][1]۔

حافظ ابنِ کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: یعنی مسلمانوں کو دشمنوں سے سامنے آکر لڑنے یا ان سے مقابلہ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی کہ وہ ان (احزاب) کو اپنے علاقوں سے نکال دیتے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اکیلے ہی اُن کے شر کو کافی کر دیا، اپنے بندے (محمد ﷺ) کی مدد فرمائی، اور اپنے لشکر کو عزت بخشی۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے (غزوۂ احزاب کے موقع پر) فرمایا: "لَا إِلٰهَ

---

(1) نعیم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشرکوں اور یہودیوں کے درمیان بد نظمی پیدا کرنے کی تفصیل دیکھیے: الطبقات الکبری ابن سعد (458/4)، دلائل نبوت از امام بیہقی (3/445-447)، سیرت ابن ہشام (253/3)، زاد المعاد (٣/٢٤٤)۔

إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ، صَدَقَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَأَعَزَّ جُنْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ، فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ" یعنی: "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندے (محمد ﷺ) کی مدد کی، اپنے لشکر کو عزت دی، اور خود اکیلے ہی احزاب (تمام دشمنوں کے گروہوں) کو شکست دی، اس کے بعد کوئی (طاقت) باقی نہیں۔"[1]۔

احزاب پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا:

اور اس سختی اور تنگی اور خوف وہراس کے عالم میں بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اللہ رب العالمین سے دعا کرنے سے نہیں چوکتے تھے، چنانچہ شیخان نے اپنی صحیحین میں عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب پر بددعا کرتے ہوئے فرمایا: "اے اللہ کتاب کے نازل کرنے والے جلدی حساب لینے والے تو احزاب کو شکست دے، اے اللہ تو انہیں شکست دے اور ان کے پاؤں ہلادے[2]۔

اور امام احمد نے اپنی مسند میں ضعیف سند کے ساتھ مگر اس کے لیے بہت سے شواہد ہیں جن کے ذریعہ سے وہ مضبوط ہو جاتی ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے

([1])اس حدیث کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق وھی الأحزاب میں حدیث نمبر (4114) اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الذکر والدعا باب التعوذ من شر ما عمل، ومن شر ما لم یعمل میں حدیث نمبر (2724) پر کی ہے اور حافظ ابن کثیر کی بات ان کی تفسیر (6/ 396) میں دیکھئے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق میں حدیث نمبر (4115) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد، باب استحباب الدعاء بالنصر عند لقاء العدو میں حدیث نمبر (1742)(21) پر کی ہے۔

مروی ہے کہتے وہ ہیں کہ ہم نے خندق کے دن کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا کوئی دعا ہم کریں کیونکہ ہمارے کلیجے منہ کو آگئے ہیں۔[1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں تم کہو: اے اللہ ہمارے ستر کی حفاظت فرما اور ہمارے خوف کو امن میں بدل دے۔

وہ کہتے ہیں: پھر اللہ رب العالمین نے اپنے کے دشمنوں کے چہروں کو آندھی سے مارا، اور اللہ رب العالمین نے انہیں آندھی کے ذریعے سے شکست دے دی[2]۔

کیسے اور کس طرح سے مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور اس غزوہ میں مشرک شکست خوردہ ہوئے، ہم نے دیکھا کہ وہ وسیلہ جس کی طرف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے غزوہ بدر میں پناہ لی تھی، اس میں بھی وہی وسیلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے اپنایا تھا، وہ وسیلہ اللہ رب العالمین سے گڑگڑانے اور دعا اور مدد طلبی کے طور پر کثرت سے اللہ کی طرف متوجہ ہونا تھا، بلکہ یہی ہمیشہ بار بار آنے والا وہ عمل تھا جس کی جانب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سہارا لیتے تھے، جب بھی آپ کسی دشمن سے ملاقات کرتے یا جہاد کے لئے نکلتے، اور یہی وہ وسیلہ ہے جس کا اثر تمام دوسرے وسائل اور اسباب پر غالب آتا ہے، یہی وہ وسیلہ ہے جس پر مکمل طریقے سے قائم ہوئے بغیر مسلمانوں کی حالت درست نہیں ہوسکتی۔

احزاب کی شکست

اور اللہ رب العالمین نے اپنے رسول اور مؤمنوں کی دعا قبول فرمائیں، اور اللہ نے اُحزاب پر سخت ٹھنڈی رات میں سخت تیز ہوا بھیجیں، جو ان کے ہانڈیوں کو الٹنے لگیں اور ان کے آگ کو

([1])امام سندی مسند کی شرح 334/06) میں کہتے ہیں: اس کا معنی ہے کہ قریب تھا کہ بدن سے نکل جائیں اور شدت خوف کی وجہ سے پھٹ جائے۔

([2])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (10996) پر کی ہے اور دیکھیے: سلسلہ صحیحہ از امام البانی حدیث نمبر (2018) ۔

بجھانے لگی اور ان کے خیموں کو ڈھانے لگی، یہاں تک کہ ایک شخص اپنی قیام گاہ کی طرف راستہ نہیں پاتا تھا، چنانچہ شیخان نے اپنی صحیح نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبا[1] سے ہماری مدد کی گئی ہے اور قوم عاد کے لوگوں کو دبور کے ذریعے ہلاک کیا گیا[2]۔

اور اللہ رب العالمین نے ان پر ہوا کے ساتھ فرشتوں کو بھی بھیجا تاکہ انہیں وہ متزلزل کریں اور ان کے دلوں میں رعب کو ڈال دیں ،اب احزاب کے دلوں میں رعب وخوف اور دہشت طاری ہوگئی،اور اسی بارے میں اللہ رب العالمین کا فرمان ہے: ((يا ايها الذين امنوا اذكروا نعمه الله عليكم اذ جاءتكم جنود فارسلنا عليهم ريحا وجنودا لم تروها[3] وكان الله بما تعملون بصيرا))[الأحزاب: ٩]۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر اللہ رب العالمین اپنے رسول کو دونوں جہان کے لئے رحمت نہ بناتے تو یہ آندھی عاد پر نازل ہونے والے سخت آندھی ان سے زیادہ سخت ہوتی، لیکن اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا: ((وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم))[الأنفال: ٣٣]، اللہ رب العالمین نے ان پر ہوا کو مسلط کر دیا جس نے ان کے اجتماعیت کو بکھیر دیا اسی طرح جس طرح ان کے اجتماعات کی سبب ہوی یعنی نفس پرستی تھی، وہ مختلف قبائل مختلف گروہوں اور مختلف آراء کے

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری (216/3) میں کہتے ہیں صبا صادق زبر کے ساتھ مشرقی ہوا کو کہتے ہیں جسے قبول بھی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ خانہ کعبہ کے مقابل سے اتی ہے کیونکہ وہ صورت کے نکلنے کی جگہ سے چلتی ہے اور اس کا الٹ دبور ہے جس کی وجہ سے قوم عاد کو ہلاک کیا گیا اور مناسبت کی ایک باری کی یہ ہے کہ قبول نے اہل قبول کی مدد کی اور دبور نے پیچھے ہٹنے والوں کو ہلاک کیا۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے کتاب الاستسقاء، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم "نصرت بالصبا" میں حدیث نمبر (1035) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الاستسقاء، باب في ريح الصبا والدبور میں حدیث نمبر (900) پر کی ہے۔

([3])حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر (385/6) میں کہتے ہیں: وہ فرشتے ہیں جنہوں نے انہیں ہلا کر رکھ دیا اور ان کے دلوں میں خوف اور رعب ڈال دیا چنانچہ ہر قبیلے کا رئیس کہتا تھا اے فلاں کے لوگوں میری طرف اؤ تو وہ لوگ اس کی طرف جاتے تھے اور کہتے تھے بھاگ چلو بھاگ چلو جب اللہ تعالی نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا تھا۔

حامل لوگ تھے، مناسب یہی ہوا کہ اللہ رب العالمین ان پر ایک ایسی ہوا بھیجے جو ان کے اجتماعیت کو توڑ دے اور انہیں خائب و خاسر اپنے غصے اور غضب کے ساتھ لوٹنا پڑے، انہیں نہ دنیا میں ان کی خواہش کے مطابق کامیابی یا غنیمت ملی اور نہ ہی آخرت میں کیوں کہ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کر کے اور ان کے قتل کا ارادہ کر کے اور ان کے لشکر کو ختم کرنے کا ارادہ کر کے گناہ کمایا، جو کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اور وہ ایسا کام کر کے اپنے ارادے کی تصدیق کر لے تو وہ گویا حقیقت میں اس کا کرنے والا شمار ہوتا ہے[1]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حذیفہ کو احزاب کی خبر لانے کے لیے بھیجنا:

چنانچہ جب اللہ رب العالمین نے احزاب پر ہوا بھیج دی، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے ساتھیوں میں سے رات میں کسی کو ان کے پاس بھیجیں تاکہ وہ جا کر احزاب کی خبر لا سکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا، امام احمد اپنی مسند میں حسن سند کے ساتھ محمد ابن کعب قرظی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے ایک کوفی نوجوان نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابو عبد اللہ تم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور آپ کی صحبت پائی ہے، انہوں نے کہا کہ ہاں اے ہمارے بھتیجے، انہوں نے کہا: تو تم کیسا معاملہ کرتے تھے، انہوں نے کہا: اللہ کی قسم ہم بہت محنت کیا کرتے تھے، انہوں نے کہا: اللہ کی قسم اگر ہم آپ کو پاتے تو ہم آپ کو زمین پر چلنے کے لیے نہیں چھوڑتے ہم انہیں اپنے کندھوں پر رکھتے تو حذیفہ نے ان سے کہا اے میرے بھتیجے اللہ کی قسم ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خندق میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ رات گزرنے کے بعد نماز پڑھی پھر ہماری جانب متوجہ ہوئے اور کہا کون ایسا شخص ہے جو کھڑا ہو اور جائے ان لوگوں

([1]) دیکھیے: تفسیر ابن کثیر (395/6)۔

کی خبر ہمارے پاس لے کر آئے، آپ اس کے لئے یہ شرط رکھتے تھے کہ وہ واپس آئے اللہ رب العالمین اس کو جنت میں داخل کریں گے تو کوئی بھی شخص کھڑا نہ ہوا پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی پھر ہماری جانب متوجہ ہوئے اور کہا: کون شخص ہے جو جا کر ان لوگوں کی خبر ہمارے پاس لے کر واپس آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے واپسی کی شرط لگاتے تھے، میں اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں کہ وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا، تو لوگوں میں سے ڈر، بھوک اور سخت ٹھنڈی کی وجہ سے کوئی بھی کھڑا نہ ہوا، چنانچہ جب کوئی بھی کھڑا نہ ہوا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آواز دی تو آپ کے بلانے کے بعد میں کسی صورت میں کھڑا ہونے سے انکار نہ کر سکتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حذیفہ! تم ان لوگوں کے درمیان جاؤ اور دیکھو وہ کیا کر رہے ہیں اور تم کسی سے کوئی بات نہ کرنا یہاں تک کہ ہمارے پاس واپس آجاؤ۔

حذیفہ کہتے ہیں میں گیا اور ان کے درمیان داخل ہو گیا[1]، اور آندھی اور اللہ کے لشکر نے جو کیا وہ کیا ان کی ہانڈی ان کی آگ اور ان کا خیمہ برقرار نہ رہ سکا ابو سفیان بن حرب کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے قریش کے لوگو تم میں سے ہر کوئی اپنے ساتھی کو دیکھ لے، حذیفہ کہتے ہیں: میں نے اپنے بغل والے شخص کا ہاتھ پکڑا اور کہا تم کون ہو؟

اس نے کہا: فلاں ابن فلاں ہوں، پھر ابو سفیان نے کہا: اے قریش کے لوگو اللہ کی قسم تم اپنی قیام گاہ میں نہیں ہو، گھوڑے ختم ہو گئے ہیں اور بنو قریظہ نے ہم سے وعدہ خلافی کی ہے اور ہمیں ان سے وہ بات پہنچی ہے جو ہمیں ناپسند ہے اور ہمیں یہ آندھی بھی آپہنچی ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو

([1])امام مسلم کی صحیح میں ایک روایت میں ہے کہ حذیفہ نے کہا کہ جب میں ان کے پاس سے نکلا تو گویا میں حمام میں چل رہا تھا یہاں تک کہ ان کے پاس پہنچ گیا۔

امام نووی مسلم کی شرح (123/12) میں کہتے ہیں: یعنی انہیں وہ سردی لاحق نہ ہوئی جو لوگوں کو سخت ہوا کی وجہ سے لگ رہی تھی بلکہ اللہ تعالی نے انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان کر اپ کے بتائے ہوئے کام کے لیے جانے اور اپ کے ان کے لیے دعا کرنے کی برکت سے اس سے نجات دے دی۔

اللہ کی قسم ہماری ہانڈی نہیں ٹھہر رہی ہیں اور نہ ہی ہماری آگ جل رہی ہے اور نہ ہی ہمارا خیمہ سلامت ہے تو تم واپس چلواب میں واپس ہو رہا ہوں پھر وہ اپنے اونٹ کے پاس کھڑے ہوئے اور وہ بندھا ہوا تھا اس پر بیٹھ گئے پھر اسے مارا اور وہ تین قدموں پر کھڑا ہو گیا چنانچہ جب اس کے رسی کو کھولا گیا تو وہ پوری طرح کھڑا ہوا اور اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فلم کا عہد نہ ہوتا کہ جب تک تم میرے پاس نہ آنا کوئی بھی کام نہ کرنا تو میں اسے تیر سے قتل کر دیتا[1]۔

حذیفہ کہتے ہیں: پھر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آیا آپ کھڑے ہو کر اپنے کسی خاتون کی چادر میں نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو آپ نے اپنے قیام گاہ میں داخل کیا اور مجھ پر چادر کا ایک کنارہ پھینکا پھر رکوع میں چلے گئے اور سجدہ کیا اور آپ اسی حالت میں تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو میں نے آپ کو خبر دی[2] اور غطفان کے لوگوں نے قریش کے کارنامے کو سنا، تو وہ بھی اپنے شہروں کی جانب جانے لگے۔[3]

اور حاکم کی مستدرک کے ایک روایت میں ہے کہ حذیفہ نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن یمان تم نکلو اور ٹھنڈی اور گرمی کا تمہارے اوپر کوئی مسئلہ نہیں ہے یہاں تک کہ تم میرے پاس واپس آؤ، وہ کہتے ہیں پھر میں ان کے لشکر کی طرف بڑھا تو میں نے ابو

([1])اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ابو سفیان کو دیکھا وہ آگ سے اپنی پیٹھ سینک رہا تھا تو میں نے اپنے کمان میں ایک تیر رکھا اور میں نے اس کو مارنا چاہا مگر مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یاد آگیا کہ تم انہیں میرے خلاف نہ بھڑکانا اور اگر میں اس کو مارتا تو اسے تیر لگ جاتی۔

([2])اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حذیفہ نے کہا: میں سوتا ہی رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی جب صبح ہوئی تو اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سونے والے اٹھ جاؤ۔

([3])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (23334) پر کی ہے اور اسے امام مسلم نے اپنے صحیح میں مختصر طور پر کتاب الجہاد میں باب غزوۃ الخندق کے اندر حدیث نمبر (1788) پر تخریج کیا ہے اور اس کی تخریج ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم عن مناقب الصحابۃ میں باب ذکر حذیفہ الیمان میں حدیث نمبر (7125) پر کی ہے۔

سفیان کو پایا وہ کچھ لوگوں کے درمیان آگ جلا رہا تھا اور باقی لشکر کے لوگ بکھر چکے تھے، یہاں تک کہ میں ان کے درمیان بیٹھ گیا، وہ کہتے ہیں: ابو سفیان کو یہ گمان ہوا کہ ان کے درمیان کوئی اور آکر بیٹھا ہے، تو اس نے کہا تم میں سے ہر شخص اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑ لے، چنانچہ میں نے اپنے دائیں جانب بیٹھے شخص کے ہاتھ پر مارا اور اس کے ہاتھ کو پکڑ لیا پھر میں نے اپنے بائیں جانب بیٹھے شخص کے ہاتھ پر مارا اور اس کے ہاتھ کو پکڑ لیا اور پھر ان کے درمیان تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا پھر کھڑے ہوا اور میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نے اپنے ہاتھ سے میری جانب اشارہ کیا کہ آجاؤ، میں قریب ہوا تو پھر آپ نے اور اشارہ کیا کہ اور قریب آؤ تو میں آپ سے قریب ہوا یہاں تک کہ آپ نے مجھے چادر اوڑھالی جسے اوڑھ کر آپ نماز پڑھ رہے تھے، چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو کہا: اے ابن یمان بیٹھو کیا خبر لائے ہو؟۔

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگ ابو سفیان سے بکھر چکے ہیں اور صرف کچھ ہی لوگ باقی بچے ہیں جو آگ جلا رہے ہیں، اللہ رب العالمین نے ان کے اوپر اسی طرح سے ٹھنڈی ہوا نازل کی ہے جیسے ہمارے اوپر نازل کی ہے، لیکن ہم اللہ رب العالمین سے وہ امید رکھتے ہیں جو ان کو امید نہیں ہے[1]۔

خندق سے مدینہ کے لئے واپسی:

چنانچہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے صبح کی، اور اللہ رب العالمین نے انہیں فتح نصیب کی اور عذاب کے جانے سے ان کے آنکھوں کو ٹھنڈا کیا، تو اللہ کے

([1])اس کی تخریج امام حاکم نے مستدرک میں حدیث نمبر (۴۳۸۱) پر کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اب ہم ان کا پیچھا کریں گے وہ ہمارا پیچھا نہیں کریں گے ہم ان کی جانب جائیں گے)) [1]۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگلے سال عمرہ کیا تو قریش کے لوگوں نے بیت اللہ جانے سے آپ کو روکا اور وہاں پر ان سے صلح کا واقعہ پیش آیا، یہاں تک کہ انہوں نے اسے توڑا جو کہ فتح مکہ کا سبب بنا چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا[2]۔

اور امام بزار نے اپنی مسند میں حسن سند کے ساتھ جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب والے دن فرمایا جب کہ انہوں نے کثیر تعداد میں لشکر کو جمع کیا تھا: ((اب اس کے بعد وہ کبھی تمہارا پیچھا نہ کریں گے بلکہ تم ان کا پیچھا کرو گے))۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ان کے گھروں کی طرف واپس جانے کی اجازت دی اور وہ کہہ رہے تھے: ((لا اله إلا الله وحده صدق وعده ونصر عبده واعز جنده وهزم الاحزاب وحده لا شيء قبله ولا شيء بعده))۔

اور خندق کا محاصرہ کرتے ہوئے سخت ٹھنڈی کے عالم میں انہوں نے چوبیس راتیں گزاری تھیں اور پھر وہ تھکے ہوئے واپس آئے اور انہوں نے اپنے ہتھیار رکھے ان کی واپسی ذوالقعدہ کی سات رات بچے ہوئے بدھ کے دن ہوئی[3]۔

([1]) اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح ہمیں کتاب المغازی میں باب وغزوۃ الخندق میں حدیث نمبر (۴۱۰۹) (۴۱۱۰) پر کی ہے اور اس سے امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۱۸۳۰۹) پر تخریج کیا ہے۔

([2]) اسے حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۱۶۵/۸) میں نقل کیا ہے اور اس کی نسبت مسند میں امام بزار کی طرف کی ہے اور اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

([3]) دیکھیے: دلائل نبوت از امام بیہقی (۴۰۷/۳)، الطبقات الکبری از ابن سعد (۲۸۴/۲)، سیرت ابن ہشام (۲۵۷/۳)۔

غزوہ بنو قریظہ

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رہی بات قریظہ کی تو یہ یہودیوں میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ دشمنی رکھنے والے اور سب سے سخت کفر کرنے والے تھے، اسی لئے ان کے اوپر وہ ساری کارروائیاں کی گئی ہیں جو بنو نضیر اور بنو قینقاع میں سے ان کے بھائیوں پر نہ کی گئی تھیں[1]۔

اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ البدایہ والنہایہ میں کہتے ہیں: غزوہ بنو قریظہ کے متعلق ایک فصل اور ان باتوں کا بیان کہ اللہ رب العالمین نے ان پر کون سی سخت آزمائشیں ڈالیں، اس کے ساتھ جو آخرت میں ان کے لئے اللہ رب العالمین نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے، اور یہ ان کے کفر اور ان کے اور اللہ کے رسول کے درمیان عہد کو توڑنے اور احزاب کی آپ کے خلاف مدد کرنے نے کی وجہ سے ہے، چنانچہ وہ چیز ان کے کسی کام نہ آئیں، اور وہ اللہ اور اس کے رسول کے غضب کے شکار ہوئے اور انہیں دنیا اور آخرت میں گھاٹے کا سامنا ہوا[2]۔

ہم نے پہلے یہ ذکر کیا ہے کہ بنو قریظہ کے یہودیوں نے مسلمانوں سے کیے گئے عہد کو توڑا اور ان کے خلاف جنگ کے لیے احزاب کے ساتھ شازش کی، چنانچہ اس غداری پر ان کی تادیب ضروری تھی۔

چنانچہ جس دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ جنگ سے واپس ہوئے اور اپنے ہتھیار رکھے اسی وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل علیہ السلام دحیہ کلبی کی شکل میں آئے اور انہوں نے آپ کو بنو قریظہ سے جنگ کا حکم فرمایا۔

([1]) دیکھیے: زاد المعاد (٣/١١٧)۔

([2]) دیکھیے: البدایہ والنہایہ (٤/٩٩)۔

چنانچہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خندق سے واپس آئے اور ہتھیار رکھا اور غسل کیا تو آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ تم نے اپنے ہتھیار رکھ دیے ہیں اور ہم نے اب تک اپنے ہتھیار نہیں رکھے ہیں تم ان کی جانب نکلو۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کس جانب؟ انہوں نے کہا: اس جانب اور قریظہ کی جانب اشارہ کیا، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانب نکلے [1]۔

اور مسند احمد کی ایک دوسری روایت میں صحیح سند کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ کہتی ہیں گویا میں دروازے کے درمیان سے جبریل علیہ السلام کو دیکھ رہی ہوں جن کا سر غبار سے اٹا ہوا تھا [2]۔

اور حاکم نے مستدرک میں عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے، اسی وقت ایک آدمی نے ہم پر سلام کہیں، اور ہم گھر میں تھے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے اٹھے تو میں بھی آپ کے پیچھے اٹھی، ہم نے دحیہ کلبی [3] کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جبریل علیہ السلام ہے جو ہمیں بنو قریظہ کی جانب نکلنے کا حکم دے رہے ہیں [4]۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی باب مرجع النبی من الأحزاب حدیث نمبر 4117 پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر 24994 پر کی ہے۔

([3])یہ دحیہ بن خلیفہ کلبی نام کے مشہور صحابی ہیں انہوں نے پہلے مرتبہ غزوہ احد میں شرکت کی تھی اور یہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے خوبصورتی میں ان کی مثال دی جاتی تھی اور جبرائیل علیہ السلام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عام طور پر انہیں کی شکل میں ایا کرتے تھے۔

اور دحیہ قلبی رضی اللہ عنہ معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی خلافت تک باحیات رہے، دیکھیے: الاصابہ (321/2)۔

([4])اس کی تخریج امام حاکم نے مستدرک میں کتاب المغازی والسرایا باب نزول جبریل في صورة دحية الكلبي میں حدیث نمبر 4388 پر کی ہے اور اس کی تخریج امام بیہقی نے اپنی دلائل نبوت (9/4) میں کی ہے۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں یہ آواز لگائے کہ تم میں سے کوئی بھی شخص عصر کی نماز بنو قریظہ سے پہلے نہ پڑھے گا۔

اور مسلم کی صحیح میں ایک روایت میں حضرت ابن عمر کی حدیث سے وارد ہے جس میں ظہر کی نماز ہے عصر کے بدلے، جب کہ بخاری اور مسلم کا اس کے ایک ہی شیخ سے ایک ہی سند کے ساتھ روایت پر اتفاق ہے[1]۔

صحابہ کے درمیان اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے سلسلے میں اختلاف

بعض صحابہ نے حکم کے ظاہر کو لیا، اور انہوں نے عصر کی نماز بنو قریظہ پہنچنے تک نہ پڑھی، حالانکہ سورج غروب ہو چکا تھا، اور بعض دوسرے لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ تھا کہ جلدی کیا جائے، اور انہوں نے راستے ہی میں اس کے وقت میں عصر کی نماز ادا کر لی، جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے ان میں سے کسی کو بھی سرزنش نہیں کی[2]۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ البدایہ والنہایہ (501/4) میں کہتے ہیں: اور اس حدیث کے عائشہ رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ لوگوں سے اچھی سندیں موجود ہیں۔

([1])امام ذہبی سیرت نبوی (506/1) میں کہتے ہیں: گویا یہ وہم ہے۔

اور حافظ ابن حجر فتح الباری (169/8) میں کہتے ہیں: بعض علماء نے دونوں روایتوں کے درمیان اس طرح جمع کی ہے کہ یہ احتمال ہے کہ ان میں سے بعض لوگوں نے حکم سے پہلے ظہر کی نماز پڑھ لی ہو اور بعض لوگوں نے نہیں پڑھی رہی ہو تو جن لوگوں نے نہیں پڑھی تھی ان سے کہا گیا تم میں سے کوئی شخص ظہر کی نماز نہیں پڑھے گا اور جن لوگوں نے پڑھ لی تھی ان سے کہا گیا تم میں سے کوئی شخص عصر کی نماز نہیں پڑھے گا اور بعض لوگوں نے یہ احتمال بتا کر جمع کیا ہے کہ ان میں سے ایک جماعت دوسری جماعت کے بعد نکلی ہو تو پہلی جماعت کے لیے ظہر کہا گیا اور دوسرے جماعت کے لیے عصر کہا گیا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: اور یہ دونوں جمع کی صورتیں اچھی ہیں ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب مرجع النبی من الاحزاب میں حدیث نمبر 4119 پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد والسیر، باب المبادرۃ بالغزو میں حدیث نمبر 1770 میں کی ہے۔

دونوں گروہوں میں درستگی کے زیادہ قریب کون تھے؟

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فقہاء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ دونوں میں سب سے زیادہ درست کون تھے؟

تو ایک گروہ کا کہنا ہے: جنہوں نے اسے تاخیر سے پڑھیں وہی لوگ درست تھے اگر ہم ان کے ساتھ ہوتے تو ہم بھی اسی طرح سے تاخیر کرتے جیسے انہوں نے تاخیر کیا ہے، اور ہم اسے بنو قریظہ ہی میں جا کر ادا کرتے، اور ظاہر کی مخالفت کرنے والی تاویل کو چھوڑ دیتے۔

اور فقہاء کی ایک دوسری جماعت کا کہنا ہے: جن لوگوں نے راستے میں عصر کے وقت میں نماز پڑھ لی تھی وہی درستگی کے زیادہ قریب تھے اور وہی دونوں فضیلتوں کو پانے والے تھے، کیونکہ انہوں نے نکلنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مانا اور وقت میں نماز پڑھ کر آپ کی رضامندی کے لیے جلدی کی، پھر انہوں نے جلدی سے جا کر ان کا ساتھ بھی پکڑ لیا، چنانچہ انہوں نے جہاد کی فضیلت بھی حاصل کر لی، اور وقت پر نماز پڑھنے کی فضیلت بھی انہیں مل گئی، اور انہوں نے مطلوب کو سمجھ لیا اور وہ دوسرے لوگوں سے زیادہ سمجھدار قرار پائے، خاص طور سے وہ نماز، نماز عصر تھی اور یہی صریح اور صحیح نص رسول سے صلاۃ وسطی ہے، جس میں کوئی طعن نہیں ہے[1]، اور حدیث میں اس کی حفاظت اور اس کے لیے جلدی کرنے اور پہل کرنے کی ترغیب موجود ہے[2]، اور جو اسے چھوڑ دے گویا اسے اس کے گھر اور مال سے الگ کر دیا گیا ہے[3]، اور اس کا عمل برباد ہو گیا

([1])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح میں حدیث نمبر (627) (205) پر علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کی ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب والے دن کہا کہ انہوں نے ہمیں درمیانی نماز یعنی نماز عصر سے مشغول کر دیا۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر (553) پر بریدہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کیا ہے وہ کہتے ہیں نماز عصر کے لیے جلدی کرو۔

([3])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر (552) اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر (626) پر ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کے عصر کی نماز چھوٹ جاتی ہے گویا اسے اس کے اہل و مال سے الگ کر دیا گیا۔

ہے[1]، چنانچہ جو اس نماز سے متعلق وارد ہے وہ کسی اور نماز سے متعلق وارد نہیں ہے، رہی بات اس کو تاخیر سے پڑھنے والوں کی، تو ان کی غایت یہ ہو گی کہ وہ معذور ہوں گے، بلکہ انہیں ایک اجر ملے گا کیونکہ انہوں نے ظاہری نص کو لیا، اور ان کا مقصد حکم کی بجاآوری تھا، اور جنہوں نے راستے میں نماز پڑھی انہوں نے دلیلوں کے درمیان جمع کیا اور انہیں دونوں فضیلت حاصل ہوئی اور ان کے لئے دو اجر ہے[2]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بنو قریظہ کی جانب نکلنا:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ کی جانب نکلے اور مدینہ پر عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو جانشین مقرر فرمایا، اور جھنڈا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دیا پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اور بنو قریظہ کے درمیان ایک مجلس سے گزرے آپ نے ان سے کہا کیا تمہارے پاس سے کچھ لوگ گئے ہیں انہوں نے کہا: ہمارے پاس دحیہ کلبی اپنے شہباء کھچر پر سوار ہو کر گئے ہیں جس کے نیچے دیباج کا ایک کپڑا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دحیہ نہیں ہیں وہ تو جبرئیل ہیں جو بنو قریظہ کی جانب بھیجے گئے ہیں تاکہ انہیں متزلزل کر دیں، اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیں[3]۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر (553) پر بریدہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کی ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے نماز عصر ترک کر دی تو اس کے سارے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں گویا اس کے سارے اعمال برباد ہو گئے"۔

([2])دیکھیے: زاد المعاد (٣/١١٨-١١٩)۔

([3])اس کی تخریج امام حاکم نے مستدرک میں کتاب المغازی والسرایا باب نزول جبریل في صورة دحية الكلبي میں حدیث نمبر 4388 پر اور امام بیہقی نے دلائل نبوت (9/4) میں کی ہے اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (501/4) میں کہا ہے اس حدیث کے عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے علاوہ سے اچھے سندیں موجود ہیں۔

اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں گویا میں بنو غنم[1] کی گلیوں میں جبریل علیہ السلام کے قافلے سے اڑنے والے دھول کو دیکھ رہا ہوں، جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ جا رہے تھے[2]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بنو قریظہ میں پہنچنا:

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قلعے کے پاس پہنچے جبکہ وہ اس کے اوپری حصے میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کچھ سرداروں کو بلند آواز میں آواز دی یہاں تک کہ انہیں سنایا: ((اے بندروں اور سؤروں کے بھائی)) انہوں نے کہا: اے ابو القاسم تم جہالت کرنے والے اور فحش گوئی کرنے والے تو نہ تھے[3]۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس دنوں تک[4] ان کا محاصرہ کیا یہاں تک کہ ان کی حالت خراب ہو گئی اور انہیں یقین ہو گیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان سے واپس ہونے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ ان سے مقابلہ آرائی نہ ہو جائے، تو کعب بن اسد نے ان سے کہا:

([1]) حافظ ابن حجر فتح الباری (455/6) میں کہتے ہیں: بنو غنم یہ غین کے زبر اور نون کے سکون کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جو کہ خزرج کی ایک شاخ ہے اور یہ بنو غنم ابن مالک ابن نجار ہیں انہی میں سے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگ بھی تھے۔

([2]) اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب بدء الخلق باب: ذکر الملائکۃ میں حدیث نمبر 3214 اور امام بخاری نے ہی کتاب المغازی میں باب مرجع النبی من الأحزاب میں حدیث نمبر 4118 اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر 13229 پر اس تخریج کیا ہے۔

([3]) اس کی تخریج امام حاکم نے مستدرک میں کتاب المغازی والسرایا باب نزول جبریل في صورة دحية الكلبي میں حدیث نمبر (4388) اور امام بیہقی نے دلائل نبوت (۹/۴) میں کی ہے۔ حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ (۵۰۱/۴) میں کہتے ہیں اس حدیث کی عائشہ وغیرہ سے اچھی سندیں موجود ہیں۔

([4]) یہی بنو قریظہ کے محاصرے کی مدت کے سلسلے میں راجح قول ہے اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (25097) اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب اخبار ال صحاب باب ذکر سعد بن معاذ میں حدیث نمبر (7028) پر روایت کیا ہے اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (508/4) میں اس کے سند کو اچھا قرار دیا ہے۔

اے میری قوم کے لوگو! جیسا تم دیکھ رہے ہو معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے اور میں تمہیں تین باتوں کو بتاتا ہوں، تم ان میں سے جو چاہو اختیار کر و انہوں نے کہا کہ وہ کیا تین باتیں ہیں!؟

انہوں نے کہا: ہم اس آدمی کی اتباع کرتے ہیں اس کی تصدیق کرتے ہیں اللہ کی قسم تمہیں یہ بات ظاہر ہو گئی ہے کہ وہ بھیجے ہوئے ہیں، اور یہ وہی ہیں جن کے بارے میں تم اپنی کتاب میں لکھا ہوا پاتے ہو اور یہ وہی ہیں جن کے بارے میں عیسی السلام نے بشارت دی ہے، اور تم ان کی صفت کو جانتے ہو ان کی اتباع کر کے تم اپنے خون مال، بچوں اور عورتوں کو بچالو مگر انہوں نے انکار کیا، اور انہوں نے کہا: ہم کبھی تورات کے حکم کو نہیں چھوڑیں گے اور نہ اسے کسی اور (قانون) سے بدلیں گے۔ تو انہوں نے کہا جب تو یہ بات نہیں مان رہے ہو تو آؤ ہم اپنے بچوں اور عورتوں کو قتل کر کے محمد اور اس کے ساتھیوں کی طرف سر پر کفن باندھ کر جنگ کے لئے نکلتے ہیں یہاں تک کہ اللہ رب العالمین ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔ اگر ہم ہلاک ہو جائیں تو ہمارے پیچھے کچھ نہ رہے جس کا ہمیں خدشہ ہو اور اگر ہم غالب آجائیں گے تو عورتیں اور بچے تو مل ہی جائیں گے انہوں نے یہ بات بھی نہ مانی اور کہا کہ ہم ان مسکینوں کو قتل کر دیں گے تو ان کے بعد زندگی میں خیر ہی کیا بچے گا۔

تو انہوں نے کہا: اگر تم یہ بات بھی نہیں مانتے تو آج کی رات سنیچر کی رات ہے اور ہو سکتا ہے کہ محمد اور ان کے ساتھی اس میں ہمیں امان دے دیں چنانچہ تم نیچے اترو ہو سکتا ہے ہم محمد اور ان کے ساتھیوں کو غفلت میں پائیں تو انہوں نے یہ بھی انکار کیا اور کہا ہم اپنے سنیچر کے دن کو برباد کر لیں؟! اور تم جانتے ہو کہ اللہ رب العالمین نے سنیچر کے دن حد سے تجاوز کرنے والوں کو کس طرح سے مسخ کر دیا، کعب بن اسد نے کہا: تم میں سے کوئی بھی شخص جب سے پیدا ہوا ہے ایک رات بھی ہوشیاری میں نہیں گزارا[1]۔

([1]) تفصیل دیکھیے: البدایہ والنہایہ (4/ 503)، دلائل نبوت از امام بیہقی (15/4)۔

عمرو بن سعدی قرظی کا موقف:

اور ان لوگوں سے عمرو بن سعدی قرظی نے کہا: اے یہود کی جماعت تم نے محمد سے حلف لیا تھا کہ تم اس کے خلاف اس کے کسی دشمن کی مدد نہ کروگے، اور تم اور ان پر حملہ کرنے والوں کے خلاف ان کے ساتھ مل کر لڑوگے مگر تم نے ان سے کیا ہوا وہ عہد و پیمان توڑ دیا مگر میں اس میں شامل نہ تھا اور نہ ہی میں نے تمہاری غداری میں تمہارا ساتھ دیا اگر تم ان کے ساتھ داخل ہونے سے انکار کرتے ہو تو تم یہودیت پر قائم رہو، اور جزیہ ادا کرو اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کیا وہ اسے قبول کریں گے یا نہیں، انہوں نے کہا: ہم عرب کے لوگوں کو (خراج) [1] جزیہ نہ دیں گے اس سے بہتر قتل ہی ہے۔

اس نے کہا: تو میں تم سے بری ہوں اور وہ نکل گیا۔ [2]

پھر انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ اس چیز پر نیچے آ رہے ہیں نہیں جس پر تم نے بنو نظیر کے لوگوں کو اتارا تھا کہ ان کے لئے وہ سب ہے جو ان کے اونٹ لاد سکیں سوائے ہتھیار کے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات نہ مانی پھر انہوں نے دوسری مرتبہ پیغام بھیجا کہ انہیں ان کے کسی بھی مال کی ضرورت نہیں ہے۔ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا اور کہا کہ وہ آپ کے حکم پر اتریں۔

چنانچہ جب انہوں نے یہ دیکھا تو انہوں نے چاہا کہ وہ اوس کے اپنے بعض حلیفوں سے رابطہ کریں تاکہ وہ یہ پتہ لگا سکیں کہ اگر وہ آپ کے حکم پر اترے تو ان کا کیا ہوگا۔

([1]) خراج وہ چیز جو کوئی قوم اپنے مال میں سے متعین مقدار میں ہر سال نکالتی ہے، دیکھیے: لسان العرب (54/4)۔

([2]) دیکھیے: سیرت ابن ہشام (262/3) اور تھوڑی دیر بعد عمرو بن سعدی کے ان کے وفاداری کی وجہ سے ذبح سے نجات کی خبر آئے گی۔

ابولبابہ[1] رضی اللہ عنہ سے ان کا مشورہ

تو انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خبر بھیجی کہ آپان کے پاس ابولبابہ بن عبدالمنذر کو بھیج دیں تاکہ وہ اس معاملے میں ان سے مشورہ کریں، جو کہ ان کے حلیف تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کے پاس بھیجا، چنانچہ جب ان لوگوں نے انہیں دیکھا تو ان کے پاس ایک آدمی آیا، اور عورتیں اور بچے ان کے سامنے رونے لگے، تو انہیں ترس آئی اور انہوں نے ان سے کہا اے ابولبابہ کیا تم ہمیں یہ مشورہ دوں گی ہم محمد کے حکم پر اتریں؟

انہوں نے کہا: ہاں، اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا یعنی ذبح، ابولبابہ نے کہا اللہ کی قسم پھر میرے دونوں قدم اپنی جگہ پر تھے یہاں تک کہ مجھے پتہ چل گیا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول کی خیانت کی ہے۔

تو میں نے کہا اللہ کی قسم میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی جانب نہیں دیکھوں گا یہاں تک کہ میں اللہ رب العالمین سے توبہ کر لوں، جسے اللہ رب العالمین میرے نفس سے جان سکے، پھر ابولبابہ مسجد نبوی گئے اور انہوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون[2] سے باندھ لیا جو کہ کھجور کے تنوں کے تھے اور وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ آئے اور کہا میں یہیں پر ہوگا یہاں تک کہ اللہ رب العالمین میری توبہ کو قبول کرلے اس کے بدلے میں جو میں نے کیا ہے تو اللہ رب العالمین آیت نازل فرمائی: ((یا ایھا الذین امنوا لا تخونوا

---

(1) ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے بنو قریظہ کی جانب بھیجے جانے کی حدیث امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (25097) ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب إخبارہ عن مناقب الصحابۃ، باب ذکر سعد بن معاذ حدیث نمبر (7028) اور ابن اسحاق نے سیرت (261/3) میں تخریج کی ہے اور اس کی سند حسن ہے اسے حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (508/4) میں نقل کیا ہے اور اس کی سند کو جید قرار دیا ہے۔

(2) یہ عمود (ستون) آج بھی مسجد نبوی میں موجود ہے جو "اسطوانہ توبہ" کے نام سے معروف ہے۔

الله والرسول وتخونوا اماناتكم وانتم تعلمون))، [الأنفال:۲۷] [1]،جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خبر ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا انتظار کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:((اگر وہ میرے پاس آتے تو میں ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتا اگر انہوں نے یہ کام کیا ہے ہے تو میں ان کو نہیں کھولوں گا یہاں تک کہ اللہ رب العزت ان کی توبہ قبول کر لے))۔

چنانچہ وہاں پر ابولبابہ رضی اللہ عنہ رہے، وہ چھ یا اس سے زیادہ راتوں تک اسی کھجور کے تنے میں بندھے رہے ان کی بیوی ہر نماز کے وقت ان کے پاس آتیں اور نماز کے لئے کھول دیتی ں اور وہ واپس جاتے اور اسے کھجور کے تنے میں باندھ دیئے جاتے، یہاں تک کہ ان کے توبہ کی قبولیت اللہ رب العالمین نے نازل فرمایا اور یہ آیت نازل ہوئی: واخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا عملا صالحا واخر سيئا عسى الله ان يتوب عليهم ان الله غفور الرحيم [التوبة:۱۰۲] [2]۔

([1])حافظ ابن کثیر اپنے تفسیر (40/4) میں کہتے ہیں عبداللہ ابن ابی قتادہ اور زہری کا کہنا ہے ابولبابہ ابن عبدالمنظر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جب انہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کے پاس بھیجا تھا کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مان لیں اس وقت یہ ایت نازل ہوئی تھی۔

([2])مجاہد اس ایت کے نزول کے سلسلے میں کہتے ہیں جیسے کہ حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر (206/4) میں اور ابن جریر قواری نے اپنی تفسیر (426/6) میں ان کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ یہ ایت ابولبابہ کے بارے میں نازل ہوئی جب انہوں نے بنو قریظہ سے کہا تھا کہ یہ ذبح کی بات ہے اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی جانب اشارہ کیا تھا۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جیسا کہ ان سے حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر (206/4) میں نقل کیا ہے یہ ایات ابولبابہ اور اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غزوے سے واپس ائے تو انہوں نے اپنے اپ کو مسجد کے کھمبوں سے باندھ دیا اور انہوں نے یہ قسم کھائی کہ انہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی نہیں کھولے گا تو اس وقت یہ ایت نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ازاد کر دیا اور ان کو معاف کر دیا۔

ام ابن جریر طبری اپنی تفسیر (462/6) میں کہتے ہیں اور ان اقوال میں سے درستگی کے سب سے زیادہ قریب قول وہ ہے جو کہتے ہیں کہ یہ ایت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تبو جانے کے وقت پیچھے رہ رہ کر اپ کے ساتھ جہاد کو

ڈاکٹر محمد ابو شہبہ کہتے ہیں: اور یہاں ہمارے لئے قابل غور لمحہ ہے جو ہمیں یہ دکھاتی ہے کہ ایمان کی مضبوطی دل کی یاد یاد داشت اور صحابہ کرام کے ضمیر کی بیداری کس قدر پہنچی ہوئی تھی، جنہیں اگر شیطان کا کوئی گروہ پکڑتا تو وہ فورا یاد کرتے اور بصیرت مند ہو جاتے اور جلدی سے توبہ کر لیتے، اور اس وقت کا اسلامی معاشرہ نافرمانی اور برائیوں سے حیاء اور اخلاقی بنیادوں اور روحانی مفاہیم اور اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لئے جان اور مال ان کے یہاں کتنا معمولی تھا، ان کا احترام کس درجے کو پہنچا ہوا تھا، اور یہ معاشرہ جس درجہ کو پہنچا ہوا تھا آج تک کوئی معاشرہ اس درجہ تک نہیں پہنچ سکا ہے[1]۔

بنو قریظہ کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر نزول:

اور جب بنو قریظہ پر محاصرہ سخت ہو گیا تو وہ لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اترنے اور آپ کی بات ماننے کے لیے تیار ہو گئے، جب کہ ابو لبابہ نے انہیں اشارہ دیا تھا کہ آپ کا حکم ذبح کے بارے میں ہیں، چنانچہ اللہ رب العالمین نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، اور ان کی معنویت پست ہونے لگی اور یہ پستی اس درجے کو پہنچ گئی کہ جب علی بن ابی طالب ان کے قلعے سے قریب ہوئے اور آواز دی: اے ایمان والے لشکر تو وہ اور زبیر بن عوام آگے بڑھے اور کہا: اللہ کی قسم میں وہ چکھوں گا جو حمزہ نے چکھا تھا، یا میں ان کے قلعے کو فتح کر لوں گا، چنانچہ اس وقت انہوں نے بات مان لی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اتر گئے۔

چھوڑنے اور غزوہ روم کے لیے نہ نکلنے جانے کے بعد اپنے گناہ کا اعتراف کرنے والے تھے اور جن لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی وہ ایک جماعت تھے جن میں سے ایک ابو لبابہ بھی تھے۔

([1]) دیکھیے: السیرۃ النبویۃ از ڈاکٹر محمد ابو شہبہ (408/2)۔

تواللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں حکم دیااور انہیں کندھے پر اٹھا ؟؟؟؟؟ کر ایک جانب کیا گیا، جن کی تعداد چار سو تھی یہی راجح ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ سات سو تھی، عورتوں اور بچوں کو آدمیوں سے الگ ایک کنارے میں رکھا گیا۔

پھر اوس کے لوگ کود پڑے اور کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہمارے دوست اور ہمارے حلیف تھے، اور آپ نے ہمارے بھائیوں خزرج کے دوستوں کے ساتھ جو کیا ہے وہ ہم جانتے ہیں، ان کا مقصد بنو قینقاع کے جانب تھا، کیونکہ وہ خزرج کے دوست تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کیا اور وہ آپ کے حکم پر نازل ہوئے، تو عبداللہ بن ابی ابن سلول نے ان کے بارے میں گفتگو کی، تو آپ نے ان کے بارے میں ان کی بات مان لی اس شرط پر کہ انہیں مدینہ سے جلاوطن کر دیا جائے، تو اس کے لوگوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ گمان کیا کہ آپ بنو قریظہ کے بارے میں ان کی بات مان لیں گے جیسا کہ خزرج کی بات کو بنو قینقاع کے بارے میں آپ نے مانا تھا، چنانچہ جب اوس کے لوگوں نے بات کی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا، کہ آپ بنو قریظہ کے ساتھ وہی معاملہ کریں جو آپ نے بنو قینقاع کے ساتھ کیا تھا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: ((اے اوس کے لوگو! کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں ہے کے تمہارے بارے میں تمہیں میں سے ایک شخص فیصلہ کرے))۔

انہوں نے کہا: ہاں کیوں نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ معاملہ سعد بن معاذ کے ذمہ ہے۔

اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان دنوں مسجد نبوی میں تھے، جہاں خندق میں لگی ہوئی زخم کا علاج جاری تھا۔

تواللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو بھیجا اور سعد رضی اللہ عنہ کو ایک گدھے پر سوار کر کے لایا گیا جس پر کھجور کے پتوں کی رسی تھی، ان کی قوم کے لوگوں نے انہیں گھیر لیا اور کہا، اے ابو عمرو یہ تمہارے حلیف اور تمہارے دوست ہیں

انہوں نے تمہاری مدد کی ہے جیسا کہ تم جانتے ہو، چنانچہ جب لوگوں نے ان پر کثرت کر دی تو کہا اب وقت آچکا ہے کہ سعد کو اللہ کے راستے میں کسی ملامت کا خوف نہ رہے، جب ان لوگوں نے ان سے یہ بات سنیں تو ان کی قوم میں سے ان کے پاس رہنے والے بعض لوگ دار بنی عبد الاشہل میں واپس ہو گئے، اس وقت انہیں بنو قریظہ کے کچھ لوگوں کی وفات کی خبر ملی[1]۔

سعد رضی اللہ عنہ کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچنا اور بنو قریظہ کے بارے میں ان کا فیصلہ:

جب سعد رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے پاس پہنچے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہا: تم اپنے سردار کے طرف یا اپنے سب سے بہتر شخص کی طرف کھڑے ہو اور انہیں نیچے اتارو، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: سردار اللہ ہے ، چنانچہ لوگ ان کی جانب کھڑے ہوئے اور انہیں اتارا پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ لوگ آپ کے حکم پر اترے ہیں۔

سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ان کے بارے میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ آپ ان کے جنگجوؤں کو قتل کر دیں ان کے بچوں کو قیدی بنا دیں، اور ان کے اموال کو تقسیم کر دیا جائے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ نے ان کے بارے میں ساتوں آسمانوں کے اوپر سے اللہ کے فیصلے کے ذریعے فیصلہ کیا ہے۔

([1]) سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنو قریظہ کے سلسلے میں فیصلہ کرنے کے لیے انے کی حدیث امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب مرجع النبی من الاحزاب حدیث نمبر (4122) اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد والسیر میں باب جواز قتال من نقض العھد میں حدیث نمبر (١٧٦٨) اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (25097) اور ابن حبان نے اپنے صحیح کتاب اخبارہ عن مناقب الصحابۃ باب ذکر سعد بن معاذ میں حدیث نمبر (7028) پر کی ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں: "سماوات" کے بدلے "ارقعہ" ہے۔ [1]

قریظہ کے بارے میں حکم کی تنفیذ

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے بارے میں حکم دیا اور انہیں بنو نجار کی ایک خاتون رملہ بنت حارث [2] کے گھر میں جمع کیا گیا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسامہ بن زید [3] کے گھر میں۔

ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں ان دونوں کے درمیان جمع کی صورت یہ ہے کہ انہی دونوں گھروں میں رکھا گیا[4]۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور مدینہ کے بازار میں ان کے لئے خندق کھودی گئی، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جانب پیغام بھیجا اور انہیں یکے بعد دیگرے لایا گیا اور ان خندقوں میں ان کی گردنوں کو مار کر اس میں انہیں ڈال دیا گیا، اور ان کی تعداد راجح قول

([1]) اس کے تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح کتاب المغازي باب مرجع النب من الأحزاب میں حدیث نمبر (4122) اور مسلم نے اپنے صحیح کتاب الجهاد وا سیر باب جواز قتال من نقض الع هد میں حدیث نمبر (1768) اور امام احمد نے حدیث نمبر اپنی مسند میں حدیث نمبر (25097) پر اور ابن حبان نے اپنی صحیحکتاب إخباره عن مناقب الصحا بة باب ذکر سعد بن معاذ میں حدیث نمبر (7028) اور نسائی نے السـ سنن الکبری کتاب المناقب باب سعد بن معاذ حدیث نمبر (8166) اور ابن اسحاق نے سیرت (264/3) میں اور ابن سعد نے اپنی طبقات (2/ 287) میں کی ہے۔

([2]) یہ ابن اسحاق کی سیرت (3/ 265) میں روایت ہے۔

([3]) یہ ابو الاسود کی عروہ کے حوالے سے روایت ہے، دیکھیے: فتح الباری (8/ 175) ۔

([4]) دیکھیے: فتح الباری (175/8)۔

کے مطابق چار سو[1] لوگوں پر مشتمل تھے، اور ابن اسحاق کی سیرت میں موجود ایک روایت میں ہے کیاان کی تعداد چھ سو سے سات سو آدمیوں[2] پر مشتمل تھی۔

جب انہیں یکے بعد دیگرے قتل کے لیے لایا گیا یا، اوس لوگوں نے اپنے سردار کعب بن اسد سے کہا اے کعب تم دیکھ رہے ہو ہمارے ساتھ کیسا سلوک کیا جارہا ہے؟

کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم ہر جگہ عقل نہیں رکھتے؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ بلانے والا نہیں ہٹ رہا ہے، اور تم میں سے جسے لے جایا گیا وہ واپس نہیں آتا ہے، یہ اللہ کی قسم قتل ہے پھر انہیں یکے بعد دیگرے لایا گیا یہاں تک کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فارغ ہو گئے[3]۔

حیی بن اخطب کا قتل:

اور بنو قریظہ کے ساتھ جن لوگوں کو قتل کیا گیا ان میں حیی بن اخطب بھی تھے، کیونکہ وہ بھی بنو قریظہ کے ساتھ قریش اور غطفان کے واپس ہونے کے بعد کعب بن اسد سے کئے وعدہ کو پورا کرنے کی غرض سے داخل ہوئے تھے، جب انہیں لایا گیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: ((کیا تجھے اللہ رب العالمین نے ذلیل کیا؟))۔

([1])اس کے تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (25097) اور ابن حبان نے اپنے صحیح کتاب إخباره عن مناقب الصحابة باب ذکر سعد بن معاذ میں حدیث نمبر (7028)(4784) اور ترمذی نے اپنی جامع کتاب السیر باب ماجاء في النزول علی الحکم میں حدیث نمبر (1673) پر کی ہے اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اور حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ (4/ 508) میں کہتے ہیں اس کی سند جید ہے۔

([2])دیکھیے: سیرت ابن ہشام (۳/265)۔

([3])تفصیل دیکھیے: سیرت ابن ہشام (265/3)، دلائل نبوت از امام بیہقی (4/19-20)، طبقات الکبری از ابن سعد (287/2)، البدایہ والنہایہ (4/ 508)، شرح مواہب (۳/ ۸۶-۸۷)۔

حیی نے کہا: تم مجھ پر غالب آگئے، اللہ کی قسم تم سے دشمنی میں مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے، لیکن اللہ تعالی جسے چاہتا ہے اسے ذلیل کرتا ہے، پھر وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا، اے لوگو اللہ کے حکم سے کوئی معاملہ نہیں ہے، یہ چیز لکھی ہوئی تھی اور مقدر تھی اور اس طرح سے قتل کیا جانا اللہ رب العالمین نے بنی اسرائیل پر لکھا ہے، پھر اس کے گردن کو مار دیا گیا اللہ کی لعنت اس پر ہو[1]۔

بنو قریظہ سے ایک عورت کے علاوہ کسی اور عورت کو قتل نہیں کیا گیا:

اور بنو قریظہ میں سے صرف ایک عورت کو قتل کیا گیا تھا، امام حاکم نے مستدرک میں اور ابو داؤد نے حسن سند کے ساتھ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کی ایک خاتون کے علاوہ کسی خاتون کو قتل نہ کیا، اللہ کی قسم وہ میرے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مردوں کو تلوار سے قتل کر رہے تھے اسی وقت ایک شخص نے ان کا نام لے کر کہا فلاں خاتون کہاں ہیں؟ تو انہوں نے کہا میں یہاں ہوں اللہ کے قسم، میں نے کہا تمہارا کیا معاملہ ہے انہوں نے کہا میں آج اللہ کی قسم قتل کر دی جاؤں گی، میں نے کہا: کیوں اس نے کہا: میرے ایک غلطی کی وجہ سے[2] چنانچہ اسے لے جایا گیا اور اس کا گردن قلم کر دیا گیا[3]۔

([1]) دیکھیے: سیرت ابن ہشام (266/3)، دلائل نبوت از امام بیہقی (4/ 23)، البدایہ والنہایہ (509/4)۔

([2]) ابن ہشام سیرت (266/3) میں کہتے ہیں اس نے ہی چکی کے پارٹ کو خلاد ابن سوید پر گرا کر انہیں قتل کیا تھا۔

([3]) اس کے تخریج امام حاکم نے مستدرک کتاب المغازي والسرايا باب قتل امرأة من بني قريظة ۔ یہ میں حدیث نمبر (2671) اور امام ابو داؤد نے اپنے سنن کتاب الجهاد باب في قتل النساء میں حدیث نمبر (2671) پر اور ابن اسحاق نے سیرت (266/3) میں کی ہے۔

عطیہ قرظی کی نجات:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ہر بالغ شخص[1] کو قتل کرنے اور غیر بالغ کو چھوڑ دینے کا حکم دیا تھا، چنانچہ عطیہ قرظی نابالغ لوگوں میں سے تھے، اس لئے انہیں چھوڑ دیا گیا اور انہیں قیدیوں میں داخل کیا گیا، ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور ترمذی نے شیخین کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ عطیہ قرظی کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: میں ان لوگوں میں سے تھا جن کے بارے میں سعد بن معاذ نے فیصلہ کیا تھا، لوگوں کو میرے بارے میں شک ہوا کیا میں بچوں میں سے ہوں یا جنگجو لوگوں میں سے؟

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دیکھو اگر ان کے زیر ناف کے بال آئے ہیں تو قتل کر دو ورنہ چھوڑ دو"۔

لوگوں نے مجھے دیکھا تو مجھے پایا کہ میرے زیر ناف کے بال نہیں آئے ہیں تو مجھے چھوڑ دیا گیا[2]۔

عمرو بن سعد قرظی کا قصہ:

اور اس رات میں عمرو بن سعد قرظی بھی نکلے، اور ان کا گزر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرے داروں سے ہوا، اس رات محمد بن مسلمہ کی پہرہ داری تھی، جب انہوں نے انہیں دیکھا تو کہا: یہ کون ہے؟

انہوں نے کہا: میں عمرو بن سعدی ہوں، اور جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے عمرو بنو قریظہ کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے گئے عہد و پیمان کے سلسلے میں غداری میں داخل

([1]) اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلوغت کی نشانی قرار دی ہے، دیکھیے: النہایہ (4/5)۔

([2]) اس کی تخریج ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب السیر باب ذکر العلامۃ التی یعلم بھا فرق بین السبي وبین غیر ھم میں حدیث نمبر (4781) اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب ا سیر، باب ماجاء في النزول علی الحکم میں حدیث نمبر (1584) پر کی ہے اور امام ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

نہ ہوئے تھے، اور ان سے کہا تھا میں محمد کے ساتھ غداری نہ کروں گا، تو محمد بن مسلمہ نے ان کو پہچاننے کے بعد کہا: اے اللہ تو مجھ سے نیک لوگوں کے عیب پوشی سے محروم نہ کرنا((اقالہ عثرات الکرام)) پھر انہوں نے ان کا راستہ چھوڑ دیا، چنانچہ مجھے عمرو بن سعدی اپنے چہرے پر نکلے یہاں تک کہ انہوں نے وہ رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں مدینہ میں گزاری، پھر وہ گئے اور آج کے دن تک نہیں پتہ چلا کہ وہ زمین کے کس جانب نکلے تھے۔ان کا تذکرہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:((وہ ایسے شخص ہیں جنہیں اللہ رب العالمین نے ان کی وفاداری کی وجہ سے نجات دیدی)) [1]۔

بنو قریظہ کے مال غنیمت کی تقسیم

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کے مال کی تقسیم کا حکم دیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے قلعوں میں پائے جانے والے ہتھیار اور کپڑے وغیرہ جمع کیے جائیں، چنانچہ ان کے قلعوں میں 1500 تلوار اور تین سو زرہیں ایک ہزار نیزے اور پانچ سو ڈھال ملے، اور انہیں بہت سے اونٹ اور مویشی بھی حاصل ہوئے ان میں سے پانچواں حصہ نکالا گیا پھر باقی غنیمت حاصل کرنے والوں میں تقسیم کر دیا گیا، چنانچہ گھوڑ سواروں کے لیے تین حصے لگائے گئے: دو حصے گھوڑے کے لئے اور ایک گھوڑ سوار کے لیے، اور پیدل جنگجوؤں کے لیے ایک حصہ لگایا گیا[2]۔

شیخان نے اپنی صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں بے شک بنو نظیر اور قریظہ کے یہودیوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کی، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کو جلاوطن کر دیا، اور قریظہ کو باقی رکھا ان پر احسان کیا، یہاں تک

([1]) دیکھیے سیرت ابن ہشام (262/3)، السیرۃ النبویہ از امام ذہبی (531/1)۔

([2]) مرجع سابق (269/3)، الطبقات الکبری از ابن سعد (۲۸۷/۲)۔

کہ اس کے بعد قریظہ کے لوگوں نے آپ سے دوبارہ لڑائی کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مردوں کو قتل کردیااوران کی عورتوں اوربچوں اورمال کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کردیا[1]۔

اور اللہ رب العالمین نے یہ کہتے ہوئے سچ فرمایاہے:((وانزل الذين ظاهروهم من اهل الكتاب من صياصيهم وقذف فى قلوبهم الرعب فريقا تقتلون وتأسرون فريقا واورثكم ارضهم وديارهم واموالهم وارضا لم تطئوها [2] وكان الله على كل شىء قديرا))[الأحزاب:٢٧-٢٧]۔

ریحانہ کاانتخاب:

اوراللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے ان کے خواتین میں سے ریحانہ بنت زید ابن عمرو کو اختیار کیاجو کہ بنو عمر بن قریظہ کی خواتین میں سے ایک تھیں،اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اسلام پیش کیامگر انہوں نے یہودیت کو چھوڑنے سے انکار کیا،اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی،اسی دوران میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہ کے درمیان موجود تھے تو آپ نے اپنے پیچھے سے جوتے کی آواز سنی اور کہایہ ثعلبہ بن سعیہ [3] ہیں یہ مجھے ریحانہ کے اسلام قبول کرنے کی خوشخبری دے رہے ہیں،انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشخبری دی اور آپ نے ان کو نکاح کا پیغام دیااور کہاکہ آپ ان کو آزاد کردیں گے اوران سے نکاح کرلیں گے

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب حدیث بنی النضیر میں حدیث نمبر(4028)اورامام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد والسیر باب اجلاء الیھود من الحجاز میں حدیث نمبر(1766)اورامام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(6367)پر کی ہے۔

([2])امام ابن جریر طبری اپنی تفسیر(288/10)میں کہتے ہیں:اور درست بات یہ ہے کہ کہاجائے اللہ تعالی نے یہ خبر دی ہے کہ اس نے اصحاب رسول میں سے اہل ایمان کو بنو قریظہ کے زمین ان کے گھر اوران کے مال اور ایسی زمین جس کو اس دن نہیں چلا گیا تھاان کا وارث بنایا اور اس دن مکہ خیبر فارس اور روم کی سرزمین اور یمن کی سرزمین پر نہیں چلا گیا تھابعد میں ان پر چلا گیااور اللہ رب العالمین نے انہیں ان کا وارث بنایااور یہ سبھی اللہ تعالی کے اس فرمان میں داخل ہیں کیونکہ اللہ تعالی نے ان میں سے بعض کو بعض کے ساتھ خاص نہیں کیا۔

([3])حافظ ابن حجر الإصابہ(519/1)میں کہتے ہیں:ثعلبہ ابن سعیہ ان لوگوں میں سے ہیں جو یہودیوں میں سے مسلمان ہوئے تھے۔

اوران کو پردہ کرائیں گے، توانہوں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ آپ مجھے اپنی ملکیت میں رکھیں وہ میرے اور آپ کے اوپر آسان ہے، لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چھوڑ دیا[1]۔

اور ابن سعد نے اپنی طبقات میں محمد بن کعب کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: ریحانہ ان لوگوں میں سے تھیں جنہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العالمین نے عطا کیا تھا، آپ بہت ہی خوبصورت خاتون تھیں، جب ان کے شوہر کو قتل کر دیا گیا تو یہ قیدیوں میں سے تھیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چنا اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کیا اور ان سے نکاح کر لیا اور آپ کو پردہ کرنے کا حکم دیا، چنانچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر انہیں سخت غیرت آئی تو آپ نے انہیں طلاق دے دیا جو ان پر بہت بھاری گزری اور انہوں نے خوب رویا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس کر لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قبل اپنی وفات تک اپ کے پاس ہی رہیں[2]۔

بنو قریظہ کے جنگ کے شہداء

بنو قریظہ کے دن مسلمانوں میں سے تین لوگ شہید ہوئے: خلاد بن سوید جن پر چکی گرائی گئی تھی، جس کی وجہ سے ان کا سر بری طرح کچل گیا تھا، اور وہ فوت ہو گئے تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ان کے لیے دو شہیدوں کا اجر ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلاد بن سوید پر چکی گرانے والی عورت کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا، اور دوسرے شہید عکاشہ بن محصن کے بھائی ابوسنان بن محصن تھے ان کی وفات اس وقت ہوئی جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

([1]) یہی ابن اسحاق نے سیرت (269/3) میں ذکر کیا ہے۔

([2]) دیکھیے: طبقات الکبری از ابن سعد (۳۱۱/۸)۔

وسلم بنو قریظہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے [1]،اور تیسرے شہید طفیل بن نعمان رضی اللہ عنہ تھے، جنہیں وحشی بن حرب نے قتل کیا تھا۔

ایک ضعیف حدیث:

ابوداؤد نے اپنی سنن میں ضعیف سند کے ساتھ جس کے متن میں بھی نکارت پائی جاتی ہے ثابت بن قیس بن شماس کے واسطے ان کے والد کے حوالے ان کے دادا سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں ایک خاتون نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں جنہیں ام خلاد کہا جاتا تھا، وہ حجاب پہنے ہوئے تھیں اور اپنے مقتول بیٹے سے متعلق سوال کر رہی تھیں تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ساتھیوں نے کہا: تم اپنے بیٹے کے بارے میں پوچھنے آئی ہو؟اور تم نے نقاب بھی پہن رکھا ہے؟۔

توانہوں نے کہا: اگر میرا بیٹا میں نے کھویا ہے تو میں نے اپنی حیاء نہیں کھوئی ہے،اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بیٹے کے لیے دو شہیدوں کا اجر ہے۔

میں نے کہا: ایسا کیوں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیونکہ انہیں اہل کتاب نے قتل کیا ہے [2]۔

کبھی نہ ختم ہونے والی رسوائی:

اور اسی دن سے یہود کے لوگ رسوا ہوئے،اور مدینہ میں نفاق کی حرکت کمزور پڑی،اور منافقوں نے اپنے سر جھکائے،اور بہت سے اپنے کام سے وہ بزدل ہو گئے،اور مشرکوں نے بھی انکے نقش قدم کو اختیار کیا کیونکہ پھر انہوں نے کبھی مسلمانوں سے غزوہ کرنے کے بارے میں نہیں

([1])دیکھیے: سیرت ابن ہشام(279/3)،الاصابہ(311/8)۔

([2])اس کی تخریج امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں کتاب الجہاد، باب فضل قتال الروم علی غیر ھم من الأمم میں حدیث نمبر(2488)پر کی ہے۔

سوچا، بلکہ مسلمان اب ان کے پاس جانے لگے، یہاں تک کہ فتح مکہ اور طائف کا واقعہ بھی پیش آیا، اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہودیوں منافقوں اور مشرکوں کی تحریکوں کے درمیان تلازم پایا جاتا تھا، اور مدینہ سے یہودیوں کے دھتکارے جانے سے یہ تلازم ختم ہو گیا، اور یہی اسلامی سلطنت کے قیام اور اس کے استقرار کے دو عہد کے مابین واضح فرق تھی[1]۔

اور بنو قریظہ کو ختم کرنے کے بعد مسلمان اپنے پیٹھ کے آخری کانٹے کو ختم کرنے میں کامیاب ہوئے، اور پورا مدینہ منافقوں کے علاوہ ایک آدمی کا دل ہو گیا اور وہی مسلمانوں کا پناہ گاہ اور مضبوط قلعہ بنا[2]۔

بڑے سردار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات:

جب سعد بن معاذ نے بنو قریظہ کے لوگوں کو قتل کرنے اور قیدی بنانے کا فیصلہ کیا تو اللہ رب العالمین نے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائیں اور ان کے سینے کو ان کے بارے میں ہلکا کیا، تو ان کا زخم پھوٹ پڑا اور ان کی وفات ہو گئی۔

آپ کی وفات سے پہلے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آئے جب کہ وہ آخری سانسیں لے رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اللہ تعالی آپ کو قوم کے سردار کے طور پر بہترین بدلہ دے، تم نے جو اللہ رب العالمین سے وعدہ کیا تھا وہ سچ کر دکھایا اور اللہ رب العالمین تم سے کئے گئے وعدے کو سچ کرنے والا ہے[3]۔

سعد رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی تھی کہ اللہ رب العالمین انہیں اس وقت تک وفات نہ دیں جب تک کہ بنو قریظہ کے بارے میں ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک نہ مل جائے، یہ اس وقت ہوا جب

([1]) دیکھیے: في ظلال القران از سید قطب (5/ 2849)۔

([2]) دیکھیے: السیرۃ النبویۃ از ڈاکٹر محمد ابو شہبۃ (2/ 409)۔

([3]) اس کے تخریج ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حدیث نمبر (19784) پر کی ہے اور اس کی سند مرسل حسن ہے۔

انہوں نے اپنے اور اللہ کے رسول کے درمیان کیے گئے معاہدوں کو توڑ دیا تھا، اور انہوں نے آپ کے خلاف احزاب کا ساتھ دیا تھا، امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں صحیح سند کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: مشرکوں میں سے ایک شخص نے سعد رضی اللہ عنہ کو تیر ماری جسے ابن عرقہ کہا جاتا تھا، اور وہ تیر سعد کے بازو کی ایک رگ میں لگی ، اور اسے کاٹ دیا تو سعد رضی اللہ عنہ نے اللہ رب العالمین سے دعا کی اور کہا اے اللہ تو مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ بنو قریظہ کے سلسلے میں میری آنکھ ٹھنڈی نہ ہو جائے[1]۔

اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی طحاوی کے یہاں شرح مشکل الآثار میں مسلم کی شرط پر صحیح سند کے مروی ایک روایت میں ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ((خندق والے دن سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو تیر مارا گیا، جس سے ان کے بازو کے باطنی حصے کا رگ کٹ گیا، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آگ سے داغا تو ان کے ہاتھ میں سوجن آگئی، تو آپ نے اسے چھوڑ دیا اور اس سے خون نکل پڑا، آپ نے دوبارہ اسے داگا پھر ان کا ہاتھ سوج آیا جب سعد نے یہ دیکھا تو کہا: اے اللہ تو میری جان اس وقت تک نہ نکال جب تک کہ بنو قریظہ کے سلسلے میں میری آنکھ ٹھنڈی نہ ہو جائے، پھر ان کی رگ سے خون تھم گیا، اور اس کے بعد خون کا ایک قطرہ بھی نہ نکلا، یہاں تک کہ وہ لوگ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر اترے، چنانچہ جب ان کے قتل سے فراغت ہوئی تو ان کا زخم پھٹ گیا اور وہ فوت ہو گئے[2]۔

([1]) اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (25097) اور امام ابن حبان نے اپنے صحیح، کتاب اخبارہ عن مناقب الصحابۃ، باب ذکر وصف دعاء سعد بن معاذ میں حدیث نمبر (7028) پر کی ہے اور اسے ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (4/ 508) میں نقل کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث اس حدیث کی سند جید ہے۔

([2]) اس کی تخریج امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر (3579) پر کی ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریل کے واسطے سعد رضی اللہ عنہ کے وفات کی خبر:

اور جب ان کی وفات ہوئی تو جبریل علیہ السلام نے آپ کے پاس آکر ان کے وفات کی خبر دی، چنانچہ امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں صحیح سند کے ساتھ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں جبریل علیہ السلام اللہ کے رسول کے پاس آئے اور کہا یہ نیک بندے کون ہیں؟ جن کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے ہیں، اور ان کے لیے عرش نے حرکت کیا ہے، چنانچہ راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو وہ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالی عنہ تھے[1]۔

اور جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سعد رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کے لئے نکلے تو آپ جلدی سے نکلے اس خدشے سے کہیں فرشتے آپ کو غسل نہ دیں چنانچہ ابن سعد نے اپنی طبقات میں صحیح سند کے ساتھ محمود بن لبید کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں جب خندق کے دن سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو زخم لگیں تو وہ بیمار پڑ گئے چنانچہ لوگوں نے انہیں ایک خاتون کے پاس منتقل کر دیا جنہیں رفیدہ کہا جاتا تھا، وہ زخمیوں کا علاج کرتی تھیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے پاس سے گزرتے تو کہتے تم نے کیسے شام کیا اور جب صبح ہوتی تو کہتے تم نے کیسے صبح کیا تو وہ آپ کو بتاتے یہاں تک کہ جب وہ رات تھی جس میں ان کی قوم کے لوگوں نے انہیں منتقل کیا تو وہ زیادہ بیمار ہو گئے، چنانچے وہ لوگ انہیں بنو عبدالاشہل کے گھروں کی جانب اٹھا کر لے گئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آئے جیسا کہ وہ آپ سے پوچھا کرتے تھے لوگوں نے کہا وہ لوگ ان کو لے کر چلے گئے ہیں، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور ہم بھی آپ کے ساتھ نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی کیا یہاں تک کہ ہمارے جوتوں کے دھاگے ٹوٹ گئے اور ہماری چادر

([1]) مرجع سابق حدیث نمبر (4173)۔

یں ہمارے کندھوں سے نیچے آ گئیں، اس کی شکایت آپ کے صحابہ نے آپ سے کی اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ہمیں چلنے میں تھکا دیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدشہ ہے کہ کہیں فرشتے اسی طرح ان کو غسل دینے میں سبقت نہ کر جائیں جیسے کہ انہوں نے حنظلہ کو غسل دیا تھا۔

چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سعد کے گھر کے پاس پہنچے اور سعد رضی اللہ عنہ کو غسل دیا جا رہا تھا اور ان کی والدہ رو رہی تھیں، وہ کہہ رہی تھیں:

ویل ام سعد سعدا حزامة وجدا

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ساری نوحہ کرنے والیاں جھوٹ بولتی ہیں سوائے ام سعد کے [1]۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کے سر کو اپنے سینے پر رکھا، اور کہا: اے اللہ سعد نے تیرے راستے میں جہاد کیا اور تیرے رسول کی تصدیق کی، اور اپنی ذمہ داری ادا کی اے اللہ تو ان کے روح کو قبول کر نا جس طرح سے تو بہترین روحوں کو اچھے طریقے سے قبول کرتا ہے [2]۔

امام بزار نے اپنی مسند میں جید سند کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک سعد کی وفات کے دن ستر ہزار ایسے فرشتے نازل ہوئے جو اس سے پہلے کبھی بھی نازل نہ ہوئے تھے [3]۔

([1]) اس کی تخریج ابن سعد نے اپنے طبقات (227/3) میں کی ہے اور اسے امام البانی نے سلسلہ صحیحہ (1158) میں حدیث نمبر پر نقل کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

([2]) اس کی تخریج امام احمد نے فضائل صحابہ میں حدیث نمبر (1499) پر کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

([3]) اسے حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (512/4) میں نقل کیا ہے اور انہوں نے اس کی نسبت بزدار کی طرف کی ہے اور کہا ہے یہ جید سند ہے۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کے سبب عرش کا ہلنا

امام نسائی نے سنن کبریٰ میں اور ابن سعد نے اپنی طبقات میں صحیح سند کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :انہیں کی وجہ سے عرش حرکت میں آگیااور ان کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے اور ان کے پاس ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے اور انہیں ایک مرتبہ دبوچا گیا[1] پھر انہیں چھوڑ دیا گیا یعنی سعد بن معاذ کو۔[2]

امام احمد نے اپنی مسند میں اور حاکم نے اور انہوں نے اسے صحیح قرار دیا ہے،اور امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں اسماء بنت یزید ابن السکن الانصاریہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ان کی والدہ چیخ پڑیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: کیا تمہارے آنسو نہیں رکتے اور تمہارا غم نہیں جاتا بیشک تمہارا بیٹا وہ پہلا شخص ہے جس کی طرف اللہ رب العالمین نے ضحک فرمائیں،اور ان کے لئے عرش ہل گیا[3]۔

([1])امام ذہبی سیر (290/1) میں کہتے ہیں: یہ چمٹنا عذاب قبر سے نہیں ہے بلکہ یہ ایسا معاملہ ہے جو ایک مومن کو لاحق ہوگی جیسے کہ اپنے قریبی رشتہ دار یا بچے کو کھونے پر اسے دنیا میں لاحق ہوتی ہے اور جس طرح سے اسے اپنے بیماری کی تکلیف محسوس ہوتی ہے اور اس کے روح کے نکلنے کی تکلیف اور قبر میں اور امتحان میں سوال کی تکلیف اور اس کے اہل وعیال کے اس کے اوپر رونے کی تکلیف اور قبر سے کھڑے ہونے کی تکلیف اور موقف اور اس کے ہولناکی کی تکلیف اور جہنم پر چلائے جانے وغیرہ کی تکلیف حاصل ہوتی ہے اور یہ تکلیفیں بسا اوقات انسان کو حاصل ہوتی ہیں مگر یہ عذاب قبر کے باپ سے یا جہنم کے عذاب کے باب سے نہیں ہیں بلکہ اس طرح پرہیز گار بندہ پر اللہ رب العالمین ان میں سے بعض یا سب میں نرمی کرتے ہیں اور اللہ کے ملاقات کے بغیر مومن کے لیے کوئی راحت ہے ہی نہیں اللہ تعالی سورہ مریم کی ایت نمبر 39 میں فرماتے ہیں اور سورہ غافر کی ایت نمبر 18 میں فرماتے ہیں تو ہم اللہ تعالی سے درگزر اور لطف کا سوال کرتے ہیں اور ان جھٹکوں کے باوجود بھی ہم جانتے ہیں کہ سعد جنتی ہیں اور شہیدوں کے بلند ترین مقام پر وہ فائز ہوں گے۔

([2])اس کی تخریج امام نسائی نے سنن کبری میں باب کتاب الجنائز، باب صہ ٔ مۃ القبر میں حدیث نمبر (2193) اور ابن سعد نے طبقات (228/3) میں اور امام احمد نے فضائل صحابہ یں حدیث نمبر (1497) پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (27581) اور امام حاکم نے مستدرک کتاب معر فۃ الصحا بۃ، باب اَول من ضحک اللہ الیہ: سعد بن معاذ میں حدیث نمبر (4978) پر کی ہے اور امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں: سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے لئے عرش کے ہلنے سے متعلق حدیث دس یا اس سے زیادہ صحابہ سے وارد ہے، اور وہ صحیحین[1] میں ثابت ہے چنانچہ ان کے انکار کی کوئی وجہ نہیں[2]۔

اور امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عرش اللہ رب العالمین کی مخلوق ہے، اللہ نے جیسے چاہا اس کو مسخر کیا ہے اس نے چاہا کہ وہ ہلے تو وہ اللہ کی مشیت سے ہلا بھی، اور اللہ نے سعد رضی اللہ عنہ کی محبت کا اس میں احساس بھی پیدا کیا، جیسا کہ اللہ رب العالمین نے جبل احد میں اپنے نبی سے محبت[3] کا احساس پیدا کیا تھا، اور اللہ نے فرمایا: ((یاجبال أوبی معه))[سبا:10، اور فرمان باری تعالی ہے: ((تسبح له السماوات السبع والارض))، [الاسراء: ٤٤]۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالی نے عام بات کہہ کر فرمایا: وان من شیء الا یسبح بحمده([الاسراء:44]۔ یہ برحق ہے اور صحیح بخاری میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ہم کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے جب وہ کھائے جاتے تھے[4] اور یہ ایک کشادہ باب ہے جس کا راستہ ایمان ہے[5]۔

اور امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار (4170) میں حدیث نمبر (4170) پر اسے تخریج کیا ہے اور امام ہیثمی نے مجمع (9/ 309) میں اسے نقل کیا ہے اور کہا ہے اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

([1]) اس کی تخریج امام بخاری نے صحیح میں کتاب المناقب، باب مناقب سعد بن معاذ، حدیث نمبر (3803) اور امام مسلم نے صحیح میں کتاب فضائل الصحابۃ باب من فضائل سعد بن معاذ حدیث نمبر (2466) کی ہے۔

([2]) دیکھیے: فتح الباری (٧/٥٠٢)۔

([3]) امام بخاری نے اپنی صحیح میں حدیث نمبر (4083) اور مسلم نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر (1393) پر انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بے شک احد پہاڑ ایک ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں"۔

([4]) اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المناقب باب علامات النبوۃ في الاسلام میں حدیث نمبر (3579) پر کی ہے۔

([5]) امام ذہبی کا قول سیر اعلام النبلاء (١/٢٩٧) میں دیکھیے۔

سعد رضی اللہ عنہ کی تجہیز اور ان کا دفن:

اور جب سعد رضی اللہ عنہ کی تجہیز و تکفین سے فراغت ہوئی تو لوگوں نے انہیں اٹھایا وہ لمبے اور موٹے آدمی تھے منافقوں نے کہا کتنے ہلکے ہیں، تو یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی اور کہا: انہیں ان کے ساتھ فرشتوں نے اٹھا رکھا تھا[1]۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات سے سخت غم:

اور مسلمانوں کو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات سے سخت غم لاحق ہوا، چنانچہ امام احمد نے فضائل صحابہ میں حسن سند کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں: مسلمانوں کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دونوں صحابہ[2] یا ان میں سے ایک کے بعد کسی اور پر اتنا غم لاحق نہ ہوا جتنا سعد پر ہوا[3]۔

اور امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابن حبان نے حسن سند کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: جب سعد کی وفات ہوئی تو ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما رونے لگے یہاں تک کہ میں نے ابو بکر کے رونے کی آواز کو عمر کی آواز سے پہچان لیا اور عمر کے رونے کی آواز کو ابو بکر کی رونے کی آواز سے پہچان لیا[4]۔

([1])اس کی تخریج ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم عن مناقب الصحابۃ باب ذکر طعن المنافقین في جنازۃ سعد لحقتہ ھا میں حدیث نمبر (7032) اور امام ترمذی نے اپنے جامع میں کتاب المناقب میں باب مناقب سعد ابن معاذ میں حدیث نمبر (4184) پر کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اور حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ (513/4) میں کہتے ہیں اس کی سند جید ہے۔

([2])اپ کے دونوں ساتھیوں سے ان کا مراد ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

([3])اس کی تخریج امام احمد نے فضائل صحابہ میں حدیث نمبر (1493) پر کی ہے۔

([4])اس کی تخریج امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر (4172) اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (25097) اور ابن حبان نے اپنے صحیح کتاب اخبارہ عن مناقب الصحابۃ، باب ذکر وصف دعاء سعد بن معاذ میں حدیث نمبر (7028) پر کی ہے۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ایک حدیث

شیخان نے اپنی صحیحین میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ریشم کا ایک جوڑا تحفہ دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اسے چھونے لگے اور اس کی نرمی سے تعجب کرنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس کی نرمی سے تعجب کرتے ہو بے شک سعد بن معاذ کے رومال جنت میں اس سے بہتر اور نرم ہوں گے[1]۔

اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ گورے لمبے خوبصورت اور اچھے چہرے والے کشادہ انکھ اچھی داڑھی والے شخص تھے انہوں 37 سال کی زندگی پائی[2]۔

امام احمد نے فضائل صحابہ میں صحیح سند کے ساتھ انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: سعد پر اللہ رب العالمین کی رحمت ہو وہ لوگوں میں سب سے عظیم اور لمبے تھے[3]۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سعد رضی اللہ عنہ کی وفات احزاب سے واپسی کے تقریبا پچیس رات بعد ہوئی[4]۔

([1])اس کے تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المناقب باب مناقب سعد بن معاذ رضي الله عنه میں حدیث نمبر (۳۸۰۲) پر اور مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل سعد بن معاذ میں حدیث نمبر (۲۴۶۸) پر کی ہے۔

([2])دیکھیے سیر اعلام نبلاء از امام ذہبی (۲۹۶/۱)۔

([3])اس کی تخریج امام احمد نے فضائل صحابہ میں حدیث نمبر (۱۴۹۵) پر کی ہے۔

([4])دیکھیے البدایہ والنہایہ (۵۱۴/۴)۔

خندق اور بنو قریظہ کے قتل سے متعلق قرآن کی کونسی آیت نازل ہوئی

غزوہ خندق اور بنو قریظہ سے متعلق آخری گفتگو یہ ہے کہ اس عظیم غزوے کے سلسلے میں کونسی آیت نازل ہوئی، چنانچہ اللہ رب العالمین نے اس موضوع سے متعلق سورہ احزاب نازل فرمایا۔

ابن اسحاق سیرت میں کہتے ہیں: اللہ رب العالمین نے خندق کے سلسلے میں اور بنو قریظہ کے سلسلے میں قرآن میں سورہ احزاب نازل فرمائی، اور اللہ رب العالمین نے اس میں آزمائش کے نزول اور ان پر اپنی نعمتوں اور ان کے لیے ان کو نجات دینے کے بارے میں اپنے کافی ہونے کا تذکرہ کیا، بعد اس کے کہ اہل نفاق میں سے کچھ لوگوں نے جو کہنا تھا کہا تھا، اور اللہ رب العالمین نے فرمایا: ((يا ايها الذين امنوا اذكروا نعمه الله عليكم اذ جاءتكم جنود فارسلنا عليهم ريحا وجنودا لم تروها وكان الله بما تعملون بصيرا....))[الاحزاب: ۹-۲۷ [1]]۔

([1]) دیکھیے سیرت ابن ہشام (۳/۲۷۰)۔

اشجع کے وفد کی آمد

اور اسی سال پانچ ہجری میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اشجع قبیلے کا ایک وفد آیا، ان کے سردار مسعود بن رخیلہ [1] تھے، وہ لوگ جبل سلع [2] کی گھاٹی میں ٹھہرے، اور ان کی جانب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور انہیں کھجور کے بوجھ دینے کا حکم فرمایا، انہوں نے کہا: اے محمد ہم اپنی قوم میں سے تمہارے مقابلے ہم سے زیادہ قریب گھر اور کم تر تعداد والے کسی کو نہیں جانتے، اور ہم آپ کے اور آپ کی قوم سے جنگ سے تنگی کا شکار ہو گئے ہیں، اور ہم آپ سے صلح کرنے کے لئے آئے ہوئے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے صلح کر لی اور ان کے لئے ایک عہد لکھا [3]۔

پھر اس کے بعد وہ لوگ اسلام لے آئے اور انہوں نے اللہ کے رسول سے بیعت کر لی، چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نو یا آٹھ یا سات دن تھے تو آپ صلی اللہ علیہو سلم نے فرمایا: تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کیوں نہیں کرتے۔

اور ہم ابھی بیعت کے بارے میں بہت کم جانتے تھے۔ تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ سے بیعت کر لیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ کے رسول سے بیعت کیوں نہیں کرتے؟

وہ کہتے ہیں: پھر ہم نے اپنے ہاتھ کو پھیلایا اور ہم نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ سے بیعت کر لی، ہم آپ سے کس چیز پر بیعت کریں؟۔

([1]) حافظ ابن حجر الاصابہ (٦/٧٧) میں کہتے ہیں رخیلہ خاء معجمہ کے ساتھ تصغیر کے ساتھ ہے۔

([2]) حافظ ابن حجر فتح الباری (٣/١٩٤) میں کہتے ہیں سین کے زبر اور لام کے سکون کے ساتھ ہے جو مدینہ میں ایک مشہور پہاڑ ہے۔

([3]) دیکھیے: الطبقات الکبری از ابن سعد (١/١٤٨)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بات پر کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور پانچوں نماز ادا کرو اور تم اطاعت کرو اور آپ نے ایک پوشیدہ کلمہ کہا اور تم لوگوں سے کچھ بھی نہ مانگو۔

عوف نے کہا: پھر میں نے ان لوگوں میں سے بعض کو دیکھا کے ان کا کوڑا گرتا مگر وہ کسی سے سوال نہ کرتے کہ وہ انہیں اٹھا کر دے دے[1]۔

([1])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الزکوۃ ،باب کراہیۃ المسألۃ للناس میں حدیث نمبر (۱۰۴۳) اور ابوداؤد نے اپنی سنن میں کتاب الزکوۃ،باب کراھیۃ المسألۃ میں حدیث نمبر (۱۶۴۲) پر کی ہے۔

سنہ 6ہجری

غزوہ خندق اور غزوہ خیبر کے درمیان کے واقعات

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اُحزاب اور قریظہ سے فارغ ہوئے، اور قریش کی شان و شوکت ٹوٹ گئی، اور مدینہ کی فضا پر سکون ہوئی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان قبیلوں اور دیہاتوں کی جانب تادیبی حملات بھیجنے شروع کیے جن کے بارے میں آپ کو پتہ چلتا تھا کہ وہ مدینہ پر دھاوا بولنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

قرطاء[1] کی جانب محمد بن مسلمہ[2] کا سریہ

محرم سنہ 6 ہجری میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو 30 لوگوں کے ساتھ قرطاء کی جانب بھیجا، جو کہ بنو بکر کا ایک قبیلہ تھا، اور ان کا نام عبید بن کلاب تھا۔

تو محمد بن مسلمہ اور آپ کے ساتھی محرم کی دس راتیں گزرتے نکلے وہ رات کو چلتے اور دن کو چھپ جاتے، جب انہوں نے ان پر حملہ کیا تو ان کے کچھ لوگوں کے قتل کئے جانے کے بعد وہ سارے کے سارے لوگ بھاگ کھڑے ہوئے، اور انہوں نے ان کے مویشی اور بکریاں ہانک لیں، اور خواتین کو کچھ نہ کہا اور وہ مدینہ کی جانب واپس آگئے ان کی مدینہ واپسی محرم کی ایک رات رہتے ہوئی تھی، چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لائے ہوئے مال کا پانچواں حصہ نکالا اور باقی اس سریہ میں شریک لوگوں پر تقسیم کر دیا، چنانچہ انہوں نے ایک اونٹ کو 10 بکریوں سے بدل لیا اونٹوں کی تعداد 150 تھی اور بکریاں تین ہزار تھی[3]۔

([1])قرطاء: قاف کے پیش کے ساتھ ہے اس کے اور مدینہ کے درمیان سات راتوں کا فاصلہ ہے دیکھیے طبقات کبری از ابن سعد (۲/۲۸۸)۔

([2]) یہ محمد ابن مسلمہ اوسی انصاری ہیں جو بلند مقام صحابہ میں سے تھے انہوں نے بدر اور احد اور تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کے وقت انہیں مدینہ پر اپنا جانشین مقرر کیا تھا اور یہ ان لوگوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے کعب ابن اشرف کو قتل کیا تھا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور اپ رضی اللہ عنہ مختلف عثمان کے بعد فتنہ سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ابو داؤد نے اپنی سنن میں صحیح سند کے ساتھ کتاب السنہ میں باب مایدل علی ترک الکلام في الفتنة میں حدیث نمبر (4663) پر کی ہے اور اسے ابن الاثیر نے جامع الاصول میں حدیث نمبر (7470) پر حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا وہ کہتے ہیں جسے بھی فتنہ لاحق ہوتا تھا میں اس پر فتنے کا خوف کھاتا تھا سوائے محمد ابن مسلمہ کے میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ تمہیں فتنہ کوئی نقصان نہ پہنچائے گی۔

اور ابو داؤد کے یہاں سنن میں ایک دوسری روایت میں حدیث نمبر (۴۶۶۴) میں ثعلبہ بن ضبیعہ کے حوالے سے ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم حذیفہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا میں ایک ادمی کو جانتا ہوں جنہیں ازمائشیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے ہم نے کہا وہ کون ہے انہوں نے کہا اس خیمے والے وہ خیمے والے شخص ہم اس میں داخل ہوئے تو ہم نے دیکھا اس میں محمد ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ تھے۔

([3])دیکھیے: طبقات الکبری از ابن سعد (۲/۲۸۸)۔

کیااس سریہ میں ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ قیدی بنائے گئے؟

کہا جاتا ہے کہ اسی سریہ میں بنو حنیفہ کے سردار ثمامہ بن اثال قیدی بنائے گئے تھے، یہ محل نظر ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن اسحاق کی سیرت[1] میں سعید مقبری کے حوالے سے وارد سیاق میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں یعنی ابوہریرہ نے یہ گواہی دی انہوں نے خیبر کے بعد ہجرت کی[2]۔

میں کہتاہوں: ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کے قیدی بنائے جانے کا قصہ خیبر کے بعد بیان کیا جائے گا-ان شاءاللہ-۔

([1])دیکھیے: سیرت ابن ہشام(۲۹۵/۴)۔

([2])دیکھیے: البدایہ والنہایہ(۵۳۶/۴)۔

غزوہ بنو لحیان

بنو لیحیان وہی قبیلہ ہے جس نے خبیب بن عدیؓ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ روزِ الرجیع میں غداری کی تھی۔ چوں کہ ان کی بستیاں حجاز کے علاقے میں اتنی دور تک پھیلی ہوئی تھیں کہ مکہ کے حدود تک جا پہنچتی تھیں، اور دوسری طرف مسلمانوں اور قریش و عرب کے درمیان انتقام اور بدلے کے جذبات بھی موجود تھے، لہٰذا رسولِ اللہ ﷺ نے مناسب سمجھا کہ وہ دشمنِ بڑے اور مرکزی، یعنی قریش، کے قریب وجوار میں طویل توغّل (دور تک سر کنے) نہ کریں۔ جب احزاب کا حوصلہ ٹوٹ گیا اور ان کی ٹھان شکست کھا گئی، تو آپ ﷺ نے دیکھ لیا کہ اب بنو لیحیان کے خلاف غزوہ کرکے واقعۃ الرجیع کے شہداء کا بدلہ لئے جانے کا موقع آپہنچا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانب اپنے صحابہ کے خون کا بدلہ طلب کرنے کے لیے دو سو صحابہ کے ساتھ نکلے، ان کے ساتھ بیس گھوڑے تھے، یہ ربیع الاول[1] یا جمادی الاول[2] سنہ چھ ہجری کی بات ہے، اور آپ نے مدینہ پر ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو جانشین مقرر فرمایا تھا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ظاہر کی تھی کہ آپ شام کی جانب بنو لحیان کے غفلت کی تلاش میں جارہے ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی چل کر ارج[3] اور عسفان[4] درمیان وادی غران[5] پہنچ گئے، جو کہ بنو لحیان کے اقامت کی جگہ تھی، اور وہیں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو شہید کیا گیا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر رحمت کی دعا کی۔

([1]) یہ طبقات میں ابن سعد (۲۸۹/۲) کی روایت ہے۔

([2]) یہ سیرت میں ابن اسحاق (۳۰۶/۳) کی روایت ہے۔

([3]) ارج: ہمزہ اور میم کے زبر کے ساتھ ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے دیکھیے النہایہ (۶۶/۱)۔

([4]) عسفان: عین کے پیش کے ساتھ ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک بستی ہے دیکھیے النہایہ (۲۱۴/۳)۔

([5]) غران غین کے پیش اور راء کے سکون کے ساتھ ہے جو حدیبیہ کے قریب ایک وادی کا نام ہے دیکھیے النہایہ (۳۲۷/۳)۔

بنو لحیان کے لوگوں کو خبر ملی تو وہ بھاگ گئے اور پہاڑوں کے اوپر چھپ گئے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کسی کو نہ پاسکے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زمین پر دو یا ایک دن قیام کیا، اور ہر جانب آپ نے لشکروں کو بھیجا مگر وہ کسی کو نہ پاسکے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ عسفان کی جانب نکلے تاکہ قریش کے لوگ آپ کے بارے میں سنیں اور انہیں رعب محسوس ہو اور تاکہ انہیں اپنی قوت دکھائیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دس گھڑ سواروں کے ساتھ کراع غمیم[1] کی جانب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھیجا، ابو بکر رضی اللہ عنہ واپس آئے اور انہیں کوئی نہ ملا۔

اس غزوہ میں نماز خوف کا تذکرہ

میں کہتا ہوں: امام بیہقی نے اپنے دلائل[2] میں یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوے میں اسلام کے اندر سب سے پہلی نماز خوف ادا کی، اور مشہور بات یہ ہے کہ وہ حدیبیہ کا واقعہ ہے جیسا کہ آگے بیان کیا جائے گا[3]۔

([1]) کراع غمیم: یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے، دیکھیے: النہایہ (۱۴۳/۴)۔

([2]) دیکھیے: دلائل نبوت از امام بیہقی (۳۶۴/۳)۔

([3]) غزوۂ بنی لحیان کی تفصیلات ملاحظہ فرمائیں: سیرتِ ابنِ ہشام (جلد ۳، صفحہ ۳۰۶) الطبقات الکبریٰ از ابنِ سعد (جلد ۲، صفحہ ۲۸۹) البدایۃ والنہایۃ (جلد ۴، صفحہ ۴۶۲) شرح المواہب (جلد ۳، صفحہ ۱۰۶)۔

عمر کی جانب عکاشہ بن محصن کا سریہ

اور ماہ ربیع الاول سنہ 6 ہجری میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ کو بنو اسد کے فید[1] سے دو رات کے فاصلے پر موجود چشمے عمر کی جانب بھیجا، اس وقت آپ کے ساتھ چالیس لوگ تھے، چنانچہ وہ جلدی سے نکلے، اور لوگوں کو ان کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے، چنانچہ وہ ان کے شہر گئے تو دیکھا کہ مرد بھاگ چکے ہیں صرف عورتیں بچی ہیں تو انہوں نے شجاع بن وہب اسدی کو خبر گیری کے لئے آگے بھیجا تو انہوں نے چوپایوں کے قدموں کے نشانات دیکھے تو مسلمان ان کی جانب سے نکلے انہیں ان کا ایک جاسوس ملا تو مسلمانوں نے اسے اطمینان دلایا اور اس نے انہیں اپنے چچیرے بھائیوں کے مویشیوں پر رہنمائی کی تو انہوں نے ان پر دھاوا بولا اور 200 اونٹ اپنے ساتھ لے لئے، اور آدمی کو چھوڑ دیا اور وہ مدینہ واپس آ گئے انہیں کوئی سازش نظر نہ آئی[2]۔

([1]) فید: فا کے زبر اور یا کے سکون کے ساتھ کوفہ سے مکہ کے راستے میں ادھے راستے میں ایک گاؤں ہے، دیکھیے: معجم البلدان (۴۵۰/۶)۔

([2]) دیکھیے: طبقات الکبری از ابن سعد (۲۹۲/۲) شرح المواہب (۱۱۹/۳)۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا ذی قصہ[1] کی جانب سریہ

اور ماہ ربیع الاخر سنہ چھ ہجری میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ کو دس لوگوں کے ساتھ غطفان قبیلے کے بنو ثعلبہ اور ثعلبہ کے بنو عوال کی جانب بھیجا، جو کہ ذو القصہ نامی مقام پر آباد تھے، چنانچہ وہ لوگ ان پر رات کے وقت وارد ہوئے، چنانچہ لوگوں نے انہیں گھیر لیا جو کہ سو لوگوں کی تعداد میں تھے اور کچھ دیر تک تیر اندازی ہوئی، پھر دیہاتیوں نے ان پر نیزے سے حملہ کیا اور سب کو ختم کر دیا اور محمد بن مسلمہ زخمی ہو کر گر پڑے، اور ان کی پنڈلی کو مارا گیا، انہوں نے کوئی حرکت نہ کی، اور ان لوگوں نے ان کا کپڑا نکال لیا، اور محمد بن مسلمہ کے پاس سے مسلمانوں میں سے ایک شخص کا گزر ہوا تو اس نے انہیں اٹھالیا اور انہیں لے کر مدینہ آگیا[2]۔

([1])ذی قصہ: قاف کے زبر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جو مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے، دیکھیے: النہایہ (٦٤/٤)۔
ابن سعد اپنی طبقات (٢٩٢/٢) میں کہتے ہیں اس جگہ اور مدینہ کے درمیان 24 میل کا فاصلہ ہے "مقام ربذہ" کے راستے سے۔

([2])دیکھیے: الطبقات الکبری از ابن سعد (٢٩٢/٢) شرح المواہب (١٢٢/٣)۔

ذوالقصہ کی جانب ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا سریہ

اور سنہ چھ ہجری ماہ ربیع الاخر میں ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے قتل کے بعد ہی ذوالقصہ کی جانب چالیس لوگوں کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد روانہ کیا، چنانچہ وہ ان کے جانب پیدل چلے یہاں تک کہ بالکل صبح صبح ذوالقصہ نامی جگہ پہونچے، اور انہوں نے ان پر دھاوا بول دیا، چنانچہ انہوں نے ان لوگوں کو پہاڑ میں دوڑا کر تھکا دیا، اور انہوں نے ایک شخص کو پکڑا مگر وہ اسلام قبول کر لیا تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا، اور ان کے چوپایوں میں سے بہت سے چوپائے انہیں مال غنیمت کے طور پر ملے جسے انہوں نے اپنے ساتھ لے لیا، اور کچھ گرے پڑے سامان بھی انہیں ملے اور انہیں لے کر وہ مدینہ آ گئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا پانچواں حصہ نکالا اور باقی ان کے درمیان تقسیم کر دیا[1]۔

اور ابن اسحاق کی طبقات میں ہے کہ ابوعبیدہ کو ذوالقصہ کی جانب بھیجنے کا سبب یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تھی کہ بنو محارب بن خصفہ اور غطفان کے دو قبیلے ثعلبہ اور انمار نے مدینہ کے مویشیوں پر دھاوا بولنے کا ارادہ کیا ہے، جو کہ ہیفا[2] نامی جگہ پر چر رہے تھے۔

میں کہتا ہوں: ہو سکتا ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ذو القصہ کی جانب دو مرتبہ بھیجا ہو، یا ایک مرتبہ بھیجا ہو لیکن اس کے دو سبب رہے ہوں، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے قتل کے ساتھیوں کا بدلہ اور مدینہ کے چوپایوں پر ان کے حملہ کے ارادے کو روکنا۔

([1]) دیکھیے ار طبقات الکبری از ابن سعد (۲/۲۹۲)، شرح المواہب (۳/۱۲۲) ۔

([2]) ہیفا: مدینہ سے سات میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے، دیکھیے الطبقات الکبری از ابن سعد (۲/۲۹۲) شرح المواہب (۳/۱۲۲)۔

جموم[1] میں آباد بنو سلیم کی جانب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا سریہ

اور اسی ماہ ربیع الآخر سنہ چھ ہجری کے اندر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بنو سلیم کی جانب بھیجا، چنانچہ وہ نکلے یہاں تک کہ جموم پہونچ کر بطن نخل[2] کے کنارے بائیں جانب ٹھہرے، اور انہیں وہاں پر مزینہ قبیلے کی ایک خاتون ملیں، جن کا نام حلیمہ تھا، اس نے ان کی رہنمائی بنو سلیم کے ایک محلے کی جانب کی، چنانچہ انہوں نے وہاں پر کئی اونٹ بکریاں اور قیدی پائیں، انہیں میں سے حلیمہ مزنیہ کا شوہر بھی تھا، چنانچہ جب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ واپس حاصل شدہ چیزوں کے ساتھ مدینہ آئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون اور اس کے شوہر کو چھوڑ دیا[3]۔

([1]) جموم: مکہ کے راستے پر ایک چشمے کا نام ہے، دیکھیے: معجم البلدان (٣/٧٦)۔

([2]) بطن نخل: یہ مدینہ سے چار برج کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے برد برید کی جمع ہے اور ایک برید دو فرصت کا ہوتا ہے اور ایک فرسخ تین میل یا چھ میل کا ہوتا ہے۔

دیکھیے: الطبقات الکبری از ابن سعد (٢/٢٩٣) لسان العرب (١/٣٦٧) (١٠/٢٢٣)

([3]) دیکھیے: الطبقات الکبری از ابن سعد (٢/٢٩٣) شرح المواہب (٣/١٢٣)۔

عیص کی جانب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا سریہ

اور جمادی الاولی سنہ چھ ہجری میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ایک سو ستر لوگوں کے ساتھ بھیجا، جس کا مقصد ابو العاص بن ربیع کی قیادت میں شام سے آرہے قریش کے ایک قافلے کو روکنا تھا، انہوں نے اس قافلے کو پالیا، اور اسے اس میں موجود تمام چیزوں کے ساتھ اپنے قبضے میں لے لیا، اور اس دن انھوں نے صفوان بن امیہ کا بہت سارا چاندی بھی لیا، اور لشکر میں موجود بہت سے لوگوں کو قیدی بنایا، جن میں سے ابو العاص ابن الربیع بھی تھے اور انہیں لے کر مدینہ آگئے۔

اور ابو العاص بن ربیع تجارت، مال اور امانت میں مکہ کے گنے چنے لوگوں میں سے تھے، جو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینب کے شوہر تھے ان کی والدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ بنت خویلد تھیں۔

چنانچہ ابو العاص رات میں زینب کے پاس آئے ، جنہوں نے ان سے پہلے ہجرت کر لی تھی اور انہیں شرک کی حالت پر چھوڑا تھا جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے، تو ان سے پناہ طلب کی اور انہوں نے انہیں پناہ دے دی، اور انہوں نے ان سے طلب کیا کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے قافلے کا مال انہیں واپس کرنے کی درخواست کریں، چنانچہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے لیے نکلے اور آپ نے تکبیر کہی اور لوگوں نے تکبیر کہی زینب رضی اللہ عنہا نے عورتوں کے چبوترے (صفہ) [1] سے آواز لگائی، اے لوگو میں نے ابو العاص بن ربیع کو پناہ دی ہے، جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا، اے لوگو! کیا تم نے وہ بات سنی ہے جو میں نے سنی ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے مجھے اس کے بارے میں کچھ

([1]) صفہ: یہ مسجد میں ایک سایہ دار جگہ کو کہا جاتا تھا، دیکھیے: النہایہ (۳/۳۵)۔

خبر نہیں تھی جب تک کہ تم نے جو سنا وہ میں نے سنا بے شک مسلمانوں نو پر ان کا سب سے کم درجے کا آدمی پناہ دے سکے گا۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے اور اپنے بیٹی کے پاس گئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ابو العاص بن ربیع اگر قریبی ہو تو چچیرہ بھائی ہے اور اگر دور ہو تو بیٹے کا باپ ہے اور میں نے اسے پناہ دی ہیں، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پناہ دیے ہوئے کو پناہ دے دی، اور انہوں نے ان سے مطالبہ کیا کہ ان سے لیا گیا سامان واپس کر لیں تو آپ نے وہ بات بھی قبول کر لی۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص کے مال کو حاصل کرنے والے سریہ کے اندر شریک لوگوں کے جانب بھیجا، اور ان سے کہا کہ: یہ شخص جیسا کہ تم جانتے ہو ہمارا داماد ہے اور تم نے اس کا مال لے لیا ہے، اگر تم ان پر احسان کرو اور اس کا مال واپس کر دو تو میں یہی چاہتا ہوں، اور اگر تم انکار کرو تو یہ ایسا معاملہ ہے جس کو اللہ رب العالمین نے تمہیں دیا تم اس کے زیادہ حقدار ہو۔

لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم واپس کریں گے، چنانچہ لوگوں نے ان کا مال واپس کر دیا یہاں تک کہ ایک شخص بالٹی اور مٹکا لے کر آیا، پانی بھرنے کا برتن اور رسی لے کر آیا، یہاں تک کہ لوگوں نے ان کا پورا مال اس طرح سے واپس کر دیا کہ انہوں نے کوئی بھی چیز گم نہ پائی۔

ابو العاص رضی اللہ عنہ کی مکہ واپسی اور ان کا قبول اسلام

پھر ابو العاص بن الربیع مکہ واپس گئے اور قریش کے ہر اُس شخص کا مال واپس کر دیا جس کا کوئی مال اُن کے پاس تھا، یا جس نے اُن کے ساتھ تجارت کے لیے مال بھیجا تھا۔ پھر انہوں نے کہا: "اے قریش کے لوگو! کیا تم میں سے کسی کا کوئی مال میرے پاس باقی ہے جو میں نے واپس نہ کیا ہو؟"۔

سب نے کہا: "نہیں، اللہ تمہیں جزائے خیر دے، ہم نے تمہیں وفادار اور شریف پایا۔" تو ابو العاصؓ نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ کی قسم! مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس اسلام قبول کرنے سے صرف یہ بات روکتی رہی کہ تم یہ نہ سمجھو کہ میں تمہارے اموال ہڑپ کرنا چاہتا ہوں۔ اب جبکہ اللہ نے تمہارے اموال تمہیں لوٹا دیے اور میں اُن سے فارغ ہو گیا، تو میں نے اسلام قبول کر لیا۔"

پھر وہ محرم ۷ ہجری میں مدینہ ہجرت کر کے نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے۔[1]۔

زینب رضی اللہ عنہا کا ان کے شوہر کے پاس پہلے نکاح پر واپسی

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص بن ربیع رضی اللہ تعالی عنہ کو ان کے پہلے ہی نکاح پر واپس کر دیا، اور نہ آپ نے کسی کو نیا گواہ بنایا نہ ہی کوئی نئی مہر متعین کیا، اور یہی اس بارے میں صحیح بھی ہے کیونکہ مسلمہ عورتوں کے کافروں پر حرام ہونے کی آیت اس وقت تک نازل نہیں ہوئی تھی۔

([1]) ابو العاص ابن ربیع رضی اللہ عنہ کا قصہ امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر (۱۲۴۴) اور امام حاکم نے مستدرک میں کتاب معرفۃ الصحابہ باب قصۃ اسلام أبي العاص وردّ زینب إلیہ بنکاحھا الأول میں حدیث نمبر (۵۰۸۸) اور ابن اسحاق نے سیرت (۲۶۹/۲) میں تخریج کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

امام احمد نے اپنی مسند میں اور ترمذی اور ابو داؤد نے حسن سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب کو ابو العاص بن ربیع پر لوٹا دیا، اور ان کا اسلام لانے کا یہ واقعہ پہلے نکاح کے چھ سال[1] بعد کا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نیا گواہ یا مہر متعین نہ کیا[2]۔

رہی بات عمرو بن شعیب کے حوالے سے ان کے والد کے واسطے ان کے دادا کی روایت کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کو اُبو العاص بن ربیع کے لیے نئے نکاح اور نئے مہر کے ذریعے واپس کیا۔

تو وہ ضعیف حدیث ہے جسے امام احمد نے اپنی مسند میں اور ترمذی نے روایت کیا ہے[3]۔

امام احمد نے اپنی مسند میں اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد کہا ہے یہ حدیث ضعیف ہے یا انہوں نے کہا کہ کمزور ہے اور اس کو حجاج نے عمرو بن شعیب سے نہیں سنا ہے، بلکہ اسے انہوں نے محمد بن عبداللہ عرزمی سے سنا ہے اور عرزمی کی حدیث کی کوئی حیثیت نہیں، اور صحیح

([1])اور ابو داؤد کے یہاں ایک دوسری روایت میں: "بعد سنتین" یعنی: دو سال کے بعد کا لفظ ہے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری (۵۳۰/۱۰) میں لکھتے ہیں اور اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ چھ سے مراد زینب کی ہجرت اور ابو العاص کے اسلام قبول کرنے کے درمیان کی بات ہو اور یہ مغازی میں بالکل واضح ہے کیونکہ انہیں بدر کے دن قیدی بنایا گیا تھا تو زینب بنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ان کے فدیہ کو بھیجا تھا مگر انہیں بغیر فدیہ کے آزاد کر دیا گیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر یہ شرط رکھی تھی کہ وہ ان کے پاس اس کے بدلے زینب کو بھیج دیں گے جیسے کہ پہلے ہم نے ذکر کیا ہے اور دو سال سے مراد سورہ ممتحنہ کی آیت نمبر 10 میں فرمان باری تعالی: لا هن حل للهم ولا هم يحلون لهن اور ان کے مسلمان ہو کر آنے کے درمیان کی مدت ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان دو سال اور کچھ مہینوں کی مدت ہوتی ہیں۔

([2])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۲۳۶۲) (۱۸۷۶) اور ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب النکاح باب ماجاء في الزوجين المشركين يسلم أحدهما میں حدیث نمبر (۱۱۷۵) اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب الطلاق باب إذا أسلم أحد الزوجين أو أسلمت بعد امرأته میں حدیث نمبر (۲۲۴۰) پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۶۹۳۸) اور ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب النکاح باب ماجاء في الزوجين المشركين يسلم أحدهما کے اندر حدیث نمبر پر (۱۱۷۴) کی ہے اور اسے ابن الاثیر نے جامع الاصول میں حدیث نمبر (۹۰۸۴) پر نقل کیا ہے۔۔

حدیث وہ ہے جو اس طرح مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہلے نکاح پر باقی رکھا، جو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے[1]۔

اور امام ترمذی نے اس حدیث کو عمرو بن شعیب سے روایت کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں کلام ہے[2]۔

اور حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ عمرو بن شعیب کی حدیث پر ابن عباس کی حدیث کی سند کو ترجیح دینا ہی معتمد قول ہے[3]۔

ضعیف حدیث:

امام حاکم نے مستدرک میں ضعیف سند کے ساتھ عمرو شعیب عن ابیہ عن جدہ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینب نے اپنے شوہر ابوالعاص سے ایک سال قبل اسلام قبول کیا، پھر ابوالعاص نے اسلام قبول کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں واپس کر دیا نئے نکاح کے ساتھ[4]۔

امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ باطل ہے، ہو سکتا ہے کہ ان کا ارادہ یہ ہو کہ انہوں نے ان سے ایک سال پہلے ہجرت کی ہے، ورنہ وہ ہجرت سے کافی پہلے اسلام قبول کر چکی تھیں۔

([1])امام احمد کا قول حدیث نمبر (۶۹۳۸) کے بعد مسند میں دیکھیے۔

([2])امام ترمذی کا کلام حدیث نمبر (۱۱۴۲) کے بعد ان کی جامع میں دیکھیے۔

([3])دیکھیے: فتح الباری (۵۳۱/۱۰)۔

([4])اس کی تخریج امام حاکم نے مستدرک میں کتاب معرفۃ الصحابہ باب ذکر أبي العاص بن الربیع رضي اللہ عنہ میں حدیث نمبر (۶۷۵۱) پر کی ہے۔

ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کے بعض فضائل:

ہم نے گذشتہ سطور میں یہ ذکر کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابوالعاص بن الربیع کی سسرالی رشتے کے طور پر تعریف کیا کرتے تھے، چنانچہ شیخان نے اپنی صحیحین میں مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو میں نے آپ کے شہادت کی آواز سنی، آپ کہہ رہے تھے: میں نے ابوالعاص بن ربیع سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا تو انہوں نے مجھ سے بات کی اور اسے سچ کر دکھایا۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے مسور بن مخرمہ نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد شمس میں سے اپنے ایک داماد کا تذکرہ کیا اور سسرالی رشتے میں ان کی تعریف کی، اور کہا انہوں نے مجھ سے بات کی اور سچ کہا اور مجھ سے وعدہ کیا اور اسے پورا کیا[1]۔

ابن اثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس وعدے اور وفاداری سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینب کے شوہر ابو العاص بن ربیع غزوہ بدر میں قید کئے گئے تھے، تو زینب نے مکہ سے ان کا فدیہ بھیجا تھا، جو کہ ان کی والدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہار تھا، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وجہ سے بہت ترس آئی، اور آپ نے مسلمانوں سے ان کی گردن کو آزاد کرنے کا مطالبہ کیا، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے شرط رکھی کہ جب وہ مکہ پہنچے تو زینب کو ان کے پاس بھیج دیں، تو انہوں نے ایسا ہی کیا تھا[2]۔

([1]) اس کے تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب فضائل الصحابہ باب: ذکر أصھار النبي صلی اللہ علیہ وسلم میں حدیث نمبر (۳۷۲۹) اور امام مسلم نے اپنی صحیح کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل فاطمۃ بنت النبي صلی اللہ علیہ وسلم رضي اللہ عنہا میں حدیث نمبر (۲۴۴۹) پر کی ہے۔

([2]) دیکھیے جامع الاصول (۱۱/۵۰۴)۔

زینب سے ابوالعاص کی اولاد:

فتح الباری میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نسب کے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے زینب کے یہاں ابوالعاص کے ذریعے علی اور امامہ کے علاوہ کوئی اولاد نہ ہوئی تھی[1]۔

رہی بات علی کی تو وہ بلوغت کے فورا بعد فوت ہو گئے تھے، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن انہیں اپنی سواری پر پیچھے بٹھایا ہوا تھا، اور ان کی وفات اپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی ہو گئی تھی[2]۔

رہی بات امامہ رضی اللہ عنہا کی تو یہ وہی ہیں جن کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی حالت میں اٹھاتے تھے، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خوب محبت کرتے تھے، چنانچہ شیخان نے اپنی صحیحین میں ابو قتادہ رہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم امامہ بنت زینب کو اپنے گود میں لے کر نماز پڑھ رہے تھے جب آپ سجدہ کرتے تو انہیں نیچے اتار دیتے اور جب اٹھتے تو انہیں گود لے لیتے"۔[3]

فوائد حدیث

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں اس حدیث میں بہت سے فوائد ہیں

1-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تواضع۔

2-بچوں پر آپ کی شفقت۔

([1])دیکھیے فتح الباری (۵۰۲/۳)۔۔

([2])دیکھیے فتح الباری (۵۰۲/۳) اور الاصابہ (۱۵۲/۸)۔۔

([3])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الصلاۃ باب إذا حمل جارية صغيرة على عنقه في الصلاة میں حدیث نمبر (۵۱۶) اور امام مسلم نے کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ باب جواز حمل ا صبيان في الصلاة میں حدیث نمبر (۵۴۳) اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۲۲۵۲۴) پر کی ہے۔

3- نبی کریم ﷺ کا اُن کے ساتھ احسان واِکرام کرنا—تاکہ اُن کے دلوں کو تسلی ہو جائے اور اُن کے والدین کے دلوں کو بھی دلاسہ ملے۔[1]

اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں حسن سند کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: نجاشی کے پاس سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک زیور آیا جسے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ دیا جس میں سونے کی انگوٹھی بھی تھی اور اس میں حبشی نگینہ لگا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آپ نے انگلیوں سے لکڑی پر رکھ کر لیا گویا آپ اسے ناپسند کر رہے ہو پھر آپ نے امامہ بنت ابو العاص اپنی نواسی کو بلایا اور کہا: اے میرے بیٹے اس زیور پہن لو۔[2]

امامہ موت کے قریب تھیں

اور امامہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں زندہ رہیں۔ اور قریب تھا کہ وہ فوت ہو جاتیں لیکن اللہ رب العالمین نے انہیں عفیت عطا کی، شیخان نے اپنی صحیحین میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی[3] نے

([1]) دیکھیے فتح الباری (۱۷۸/۲)۔

([2]) اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۲۴۸۸۰) اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب الخاتم باب ماجاء في الذ هب للنذ ساء میں حدیث نمبر (۴۲۳۵) پر کی ہے۔

([3]) حافظ ابن حجر فتح الباری (۵۰۲/۳) میں کہتے ہیں: یہ زینب ہے جیسا کہ ابو معاویہ کی عاصم روایت سے مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند امام احمد میں حدیث نمبر میں موجود ہے حافظ ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں کہا گیا ہے کہ وہ علی ابن ابی العاص ابن ربیعہ ہیں جو کہ زینب کے وقت ان سے تھے اسی طرح دمیاتی نے حاشیہ میں اپنے ہاتھ سے لکھا ہے اور یہ محل نظر ہے کیونکہ اس حدیث کے کسی بھی طریق میں یہ بات نہیں ائی ہے اور اس باب کی حدیث میں درست بات یہ ہے کہ یہ بھیجنے والی زینب تھیں اور یہ بچہ لڑکی تھی جیسا کہ مسند امام احمد میں صحیح سند کے ساتھ حدیث نمبر (۲۱۷۹۹) پر ثابت ہے اسامہ ابن زید کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس امیمہ بنت زینب کو لایا گیا جبکہ ان کی اخری سانسیں چل رہی تھیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ ان کا ایک بیٹا[1] فوت ہو چکا ہے تو آپ ان کے پاس تشریف لائیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سلام کہہ کر بھیجا اور کہا: "بے شک اللہ کے لئے ہے جو کچھ اس نے لیا اور جو کچھ دیا اور ہر چیز کا ایک وقت متعین ہے تو اسے چاہیے کہ وہ صبر کریں اور اگر ثواب کی امید رکھیں"۔

تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قسم کھا کر پیغام بھیجا اور کہا کہ آپ ضرور ان کے پاس آئیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور آپ کے ساتھ سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت اور کچھ دیگر لوگ تھے چنانچہ بچے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اٹھایا گیا اس وقت بچے کی آخری سانسیں چل رہی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بھر آئیں تو سعد نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ رحمت ہے جو اللہ رب العالمین نے اپنے بندوں کے دلوں میں ڈالی ہے اور اللہ رب العالمین اپنے بندوں میں سے انہیں پر رحم کرتا ہے جو رحم کرنے والے ہوتے ہیں[2]

اور صحیح کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ رحمت ہے جسے اللہ رب العالمین اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے رکھتا ہے اور اللہ اپنے بندوں میں سے رحم کرنے والے لوگوں پر رحم فرماتے ہیں۔[3]

([1])حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۳/۵۰۳) میں کہا ہے یعنی روح کے قبض ہونے کے قریب تھا اور اس پر صحیح مسلم میں حدیث نمبر (۹۲۳) پر موجود حماد کی روایت دلالت کرتی ہے انہوں نے قاصد بھیجا اپ کو بلانے کے لیے اپنے کسی بیٹے کے موت کے قریب ہونے کے وقت۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الجنائز باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: يعذب الميت ببعض بكاء أهله علیہ میں حدیث نمبر (۱۲۸۴) اور انہوں نے ہی کتاب المرض باب عيادة الصبيان میں حدیث نمبر (۵۶۵۵) اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجنائز باب البكاء على الميت میں حدیث نمبر (۹۲۳) اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۲۱۷۷۵) پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الایمان والنذور باب قول اللہ تعالی واقسموا باللہ جھد ایمانھم میں حدیث نمبر (۶۶۵۵) پر کی ہے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں: یہ مشکل حدیث ہے کیونکہ احادیث کا علم رکھنے والے اس بات پر متفق ہیں کہ امامہ بنت ابوالعاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہیں یہاں تک کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فاطمہ کی وفات کے بعد ان سے نکاح کیا یا پھر وہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہیں یہاں تک کہ ان کو قتل کر دیا گیا۔

اور جو بات ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے اپنے نبی کی تکریم فرمائی جب آپ نے تمام معاملات کو اللہ کے سپرد کر دیا اور اپنی بیٹی کو صبر کی وصیت کی اور رحمت وشفقت کی وجہ سے آپ اپنی آنکھوں پر کنٹرول نہ کر سکے تو اللہ رب العالمین نے آپ کی نواسی کو اسی وقت ٹھیک کر دیا اور وہ اس شدت سے نجات پا گئیں، اور پھر اس کے بعد وہ زندہ رہیں اس طرح سے اس کا دلائل النبوۃ میں ذکر کرنے کی مناسبت ظاہر ہوتی ہے، واللہ المستعان۔[1]

اس حدیث میں بہت سے فوائد ہیں۔

1- فضیلت والے لوگوں کو موت کے وقت بلانے کی جوازت تاکہ اُن کی دعا سے خیر و برکت کی امید رکھی جائے، اور اُن پر قسم کھا کر دعا کی درخواست کرنا بھی جائز ہے۔

2- اس میں یہ بھی ہے کہ تعزیت (غم بانٹنے) اور عیادت (مریض کی خبر گیری) کے لیے بغیر اجازت جانا جائز ہے، برخلاف دعوتِ ولیمہ کے، جس کے لیے اجازت ضروری ہے۔

3- اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ قسم پوری کرنے کو پسند کیا گیا ہے، اور یہ کہ مصیبت زدہ شخص کو موت سے پہلے صبر کی تلقین کرنی چاہیے، تاکہ جب موت آئے تو وہ رضا و صبر کے ساتھ اُس کا سامنا کرے۔

4- اس میں یہ بھی ہے کہ جس شخص کو کسی خاص معاملے کے لیے بلایا جائے، اُسے بلانے کی وجہ سے مطلع کرنا چاہیے۔

([1]) دیکھیے فتح الباری (٣/٥٠٢-٥٠٣)۔

5-اس میں یہ تعلیم بھی ہے کہ سلام کو بات چیت پر مقدم رکھنا چاہیے۔

6-اور اس میں یہ بھی ہے کہ مریض کی عیادت کرنا مستحب ہے خواہ وہ کم درجے کا آدمی ہو یا چھوٹا بچہ۔

7-اس میں یہ بات بھی ہے کہ اہلِ فضل و نیکی کو لوگوں سے اپنے فضل و احسان کو نہیں روکنا چاہیے، چاہے پہلی بار اُن کا احسان قبول نہ کیا گیا ہو۔

8-اس میں یہ بھی ہے کہ شاگرد یا تابع کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے امام یا استاذ سے اُس معاملے کے بارے میں پوچھے جو اُسے سمجھ میں نہ آئے، خصوصاً جب بظاہر دو چیزیں متعارض لگیں۔

9-اس میں اَدبِ سوال کی تعلیم بھی ہے، کہ سائل کو چاہیے کہ اپنے سوال سے پہلے احتراماً کہے: "یارسول اللہ"، پھر سوال کرے۔

10-اس میں اللہ کی مخلوق پر شفقت و رحمت کی ترغیب دی گئی ہے، اور دل کی سختی اور آنکھ کے خشک ہونے (یعنی بے رحمی و بے تاثری) سے ڈرایا گیا ہے۔

11-اس میں یہ بھی ہے کہ رونا جائز ہے، بشرطیکہ اُس میں نوحہ، چیخ و پکار یا غیر شرعی حرکات شامل نہ ہوں۔ اور جہاں تک نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی زینبؓ کا تعلق ہے، تو اُن کا انتقال ہجرت کے آٹھویں سال کے آغاز میں ہوا — جیسا کہ آگے، ان شاء اللہ، ذکر آئے گا[1]۔

([1]) دیکھیے: فتح الباری (۳-۵۰۵)۔

طرف[1] کی جانب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا سریہ

اور ماہ جمادی الآخرہ سنہ چھ ہجری میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مقام طرف کی جانب بھیجا چنانچہ وہ بنو ثعلبہ کی جانب 15 لوگوں کے ساتھ نکلے تو یہ اتی بھاگ کھڑے ہوئے اور انھیں یہ خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں رسول اللہ ﷺ خود ان کی طرف آرہے ہیں اور یہ جماعت آپؐ کے لشکر کا اگلا دستہ ہے۔ زیدؓ اور ان کے ساتھیوں نے اُن کے مالِ مویشی میں سے بیس اونٹ حاصل کیے اور مدینہ واپس آگئے۔ اس مہم میں اُنہیں کسی قسم کی مزاحمت یا لڑائی پیش نہ آئی، اور وہ چار راتیں غائب رہے۔[2]

([1]) طرف: مدینہ سے ۳۶ میل کے فاصلے پر ایک چشمے کا نام ہے، دیکھیے: الطبقات الکبری از ابن سعد (۲/۲۹۳)۔

([2]) دیکھیے: الطبقات الکبری از ابن سعد (۲/۲۹۳)، شرح المواہب (۳/۱۲۸)۔

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا سریہ دومہ الجندل[1] کی جانب

اور شعبان سنہ چھ ہجری میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے کہا: تم تیار ہو جاؤ کیوں کہ میں تمہیں آج یا کل اگر اللہ نے چاہا تو ایک سریہ میں بھیجنے والا ہوں، چنانچہ عبدالرحمن صبح کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے سامنے بٹھایا اور اپنے ہاتھ سے عمامہ پہنایا، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ان کے لیے جھنڈا باندھا، یا بلال کو حکم دیا کہ وہ انہیں سونپ دیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: آپ بسم اللہ کر کے اللہ کے برکت سے اسے لے لو پھر آپ نے اللہ رب العالمین کی تعریف کی اور فرمایا: ((اللہ کے نام سے جنگ کرو اللہ کے راستے میں، اور جو اللہ کا کفر کرے اس سے قتال کرو اور تم خیانت نہ کرو اور نہ ہی دھوکا دو اور کسی بچے کو قتل نہ کرنا))[2]، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ دومہ الجندل میں واقع بنو کلب کی جانب جائیں، انہیں اسلام کی دعوت دیں ،اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہا: اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو تم ان کے بادشاہ کی بیٹی سے نکاح کر لینا۔

چنانچہ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر نکلے جن کی تعداد سات سو آدمیوں پر مشتمل تھی، یہاں تک کہ دومۃ الجندل پہنچے اور وہاں پر تین دنوں تک ٹھہر کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہے، جب تیسرا دن تھا تو ان کا سردار اور بادشاہ اصبغ بن عمرو کلبی جو کہ نصرانی تھا مسلمان ہو گیا اور اس کے ساتھ اس کی قوم کے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے، عبدالرحمٰن بن عوف نے رافع بن مکیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اللہ کی جانب سے عطا کردہ فتح سے متعلق

([1])دومہ: دال کے پیش اور بسا اوقات زبر کے ساتھ ہے اور دومۃ الجندل یہ شام کے اطراف میں ایک جگہ ہے اس کے اور شام کے درمیان پانچ راتوں کا فاصلہ ہے، دیکھیے: النہایہ (۲/۱۳۲)، شرح المواہب (۳/۱۳۴)۔۔

([2])عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وصیت کی اصل صحیح مسلم میں کتاب الجہاد والسیر باب تأمیر الأمام الأمراء علی البعوث میں حدیث نمبر (۱۷۳۱) پر ہے۔۔

خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا، اور اس کے بارے میں پیغام لکھا، اور عبدالرحمان نے تماضر بنت اصبغ سے نکاح کیا اور اسے مدینہ لے آئے تو اس کے بعد ان کے یہاں ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی[1]۔

(1) اس سریے کا قصہ امام حاکم نے مستدرک میں کتاب الفتن والملاحم میں حدیث نمبر (٨٦٦٧) پر تخریج کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے اور ابن اسحاق نے اسے سیرت (٢٨٨/٤) میں بغیر سند کے تخریج کیا ہے۔

فدک[1] کی جانب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا سریہ

اور سنہ چھ ہجری ماہ شعبان میں ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو سو لوگوں کے ساتھ بنو بکر بن سعد یا ان کی ایک شاخ کی جانب روانہ کیا جنہیں بنو عبد اللہ بن سعد کہا جاتا تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی کہ ان کی ایک جماعت خیبر کے یہودیوں کو مدد دینا چاہتے ہیں، تو علی رضی اللہ تعالی عنہ نکلے رات کو چلتے دن میں چھپ جاتے یہاں تک کہ ہبج[2] نامی جگہ پہنچ گئے، اور وہاں پر مسلمانوں کو ان کا ایک جاسوس ملا تو اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ کیا تمہارے پاس تمہارے پیچھے بنو سعد کی جماعت کے بارے میں کوئی خبر ہے؟

تو اس نے کہا: ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا، تو انہوں نے اس پر سختی کی تو اس نے اقرار کیا کہ وہ ان کا جاسوس ہے، ان لوگوں نے اسے خیبر بھیجا ہے تاکہ وہ وہاں کے یہودیوں کو مدد کی پیشکش کر سکے اس شرط پر کہ وہ اپنے کھجوروں کا کچھ حصہ انہیں بھی دیں جیسا کہ دوسروں کو دیتے ہیں اور وہ ان کے پاس آئیں گے، تو مسلمانوں نے ان سے کہا: تمہاری قوم کے لوگ کہاں ہیں؟

تو اس نے کہا: میں نے انہیں اس حال میں چھوڑا ہے کی ان میں سے 200 لوگ اکٹھے ہوئے ہیں جن کا سردار وبر بن علیم ہے، تو انہوں نے کہا: تم ہمارے ساتھ چلو اور ان کے بارے میں بتاؤ، تو اس نے کہا: اس شرط پر کہ تم مجھے امان دو، چنانچہ انہوں نے ان کو امان دی اور اس نے انہیں ان کے بارے میں خبر دی تو مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا اور اور پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں لیں اور بنو سعد اپنی عورتوں کو لے کر بھاگ کھڑے ہوئے تو علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

([1]) فدک فا اور دال کے زبر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جو حجاز میں ایک بستی ہے اس کے اور مدینہ کے درمیان دو دن کا اور کہا گیا ہے تین دن کا فاصلہ ہے اور اس کے باشندے یہودی لوگ ہی، دیکھیے: معجم البلدان (۶/۴۱۷)۔۔

([2]) ہبج: یہ پانی اور چشمے کا نام ہے جو وادی قرا کی جہت میں ہے اس پر اہل مدینہ کے بہت سے باغات ہیں، دیکھیے: معجم البلدان (۸/۴۸۱)۔۔

لئے کچھ اونٹنیوں کو الگ کیا،اور پھر خمس کو الگ کیااور باقی اموال غنیمت کواس میں شریک لوگوں میں تقسیم کر دیا،اور مدینہ واپس آ گئےاور کوئی سازش نظر نہ آئی [1]۔

(1)دیکھیے:الطبقات الکبری ازابن سعد(۲/۲۹۴)،زادالمعاد(۳/۲۵۳)،شرح المواہب(۳/۱۳۶)۔

سلام[1] بن ابی الحقیق[2] کے قتل کیلئے عبداللہ بن عتیک کا سریہ

یہ سریہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام بن ابی الحقیق کے قتل کے لیے بھیجا تھا یہ غزوہ خندق کے بعد رمضان سن چھ کا واقعہ ہے[3]۔

اور رہی بات ان کی جو کہتے ہیں: یہ خندق سے پہلے کا واقعہ ہے تو ان کی بات غیر قابل قبول ہے، کیوں کہ سلام بن ابی الحقیق بھی مسلمانوں کے خلاف احزاب کو جمع کرنے والوں میں سے ایک تھا۔

اس واقعے کی تفصیل:

ابو رافع سلام بن ابو الحقیق ان لوگوں میں سے تھا جس نے احزاب کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جمع کیا تھا، اور بہت زیادہ مال اور مدد سے ان کی مدد کی تھی، اور وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچایا کرتا تھا، چنانچہ جب احزاب اور بنو قریظہ کا واقعہ ختم ہوا، تو خزرج نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام بن ابو الحقیق کے قتل کی اجازت طلب کی۔

اور کعب بن اشرف قبحہ اللہ اوس کے لوگوں کے ہاتھ سے قتل کیا گیا تھا جیسا کہ ہم نے گذشتہ دور میں اس کا تذکرہ کیا ہے، تو خزرج کے لوگوں نے چاہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اوس کی ان سے زیادہ کوئی فضیلت نہ ہو، چنانچہ انہوں نے اس اجازت طلبی میں جلدی کی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دے دی۔

([1]) حافظ ابن حجر فتح الباری (۸/۸۳) میں کہتے ہیں: سلام سین کے زبر اور لام کے تشدید کے ساتھ ہے۔۔

([2]) حافظ ابن حجر فتح الباری (۸/۸۳) میں کہتے ہیں: ح کے پیش کے ساتھ تصغیر کے ساتھ ہے۔۔

([3]) یہ طبقات میں ابن سعد کا قول ہے اسی جانب ہم بھی مائل ہوتے ہیں اور ابن اسحاق نے اسے سیرت میں بتایا ہے کہ خندق کے بعد کا واقعہ ہے مگر انہوں نے اس کی کوئی تاریخ بیان نہیں کی ہے۔

ابن اسحاق نے سیرت میں عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: اور اللہ رب العالمین نے اپنے رسول کے لئے جو چیز بنائی تھی وہ یہ کی انصار کے یہ دونوں قبیلے اوس اور خزرج اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دوسرے سے سبقت کی کوشش کیا کرتے تھے، جب بھی اوس کے لوگ کوئی چیز کرتے تو خزرج کے لوگ کہتے اللہ کی قسم تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسلام میں اس فضیلت میں ہم سے آگے نہیں بڑھ سکتے، تو انہوں نے کہا: وہ اس وقت تک نہیں رکتے تھے جب تک کہ اسی کے مثل کوئی کام وہ بھی نہ کر دیں، جب خزرج کے لوگ کوئی کام کرتے تو اوس کے لوگ اسی طرح سے کہتے[1]۔

چنانچہ خزرج کے چھ لوگ سلام بن أبو الحقیق کے قتل کے لیے نکلے جو کہ عبداللہ بن عتیک، عبداللہ بن عتبہ، مسعود بن سنان، عبداللہ بن انیس، ابو قتادہ اور خزاعی بن اسود رضی اللہ عنہم تھے۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا امیر عبداللہ بن عتیک کو مقرر فرمایا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بچوں اور عورتوں کے قتل سے منع کیا تھا، چنانچہ وہ نکلے یہاں تک کہ خیبر پہونچ کر ابو رافع کے قلعے کے پاس آئے، چنانچہ جب وہ اس سے قریب ہوئے، اس وقت

([1]) دیکھیے سیرت ابن ہشام (٣/٣٠٠)۔

میں کہتا ہوں اوس اور خزرج کے درمیان اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے حصول سے متعلق ایک دوسرے پر فخر اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ بہت عظیم درجے کو پہنچ گیا تھا چنانچہ امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار (١٠/٣٧٤) میں اور حاکم نے المستدرک میں حدیث نمبر (٧٠٢٠) پر مسلم کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ دو قبیلے اور حضرت کے لوگ فخر کرتے ہوئے کہنے لگے تو اور اس کے لوگوں نے کہا ہم میں سے ایک ایسے شخص تھے جن کی موت کی وجہ سے اللہ تعالی کا عرش ہل گیا جو کہ سعد ابن معاذ تھے اور ہم میں سے ایک ایسے شخص تھے جن جنہیں بھیڑ کے چھتوں نے حفاظت عطا کی جو کی عاصم ابن ثابت ابن ابی العقل تھے اور ہم میں سے ایک شخص ایسے تھے جنہیں فرشتوں نے غسل دیا جو کہ حنزلہ ابن ابو عامر راہب تھے اور ہم میں سے ایک ایسے شخص تھے جن کی شہادت دو لوگوں کے برابر قرار پائی خزیمہ ابن ثابت تھے تو حضرت کے لوگوں نے کہا ہم میں سے چار لوگ ہیں جنہوں نے قران کو جمع کیا ان کے علاوہ کسی اور نے جمع نہیں کیا ابی ابن کعب معاذ ابن جبل زید ابن ثابت ابو زید۔

سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے اونٹوں کے ساتھ چلے گئے تھے، عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ میں جا کر کے پہرے دار سے کچھ نرم باتیں کرتا ہوں ہو سکتا ہے میں داخل ہو جاؤں[1]، چنانچہ وہ گئے یہاں تک کے دروازے سے قریب ہوئے پھر اپنے کپڑے کو اوڑھ لیا گویا وہ قضائے حاجت کر رہے ہوں، اور سارے لوگ اندر داخل ہو گئے، تو پہرے دار نے آواز دی اے اللہ کے بندے اگر تجھے اندر جانا ہے تو جا ورنہ میں دروازہ بند کرنا چاہتا ہوں، عبد اللہ کہتے ہیں: پھر میں داخل ہوا اور چھپ گیا جب لوگ داخل ہو گئے تو اس نے دروازہ بند کر دیا، اور پھر چابیوں کو ایک میخ پر رکھ دیا، وہ کہتے ہیں میں چابیوں کی طرف بڑھا بڑا اور اسے لے لیا اور دروازہ کھول دیا اور ابو رافع کے پاس رات میں گفتگو جاری تھی۔

اور وہ اپنے ایک کمرے میں موجود تھا، جب بات کرنے والے لوگ واپس ہو گئے تو میں اس کی جانب گیا، اور میں جب بھی کوئی دروازہ کھولتا تو اندر سے بند کر لیتا، میں نے کہا: اگر لوگوں کو میرے بارے میں علم ہو جائے گا تو بھی وہ میرے پاس اس وقت تک نہیں آسکیں گے جب تک کہ میں اسے قتل نہ کر دوں، تو میں اس کے پاس پہنچا وہ ایک تاریک کمرے میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ موجود تھا گھر کے چراغ بجھا دیئے گئے تھے مجھے نہیں پتہ تھا کہ وہ گھر میں کہاں ہے، میں نے کہا اے ابو رافع اس نے کہا یہ کون ہے تو میں آواز کی طرف بڑھا[2] اور اس پر تلوار سے ایک زوردار وار کیا، اس وقت میں ڈرا ہوا تھا چنانچہ اس وار سے اس کا کچھ نہ ہوا وہ چیخ پڑا تو میں گھر سے باہر نکلا اور تھوڑی دیر تک کھڑا رہا پھر اس کے پاس آیا اور میں نے کہا: اے ابو رافع یہ آواز کیسی ہے؟[3]

([1]) اور ابن سعد کے طبقات (۲/۲۹۵) کی روایت میں ہے کہ انہوں نے عبد اللہ ابن عتیک کو آگے بڑھایا کیونکہ وہ یہودیوں کی زبان بولتے تھے۔

([2]) اور صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں حدیث نمبر (۴۰۴۰) پر ہے وہ کہتے ہیں پھر میں اواز کی جانب بڑھا۔

([3]) اور صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں حدیث نمبر (۴۰۴۰) پر ہے عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا پھر میں ایا گویا میں ان کی مدد کر رہا تھا رہا تھا تو اس نے کہ تو میں نے کہا تمہیں کیا ہو گیا اور میں نے اپنی اواز کو بدل دیا۔

اس نے کہا: تیری ماں برباد ہو ایک شخص نے ابھی مجھے تلوار سے مارا ہے، عبداللہ نے کہا پھر میں نے اس پر ایک تیز وار کیا اور میں ابھی بھی اسے قتل نہ کر سکا تھا، پھر میں نے تلوار کی نوک کو اس کے پیٹ میں رکھا اور وہ اس کے پیٹھ تک پہنچ گیا، تو میں نے جان لیا کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے، میں دروازے کو ایک ایک کر کے کھولتے ہوئے گیا یہاں تک کہ میں اس کے ایک سیڑھی کے پاس پہونچا، تو میں نے اس پر اپنا پاؤں رکھا اور مجھے لگتا تھا کہ میں زمین پر پہنچ گیا ہوں تو میں چاندنی رات میں گر پڑا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی[1]، اور میں نے اسے عمامہ سے باندھ لیا پھر نکلا یہاں تک کہ دروازے پر بیٹھا، تو میں نے کہا: میں رات بھر نہیں نکلوں گا یہاں تک کہ مجھے پتہ چل جائے کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے؟

جب مرغے نے بانگ دی تو موت کی خبر دینے والا دیوار پر چڑھا اور اس نے کہا کہ میں تمہیں ابو رافع اہل حجاز کے تاجر کے موت کی خبر دے رہا ہوں، میں نے کہا کہ اب جلدی بھاگو[2]، اللہ رب العالمین نے ابو رافع کو قتل کر دیا، میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور میں نے آپ کو خبر دی تو آپ نے کہا: اپنے پیر کو پھیلاؤ میں نے اپنا پیر پھیلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا، تو گویا وہ ایسا ہو گیا کہ میں نے کبھی اس میں کوئی تکلیف ہی نہ محسوس کی تھی[3]۔

([1])اور صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں حدیث نمبر (۴۰۴۰) پر ہے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہاں تک کہ میں سیڑھی کے پاس ایا میں چاہتا تھا کہ اتروں تو میں گر گیا اور میرے پیر کے جوڑ اکھڑ گئے تو میں نے اس پر پٹی باندھ لی۔

حافظ ابن حجر فتح الباری (۸۶/۸) میں کہتے ہیں: اور ان کے درمیان اس طرح سے جمع کیا جائے گا کہ ان کے پیر جوڑ سے اکھڑ گئے تھے اور پنڈلی ٹوٹ گئی تھی۔

([2])اور صحیح بخاری کی دوسری روایت میں حدیث نمبر (۴۰۴۰) پر ہے عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر میں لنگڑاتے ہوئے اپنے ساتھیوں کے پاس ایا۔

([3])ابو رافع یہودی کے قتل کی خبر امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب قتل أبي رافع عبد الله بن أبي الحقيق میں حدیث نمبر (۴۰۳۸)(۴۰۳۹)(۴۰۴۰) پر اور ابن سعد نے اپنی طبقات (۲۹۵/۲) میں اور ابن اسحاق نے سیرت (۳۰۰/۳) میں تخریج کیا ہے۔

فوائد حدیث

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ ابو رافع کے قصے میں بہت سے فوائد ہیں:

1-اس مشرک کو خفیہ طور پر قتل کرنے کی اجازت ہے جس تک دعوتِ اسلام پہنچ چکی ہو اور پھر بھی وہ ضد و اصرار پر قائم رہے۔

2-اس میں یہ بھی ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے خلاف مدد کرے—چاہے اپنے ہاتھ، مال یا زبان سے—اُس کا قتل جائز ہے۔

3-اس سے اہلِ جنگ (دشمنوں) پر جاسوسی کرنے اور اُن کی غفلت کے مواقع تلاش کرنے کی جوازت بھی ثابت ہوتی ہے۔

4-مشرکین کے ساتھ جنگ میں سختی اختیار کرنا بھی اس سے معلوم ہوتا ہے۔

5-مصلحت کے پیش نظر بات کو مبہم انداز میں کہنا (یعنی کھل کر مقصد ظاہر نہ کرنا) بھی جائز ہے۔

6-تھوڑے مسلمانوں کا زیادہ تعداد والے مشرکین کے مقابلے میں جانا بھی درست ہے۔

7-علامت یا قرائن کے ذریعے فیصلہ کرنے کا جواز بھی اس میں ہے—جیسے عبداللہ بن عَتِیکؓ نے ابو رافع کو اُس کی آواز سے پہچانا، اور بعد میں موت کا اعلان کرنے والے کی آواز سے اس کی موت کی تصدیق کی۔[1]

([1]) دیکھیے: فتح الباری (۸/۸۷)۔

یسیر بن رزام یہودی کے قتل کی خاطر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا سریہ

اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب سلام بن ابی الحقیق کو قتل کر دیا گیا تو یہودیوں نے یسیر کو اپنا امیر مقرر کیا، اور اسے اسیر بھی کہا جاتا تھا، چنانچہ یہ شخص غطفان اور ان کے علاوہ دیگر قبیلوں کے پاس گیا، تاکہ انہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کے لیے جمع کرے۔ یہ خبر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی، تو آپ نے عبداللہ بن رواحہ کو چپکے سے تین لوگوں کے ساتھ روانہ کیا، اور یہ رمضان سن 6 ہجری کی بات ہے، تو انہوں نے اس خبر سے متعلق معلوم کیا تو اسے انہیں خبر دی گئی تو وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو خبر سنائی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تیار کیا تیس لوگ آپ کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گئے جن میں سے عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ بھی تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا امیر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

چنانچہ وہ لوگ خیبر کی جانب نکلے، یہ شوال سنہ چھ ہجری کا واقعہ ہے، چنانچہ وہ یسیر بن رزام کے پاس آئے، اور انہوں نے اس سے کہا: ہم امن میں ہیں یہاں تک کہ تمہارے پاس آنے کی وجہ تم سے بیان کر دوں؟

تو اس نے کہا: ہاں، اور تمہاری جانب سے میرے لئے بھی وہی ہے؟

انہوں نے کہا: ہاں، انہوں نے کہا بے شک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تمہارے پاس بھیجا ہے کہ تم ان کے پاس چلو تاکہ وہ تمہیں خیبر کی ذمہ داری دیں اور تمہارے ساتھ اچھا معاملہ کریں، تو وہ لالچ میں آ گیا اور نکل پڑا۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا: اگر تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ تو وہ تمہیں ذمہ داری دیں گے اور تمہاری حوصلہ افزائی کریں گے، چنانچہ وہ اس کو مناتے رہے یہاں تک کہ وہ ان کے ساتھ نکل گیا۔

اور اس کے ساتھ یہودیوں کے تیس لوگ بھی نکلے تو عبداللہ بن قیس نے اسے اپنے اونٹ پر سوار کیا، یہاں تک کہ جب وہ لوگ قرقرہ ثبار[1] نامی مقام پر پہنچے تو یسیر کو اللہ کے رسول کی جانب جانے پر شرمندگی لاحق ہوئی، تو اس نے اپنا ہاتھ عبداللہ بن انیس کی طرف بڑھایا، تو عبداللہ اس کی حرکت کو سمجھ گئے، تو انہوں نے اپنے اونٹ کو بھگایا اور اس سے کہا: اے اللہ کے دشمن غداری نہ کر، تو انہوں نے اسے تلوار سے مارا اور اس کی ران اور پنڈلی گر گئی، اور یسیر ان کے اونٹ سے گر پڑا، اور اس کے ہاتھ میں ایک پہاڑی لکڑی تھی، تو اس نے عبداللہ کو مارا تو دماغ پر اس کا اثر ہوا، تو اللہ کے رسول کے صحابہ میں سے ہر شخص اپنے یہودی ساتھی پر ٹوٹا اور اسے قتل کر دیا، سوائے ایک شخص کے جو اپنے قدموں پر چل کر واپس ہو گیا، اور تیزی سے بھاگ نکلا، اور مسلمانوں میں سے کوئی بھی قتل نہ ہوا، پھر وہ لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ان سے کہا: اللہ نے تمہیں ظالم قوم سے نجات دی اور آپ نے عبداللہ بن انیس کو بلایا اور ان کے زخم پر تھوکا تو پھر اس میں پیپ نہ بھرا اور نہ اس نے انہیں تکلیف دیا[2]۔

([1]) قرقرہ ثبار: یہ خیبر سے چھ میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے ابن اسحاق نے یہ بات سیرت (۲۷۴/۴) میں کہی ہے۔۔

([2]) دیکھیے: الطبقات الکبری از ابن سعد (۲۹۵/۲)، سیرۃ ابن ھشام (۲۷۴/۴)۔۔

سریہ خبط

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو مہاجرین اور انصار میں سے تین سولوگوں کے ساتھ جن میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے قریش [1] کے ایک لشکر کو ساحل بحر کے پاس سے روکنے کے لئے بھیجا، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھجور کی ایک تھیلی زادراہ کے طور پر دی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے لیے اور کچھ نہ ملا تھا، چنانچہ جب وہ آدھے راستے میں تھے تو ان کا زادراہ ختم ہو گیا، تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے لشکر میں موجود تمام لوگوں کے زادِ راہ کو کھجور رکھنے کی تھیلی میں جمع کرنے کا حکم دیا، جس سے وہ ہر دن تھوڑا تھوڑا لشکر کے لوگوں کو دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ وہ بھی ختم ہو گیا، پھر وہ ہر آدمی کو ایک کھجور دیتے تھے جسے وہ اسی طرح سے چوستا رہتا تھا جیسے بچہ چوستا ہو، پھر اس کے بعد وہ پانی پی لیتے تھے، اور یہی ان کے لئے رات اور دن کا کھانا ہوا کرتا تھا۔

شیخان نے اپنی صحیحین میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ان سے سوال کیا گیا: تمہارے لئے کا یک کھجور کتنا کافی ہوا کرتا تھا؟

تو انہوں نے کہا: اس کے ختم ہو جانے کے وقت ہم نے اس کے ختم ہونے کی اہمیت کو جانا۔

([1]) ابن سعد کے یہاں طبقات (۳۱۵/۲) میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جہینہ کی ایک بستی کی جانب بھیجا تھا۔

حافظ ابن حجر فتح الباری (۴۰۸/۸) میں کہتے ہیں اس کا ظاہر صحیح کی روایت سے مختلف نہیں ہے کیونکہ اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ وہ دونوں قریش کا ایک قافلے کا انتظار کر رہے تھے اور جو ہے نا کہ ایک گاؤں کی طرف جا رہے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ لشکر کے انتظار سے ان سے لڑائی مقصد نہ ہو بلکہ جو ہے نا سے ان کی حفاظت ممکن ہو اور یہ جمع زیادہ مضبوط معلوم ہوتا ہے اس روایت کی وجہ سے جو مسلم کے یہاں صحیح میں جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مروی ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر جہینہ کی سرزمین کی طرف بھیجا تھا۔

چنانچہ جب ان کے پاس موجود کھجوریں ختم ہو گئیں جو کہ ان کی زاد راہ تھی تو انہوں نے درختوں کے پتے کھانا شروع کر دیا، چنانچہ وہ لاٹھیوں سے پتوں کو مارتے اور پھر اسے پانی سے بھگاتے اور اسے کھاتے یہاں تک کہ ان کے جبڑے سے زخمی ہو گئے۔

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم ساحل پر آدھے ماہ تک مقیم رہے اور ہمیں سخت بھوک لاحق ہوئی یہاں تک کہ ہم نے پتے کھانا شروع کر دیا، اسی لیے اس لشکر کو جیش خبط کہا جاتا ہے۔

اور جب قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو لاحق تکلیف اور بھوک کو دیکھا تو کہا: یہاں ایک اونٹ کے بدلے مدینہ میں مجھ سے کھجور کون خریدے گا؟

تو ان سے جہینہ کے ایک شخص نے کہا: تم کون ہو؟

انہوں نے کہا: میں قیس بن سعد بن عبادہ بن دلیم ہوں۔

تو جہنی شخص نے کہا: میں تمہارے نسب کو اچھی طرح جانتا ہوں میرے اور سعد کے درمیان دوستی ہے، اور اس نے نو اونٹ خرید لی، ہر اونٹ ایک وسق[1] کھجور کے بدلے، اور اس کے لئے اپنے کچھ ساتھیوں کو گواہ بنایا، اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور کہا میں گواہ نہ بنوں گا، یہ قرض لے رہے ہیں جبکہ ان کے پاس مال و دولت نہیں، بلکہ مال ان کے والد کا ہے۔

جہنی شخص نے کہا اللہ کی قسم سعد اپنے بیٹے کو بے سہارا چھوڑ کر اس کے ذمہ کو نہ توڑیں گے، اور میرے خیال میں یہ اچھا چہرہ اور بہت ہی اچھا کام ہے۔

چنانچہ قیس اور عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان بات چیت ہوئی یہاں تک کہ قیس نے عمر رضی اللہ عنہ کو سخت بات کہی، اور قیس نے اونٹوں کو لے لیا، اور ان کے لیے پہلے دن میں تین اونٹ ذبح کیے اور دوسرے دن تین اونٹ ذبح کیے، اور تیسرے دن اونٹ ذبح کئے، اور جب چوتھا دن تھا تو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کر دیا۔

([1]) وسق: واؤ کہ زبر اور سین کہ سکون کے ساتھ ۶۰ صاع کا ایک پیمانہ ہوتا ہے، دیکھیے: النہایۃ (۱۶۱/۵)۔

اور جب وہ سمندر کی ساحل پر پہنچے، تو اللہ تعالی نے ان کے سامنے ایک بڑی سی مری ہوئی مچھلی سمندر سے لا کر رکھ دی، گویا وہ چھوٹی پہاڑی ہو، اس کا نام عنبر تھا۔

اور صحیح بخاری میں ایک دوسری روایت کے اندر ہے جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر ہمارے لیے سمندر کی ساحل پر ایک بڑے سے ٹیلے کے مانند کوئی چیز ظاہر ہوئی، چنانچہ اس کے پاس آئے تو ہم نے اسے عنبر نامی ایک جانور پایا، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تو مردار ہے، پھر انہوں نے کہا نہیں بلکہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد ہیں اور اللہ کے راستے میں ہیں، اور تم مجبوری کا شکار ہو گئے ہو تو اسے کھاؤ، چنانچہ ان لوگوں نے اٹھارہ راتوں تک وہاں اس کو کھاتے ہوئے قیام کیا، یہاں تک کہ وہ موٹے ہو گئے اور ان کے بدن تندرست ہو گئے۔

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے دیکھا تھا کہ ہم اس کی آنکھوں والے سوراخ میں مٹکوں سے تیل نکالتے تھے، اور ہم اس سے بیل کے برابر گوشت کا ٹکڑا نکالتے تھے، اور تحقیق کہ ابو عبیدہ نے ہم سے تیرا لوگوں کو لیا اور انہیں اس کی آنکھ کے سوراخ میں بٹھایا[1]، اور انہوں نے اس کی ایک پسلی لی اور اسے کھڑا کیا، اور سب سے لمبے اونٹ کو دیکھا، اور اس پر لشکر کے سب سے لمبے آدمی[2] کو بٹھایا، تو وہ اس کے نیچے سے اس طرح سے گزر گیا کہ اس کا سر اس کو نہ چھو سکا، اور ہم نے اس کے گوشت کو بھون کر راستے کا کھانا اپنے ساتھ لیا۔

اور مدینہ واپس ہو گئے اور انہیں کوئی سازش نظر نہ آئی، چنانچہ جب وہ لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انہوں نے آپ سے اس بارے میں ذکر کیا، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اللہ کی طرف سے تمہارے لیے نکالا گیا ایک رزق تھا، کیا

([1]) امام احمد کے یہاں مسند کی روایت میں ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پانچ لوگ اس کے انکھ کی جگہ میں بیٹھتے تھے۔

([2]) یہ قیس ابن سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہما ہیں اسے امام ابن حجر نے فتح الباری (۸/۴۱۱) میں کہا ہے۔

تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ باقی بچا ہے تو تم مجھے بھی کھلاؤ، جابر رضی اللہ انہوں نے کہا تو ہم نے اس میں سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تو آپ نے اسے تناول کیا[1]۔

یہ سریہ کب پیش آیا

سریا خبط کے بارے میں صحیح رائے یہی ہے کہ یہ صلح حدیبیہ سے پہلے واقع ہوئی، نہ کہ رجب سنہ 8 ہجری میں واقع ہوئی، جیسا کہ ابن سعد نے اپنی طبقات[2] میں ذکر کیا ہے، اور اس کی تین وجوہات ہیں:

پہلا سبب: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت والے مہینے میں کوئی غزوہ نہیں کیا اور نہ ہی آپ نے میں کوئی سریہ بھیجا۔

دوسرا سبب: ماہ رجب سنہ 8 ہجری صلح حدیبیہ کے معاہدے کے زمانے کے ضمن میں آتا ہے۔

تیسرا سبب: اس قصہ میں اس سریہ کے لشکر کا قلت اور مشقت کا سامنا کرنے کا تذکرہ ہے، اور حقیقی بات یہ ہے کہ خیبر وغیرہ کے فتح کے بعد ان کی حالت سنہ 8 ہجری میں کافی کشادہ

([1])اس سریہ کے قصہ کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ سیف البحر میں حدیث نمبر (۴۳۶۰)(۴۳۶۱)(۴۳۶۲)اور مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الصید والذبائح باب اباحۃ میتات البحر میں حدیث نمبر (۱۹۳۵)اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۱۴۳۳۶)(۱۴۳۳۷)(۱۴۳۳۸) پر کی ہے اور اسے ابن الاثیر نے جامع الاصول میں حدیث نمبر (۵۰۰۷) پر نقل کیا ہے۔۔

([2])دیکھیے الطبقات الکبری از ابن سعد (۳۱۵/۲)۔

اور امام ذہبی نے سیرت (۱۵۲/۲) میں ابن سعد کی اس بات کو گمان قرار دیا ہے اور کہا ہے بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ سریہ رجب سن اٹھ ہجری میں پیش آیا تھا۔

ہوگئی تھی، اور قصہ میں مذکورہ محنت اور مشقت خدیبیہ سے پہلے کے زمانے کے لئے مناسب ہے واللہ اعلم[1]۔

(1) اور جو لوگ اس طرف گئے ہیں کہ یہ سریہ حدیبیہ سے قبل پیش ایا تھا وہ درج ذیل ہیں:
حافظ ابن حجر فتح الباری (۴۰۸/۸) ابن قیم زاد المعاد (۳۴۴/۳) امام ذہبی سیرت نبویہ (۱۵۲/۲) ابن کثیر البدایہ والنہایہ (۶۶۹/۴)۔

عرنیین کی طرف کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ کا سریہ

اور شوال چھ ہجری میں عکل [1] اور عرینہ [2] کے کچھ لوگ مدینہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے اسلام کو ظاہر کیا، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی پھر انہیں مدینہ کی آب وہوا راس نہ آئی اور وہ بیمار پڑ گئے اور ان کے پیٹ بڑے ہو گئے اور ان کے اعضا کمزور ہو گئے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کی: ظاہری بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ وہ بیماری ہی کی حالت میں آئے تھے، چنانچہ جب وہ بیماری سے صحت مند ہو گئے، تو انہیں مدینہ کی آب وہوا کے راس نہ آنے کی وجہ سے وہاں رکنا ناپسند کیا، رہی بات ان میں موجود بیماری کی تو وہ شدید کمزوری اور بھوک کی شدت تھی، جیسا کہ ابو عوانہ کے یہاں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں انہیں سخت کمزوری لاحق ہو گئی تھی اور ان کے بدن پیلے پڑ گئے تھے [3]۔

چنانچہ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اس کی شکایت کی اور کہا اے اللہ کے نبی، ہم دودھ پینے والے تھے ہم شہر والے نہ تھے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: تو تم ہمارے چرواہے کے ساتھ اس کے اونٹوں میں کیوں نہیں نکل جاتے تاکہ تم وہاں جاکر ان کے پیشاب اور دودھ حاصل کرو [4]۔

([1]) حافظ ابن حجر فتح الباری (۱/۴۴۹) میں کہتے ہیں: عکل عین کے پیش اور کاف کے سکون کے ساتھ ہے تیم رباب کا ایک قبیلہ ہے۔

([2]) حافظ ابن حجر فتح الباری (۱/۴۴۹) میں کہتے ہیں: عرینہ عین کے پیش کے ساتھ تصغیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جو کہ بجیلہ قبیلے کا ایک بستی ہے۔

([3]) دیکھیے: فتح الباری (۱/ ۴۵۰)۔

([4]) اس کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب القسامۃ والمحاربین باب حکم المحاربین والمرتدین حدیث نمبر (۱۶۷۱)(۱۰) پر کی ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں صحیح بخاری کے اندر موجود ہے: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صدقہ کے اونٹ کے پاس جانے کی اجازت دی[1]۔

انہوں نے کہا: ہاں کیوں نہیں، چنانچہ وہ وہاں نکل گئے، اور ان کے پیشاب اور دودھ پیا، جب وہ صحت مند ہو گئے اور موٹے ہو گئے، اور ان کے رنگ واپس آ گئے، تو انہوں نے اپنے اسلام لانے کے بعد کفر کر لیا، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے[2] کو قتل کر دیا، اور اس کے ساتھ مثلہ کیا اور اس کی آنکھوں کو پھوڑ دیا، اور اونٹ ہانک لے گئے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر ملی[3] تو آپ نے ان کے پیچھے گھوڑ سواروں کو کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بھیجا، اور آپ نے ان کے ساتھ ایک قیافہ شناس کو بھی بھیجا، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عرنیین پر بد دعا کی، اور کہا: اے اللہ تو انہیں راستہ بھلا دے اور تو ان پر اسے اونٹ کے جلد سے بھی زیادہ تنگ کر دے))۔

تو اللہ رب العالمین نے ان پر راستے کو بھلا دیا، اور پھر دن نہیں چڑھا یہاں تک کہ انہوں نے ان لوگوں کو پا کر گھیر لیا، اور انہیں قید کر لیا اور انہیں باندھ لیا اور انہیں گھوڑوں پر اپنے پیچھے بٹھا لیا یہاں تک کہ انہیں مدینہ لے آئے۔

([1]) اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الزکوۃ باب استعمال ابل الصدقۃ وألبانھا لابن السبیل میں حدیث نمبر (۱۵۰۱) پر کی ہے۔

([2]) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کا نام یسار تھا دیکھیے فتح الباری (۱/۴۵۲)۔

([3]) یہ پکارنے والا چرواہوں میں سے ہی ایک شخص تھا جیسا کہ صحیح ابو عوانہ میں یہ بات ثابت ہے اور اس کا لفظ ہے کہ انہوں نے ایک چرواہے کو قتل کر دیا اور دوسرا شخص ایا اور اس نے اواز لگائی اور کہا کہ ان لوگوں نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا ہے اور اونٹوں کو لے کر بھاگ گئے ہیں دیکھیں فتح الباری (۱/۴۵۲)۔

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں حکم دیا اور ان کے ہاتھ اور پیر کاٹ دیے گئے اور ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئ [1] اور انہیں کالے پتھریلی زمین (حرہ) [2] میں پھینک دیا گیا، وہ پانی طلب کرتے مگر انہیں پانی نہ دیا جاتا یہاں تک کہ وہ مر گئے [3]۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: بے شک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی آنکھوں کو اس لیے پھوڑا تھا کیونکہ انہوں نے چرواہوں کی آنکھوں کو پھوڑ دیا تھا۔

ابو قلابہ کہتے ہیں: یہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے چوری کی تھی، قتل کیا تھا اور ایمان کے بعد کفر کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کی تھی۔

اور اللہ رب العالمین نے اپنے رسول پر انہیں عرنی لوگوں کے بارے میں اپنا یہ فرمان نازل کیا: ((انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون فى الارض فسادا ايوه قتلوا او يصلبوا او تقطع ايديهم وارجلهم من خلاف او ينفو من الارض ذلك لهم خزى فى الدنيا ولهم فى الاخره عذاب عظيم))[الاحزاب: ٣٣][4]۔

([1]) حافظ ابن حجر فتح الباری (۱/۴۵۳) میں کہتے ہیں بخاری کے یہاں اس سے مراد کی تشریح واقع ہے حدیث نمبر (۳۰۱۸) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیلیں گرم کرنے کا حکم دیا اور پھر اس کے ذریعے سے ان کی انکھوں کو نکال دیا۔

اور مسلم کی صحیح میں روایت کے اندر حدیث نمبر (۱۶۷۱)(۹) پر ہے کہ انس کہتے ہیں اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے انکھوں کو نکال دیا۔

([2]) حافظ ابن حجر فتح الباری (۱/۴۵۳) میں کہتے ہیں: حرہ: بہت زیادہ کالے پتھروں والی مدینہ میں معروف ایک معروف زمین ہے اور انہیں وہاں پر اس لیے پھینکا گیا کیونکہ وہ اس جگہ سے قریب کا علاقہ تھا جہاں پر انہوں نے وہ گھناونا کام انجام دیا تھا۔

([3]) اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب القسامۃ والمحاربین باب حکم المحاربین والمرتدین حدیث نمبر (۱۶۷۱)(۱۴) پر کی ہے۔

([4]) عرنیوں کے قصے کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الوضوء باب أبوال الإبل والدواب والنعم ومرابضھا میں حدیث نمبر (۲۳۳) پر اور انہوں نے ہی کتاب الزکوۃ باب استعمال ابل الصدقۃ میں حدیث نمبر (۱۵۰۱) پر اور انہوں نے ہی کتاب المغازی باب قصۃ عکل وعرینۃ میں حدیث نمبر (۴۱۹۲) پر کی ہے اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں اسے کتاب القسامہ والمحاربین باب حکم المحاربین والمرتدین میں حدیث نمبر (۱۶۷۱) پر کی ہے اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۱۴۰۸۶) پر اور امام نسائی نے سنن الکبری میں کتاب الطھارۃ باب

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں: صحیح بات یہی ہے کہ یہ آیت مشرکوں اور ان کے علاوہ میں سے ان صفات کے مرتکب لوگوں کے لئے عام ہے[1]۔

فوائد حدیث:

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں عرنیین کے قصے میں کئی ایک فوائد ہیں:

1-وفود کا امام کے پاس آنا، اور امام کا ان کی مصلحت کا خیال رکھنا۔

2-اور اس میں اونٹ کے دودھ اور پیشاب سے علاج کی مشروعیت کا بھی بیان ہے۔

3-اور اس میں اس بات کا بھی بیان ہے کی ہر جسم کا اس کی عادت کے مطابق علاج کیا جائے گا۔

4-اور اس میں ایک جماعت کا ایک شخص کے بدلے قتل کئے جانے کا بیان ہے چاہے ان لوگوں نے اسے خفیہ طور پر قتل کیا ہو یا لڑائی میں اگر ہم کہیں کہ ان کا قتل کیا جانا قصاص کے طور پر تھا۔

5-اور اس میں قصاص میں برابری کا بیان ہے، اور یہ منع کئے گئے مثلہ کے باب سے نہیں ہے۔

6-اور اس میں مسافروں کے لئے صدقہ کے اونٹوں کے دودھ پینے وغیرہ میں اس پر قیاس کرتے ہوئے امام کی اجازت کے بعد استعمال کرنے کے جواز کا بیان ہے۔

7-اور اس میں قیافہ شناس کی بات پر عمل کرنے کے جواز کا بیان ہے اور یہ کہ اس بارے میں عرب کو مکمل معرفت تھی[2]۔

الحیض حدیث نمبر (۲۹۰) پر اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب الطہارہ باب النجاسۃ وتطھیرھا میں حدیث نمب (۱۳۸۶)(۱۳۸۸) پر کی ہے اور اسے ابن اثیر نے جامع الاصول میں حدیث نمبر (۱۸۰۵) پر نقل کیا ہے۔

([1]) دیکھیے: تفسیر ابن کثیر (۹۵/۳)۔۔

([2]) دیکھیے: فتح الباری (۴۵۴/۱)۔۔

ایک ضروری تنبیہ:

میں نے کہا: ہم پہلے نے یہ ذکر کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب شروع میں مدینہ آئے تو وہاں پر بیماریاں عام تھی، تو آپ نے اللہ رب العالمین سے دعا کی اے اللہ اس سے بیماری کو ختم کردے، اللہ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی اور اسے ختم کر دیا، اور عرنیین کے اس قصے میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ انہیں بیماری لاحق ہوئی تھی، اسی طرح سے عمرہ قضا میں - جیسا کہ ہم بیان کریں گے - مشرکوں کا یہ کہنا کہ: ابھی تمہارے پاس ایسے لوگ آئیں گے جن کو بیماریوں نے کمزور کر دیا ہے، تو اس کے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے مدینہ داخل ہونے کے وقت بیماری کو اٹھا لینے کے درمیان جمع کی کیا صورت ہے؟

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ:

1- یا تو یہ کہا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وباء کے منتقل ہونے کی دعا اس واقعے عرنیین اور عمرہ قضاء والے قصے کے قریب کی تھی۔

2- یا بیماریوں کو اٹھا لیا گیا تھا مگر اس میں سے کچھ حصہ باقی تھا۔

3- یا یہ کہا جائے کہ وہ خم ارمیں باقی تھے اور جو بیماری انہیں لاحق ہوئی تھی وہ اسی مدت میں لاحق ہوئی تھی، واللہ اعلم۔[1]

یہ سب سے اہم سرایہ جات تھے:

یہ سرایا اور غزوات غزوہ احزاب اور بنو قریظہ کے بعد پیش آئے، اور ان میں سے کسی میں کوئی بڑا جنگ نہ ہوا، بلکہ تھوڑی بہت جھڑپیں واقع ہوئیں، یعنی یہ لشکر صرف اور صرف ایک خبر

([1]) دیکھیے: البدایہ والنہایہ (۳/۲۳۷)۔

گیری کے لیے پیڑولنگ یادیہاتیوں اوراب تک پر سکون نہ ہونے والے دشمنوں کوڈرانے کے لئے تادیبی تحریکیں تھی۔

گہرائی سے غور کرنے پر یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ غزوۂ احزاب کے بعد دنوں کا رخ مسلسل ترقی کی طرف بڑھا،اوراسلام کے دشمنوں کی حوصلے مسلسل پست ہوگئے تھے۔انہیں اسلامی دعوت کوتوڑنے یااس کی طاقت کوکمزور کرنے میں کوئی کامیابی کی امید باقی نہیں رہی تھی۔یہ تبدیلی صلحِ حدیبیہ کے ذریعے واضح طورپر سامنے آئی، کیونکہ یہ صرف اسلام کی قوت کا اعتراف تھااور جزیرۂ عرب کے علاقوں میں اس کی موجودگی کو تسلیم کرنے کا ریکارڈ تھا۔[1]

•••

(1)دیکھیے:الرحیق المختوم ص(۳۳۵)۔

صلح حدیبیہ[1]

ذوالقعدہ[2] سنہ چھ ہجری میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو خبر دی کہ آپ عمرہ کرنا چاہتے ہیں، اور آپ نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ اور آپ کے صحابہ بیت اللہ میں امن وامان کے ساتھ سر چھلائے اور بال چھوٹے کرائے[3] داخل ہو رہے ہیں، چنانچہ جب صحابہ کرام نے اس بارے میں سنا تو انہوں نے جلدی کیا اور آپ کے ساتھ نکلنے کے لیے تیار ہو گئے، اور وہ سبھی خوش ہوئے اور انہیں یہ گمان ہوا کہ وہ اس سال ہی مکہ میں داخل ہوں گے[4]۔

([1]) حدیبیہ: یہ ایک کنویں کا نام ہے پھر اسی نام سے وہ پوری زمین مشہور ہو گئی دیکھیے: النہایہ (۱/۳۳۷)، امام بخاری نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر پر برا ابن اعظم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حدیث نقل کی ہے وہ کہتے ہیں اور حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے۔

([2]) یہ سیرت (۳/۳۳۶) میں ابن اسحاق کا اور ابن سعد کا اپنی طبقات (۲/۲۹۷) میں اور موسی ابن عقبہ، زہری اور قتادہ کا اور بیہقی کا دلائل (۴/۹۱) میں قول ہے گ اور زاد المعاد (۳/۲۵۵) میں ابن القیم رحمہ اللہ نے اور فتح الباری (۸/۲۰۷) میں حافظ ابن حجر نے یہی بات تاکید کے ساتھ کہی ہے اور یہی صحیح بات ہے۔

اور اس بات پر دلیل کی حدیبیہ کا عمرہ ذوالقعدہ کے مہینے میں ہوا تھا وہ روایت ہے جسے امام بخاری نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر (۴۱۴۸) پر اور مسلم نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر (۱۲۵۳) پر انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے سارے عمرے ذوالقعدہ کے مہینے میں تھے سوائے اس کے جو اپ نے اپنے حج کے ساتھ ادا کیا تھا ایک امراء حدیبیہ سے تھا جو ذوالقعدہ کے مہینے میں تھا اور پھر ائندہ سال کا ایک عمرہ وہ بھی ذوالقعدہ میں تھا اور جیرانہ کا عمرہ جب اپ نے حسنین کے اموال غنیمت کو تقسیم کیا تھا وہ بھی ذوالقعدہ میں تھا اور ایک عمرہ اپ نے جو اپنے حج کے ساتھ کیا تھا۔

([3]) اللہ تعالی نے اس خواب کو اپنے قران میں سورہ فتح کی ایت نمبر ۲۷ میں ذکر کیا ہے اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے: لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام إن شاء اللہ ءامنین محلقین رؤوسکم و مقصرین لا تخافون فعلم ما لم تعلموا غ فجعل من دون ذلك فتحا قریبا۔

میں کہتا ہوں: اور اللہ تعالی نے اس ایت میں یہ تحدید نہیں فرمائی تھی کہ مسلمان مسجد حرام میں عمرہ کرنے کے لیے کب داخل ہوں گے اور یہ قضا والے عمرے کے وقت پیش ایا جو کہ ذوالقعدہ کے مہینے میں سن سات ہجری میں تھا جیسا کہ اگے ائے گا۔

([4]) دیکھیے: طبقات الکبری از ابن سعد (۲/۲۹۷)۔

مسلمانوں اور دیہات میں آباد لوگوں کو جمع ہونے کا حکم:

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہات اور مدینہ کے گرد علاقوں میں موجود اسلام قبول کر چکے عرب کے لوگوں کو اپنے ساتھ نکلنے کی دعوت دی، کیوں کہ آپ کو قریش سے متعلق یہ اندیشہ تھا کہ وہ آپ کا راستہ روکیں یا آپ سے جنگ کریں گے، چنانچہ بہت سے دیہاتیوں نے سستی ظاہر کی، اور اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ان دیہاتیوں کے دل میں موجود اس ڈر اور خوف کی حقیقت کو واضح کر دیا، اللہ رب العالمین نے فرمایا: ((سيقول لك المخلفون من الاعراب شغلتنا اموالنا واهلونا فاستغفر لنا يقولون بالسنتهم ماليس فى قلوبهم قل فمن يملك لكم من الله شيئا،ان اراد بكم ضرا او اراد بكم نفعا، بل كان الله بما تعملون خبيرا بالبنات يا قلب الرسول والمؤمنون الى اهليهم ابدا و زين ذلك فى قلوبكم ، وظننتم ظن السوء و كنتم قوما بورا [الفتح: ١١-١١]۔

قرآن صرف پیچھے رہ جانے والوں کے اقوال بیان کرنے اور ان کا جواب دینے تک محدود نہیں ہے، بلکہ یہ ان مناسبتوں کو ایک موقع میں بدل دیتا ہے تاکہ روحانی امراض، دل کے شبہات، کمزوری کے مراکز اور انحرافات کو شناخت کر کے ان کا علاج ممکن بنایا جا سکے۔ اس کے بعد یہ باقی حقائق، مستقل اقدار، احساسات، تصورات اور اخلاقی رویوں کے اصولوں کو ثابت کرنے کا وسیلہ بھی بنتا ہے [1]۔

احرام اور مکہ کی جانب سفر

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ کی جانب متوجہ ہو کر سنہ چھ ہجری میں ماہ ذوالقعدہ کی ابتدا میں پیر کے دن نکلے اس وقت آپ کے ساتھ آپ کی بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا

([1]) دیکھیے فی ظلال القران از سید قطب (٦/٣٣٢١)۔

بھی تھیں اور آپ کے ساتھ چودہ سو[1] مہاجرین اور انصار اور دیہاتیوں میں سے آپ کا ساتھ پانے والے کے لوگ بھی نکلے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کا گورنر نمیلہ بن عبداللہ لیثی[2] رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا تھا، اور آپ نے اپنے ساتھ ہتھیار نہ لئے تھے سوائے مسافر کے ہتھیار کے، جو کہ میان میں رکھی تلوار ہوتی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ ہدی[3] کے جانوروں کے طور پر ستر اونٹ (بدنہ)[4] ہانکے تھے، جن میں ابو جہل کا ایک اونٹ بھی تھا جس کے ناک میں چاندی کا ایک کڑا بھی تھا، تاکہ آپ اس کے ذریعے سے مشرکوں کو غصہ دلائیں[5]، اور انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجیہ بن جندب خزاعی اسلمی کے ساتھ بھیجا تھا[6]۔

([1]) ابن القیم نے زاد المعاد (۲۵۶/۳) میں اہل حدیبیہ کے سلسلے میں اختلاف کو ذکر کیا ہے پھر اس طرف مائل ہوئے ہیں کہ ان کی تعداد 1400 تھی اور کہا ہے کہ اس کی طرف دل زیادہ مائل ہوتا ہے اور یہی براء ابن عازب معقل ابن یسار سلیمہ سلمہ ابن اکوع کی دو روایتوں میں سے سب سے صحیح روایت ہے اور یہی مسیب ابن حزن کا قول ہے۔

اور ابن کثیر نے اپنی تفسیر (۲۳۹/۷) میں یہی بات تاکید کے ساتھ کہی ہے کہ ان کی تعداد 1400 تھی۔

اور ابن اسحاق نے سیرت (۳۳۷/۳) میں بہت بڑی غلطی کی ہے جب انہوں نے کہا کہ وہ 700 لوگ تھے اور اس پر ان کے کسی نے موافقت نہیں کی ہے۔۔

([2]) یہ سیرت (۳۳۶/۳) میں ابن اسحاق کا اور طبقات (۲۹۷/۲) میں ابن سعد کا قول ہے کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں پر عبداللہ ابن ام مکتوم کو جانشین مقرر کیا تھا۔

میں کہتا ہوں: اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن ام مکتوم کو نماز کے لیے اور نمیلہ بن عبداللہ کو مدینہ کا والی مقرر کیا تھا۔۔

([3]) ہدی: وہ جانور جن کو قربانی کے غرض سے بیت اللہ کی طرف لے جایا جاتا ہے دیکھیے: النہایہ (۲۲۰/۵)۔۔

([4]) بدنہ: اونٹ اونٹنی اور گائے کو کہا جاتا ہے اور اونٹ میں یہ زیادہ استعمال ہوتا ہے اور اس کا یہ نام اس کے ہڈیوں اور موٹاپے کی وجہ سے دیا گیا دیکھیے: النہایہ (۱۰۸/۱)۔

([5]) اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۲۳۶۲) پر کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

([6]) یہی صحیح بات ہے کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر جن کو مامور کیا گیا تھا وہ ناجیہ بن جندب اسلمی رضی اللہ عنہ تھے اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۱۸۹۴۳) پر صحیح سند کے ساتھ اور ابن اسحاق نے سیرت (۳۳۹/۳) میں اسے روایت کیا ہے۔

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ موجود مسلمان ذوالحلیفہ [1] پہنچے تو وہاں پر ظہر کی نماز ادا کی، پھر آپ نے ہدی کے جانور منگوائے اور انہیں تقلید کیا(پٹہ پہنایا)[2]،اور ان کا اشعار [3] کیا،اور آپ نے عمرہ کی نیت کی اور تلبیہ پکارے تاکہ لوگ آپ کے جنگ کے ارادے سے امن وامان میں ہو جائیں اور تاکہ لوگوں کو یہ پتہ چل جائے کہ آپ بیت اللہ کی زیارت اور اس کی تعظیم کے لیے نکلے ہیں [4]۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے بسر [5] بن سفیان خزاعی کعبی رضی اللہ عنہ کو قریش کی جانب ان کی خبر لانے کے لئے جاسوس بنا کر بھیجا[1]۔

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری(١٦١/٤)میں کہتے ہیں: ذوالحلیفہ حا کے پیش کے ساتھ تصغیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جو کہ اہل مدینہ اور ان کے راستے سے آنے والے لوگوں کی میقات ہے۔

([2])ہدی کی تقلید کا معنی ہے کہ: جانور کے گردن میں ایک ایسی علامت ڈال دی جائے جس سے پہچانا جا سکے کہ یہ حدی کا جانور ہے دیکھیے لسان العرب(٢٧٦/١١)۔۔

([3])امام نووی مسلم کی شرح(١٨٥/٨) میں کہتے ہیں: ہدی کے اشعار کا مطلب ہے کہ جانور کو اس کے کوہان کے اوپر داہنے جانب کسی دھار دار چیز سے زخم لگا کر اس کے خون کو پوچھ دیا جائے اور یہ اس بات کی علامت بنا دی جائے کہ اس کے ذریعے سے پہچان لیا جائے کہ یہ حدی کا جانور ہے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری(٣٦٣/٤) میں کہتے ہیں اس حدیث میں اشعار کی مشروعیت موجود ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے بارے میں یہ خبر دیا جائے کہ یہ جانور حدی کا ہے تاکہ جو اس کا محتاج ہو وہ اسے لے کر جائے اور اگر وہ دوسرے جانوروں سے مل جائے تو بھی اس کو پہچانا جا سکے اور اگر وہ جانور غائب ہو جائے اور مر جائے تو مسکین لوگ اس علامت کو دیکھ کر پہچان لیں اور اسے کھا لیں اس کے علاوہ اس میں شریعت کے علامت کی تعظیم بھی ہے اور اس کی تعظیم پر اس طرح سے لوگوں کو ابھارا بھی جاتا ہے۔

([4])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الحج،باب من أشعر وقلد بذي الحليفة ثم أحرم میں حدیث نمبر (١٦٩٤)پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(١٨٩٩١٠)(١٨٩٢٨) پر کی ہے۔

([5])حافظ ابن حجر فتح الباری(٦٨٠/٥) میں کہتے ہیں بسر صحیح قول کے مطابق با کے پیش اور سین کے سکون کے ساتھ ہے اور اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی،باب غزوة الحديبية میں حدیث نمبر (٤١٧٨)پر اور امام احمد نے اسے اپنی مسند میں حدیث نمبر(١٨٩١٠) پر تخریج کی ہے اور امام احمد کی روایت میں اس جاسوس کے نام کی تشریح بھی وارد ہے۔

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا قصہ

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم روحا[2] نامی جگہ پہنچے تو آپ کے پاس یہ خبر آئی کہ دشمن مدینہ کے غزوہ کا ارادہ کر رہے ہیں، چنانچہ شیخان نے اپنی صحیحین میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ والے سال نکلے آپ کے صحابہ نے احرام باندھا اور میں نے احرام نہ باندھیں[3]، پھر ہمیں مکہ اور مدینہ کے مابین بنو غفار کے غیقہ[4] نامی چشمے پر دشمن کی خبر ملی، ہم ان کی جانب متوجہ ہو گئے، میرے ساتھیوں نے ایک جنگلی گدھا دیکھا، تو بعض لوگ بعض کو دیکھ کر ہنسنے لگے تو میں نے اسے دیکھنے کی کوشش کی اور میں نے بھی دیکھ لیا تو میں نے اس کی جانب اپنے گھوڑے کو دوڑایا اور میں نے اسے نیزہ مارا اور گرا دیا، تو میں نے ان سے مدد طلب کی مگر انہوں نے میری مدد کرنے سے انکار کیا، تو ہم نے اس میں سے کھایا، پھر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا، اور ہمیں یہ خدشہ تھا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں پیچھے نہ رہ جائیں، پھر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کیا، اور میں بسا اوقات اپنے گھوڑے کو تیز چلاتا اور بسا اوقات میں اس پر چلتا، تو میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پالیا اور آپ کے پاس آیا اور میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے جنگلی گدھا شکار

([1])تفصیل دیکھیے: طبقات الکبری از ابن سعد (۲/۲۹۷)، سیرت ابن ہشام(۳/۳۳۷)، دلائل نبوت از امام بیہقی (۴/۹۹)، زاد المعاد(۳/۲۵۷)۔

([2])روحاء: یہ ایک جگہ کا نام ہے جس کے اور مدینہ منورہ کے درمیان ۳۶ میل کا فاصلہ ہے، دیکھیے: جامع الاصول (۹/۳۷۹)۔

([3])حافظ ابن حجر فتح الباری(۴/۴۹۲) میں کہتے ہیں جو بات ہمیں ظاہر معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ابو قتادہ نے احرام کو اس لیے موخر کیا تھا کیونکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ مکہ میں داخل ہوں گے چنانچہ ان کے لیے تاخیر جائز ہوئی۔

([4])حافظ ابن حجر فتح الباری(۴/۴۹۲) میں کہتے ہیں غیقہ غین کے زبر اور اس کے بعد یا ساکن کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان بنو غفار کے ایک چشمے کا نام ہے۔

کیا ہے،اور اس میں سے ہمارے پاس ابھی بھی کچھ حصہ بچا ہے،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: کھاؤ حالانکہ وہ حالت احرام میں تھے۔

اور صحیح مسلم میں موجود ایک دوسری روایت میں ہے: ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تو اس میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ساتھیوں نے کھایا،اور بعض نے انکار کیا،اور ان کی ملاقات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تو انہوں نے آپ سے اس بارے میں پوچھا،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:((یہ کھانا ہے جسے تمہیں اللہ نے کھلایا ہے)) [1]۔

فوائد حدیث:

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ ابو قتادہ کی اس حدیث میں کئی فوائد ہیں:

1- محرم کا اس بات کی آرزو کرنا کہ حلال شخص جانور کا شکار کرے تاکہ محرم اس میں سے کھائے اس سے اس کے احرام میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

2-اور یہ کہ اگر حلال شخص اپنے آپ کے لیے شکار کیا ہو تو محرم کے لیے اس کے شکار سے کھانا جائز ہے۔

3-اور اس میں قابل احترام غیر حاضر ساتھی یا ایسا شخص جس سے اس مسئلے سے متعلق حکم کے ظاہر ہونے کی توقع ہو اس کے حصے کو باقی رکھنا چاہیے۔

4-اور اس میں امام کی جانب سے مصلحت کی خاطر اپنے ساتھیوں کو الگ کرنے کا بھی بیان ہے۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب جزاء ا/ صید باب إذا صاد ا/ حلال لل محرم ا/ صید فأکل منہ حدیث نمبر(۱۸۲۱)(۱۸۲۲) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الحج میں باب تحریم ا/ صید لل محرم میں حدیث نمبر(۱۱۹۶)(۵۷)(۵۹) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۲۲۵۶۹) پر اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر (۳۹۷۶)پر تخریج کی ہے ۔

5-اوراس میں غزوے میں جاسوسوں کو بھیجنے کا بھی بیان ہے۔

6-اوراس میں اس بات کا بیان ہے کہ شکار کا کوچ کاٹنا اس کے ذبح کرنے کے قائم مقام ہو گا۔

7-اوراس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اجتہاد کے جواز کا بھی بیان ہے، ابن العربی نے کہا ہے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب رہ کر اجتہاد کئے جانے کا بیان ہے نہ کی آپ کی حاضری میں۔

8-اوراس میں اجتہاد کے بعد نتیجے پر عمل کا بھی بیان ہے اگرچہ دو اجتہاد کرنے والوں میں اختلاف ہو جائے، اوران میں سے کسی بھی شخص پر ملامت نہ کیا جائے گا، اور گویا کھانے والے نے اصل جواز کو پکڑا اور نہ کھانے والے نے طارئ امر کی جانب دیکھا۔

9-اوراس میں دلیلوں کے تعارض کے وقت نص کی جانب رجوع کا بیان ہے۔

10-اور شکار کے وقت گھوڑے کے تیز چلانے کا بھی بیان ہے۔

11-اوراس میں سنسان جگہ پر شکار کرنے کے جواز کا بیان ہے۔

12-اس میں گھڑ سوار سے مدد لینے کا بیان ہے۔

13-اوراس میں سفر کے وقت زادراہ ساتھ لینے کا بھی بیان ہے۔

14-اوراس میں ساتھیوں اور رفقاء کے ساتھ سفر کے درمیان نرمی اپنانے کا بیان ہے۔

15-اوراس میں کام میں بھی کنایہ کے استعمال کا اسی طرح سے بیان ہے جس طرح سے بات میں استعمال کیا جاتا ہے، کیوں کو انہوں نے اشارہ کی جگہ ہنسنے کو استعمال کیا کیونکہ انہوں نے یہ سمجھا کہ اشارہ کرنا درست نہیں ہے۔

16-اور اس میں ضرورت کے وقت گھوڑھے کو تیز چلانے اور اس کے ساتھ نرمی کرنے کے جواز کا بیان ہے، کیونکہ انہوں نے کہا اور میں نرمی کے ساتھ کبھی چلتا تھا۔

17-اوراس میں قیلولہ کے وقت مسافر کے قیام کا بھی بیان ہے۔

18-اوراس میں حکمت کے ساتھ حکم کے ذکر کرنے کا بھی بیان ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں ہے:((یہ کھانا ہے جسے اللہ نے تمہیں کھلایا ہے)) [1]۔

مکہ کی جانب راستے کو مکمل کرنا

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی جانب اپنے راستے کو مکمل کیا جب آپ عسفان سے قریب اشطاط نامی کنویں پر تھے، تو آپ کے پاس آپ کا جاسوس آیا اور اس نے کہا: بے شک قریش کے لوگوں نے آپ کے لئے بہت بڑی لشکر جمع کر لی ہے، اور انھوں نے آپ کے لیے بہت بھیڑ اکٹھا کر لی ہے وہ آپ سے قتال کرنے والے اور بیت اللہ سے روکنے اور منع کرنے والے ہیں [2]۔

اور ایک دوسری روایت میں امام احمد نے مسند میں حسن سند کے ساتھ مروی ہے کہ جاسوس نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ قریش کے لوگ ہیں جنہوں نے آپ کے آنے کی خبر سن لی ہے اور وہ اپنے ساتھ دودھاری اونٹنیوں کو لے کر نکلے ہیں اور چیتوں کے کھال پہنے ہوئے ہیں اور اللہ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کو کبھی زبردستی داخل نہیں ہونے دیں گے ،اور یہ خالد بن ولید ان کے گھوڑوں میں ہیں انہوں نے انہیں کراع غمیم [3] کی طرف آگے بڑھا دیا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہائے قریش کے بربادی انہیں جنگ نے کھالیا ہے، ان کا کیا بگڑے گا اگر وہ میرے اور باقی لوگوں کے درمیان سے ہٹ جائیں، اگر وہ مجھے پالیں تو وہی ہو گا جو انہوں نے ارادہ کیا، اور اگر اللہ نے مجھے ان پر غالب کر دیا تو وہ کثیر تعداد میں اسلام میں

([1])دیکھیے: فتح الباری (۵۰۱/۴)۔

([2])اس حدیث کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب صلح الحدیبیہ میں حدیث نمبر(۴۱۷۸)(۴۱۷۹) پر کی ہے۔

([3])کراع الغمیم :کاف کے پیش کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک وادی کا نام ہے، دیکھیے: النہایہ(۱۴۳/۴)۔

داخل ہو جائیں گے،اور اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو طاقت کی صورت میں وہ قتال کریں گے،تو قریش کے لوگ کیا گمان کرتے ہیں اللہ کی قسم میں ان سے اس بات پر جہاد کرتا رہوں گا جس کے لئے اللہ نے مجھے بھیجا ہے یہاں تک کہ اسے غالب کردے یا یہ کہ موت واقع ہو جائے[1]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہ سے مشورہ:

یہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا اور کہا: اے لوگوں مجھے مشورہ دو تمہارا کیا خیال ہے کہ میں ان کے بچوں اور اہل وعیال کی جانب مائل ہوں جو ہمیں اللہ کے گھر سے روکنا چاہتے ہیں، چنانچہ اگر وہ ہمارے پاس آئیں تو اللہ رب العالمین نے مشرکوں کے جاسوس کو ختم کر دیا ورنہ ہم انہیں جنگ کی حالت میں چھوڑ دیں گے[2]۔

اور ایک دوسری روایت میں مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مشورہ دو کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم سب ان لوگوں کے اہل وعیال کی طرف مائل ہوں جنہوں نے ان کی مدد کی ہے پھر ہم انہیں دھر لیں،اور اگر وہ بیٹھ جائیں تو وہ جنگ کی حالت میں بیٹھیں اور اگر وہ آئیں تو ان کی گردنیں ہوں گے جنہیں اللہ نے کاٹ دیا یا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم بیت اللہ کو جائیں اور جو ہمیں اس سے روکے ہم اس سے قتال کریں[3]۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں: مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا کہ کیا وہ ان لوگوں کے خلاف جائیں جو قریش کی مدد کر رہے تھے اور ان کے علاقے میں رہ رہے تھے تاکہ انہیں قیدی بنایا جا سکے۔ اگر وہ مدد کرنے والوں کے پاس پہنچ گئے، تو ان کے

([1])اس حدیث کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۸۹۱۰) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب صلح الحدیبیہ میں حدیث نمبر(۴۱۷۸)(۴۱۷۹) پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۸۹۲۸) پر کی ہے۔

ساتھ مشغول ہو جائیں، اور آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب قریش کے ساتھ الگ ہو جائیں۔ یہی مراد ہے آپ ﷺ کے اس قول سے: "تكون أعناقًا قطعها الله"۔[1]

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس گھر کا ارادہ کر کے نکلے ہیں آپ نہ کسی کا قتل کرنا چاہتے ہیں نہ کسی سے جنگ کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ آپ جس طرف جانا کے ارادہ کر کے نکلے ہیں اس طرف بڑھیں جو ہمیں روکے گا ہم اس سے قتال کریں گے[2]۔

اور ایک دوسری روایت میں مسند امام احمد کے یہاں صحیح سند کے ساتھ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔۔۔۔اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم عمرہ کے لئے آئے ہیں ہم کسے سے قتال کے لیے نہیں آئے ہیں جو ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہوگا ہم اس سے قتال کریں گے[3]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے نام پر آگے بڑھو"[4]۔

خالد بن ولید کا مسلمانوں پر دھاوا بولنے کی کوشش اور پہلی نماز خوف:

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عسفان نامی علاقے کے قریب پہنچے، تو خالد بن ولید دو سو گھوڑ سواروں کے ساتھ آپ کے قریب آئے ان میں عکرمہ بن ابی جہل بھی موجود تھے، اور انہوں نے اپنے گھڑ سواروں کو مسلمانوں کے اور قبلہ کے درمیان صف بستہ کیا، اور یہیں پر نماز خوف سے متعلق وحی کا نزول ہوا، چنانچہ امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں صحیح

([1])دیکھیے: فتح الباری(٥/٦٨١)۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازي باب صلح الحديبية میں حدیث نمبر(٤١٤٨)(٤١٧٩) پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(١٨٩٢٨) پر کی ہے۔

([4])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازي باب صلح الحديبية میں حدیث نمبر(٤١٤٨)(٤١٧٩) پر کی ہے۔

سند کے ساتھ ابو عیاش زرقی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عسفان نامی جگہ پر تھے، تو مشرکوں نے ہمارا سامنا کیا جن کے امیر خالد بن ولید تھے، وہ ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی، تو انہوں یعنی خالد بن ولید اور ان کے ساتھ موجود مشرک لوگوں نے کہا کاش ہم مسلمانوں کے نماز پڑھتے وقت غفلت کی حالت[1] میں ان پر دھاوا بول دیتے۔

اسلام میں پہلی نماز خوف سے متعلق وحی کا نزول:

پھر ان لوگوں نے کہا: ابھی ان کے لیے نماز کا وقت[2] آنے والا ہے جو کہ ان کے نزدیک ان کے بیٹوں اور ان کی جانوں سے زیادہ محبوب ہے چنانچہ اسی وقت ظہر اور عصر کے درمیان آیتوں کو لے کر جبریل علیہ السلام نازل ہوئے: ((واذا كنت فيهم فأقمت لهم الصلاة فلتقم طائفه منهم معك وليأخذوا اسلحتهم فأذا سجدوا فليكونوا من ورائكم والتقاء فئه اخرى لم يصلوا فليصلوا معك وليأخذوا حذرهم واسلحتهم ود الذين كفروا لو تغفلون عن اسلحتكم وامتعتكم فيميلون عليكم ليله واحده ولا جناح عليكم ان كان بكم اذى من مطرا او كنتم مرضى او تضعوا اسلحتكم،وخذوا حذركم ان الله اعد للكافرين عذابا مهينا [النساء: ١٠٢]۔

راوی کہتے ہیں: پھر عصر کی نماز کا وقت ہوا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور انہوں نے اپنے ہتھیار لیے، راوی کہتے ہیں: پھر ہم نے آپ کے پیچھے دو صف بنائیں، پھر آپ نے رکوع کیا اور ہم سب نے رکوع کیا، پھر آپ نے قیام کیا اور ہم سب نے بھی قیام کیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس والے صف کے ساتھ سجدہ کیا، اور دوسرے لوگ کھڑے ہو کر نگرانی

---

(1) مشرکوں نے جو حالت مراد لی تھی وہ مسلمانوں کا ظہر کی نماز ادا کرنا ہے۔

(2) یہ نماز عصر کی بات ہے۔

کرتے رہے، جب لوگوں نے سجدہ کر لیا اور کھڑے ہو گئے تو دوسرے لوگ بیٹھے اور انہوں نے اپنی جگہ سجدہ کی، پھر یہ لوگ ان لوگوں کی صفوں کی طرف آگے بڑھے اور وہ لوگ ان لوگوں کے صفوں کے پاس آگئے گئے، پھر آپ نے رکوع کیا تو سب لوگوں نے رکوع کیا پھر کھڑے ہوئے تو سبھی لوگ کھڑے ہوئے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ سے نزدیک صف نے سجدہ کیا اور دوسرے لوگ کھڑے ہو کر نگرانی کرتے رہے، پھر جب آپ بیٹھے تو دوسرے لوگ بیٹھے اور انہوں نے سجدہ کیا پھر آپ نے سلام پھیرا پھر واپس ہو گئے[1]۔

یہی پہلی نماز خوف ہے جسے مسلمانوں نے ادا کیا، فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے تاکید کے ساتھ کہا ہے: پہلی نماز خوف جسے مسلمانوں نے ادا کی وہ حدیبیہ کے موقع پر تھی[2]۔

نماز خوف کی مختلف کیفیات:

نماز خوف کے سلسلے میں مختلف کیفیتیں وارد ہیں جیسا کہ ان کا تذکرہ غزوہ ذات الرقاع کے ضمن میں واضح طور پر کیا جائے گا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے کہا ہے جیسا کہ امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں ان کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مجھے نہیں پتا ہے کی نماز خوف سے متعلق صحیح حدیث کے علاوہ کچھ اور بھی مروی ہے، ساری کی ساری روایات صحیح اور ثابت ہیں، لہذا جس بھی حدیث پر عمل کرتے ہوئے نماز پڑھنے والا

([1])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(١٦٥٨٠) پر اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب ا/ صلوۃ میں باب صلاۃ الخوف حدیث نمبر(١٢٣٦) پر کی ہے اور اس کی سند کو امام ابن حجر نے الاصابہ(245/7) میں جید قرار دیا ہے۔

([2])دیکھیے: فتح الباری(١٨٨/٨)۔

نماز خوف ادا کر لے، وہ اس کے لیے اگر اللہ نے چاہا تو کافی ہو گی۔ اسی طرح امام ابو جعفر طبری نے بھی کہا ہے۔[1]

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نماز خوف کی صفت میں مختلف کیفیات مروی ہیں، بعض علماء نے انہیں اختلاف احوال پر محمول کیا ہے اور بعض نے کشادگی اور اختیار پر محمول کیا ہے۔[2]

اور اسی طرح سے یہ نماز مشروع قرار دی گئی ہے جو اسلام کی آسانی اور کشادگی اور اس کے ہر زمان و مکان کے لئے قابل ہونے پر دلالت کرتی ہے[3]۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکوں کے راستے سے ہٹ کر حدیبیہ میں پڑاؤ ڈالنا:

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کے گھوڑ سواروں سے لڑائی اور بھڑاؤ سے بچنے کی خاطر کنارہ کشی اختیار کی اور اپنے ساتھیوں سے کہا: کون ہمیں ایسے راستے سے لے کر نکلے گا جو ان کے راستے سے الگ ہو؟

اسلم قبیلے کے ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم میں، چنانچہ وہ شخص انہیں لے کر ایک پتھریلی اور غیر آباد سڑک سے نکلا جو گھاٹیوں کے درمیان سے گذرتا تھا، چنانچے جب وہ لوگ اس سے نکلے اور یہ چیز مسلمانوں پر بھاری گزرتی تھی، تو انہوں نے وادی کے ختم ہونے کی جگہ ایک آسان زمین کو اپنایا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے کہا: تم کہو کہ ہم اللہ رب العالمین سے توبہ کرتے ہیں اور اس کی جانب رجوع کرتے ہیں، تو انہوں نے یہ بات کہی

([1]) دیکھیے: تفسیر قرطبی (۹۷/۷)۔

([2]) دیکھیے: فتح الباری (188/8)۔

([3]) دیکھیے: السیرۃ النبویہ از ڈاکٹر محمد ابو شہبہ (۳۲۳/۲)۔

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم یہ وہی گناہوں کی مغفرت کی بات ہے جو بنو اسرائیل پر پیش کی گئی مگر انھوں نے یہ بات نہ کہیں[1]۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا اور کہا تم داہنے جانب چلو، مکہ کے نچلے حصے میں حدیبیہ کے گراؤ پر مرار[2] نامی ٹیلے پر نکالنے والے راستے میں حمض کے دونوں بلندیوں کے درمیان، تو لشکر نے وہی راستہ اپنایا، جب قریش کے گھوڑ سواروں نے لشکر کے غبار کو دیکھا کہ انہوں نے ان کے راستے کو چھوڑ دیا ہے تو وہ قریش کی جانب واپس ہونے کے لئے مڑ گئے[3]۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے یہاں تک کہ ثنیہ مرار کو پہنچے تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ٹیلے پر کون چڑھے گا[4]، مرار نامی ٹیلہ کیونکہ اس شخص کا گناہ اسی طرح سے مٹا دیا جائے گا جس طرح بنی اسرائیل کے گناہ کو مٹایا گیا[1]۔

([1])اللہ تعالی نے سورہ البقرہ کی ایت نمبر ۵۸ میں ارشاد فرمایا ہے:"وإذقلنا ادخلوا هذه القرية فكلوا منها..."، حافظ ابن کثیر اس ایت کی تفسیر میں کہتے ہیں: اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ انہیں حکم دیا گیا کہ وہ فتح کے وقت قول و فعل کے ذریعے سے اللہ کے سامنے اپنے اپ کو جھکائیں اور وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں اور ان سے مغفرت طلب کریں اور اگر جو ہم نے تمہیں مغفرت طلب کرنے اور شکر کے بجاوری کا حکم دیا ہے وہ کر دیا تو ہم نے تمہارے گناہوں کو بخش دیا اور تمہارے نیکیوں کو زیادہ کر دیا لیکن انہوں نے دیے گئے حکم کی بجاوری نہیں کی تو اللہ تعالی کی طرف سے ان کا اجر چلا گیا۔

([2])مرار میم کے زیر کے ساتھ اور اس کے پیش کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان حدیبیہ کے راستے میں ایک جگہ کا نام ہے دیکھیے: النہایہ(۱/۲۲۰)۔

([3])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۸۹۱۰) اور ابن اسحاق نے سیرت (۳/۳۳۸)میں کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

([4])ابن الاثیر النہایہ (۱/۲۲۰)میں کہتے ہیں: اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس پہ چڑھنے پر اس لیے ابھارا کیونکہ وہ بہت دشوار گزار گھاٹی تھی جس کے پاس وہ لوگ رات میں پہنچے تھے تو اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کے چڑھنے کی ترغیب دی۔

جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو اس پر چڑھنے والے سب سے پہلے ہمارے گھوڑ سوار تھے بنو خزرج کے گھوڑ سوار[2]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا بیٹھنا:

اور اسی جگہ پر ثنیہ مرار پر جہاں سے قریش پر اترا جاتا تھا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قصواء نامی اونٹنی بیٹھ گئی، لوگوں نے کہا: اٹھ اٹھ مگر وہ اٹھنے کے لئے تیار نہ ہوئی، تو صحابہ کرام نے کہا: قصواء اب بیٹھ گئی ہے اب نہ اٹھے گی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قصواء ہمیشہ کے لئے نہیں بیٹھی ہے، یہ اس کے عادت بھی نہیں ہے، بس اس کو ہاتھی کو روکنے والی چیز نے روک لیا ہے[3]۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ مجھ سے کسی بھی ایسے خطے کا سوال نہیں کریں گے جس میں اللہ رب العالمین کی حرمات کی تعظیم کی جاتی ہو[1] ہو مگر میں انہیں وہ خطہ دے دوں گا[2]۔

([1])جو چیز بنو اسرائیل سے مٹا دی گئی تھی وہ ان کے گناہ تھے اللہ تعالی سورہ بقرہ کی ایت نمبر ۵۸ میں ارشاد فرماتے ہیں: "وقولوا حطۃ نغفر لکم خطایاکم..." مزید دیکھیے :النہایہ (۲۲۰/۱)۔

([2])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب صفات المنافقین وأحکامھم میں حدیث نمبر(۲۸۸۰) پر کی ہے۔

([3])ابن اسحاق نے سیرت(۳۳۹/۳) میں مکہ سے کا اضافہ کیا ہے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری(۶۸۳/۵) میں کہتے ہیں اور اس کے ذکر کرنے کے مناسبت یہ ہے کہ صحابہ کرام اگر مکہ میں اسی صورت پر داخل ہوتے اور قریش انہیں روک لیتے تو ان کے درمیان قتال واقع ہوتا جو کہ خون بہانے تک اور مال لوٹنے تک پہنچ سکتا تھا جیسا کہ اگر ہاتھیوں اور ان کے اصحاب کے مکہ میں داخل ہونے کو مان لیا جاتا لیکن اللہ تعالی کے علم میں یہ بات تھی دونوں جگہوں پر کہ ان میں سے بہت سارے لوگ اسلام میں داخل ہوں گے اور ان کے پشتوں سے ایسے لوگ نکلیں گے جو اسلام لائیں گے اور جہاد کریں گے اور حدیبیہ کے وقت مکہ کے اندر بہت سارے مومن کمزور مردوں عورتوں اور بچوں میں سے موجود تھے تو اگر صحابہ کرام مکہ اتے تو اس بات کا خط شک ہوتا کہ بغیر ارادے کے ان میں سے بہت سارے لوگوں کو نقصان ہو جیسے کہ اللہ تعالی نے اس جانب سورہ فتح کی ایت نمبر ۲۵ میں اشارہ کیا ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((وہ مجھ سے اس میں صلہ رحمی کے بارے میں فریاد کریں گے میں ان کی وہ بات قبول کروں گا)) [3]۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہونے کے لیے اپنی اونٹنی کو ابھارنا:

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی کو ڈانٹا تو وہ کھڑی ہوئی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں داخل ہونے سے اپنے آپ کو پھیر لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلنے لگے یہاں تک کی حدیبیہ کے بالکل آخری سرے پر موجود ایک کم پانی والے چھوٹے سے گڑھے پر اترے، اس میں سے لوگ تھوڑا تھوڑا پانی لے رہے تھے یہاں تک کہ لوگوں نے اسے بالکل سکھا دیا، اور پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پیاس کی شکایت کی گئی، اس وقت سخت گرمی کا موسم تھا، تو آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالی پھر انھیں حکم دیا کہ وہ اس میں اسے ڈالیں [4] چنانچہ وہ اس میں میں موجیں مارتا رہا اور وہ اس سے پانی پیتے رہے یہاں تک کہ وہاں سے وہ نکل گئے [5] [1]۔

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری(٦٨٤/٥) میں کہتے ہیں یعنی محرم میں قتال کو چھوڑ کر اور ایک دوسری روایت میں ہے اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ لوگ اس میں مجھ سے صلہ رحمی کے بارے میں پوچھتے ہیں اور یہ بھی اللہ کی جملہ حرمتوں میں سے ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد میں حدیث نمبر(٢٧٣١)(٢٧٣٢) پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(١٨٩١٠) پر کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

([4])اور امام احمد کی مسند میں ایک روایت میں حدیث نمبر (١٨٩١٠)پر حسن سند کے ساتھ ہے کہ لوگوں نے کہا :اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وادی میں کوئی پانی کی ایسی جگہ نہیں جہاں پہ لوگ قیام کر سکیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور اسے اپنے صحابہ میں سے ایک شخص کو دیا جو ان کنوں میں سے ایک کنویں میں اترے اور اسے اس میں گاڑ دیا تو پانی کا چشمہ ابل پڑا۔

([5])ابن سعد نے اپنی طبقات(٢٩٧/٢) میں یہ اضافہ کیا ہے کہ یہاں تک کہ انہوں نے کنویں کے مڈیر پر بیٹھے ہوئے اپنے برتنوں کو بھر لیا۔

اور ایک دوسری روایت میں براابن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے وہاں سے پانی لیا یہاں تک کہ ہم نے وہاں ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا یہ بات اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں آئے اور آپ کنویں کے منڈھیر پر بیٹھے، اور آپ نے پانی منگوایا اور اس میں کلی کیا اور اسے کنویں میں تھوکا، تو ہم تھوڑی دیر ٹھہرے رہے یہاں تک کی ہمیں پانی ملا اور ہم سیراب ہو گئے اور ہمارے جانور بھی سیراب ہوئے[2]۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ: ان دونوں کے درمیان جمع کی صورت یہ ہے کہ یہ دونوں ایک ساتھ واقع ہوں گے[3]۔

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر کے دونوں کے ایک ساتھ واقع ہونے والے جمع کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو بیھقی کے یہاں عروہ کے حوالے سے منقول ہے وہ کہتے ہیں: اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک ڈول منگایا پھر آپ نے اس ڈول میں وضو کیا اور منہ میں پانی داخل کیا اور اس سے کلی کیا، اور اسے کنواں میں ڈالنے کا حکم دیا، اور اپنی ترکش سے ایک تیر نکالا اور اسے کنویں میں ڈال دیا اور اللہ تعالی سے دعا کی تو پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اس میں سے پانی لینے لگے[4]۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الشروط باب الشروط في الجہاد میں حدیث نمبر(۲۷۳۱)،(۲۷۳۲) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۸۹۱۰) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المناقب باب علامات النبوۃ في الاسلام حدیث نمبر (۳۵۷۷) پر کی ہے اور اس کی تخریج امام بخاری نے ہی کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ میں حدیث نمبر(۴۱۵۰) پر کی ہے۔

([3])دیکھیے: فتح الباری (۶۸۵/۵)۔

([4])دیکھیے: دلائل نبوت از بیہقی(۱۱۲/۴)۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دوسرا معجزہ:

امام بخاری نے اپنی صحیح میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں : حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس کی شکایت ہوئی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک چمڑے کا چھوٹا سا پانی پینے کا برتن تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وضو کیا تو لوگ آپ کی جانب بڑھے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس وضو اور پینے کی خاطر آپ کے اس چمڑے کے برتن میں موجود پانی کے علاوہ کوئی دوسرا پانی نہیں ہے، راوی کہتے ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن میں اپنا ہاتھ مبارک رکھا، تو پانی آپ کے انگلیوں کے درمیان سے چشمے کی مانند بہنے لگا۔

جابر کہتے ہیں: پھر ہم نے پی ابھی اور وضو بھی کیا، تو جابر سے کہا گیا: اس دن تم کتنے تھے؟ انہوں نے کہا: اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ ہمارے لئے کافی ہوتا ہم اس دن پندرہ سو تھے[1]۔

اور صحیح بخاری میں ایک دوسری روایت میں ہے جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: ((میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا جبکہ عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا اور ہمارے پاس تھوڑے سے بچے ہوئے پانی کے علاوہ کوئی پانی نہ تھا، تو اسے ایک برتن میں رکھا گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منگایا اور اس میں اپنے ہاتھ کو داخل کیا اور اپنی انگلیوں کو پھیلایا، پھر کہا: آؤ وضو کے بابرکت پانی کی طرف یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے برکت ہے۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی میں باب غزوۃ الحدیبیہ میں حدیث نمبر(۴۱۵۲) پر کی ہے اور اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۱۴۵۲۲)پر کی ہے۔

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں نے پانی کو دیکھا آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پھوٹ رہا تھا۔ تو لوگوں نے وضو کیا اور پانی پیا اور میں پانی کے پینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہا تھا میں نے سمجھ لیا کہ یہ برکت ہے۔

تو جابر سے کہا گیا: تمھاری تعداد کتنی تھی تو انہوں نے کہا کہ ایک ہزار چار سو۔[1]

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں: یہ قصہ اس کے علاوہ ہے جسے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، کیونکہ جابر کی حدیث میں نماز عصر کے لئے وضو کے ارادے کے وقت پانی کے پھوٹنے کے سلسلے میں ہے، اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث اس اس سے زیادہ عام بات کے ارادے کے سلسلے میں ہے[2]۔

فوائد حدیث

اس فصل میں کئی ایک فوائد ہیں:

1- ظاہری معجزے۔

2- اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھیار اور آپ کی جانب منسوب چیزوں کی برکت کا بیان ہے۔

3- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشمے کے پھوٹنے کا واقعہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی جگہوں پر پیش آیا[3]۔

([1]) اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الأشربہ باب شرب البرکۃ والماء ال مبارک میں حدیث نمبر (۵۶۳۹) پر کی ہے۔

([2]) دیکھیے: فتح الباری (۲۱۰/۸)۔

([3]) دیکھیے فتح الباری (۶۸۵/۵)۔

بارش کا نزول اور قیام گاہ میں نماز کا حکم

اور حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں کو سخت بارش کا سامنا ہوا، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی قیام گاہوں میں نماز ادا کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں، ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ کے سال نکلے، تو ہمیں ایک رات سخت بارش لاحق ہوئی، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، پھر ہماری جانب متوجہ ہوئے اور کہا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا کہا؟

ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ بہتر جانتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا میرے بندوں میں سے کچھ لوگ مجھ پر ایمان لانے والے ہوئے اور کچھ لوگ میرا انکار کرنے والے ہوئے، رہی بات ان لوگوں کی جنہوں نے کہا: ہم اللہ رب العالمین کی رحمت اور اللہ رب العالمین کے رزق اور فضل سے بارش برسائے گئے تو وہ مجھ پر ایمان لانے والے ہیں ستاروں کا انکار کرنے والے ہیں اور جن لوگوں نے کہا ہم فلاں ستارے کی وجہ سے بارش برسائے گئے تو وہ ستاروں پر ایمان لانے والا ہے اور میرا انکار کرنے والا ہے[1]۔

اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ ابو ملیح رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ[2] والے وقت میں دیکھا جب کہ میں بارش لاحق ہوئی تھی جس میں ہمارے جوتوں کے نچلے حصے بھی نہ بھیگے

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ میں حدیث نمبر (۴۱۴۷)پر اور انہوں نے ہی کتاب الاستسقاء میں باب قول اللہ تعالی "وتجعلون رزقکم أنکم تکذبون" میں حدیث نمبر(۱۰۳۸) پر کی ہے۔

([2])اور ابن ماجہ کی روایت میں یوم حدیبیہ کا ذکر ہے۔

تھے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے آواز دی اور کہا کہ تم اپنے قیام گاہ میں نماز ادا کرو[1]۔

بدیل بن ورقاء کی وساطت رسولِ اللہ ﷺ اور قریش کے درمیان:

جب رسول اللہ ﷺ اپنی قیام گاہ پر اطمینان سے ٹھہر گئے تو بدیل بن ورقاء الخزاعی[2] چند افراد کے ساتھ آئے ـــــ جو خُزاعۃ کے تھے (اور خُزاعۃ مکہ میں معروف تھے) ـــــ اور وہ رسولِ اللہ ﷺ کے لیے ناصح اور رہنما تھے؛ اس کے مسلمان ہوں یا کافر ہوں وہ مکہ میں پیش ہونے والے کسی بھی چیز کو آپ سے نہیں چھپاتے تھے۔ بدیل نے عرض کیا: "میں نے کعب بن لؤی اور عامر بن لؤی کو چھوڑا ہے جنہوں نے حدیبیہ ہ[3] کے کنارے پر پانی کے مقامات پر ٹھہرنے کو اختیار کیا ہے، اور ان کے ساتھ دودھاری اونٹنیاں اور بچے والی مائیں بھی موجود ہیں اور وہ تم سے لڑنے اور تمہیں بیت اللہ سے روکنے کے لیے آئے ہوئے ہیں، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (("ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے، بلکہ ہم عمرہ کرنے آئے ہیں۔ اور دیکھو، جنگ نے قریش کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور انہیں تھکا دیا ہے۔ اگر وہ چاہیں تو میں ان کو کچھ عرصے کی فرصت دوں گا اور وہ میرے اور لوگوں کے درمیان فاصلہ رکھ لیں۔ پھر اگر اللہ نے مجھے اُن پر ظہور بخشا تو وہ

([1])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۲۰۷۰۷) اور ابن ماجہ نے کتاب اقامت ا لصلوۃ وا سنۃفیھا باب الجماعۃ في اللیلۃ المطیرۃ میں حدیث نمبر (۹۳۶)اور حاکم نے المستدرک میں کتاب الجمعہ باب الصلاۃ في الرحال میں حدیث نمبر(۱۱۲۴) پر کی ہے۔

([2])بدیل بن ورقاء رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے اور کہا جاتا ہے کہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے اور یہ فتح مکہ کے اندر مسلمان ہونے والوں میں عمر کے حساب سے سب سے بڑے تھے اور یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین طائف اور تبوک کے غزوات میں شریک رہے ،دیکھیے: الاصابہ(۴۰۹/۱) ۔

([3])بدیل کے اس قول سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حدیبیہ میں بہت سارا پانی تھا اور قریش کے لوگ پانی کی طرف قیام کرنے میں سبقت لے گئے تھے اسی لیے مسلمانوں کو پیاس لاحق ہوئی کیونکہ وہ بغیر پانی والی زمین پر قیام پذیر تھے(فتح الباری:۵/ ۲۸۶)۔

(بآسانی) اسلام قبول کر لیں گے اور وہ خوشحال ہوں گے؛ اور اگر ایسا نہ ہو تو وہی سب جمع ہیں جو ان کے پاس ہے۔ اور اگر انہوں نے انکار کیا تو — قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے — میں انہیں اسی بات کے لیے جنگ دوں گا جب تک میری یہ سعی اکیلی نہ رہ جائے، اور بے شک اللہ اپنا حکم پورا کر دے گا۔"

بدیل نے کہا: "میں یہ بات ان تک پہنچا دوں گا۔" پھر بدیل بن ورقاء اور جو لوگ اس کے ساتھ خُزاعہ سے تھے روانہ ہوئے جب تک کہ وہ قریش کے پاس نہ پہنچے۔ بدیل نے ان سے کہا: "ہم تمہارے پاس اسی شخص کی طرف سے آئے ہیں؛ ہم نے اسے یہ کہتے سنا ہے — اگر تم چاہو تو ہم وہ بات تم پر بیان کر دیں۔" ان کے نادانوں نے کہا: "ہمیں اس کی کوئی خبر سنانے کی ضرورت نہیں۔" اور اُن عقل والوں نے کہا: "جو کچھ تم نے سنا ہے بیان کرو۔" تو اس نے ان کو نبی ﷺ کی وہ بات سُنائی جو وہ کہہ رہے تھے[1]۔

اور امام احمد کی مسند میں روایت میں بدیل بن ورقاء نے ان سے کہا: "اے قریش کے لوگو! تم محمد ﷺ کے بارے میں جلد بازی کر رہے ہو؛ اور محمد ﷺ لڑائی کے لیے نہیں آئے — بلکہ وہ اس گھر کے زیارت کنندہ اور اس کے حق کی تعظیم کرنے والے کے طور پر آئے ہیں۔"

تو قریش نے ان (بدیل اور ان کے ساتھیوں) پر شک کیا[2]، اور کہنے لگے: "اگرچہ وہ (محمد ﷺ) اسی مقصد سے آئے ہوں، لیکن اللہ کی قسم! وہ ہرگز زبردستی ہم پر مکہ میں داخل نہیں

([1]) اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الشروط باب الشروط في الجہاد میں حدیث نمبر (۲۷۳۱)، (۲۷۳۲) پر کی ہے۔

([2]) حافظ ابن حجر فتح الباری (۶۸۷/۵) میں کہتے ہیں: یعنی لوگوں نے بدیل اور ان کے ساتھیوں پر تہمت لگائی کیونکہ قریش کے لوگ خزاع کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مائل ہونے کے بارے میں جانتے تھے۔

ہوں گے، اور ایسا کبھی نہیں ہونے دیں گے کہ عرب اس بات کا چرچا کرے [1] (کہ محمد ﷺ زبردستی مکہ میں داخل ہو گئے)۔" ۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب قریش کے قاصد:

ان میں سب سے پہلے مکرز[2] بن حفص تھے:

پھر قریش نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب عامر بن لوی کے بھائی مکرز بن حفص کو بھیجا، جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو کہا: ((یہ فاجر شخص ہے)) [3]، چنانچہ جب وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور آپ سے بات کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اسی طرح سے کہا جس طرح سے بدیل اور اس کے ساتھیوں کے لئے کہا تھا پھر وہ قریش کے جانب واپس ہو گیا اور اس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کہی ہوئی باتوں سے متعلق انہیں خبر دی۔

([1])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۱۸۹۱۰)پر کی ہے۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری(۶۹۲/۵) میں کہتے ہیں: مکرز: میم کے زیر اور کاف کے سکون اور را کے زبر کے ساتھ ہے یہی معتمد قول ہے۔

([3])یہ بخاری کی ان کے صحیح میں روایت ہے۔

اور امام احمد کی مسند کی روایت میں حدیث نمبر(۱۸۹۱۰) پر اور ابن اسحاق کی سیرت (۳۴۱/۳)میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "غادر"۔

ان میں سے دوسرا شخص حلس [1] بن علقمہ تھا۔

پھر قریش نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب حلس بن علقمہ کنانی کو بھیجا اور وہ ان دنوں احابیش کے سردار تھے، جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو کہا: ((یہ ایک ایسی جماعت سے ہے جو اونٹوں کی تعظیم کرتے ہیں تو تم ان کے لیے انہیں بھیج دو)) [2] تو انہوں نے ہدی کے جانور بھیجے، اور لوگوں نے تلبیہ پکارتے ہوئے اس کا استقبال کیا، جب اس نے یہ چیز دیکھی تو کہا: اللہ کی ذات پاک ہے انہیں بیت اللہ سے نہیں روکنا چاہیے۔

پھر وہ قریش کے جانب واپس ہوا اور جو دیکھی تھی اس کو بڑا معاملہ سمجھتے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم کے پاس نہیں پہنچا، تو اس نے قریش کے لوگوں سے کہا میں نے دیکھا کہ اونٹوں کو قلادہ پہنا دیا گیا ہے ان کا اشعار کر دیا گیا ہے، تو میرا نہیں خیال ہے کہ انہیں بیت اللہ سے روکا جانا چاہیے [3]، تو ان لوگوں نے اس سے کہا بیٹھ جاؤ، تم دیہاتی شخص ہو، تمہیں کوئی جانکاری نہیں ہے [4]۔

اس وجہ سے حلس بن علقمہ غصہ ہو گیا، اور کہا: اے قریش کے لوگوں: اللہ کی قسم ہم نے اس لئے تم سے دوستی نہ کیا تھا، اور نہ ہی اس پر ہم نے تم سے عقد کیا تھا کہ کوئی شخص اگر بیت اللہ

([1]) حلس: حا کے زیر اور لام کے سکون کے ساتھ اور تصغیر کے ساتھ حُلَیس بھی کہا گیا ہے دیکھیے: فتح الباری (٥/٢٩٢)۔

([2]) یہ بخاری کی صحیح میں موجود روایت ہے۔

اور امام احمد کے مسند کی روایت میں حدیث نمبر(١٨٩١٠) پر ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "یہ عبادت گزار قوم ہے تو تم ہدی کو ان کی جانب بھیجو"۔

([3]) یہ صحیح میں امام بخاری کی روایت ہے۔

اور مسند احمد میں ایک دوسری روایت میں حدیث نمبر(١٨٩١٠) پر ہے کہ انہوں نے کہا: اے قریش کے لوگو میں نے وہ چیز دیکھی ہے جس کا روکنا جائز نہیں ہے ہدی کے جانور اپنے قلادوں میں ہیں اور ان کی جگہ سے جانے سے طویل مدت سے روکے ہونے کی وجہ سے ان کے گوبر تک کھا لیے گئے ہیں

([4]) اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(١٨٩١٠) پر کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

کی تعظیم کے لیے آئے تو اسے روکا جائے گا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں حلس کی جان ہے تم محمد اور اس کے مقصد کے درمیان سے ہٹ جاؤ، یا میں تمام دیہاتیوں سے بیک وقت مدد طلب کروں گا، تو انہوں نے اس سے کہا خاموش رہو، اے حلس تم ہم سے رک جاؤ یہاں تک کہ ہم جو چاہتے ہیں وہ اپنے لئے کر لیں[1]۔

ان کے تیسرے شخص تھے عروہ بن مسعود ثقفی:

اس وقت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے جو اس وقت حالت کفر میں تھے، تو انہوں نے ان سے کہا اے قریش کے لوگو میں نے دیکھ لیا کہ تم جن کو محمد کے پاس بھیجتے ہو وہ واپس ہو کر تم سے کس طرح سخت اور بری بات سے سامنا کرتا ہے، اور تم نے یہ جان لیا ہے کہ تم والد ہوں اور میں ولد ہوں[2] اور میں نے تمہاری مصیبت کو سن لیا ہے، تو میں نے اپنی قوم میں سے میری اطاعت کرنے والوں کو جمع کیا ہے پھر میں تمھارے پاس آیا ہوں یہاں تک کہ میں نے اپنے آپ سے تمہاری غمخواری کی ہے تو انہوں نے کہا تم سچ کہتے ہو تم ہمارے نزدیک متہم نہیں ہو[3]۔

پھر ان سے عروہ نے کہا: اس نے[4] تم پر ایک بہت ہی اچھی رائے دی تھی تو تم اسے قبول کر لو اور تم مجھے ان کے پاس جانے کی اجازت دو تو انہوں نے کہا تم ان کے پاس جاؤ چنانچہ ابن مسعود نکلے یہاں تک کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کے پاس بیٹھ گئے عروہ نے

([1])دیکھیے: سیرت ابن ہشام (۳۴۱/۳)،الطبقات الکبری از ابن سعد(۲۸۹/۲) ۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری(۶۸۸/۵) میں کہتے ہیں: یعنی تم لوگ ایک ایسے بستی کے لوگ ہو جنہوں نے مجھے پیدا کیا ہے کیونکہ میری والدہ تمہیں میں سے ہیں اور ان کی والدہ صبح بنت عبد شمس بن عبد مناف تھیں۔

([3])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۸۹۱۰) پر کی ہے اور اس کی سند حسن ہے اور اس کی اصل صحیح بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد میں حدیث نمبر (۲۷۳۱)،(۲۷۳۲)پر ہے۔

([4])یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے محمد کیا تم نے گرے پڑے لوگوں[1] کو جمع کیا ہے اور پھر تم انہیں لے کر اپنے اہل وعیال کے پاس آئے ہو تاکہ تم ان پر حملہ کرو[2]۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ عروہ نے کہا: اے محمد تمہارا کیا خیال ہے اگر تم اپنے قوم کے معاملے کو کچل دو، تو کیا تم نے کبھی عربوں میں سے کسی کے بارے میں سنا ہے کہ اس نے تم سے پہلے اپنے گھر والوں کو برباد کیا ہے[3]۔

یہ قریش کے لوگ ہیں ان کے ساتھ دوھاری جانور اور مائیں بچوں کے ساتھ نکلیں ہیں انہوں نے چیتوں کے کھالیں پہنی ہوئی ہیں، انہوں نے اللہ سے یہ ظاہر کیا ہے کہ تم کبھی بھی ظلم کرنے کے لیے ان پر داخل نہ ہوں گے، اللہ کی قسم گویا میں انہیں[4] دیکھ رہا ہوں گویا کل وہ تم سے ہٹ گئے ہیں[5]۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے عروہ نے کہا: میں اللہ کی قسم ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں، اور میں کچھ ایسے ملے جلے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں ہو جو تمہیں چھوڑ کر بھاگنے والے لگتے ہیں[6]۔

([1])یہ روایت امام احمد کے یہاں مسند میں حدیث نمبر(١٩٩١٠) پر ہے اور اس کی سند حسن ہے اور امام بخاری کے صحیح میں حدیث نمبر(٢٧٣١)،(٢٧٣٢) پر" اشواب" ہے۔
حافظ ابن حجر فتح الباری(٦٨٩/٥) میں کہتے ہیں اوباش کا معنی ہے گرے پڑے لوگوں سے ملی ہوئی ایک جماعت اور اشواب کا معنی ہے مختلف قسم کے لوگوں پر مشتمل جماعت چنانچہ اوباش اشواب سے زیادہ خاص ہے

([2])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (١٨٩١٠)پر کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

([3])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الشروط، باب الشروط في الجہاد میں حدیث نمبر (٢٧٣١)،(٢٧٣٢)پر کی ہے۔

([4])یعنی وہ صحابہ کرام جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

([5])اس کے تخریج امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر(١٨٩١٠) پر کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

([6])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الشروط، باب الشروط في الجہاد میں حدیث نمبر (٢٧٣١)،(٢٧٣٢)پر کی ہے۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا جو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے تم لات کی شرمگاہ چاٹو[1] کیا ہم لوگ ان سے فرار ہوں گے اور انہیں چھوڑ دیں گے[2]۔

تو عروہ بن مسعود نے کہا: اے محمد یہ کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ابو قحافہ کے بیٹے ہیں، تو اس نے کہا اللہ کی قسم: اگر میرے پاس تمہارا احسان نہ ہوتا جس کا میں نے بدلہ تمہیں نہیں دیا میں تمہارا جواب ضرور دیتا[3]۔

پھر وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کو پکڑنے لگا اور آپ سے گفتگو کرنے لگا، اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے پاس کھڑے تھے تھے ان کے سات تلوار تھی اور ان کے اوپر خود تھی تو انہوں نے عروہ کو اپنی تلوار کی نوک سے ہٹایا، پھر کہا تو اپنے ہاتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی سے روک لے قبل اس کے کہ اللہ کی قسم وہ ہاتھ تیرے پاس نہ پہنچے۔

عروہ نے مغیرہ سے کہا تیری بربادی ہو تو کتنا سخت ہے اور تو کتنا ترش رو ہے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا تو عروہ نے آپ سے کہا اے محمد یہ کون ہے؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ تمہارا بھتیجہ مغیرہ بن شعبہ ہے۔

([1])اللات: قریش اور ثقیف کے لوگ جن کی پوجا کرتے تھے ان بتوں میں سے ایک کا نام ہے اور عربوں کی عادت تھی کہ وہ اس کے ذریعے سے برا بھلا کہتے تھے مگر ان کے لفظ کے ذریعے تو ابو بکر نے عروہ کو برا بھلا کہنے میں مبالغہ ہے کہ طور پر ان کے معبود کو ان کے ماں کے مقام رکھ کر برا بھلا کہا انہیں اس بات پر اس غصے نے ابھارا جو انہیں مسلمانوں کے جانب فرار کی نسبت کی وجہ سے ائی تھی اور اس میں جس سے کوئی غلط کام ظاہر ہو اور اس پر وہ برے الفاظ سے ڈانٹیں جانے کا مستحق ہو تو اس کے لیے برے الفاظ کا استعمال کرنے کا جواز بھی موجود ہے(فتح الباري:۵/ ۶۸۹)۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الشروط، باب الشروط في الجہاد میں حدیث نمبر (۲۷۳۱)، (۲۷۳۲) پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد میں حدیث نمبر(۲۷۳۱)، (۲۷۳۲) پر اور امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر(۱۸۹۱۰) پر کی ہے۔

عروہ نے کہا اے غدار ابھی کل ہی میں نے تیری شرمگاہ دھوئی تھی[1]۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ عروہ نے کہا: کیا میں تمہاری غداری کے سلسلے میں کوشش نہیں کر رہا ہوں[2]۔

دور جاہلیت میں مغیرہ نے کچھ لوگوں کا ساتھ اپنایا تھا اور انہوں نے ان کو قتل کر دیا تھا اور ان کا مال لے لیا تھا پھر آئے اور اسلام قبول کر لیا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: رہی بات اسلام کی تو میں نے اسے قبول کر لیا اور رہی بات مال کی تو اس میں سے کوئی چیز میرے ذمہ نہیں ہے[3]۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح سے بات عروہ سے بھی کی جس طرح سے اس کے ساتھیوں سے کی تھی، آپ نے اسے بتایا کہ آپ جنگ کے ارادے سے نہیں آئے ہیں۔[4]

([1])یہ مسند احمد کی روایت ہے حدیث نمبر(١٨٩١٠) اور اس کی سند حسن ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر (٢٧٣١)،(٢٧٣٢)پر کی ہے۔

([3])ابن سعد نے طبقات(٤/٣٦١) میں ذکر کیا ہے : مغیرہ ابن شعبہ نے اپنے اسلام سے پہلے ثقیف قبیلے کے بنو مالک کہ ١٣ لوگوں کو قتل کیا تھا وہ اور دیگر لوگ مصر میں مقاوقس کے پاس مہمان بن کے گئے تھے تو اس نے ان پر احسان کیا اور انہیں خوب ہدیہ اور تحائف دیے اور مغیرہ کے ساتھ اس نے کمی کی تو ان پر مغیرہ کو غیرت ائی چنانچہ جب وہ لوگ راستے میں تھے تو انہوں نے شراب پیا اور جب نشے میں ہو گئے اور سو گئے تو مغیرہ نے ان پر حملہ کر کے قتل کر دیا اور ان کے مال لے لیے پھر مدینہ ائے اور اسلام قبول کر لیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا رہی بات اسلام کی تو میں اسے قبول کرتا ہوں اور رہی بات مال کی تو اس پہ تمہارا کوئی حق نہیں ہے یہ بات ثقیف قبیلے کے لوگوں کو پہنچی تو ثقیف قبیلے کے دو گروہ کے لوگ امنے سامنے اگئے بنو مالک جو مقتول کے گروہ سے تھے اور مغیرہ کے گروہ کے لوگ عروہ نے تیرا قتل کیے گئے لوگوں کی دیت دی اور اس معاملے میں صلح کر لیا تو یہی عروہ ابن مسعود کے قول کا معنی ہے کہ کیا میں تمہارے غدار کے سلسلے میں کوشش نہیں کرتا تھا۔

([4])اس کے تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد میں حدیث نمبر(٢٧٣١)،(٢٧٣٢)پر اور امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر(١٨٩١٠) پر کی ہے۔

بے مثال محبت

پھر عروہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھنے لگا تو جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھوکتے تھے تو وہ ان میں سے کسی شخص کی ہتھیلی میں گرتا تھا، اور وہ اسے اپنے چہرے اور جلد کو مل لیا کرتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حکم دیتے تو وہ آپ کے حکم کی بجاآوری میں جلدی کرتے، اور جب وہ وضو کرتے تھے تو وہ آپ کے وضو پر ایک دوسرے سے جھگڑنے کے تیار ہو جاتے تھے، اور جب وہ گفتگو کرتے تھے تو اپنی آواز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پست رکھتے تھے، اور آپ کی تعظیم کے پیش نظر آپ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے۔

چنانچہ عروہ قریش کی جانب لوٹ آئے اور ان سے کہا: اے قوم کے لوگوں اللہ کی قسم میں بہت سے بادشاہوں کے پاس گیا ہوں، میں قیصر اور کسریٰ اور نجاشی[1] کے پاس گیا ہوں، اللہ کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو کبھی ایسا نہیں پایا کہ اس کے ساتھی اس کی تعظیم اس طرح سے کرتے ہو جس طرح محمد کے ساتھ اس کی تعظیم کرتے ہیں، اللہ کی قسم آپ جب بھی تھوکتے ہیں تو آپ کا تھوک ان میں سے کسی شخص کی ہتھیلی میں گرتا ہے اور وہ اس کے ذریعہ سے اپنے چہرے اور جلد پر مل لیتا ہے، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حکم دیتے ہیں تو وہ آپ کی حکم کی بجاآوری میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں، اور جب آپ وضو کرتے ہیں تو وہ آپ کے وضوء کے فضلات پر مر مٹنے کے

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری(٦٩١/٥) میں کہتے ہیں: تین لوگوں کو ذکر کیا کیونکہ وہ اس زمانے کے عظیم ترین بادشاہ تھے۔

اور عروہ ابن مسعود کے قصے میں بہت سے فوائد ہیں:

الف :وہ چیز جو ان کے عقل اور بار مغز ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

ب: اور اس میں اس چیز کا بھی بیان ہے : کس طرح صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور توقیر اور اپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی رعایت کرنے کا اہتمام کرتے تھے اور کس طرح جو بھی اپ کے سلسلے میں قول یا فعل کے ذریعے جفا کشی کا شکار ہوتا اس کی خبر لیتے تھے

ج: اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اثار سے تبرک کا بھی بیان ہے۔

لیے تیار ہوتے ہیں، اور جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو آپ کے پاس اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں، اور آپ کی تعظیم کرتے ہوئے وہ نظر کو آپ سے نہیں ملاتے، اللہ کی قسم میں نے ایسے قوم کو دیکھا ہے جو کبھی بھی ان کو بے سہارا نہیں چھوڑیں گے، اور انہوں نے تم پر ایک بہت ہی بہتر خطہ پیش کیا ہے تم اسے قبول کر لو اور تم اپنی رائے دو[1]۔

تو ان لوگوں نے کہا اس سال ہم انہیں بیت اللہ سے روکیں گے اور وہ آئندہ سال واپس آئیں گے اور مکہ میں داخل ہوں گے اور بیت اللہ کا طواف کریں گے[2]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قریش کی جانب خراش بن امیہ رضی اللہ عنہ کو بھیجنا:

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زیارت سے اپنے مقصد کو قریش کے لئے تاکید کرنے کا ارادہ کیا، اور یہ بتانا چاہا کہ آپ قتال کے ارادے سے نہیں آئے ہیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خراش بن امیہ خزاعی رضی اللہ عنہ کو ثعلب نامی اپنے ایک اونٹ پر سوار کر کے بھیجا، چنانچہ جب خراش مکہ میں داخل ہوئے تاکہ وہ قریش کے سرداروں کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی بات بتائیں تو قریش کے لوگوں نے اس اونٹنی کے کوچ کاٹ دیئے، اور ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر دیہاتیوں نے انہیں روک لیا، اس لئے ان لوگوں نے ان کا راستہ چھوڑ دیا، اور وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آ گئے، اور انہیں حاصل شدہ بات کی خبر دی[3]۔

([1])اس کے تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد میں حدیث نمبر(۲۷۳۱)،(۲۷۳۲) پر اور امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر (۱۸۹۱۰)پر کی ہے۔

([2])دیکھیے: طبقات الکبری از ابن سعد(۲/۲۹۷)۔

([3])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۸۹۱۰) پر کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا بھیجنا:

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بلایا تاکہ آپ انہیں مکہ بھیجیں، اور قریش کے سرداروں کو اپنے آنے کا ارادہ بتلائیں تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں قریش کے لوگوں سے اپنی جان پر خطرہ محسوس کرتا ہوں، مکہ میں بنو عدی بن کعب کا کوئی فرد نہیں ہے جو مجھے بچا سکے، آپ قریش کے لوگوں نے اس سے متعلق میری دشمنی اور سختی کو جان لیا ہے میں آپ کو ایک ایسے شخص کے بارے میں بتاتا ہوں جو مجھ سے زیادہ مضبوط ہے وہ عثمان بن عفان ہیں۔

چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلایا، اور انہیں قریش کے جانب بھیجا تاکہ وہ انہیں یہ بتلائیں کہ آپ جنگ کے لئے نہیں آئے ہیں آپ اس گھر کی زیارت کے لئے آئے ہیں اس کی حرمت کی تعظیم کے لیے آئے ہیں۔

چنانچہ عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نکلے یہاں تک کہ وہ مکہ پہنچے، اور ابان بن سعید بن العاص [1] سے ان کی ملاقات ہوئی، تو وہ اپنی سواری سے نیچے اترے اور انہیں اپنے سامنے سوار کر لیا، اور خود ان کے پیچھے سوار ہو گئے، اور انہیں پناہ دی یہاں تک کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا سکیں، عثمان رضی اللہ تعالی عنہ گئے یہاں تک کہ ابو سفیان اور قریش کے سرداروں کے پاس پہنچے، تو انہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا پیغام سنایا، پھر جب عثمان رضی اللہ تعالی عنہ اللہ کے رسول اسلام کا پیغام پہنچا کر فارغ ہوئے، تو انہوں نے ان سے کہا اگر تم بیت اللہ کا طواف کرنا چاہو تو طواف کر لو، تو آپ رضی اللہ انہوں نے کہا میں ایسا ہر گز نہیں کروں گا یہاں تک کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کا طواف کریں [2]۔

([1])ابان ابن سعید رضی اللہ عنہ حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔

([2])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۸۹۱۰) پر اور طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر (۵۷۷۱)پر کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر اور بیعت رضوان

اور قریش نے عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس روک لیا، شاید ان کا ارادہ یہ تھا کہ اس سنگین معاملے کے سلسلے میں ان سے مشورہ کریں اور اپنے معاملے پر غور کریں پھر عثمان کو کوئی جواب دے کر اللہ کے رسول کے پاس بھیجیں اور ان کا مکہ میں ٹھہرنا دیر تک رہا تو مسلمانوں کے درمیان یہ خبر پھیل گئی کہ عثمان کو قتل کر دیا گیا[1]، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: ((ہم برابر یہاں پر رہیں گے یہاں تک کہ ہم ان لوگوں سے جنگ کر لیں)) پھر اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم نے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی تو تمام صحابہ کرام نے اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم کی طرف آگے بڑھ کر آپ سے بیعت کی۔[2]

سب سے پہلے بیعت کرنے والے

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے، اور اس درخت کی ٹہنیاں آپ کی پیٹھ مبارک پر لگ رہی تھیں[3]، اور معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک ٹہنی آپ کے سر مبارک سے اٹھائے ہوئے تھے[4]، چنانچہ سب سے پہلے بیعت کرنے والے ابو سنان عبد اللہ بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ تھے، پھر صحابہ کرام نے پے در پے یکے بعد دیگرے آپ سے بیعت کی[5]۔

([1])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۸۹۱۰) پر کی ہے اور اس کی سند حسن ہے اور ابن اسحاق نے اس کی تخریج سیرت (۳۴۴/۳)میں کی ہے ۔

([2])دیکھیے: سیرت ابن ہشام(۳۴۴/۳)، الطبقات الکبری از ابن سعد(۲۹۸/۲)، دلائل نبوت از امام بیہقی(۱۳۴/۴)۔

([3])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۶۸۰۰) پر کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

([4])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الاماره ،باب استحباب مبایعۃ الامام الجیش میں حدیث نمبر(۱۸۵۸) پر کی ہے ۔

([5])دیکھیے الاصابہ(۱۶۲/۷)، سیرت ابن ہشام(۳۴۵/۳)۔

امام احمد نے فضائل صحابہ میں صحیح سند کے ساتھ عامر شعبی کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: بیعت رضوان میں سب سے پہلے بیعت کرنے والے ابو سنان اسدی رضی اللہ عنہ تھے[1]۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے پہلے بیعت کی:

عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ جنگی لباس کو زیب تن کر کے جنگ کی تیاری کر رہے تھے، وہ اسی حالت میں تھے کی انہوں نے لوگوں کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیرے ہوئے دیکھا انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو بھیجا تاکہ وہ دیکھیں کہ لوگوں کا کیا ماجرہ ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آکر دیکھا تو لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ کو سے بیعت کر رہے تھے تو انہوں نے اللہ کے رسول سے بیعت کر لی، پھر وہ واپس آئے اور انہوں نے اپنے والد عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی تو انہوں نے جا کر بیعت کی۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں نافع کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: بے شک لوگ بات کر رہے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما عمر رضی اللہ تعالی سے پہلے اسلام قبول کئے ہیں، اور بات ایسی نہیں ہے، لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ کے دن عبداللہ کو ایک انصاری شخص کے پاس اپنا گھوڑا لینے کے لیے بھیجا تھا، تاکہ وہ اس پر سوار ہو کر قتال کریں، اس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے پاس لوگوں سے بیعت کر رہے تھے، اور عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو اس کا علم نہ ہوا تھا، عبداللہ نے بیعت کر لیں پھر گھوڑے کے پاس گئے اور پھر اسے عمر کے پاس لائے اور اس وقت عمر رضی اللہ تعالی عنہ جنگ کے لئے جنگی لباس پہن رہے تھے، تو انہوں نے اپنے والد کو خبر دی کہ

---

[1] اس کی تخریج امام احمد نے فضائل صحابہ میں حدیث نمبر (۱۶۸۹) پر کی ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے نیچے بیعت کر رہے ہیں، راوی کہتے ہیں: پھر وہ گئے اور وہ بھی ان کے ساتھ گئے یہاں تک کہ اللہ کے رسول صلی وسلم سے بیعت کی[1]۔

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ بیعت کی

اور سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ بیعت کی، لوگوں کی پہلی جماعت کے ساتھ ان کے درمیانی جماعت کے ساتھ اور آخری جماعت کے ساتھ چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں، اور اس میں ہے کہ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی جڑ میں ہمیں بیعت کے لئے بلایا، وہ کہتے ہیں پھر میں نے پہلے لوگوں میں آپ کے ساتھ بیعت کی، پھر دوسرے لوگوں نے بیعت کی اور کئی لوگوں نے بیعت کی یہاں تک کہ جب وہ لوگوں کے درمیان میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سلمہ بیعت کرو، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے لوگوں کے ساتھ بیعت کر لی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اور بھی"، انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہتا دیکھا، وہ کہتے ہیں پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چمڑے کا ایک ڈھال دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کی یہاں تک کہ آپ آخری لوگوں کے ساتھ بیعت کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سلمہ کیا تم مجھ سے بیعت نہیں کرو گے تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ سے بیعت پہلے اور درمیان کے لوگوں کے ساتھ کر لی ہے پھر مجھ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور بھی وہ کہتے ہیں پھر میں نے آپ سے تیسری مرتبہ بیعت کی، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا: اے سلمہ تمہارے چمڑے کی ڈھال کہاں ہے جو میں نے تمہیں دی ہیں؟۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغاز ي باب غزوة الحديبية میں حدیث نمبر(۴۱۸۶) پر کی ہے اور اسے ابن الاثیر نے جامع الاصول (۲۶۰۴)میں حدیث نمبر پر نقل کیا ہے۔

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میری ملاقات میرے چچا عمر سے نہتھے ہوئی تو میں نے اسے انہیں دے دیا وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور کہا: تم اس شخص کی طرح ہو جس نے پہلے کہا: اے اللہ میرے لیے ایک حبیب عطا کر جو میری جان سے مجھے زیادہ پیارا ہو[1]۔

ابن بطال کا کہنا ہے: جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ان سے نقل کیا ہے: "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ سلمہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تاکید کریں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بہادری اور اسلام کے سلسلے میں ان کی پریشانیوں اور ثابت قدمی کے سلسلے میں ان کی شہرت سے واقف تھے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بار بار بیعت کرنے کا حکم دیا تاکہ ان کے لئے اس سلسلے میں یہ فضیلت ہو سکے"[2]۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں فرمایا: ممکن ہے کہ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے جب سب سے پہلے بیعت میں جلدی کی اور پھر قریب ہی بیٹھ گئے، اور لوگ مسلسل بیعت کرتے رہے یہاں تک کہ ہجوم کم ہو گیا، تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں دوبارہ بیعت کے لیے بلایا تاکہ بیعت کا تسلسل قائم رہے اور اس میں کوئی وقفہ نہ آئے۔ کیونکہ عام طور پر کسی بھی کام کے آغاز میں لوگوں کا ہجوم زیادہ ہوتا ہے اور عمل مسلسل جاری رہتا ہے، مگر جب اختتام کے قریب پہنچتا ہے تو آنے والوں کے درمیان کچھ فاصلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس واقعے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کو اس خصوصیت کی بنا پر کوئی امتیازی مقام حاصل ہوا ہو۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جس شجاعت اور بہادری کا حال ابن بطال نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ذکر کیا، وہ اس

([1])اس کے تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد وا السیر باب غزوۃ ذي قرد وغیرھا میں حدیث نمبر(۱۸۰۷) پر کی ہے۔

([2])دیکھیے: فتح الباری(۱۱۱/۱۵)۔

وقت تک ظاہر نہیں ہوئی تھی، کیونکہ وہ تو بعد میں غزوۂ ذی قَرَد[1] کے موقع پر سامنے آئی ——جب انہوں نے مشرکین کے چھاپے مارنے پر چھینی ہوئی اونٹنیوں کو واپس حاصل کیا۔اور انجام یہ ہوا کہ نبی ﷺ نے انہیں سوار اور پیدل دونوں کا حصہ عطا فرمایا۔ لہٰذا زیادہ درست یہ کہنا ہے کہ نبی ﷺ نے ان میں یہ صلاحیت اور شجاعت پہلے ہی بھانپ لی تھی،اسی لیے انہیں دو مرتبہ بیعت کے لیے بلایا[2]۔

عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ کو پکڑا اور کہا یہ عثمان کا ہاتھ ہے ہے پھر آپصلی اللہ علیہ وسلم نے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر مارا اور کہا یہعثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت ہیں[3]۔

چنانچہ اس طرح سے عثمان رضی اللہ عنہ نے بیعت کی فضیلت حاصل کرلیں۔

اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں حسن کے ساتھ انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیاہے،انہوں نے کہا کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان کا حکم فرمایا، عثمان رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد بن کر مکہ مکرمہ کے لوگوں کے پاس گئے تھے،راوی کہتے ہیں پھر لوگوں نے بیعت کی،تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک عثمان اللہ اور اس کے رسول کی حاجت کے لیے نکلے ہوئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

([1])غزوہ ذی قرد کا بیان انشاءاللہ اگے بیان اۓ گا۔

([2])دیکھیے: فتح الباری(١١١/١٥)۔

([3])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب فضائل الصحابہ باب مناقب عثمان میں حدیث نمبر(٣٦٩٩) پر کی ہے۔

ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ عثمان کے لئے ان کے اپنے ہاتھوں سے زیادہ بہتر تھا[1]۔

بیعت کس چیز پر بات ہوئی تھی؟

اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ بیعت کس بارے میں ہوئی تھی، کہا گیا ہے کہ موت پر جیسا کہ شیخان نے اپنی صحیح میں یزید بن ابی عبید کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: میں نے سلمہ بن اکوع سے کہا تم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیبیہ کے دن کس چیز پر بیعت کی تھی تو انہوں نے کہا موت پر[2]۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فرار نہ ہونے پر بیعت کی گئی تھی، چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے موت پر بیعت نہ کی تھی ہم نے آپ سے بیعت اس لئے کی تھی تاکہ ہم فرار نہ ہوں[3]۔

اور امام مسلم نے اسی طرح اپنی صحیح میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے موت پر بیعت نہ کی تھی ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی تھی کہ ہم راہ فرار اختیار نہ کریں گے[4]۔

([1])اس کی تخریج امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب المناقب باب مناقب عثمان میں حدیث نمبر(۴۰۳۵) پر کی ہے اور اسے ابن الاثیر نے جامع الاصول(۶۴۷۷) میں حدیث نمبر پر نقل کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث "حسن صحیح غریب "ہے۔

([2])امام بخاری نے اس کی تخریج اپنے صحیح میں کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ میں حدیث نمبر (۴۱۶۹)پر کی ہے اور امام مسلم نے اس کی تخریج اپنے صحیح میں کتاب الامارہ باب استحباب مبایعۃ الامام میں حدیث(۱۸۶۰) نمبر پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الامارہ ،باب استحباب مبایعۃ الامام میں حدیث نمبر (۱۸۵۶)،(۶۸)پر کی ہے۔

([4])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الامارہ میں حدیث نمبر (۱۸۵۸)پر کی ہے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھا ہے: خلاصہ یہ ہے کہ جنہوں نے یہ کہا کہ بیعت موت پر ہوئی تھی تو انہوں نے اس کا لازمی نتیجہ مراد لیا کیونکہ جب انسان نے فرار نہ ہونے کی بیعت کی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ ثابت قدم رہے، اور جو ثابت قدم رہے گا یا تو وہ غلبہ حاصل کرے گا یا اسے قیدی بنایا جائے گا، اور جو قیدی بنایا جائے گا یا تو وہ نجات پائے گا یا مر جائے گا اور جب موت اس حالت میں کوئی بڑی بات نہ تھی تو راوی نے اس کا اطلاق کیا، اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک نے بیعت کی صورت کو بیان کیا اور دوسرے نے اس کے نتیجے کو بیان کیا[1]۔

اور امام ترمذی نے کہا: دونوں حدیثوں کا معنی صحیح ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ لوگوں نے موت پر بیعت کی تھی اور کچھ لوگوں نے فرار نہ ہونے پر بیعت کی تھی[2]۔

جد[3] بن قیس کے علاوہ سبھی لوگوں نے بیعت کی

اور اس بیعت سے وہاں حاضر ہونے والے مسلمانوں میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہا سوائے ایک شخص کے جس کا نام جد بن قیس تھا جو کہ منافق تھا، اور اس کے پاس ایک سرخ اونٹ تھا جو اس کے پیچھے چھپا کرتا تھا کہ کہیں اسے بیعت کے لیے نابلا لیا جائے، امام مسلم نے اپنی صحیح میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے سب لوگوں کو بخش دیا جائے گا سوائے اس سرخ اونٹ کے مالک کے۔ چنانچہ ہم اس کے پاس آئے اور ہم نے اس سے کہا آؤ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے مغفرت کی دعا کریں تو اس نے کہا اللہ کی قسم میں اپنی کھوئی ہوئی چیز کو پالوں گا میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب

([1]) دیکھیے: فتح الباری (٨/٢٢٠)۔

([2]) دیکھیے: جامع ترمذی (٣/٤١٦)۔

([3]) حافظ ابن حجر فتح الباری (٥/٤٨٦) میں کہتے ہیں: جد جیم کے زبر اور دال کے تشدید کے ساتھ ہے۔

ہے کہ میرے لئے تمہارا یہ ساتھی استغفارِ کرے، راوی کہتے ہیں وہ شخص اپنی کوئی غائب شدہ چیز تلاش کر رہا تھا[1]۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں پھر ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی سوائے جد ابن قیس انصاری کے جو کہ آپ نے ووٹ کے پیٹ کے نیچے چھپ گیا تھا[2]۔

اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں حسن سند کے ساتھ جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درخت کے نیچے بیعت کرنے والے سبھی لوگ جنت میں داخل ہوں گے سوائے اس سرخ اونٹ والے شخص کے[3]۔

جد بن قیس کے بارے میں مختصر حالات زندگی:

اور جد بن قیس یہ بنو سلمہ[4] کے انصار میں سے تھا، یہ جاہلیت میں پورے بنی سلمہ کا سردار تھا، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس کی سرداری چھین لی، اور اس کی جگہ پر عمرو بن جموح کو سردار بنایا، جیسا کہ امام بخاری نے الادب المفرد میں مسلم کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مسلمانو تمہارے سردار کون ہیں؟۔

([1])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب صفات المنافقین واحکامھم میں حدیث نمبر(۲۸۸۰) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الامارہ، باب استحباب مبایعۃ الإمام میں حدیث نمبر(۱۸۵۶)(۶۹) پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب المناقب باب فیمن یسب أصحاب النبي میں حدیث نمبر(۴۲۰۱) پر کی ہے اور اسے ابن الاثیر نے اپنی جامع الاصول میں حدیث نمبر (۶۷۴۰) پر نقل کیا ہے۔

([4])حافظ ابن حجر فتح الباری(۳۵۶/۲) میں کہتے ہیں: سلمہ لام کے زیر کے ساتھ ہے جو کہ انصار اور پھر خزرج کے قبیلوں میں سے ایک بڑا قبیلہ ہے۔

ہم نے کہا: جد بن قیس الا یہ کہ ہم اسے پسند نہیں کرتے اور وہ بخیل بھی ہے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر بخیلی سے بڑھ کر بیماری اور کیا ہے آج سے تمہارے سردار عمر بن جموح ہیں[1]۔

اور ایک دوسری روایت میں طحاوی کے یہاں شرح مشکل الآثار میں صحیح سند کے ساتھ ہے کہ اللہ کے رسول صلی وسلم نے فرمایا: اے بنو سلمہ کے لوگو تمہارا سردار کون ہے۔

تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا سردار جد بن قیس ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اسے سردار کیوں بنایا ہے؟

لوگوں نے کہا کیونکہ وہ ہم میں سب سے زیادہ مال والا ہے اور ہم اسے بخیل شمار کرتے ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر بخیلی سے زیادہ بڑی بیماری اور کیا ہے وہ تمہارا سردار نہیں ہے۔

لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمارا سردار کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے سردار بشر بن براء بن معرور[2] ہیں ۔

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں ان دونوں حدیثوں کے درمیان جمع کیا ہے اور انہوں نے بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہما کی حدیث کو اس بات پر محمول کیا ہے کہ یہ عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے احد میں شہید کے جانے کے بعد کی بات ہے[3]۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے الادب المفرد میں حدیث نمبر(۲۹۶) پر کی ہے، مزید دیکھیے: حاشیہ شرح مشکل الاثار(۱۵۲/۲۴)۔

([2])اس کی تخریج امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(۵۵۳۸)پر اور امام حاکم نے المستدرک میں کتاب معرفۃ الصحابہ، باب ذکر مناقب بشر بن البراء بن معرور میں حدیث نمبر(۵۰۱۸)پر کی ہے۔

(۳)دیکھیے: فتح الباری(۵/ ۴۸۷)۔

بیعت رضوان میں شریک لوگوں کی فضیلت

درخت کے نیچے بیعت رضوان میں شرکت کرنے والوں کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں کیونکہ اللہ تعالی نے یہ خبر دی ہے کہ وہ ان لوگوں سے راضی ہو گیا ہے ان ہی احادیث میں سے کچھ یہ ہیں:

وہ روایت جسے امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں مسلم کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے کوئی بھی شخص جہنم میں داخل نہ ہو گا[1]۔

اور وہ روایت بھی جسے شیخان نے اپنی صحیحین میں جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم نے حدیبیہ کے دن ہم سے فرمایا: ((تم زمین والوں میں سب سے بہتر ہو)) [2]۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں: یہ اصحاب شجرہ کی فضیلت میں صریح دلیل ہے، اس لیے کہ مسلمانوں میں سے اس وقت کچھ لوگ مکہ میں تھے کچھ مدینہ اور اس کے علاوہ اور جگہوں پر تھے[3]۔

اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک غلام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاطب کی شکایت کرنے

([1])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۱۴۷۷۸) اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب السیر، باب ذکر البیان بأن شھود الحدیبیۃ إنما کانت البیعۃ تحت الشجرۃ میں حدیث نمبر (۴۸۰۲) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ میں حدیث نمبر (۴۱۵۴) اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الامارہ باب استحباب مبایعۃ الامام حدیث نمبر (۱۸۵۶) (۷۱) پر کی ہے۔

([3])دیکھیے: فتح الباری (۲۱۱/۸)۔

کے لیے آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاطب جہنم میں داخل ہوگا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((تو جھوٹ کہتا ہے وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا کیونکہ وہ بدر اور حدیبیہ میں شریک تھا))[1]

اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں ام مبشر رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حفصہ رضی اللہ عنہ کے پاس فرماتے ہوئے سنا: ((اگر اللہ نے چاہا تو درخت والوں میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا جنہوں نے اس کے نیچے بیعت کی تھی))۔

حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہاں کیوں نہیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ڈانٹا تو حفصہ نے کہا: ((وان منكم إلا واردها))[مریم: ٧١]، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العالمین فرماتے ہیں: ((ثم ننجي الذين اتقوا ونذر الظالمين فيها جثيا))[مریم: ٧٢][2]۔

اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی وسلم نے فرمایا: ((اور تم میں سے ہر شخص کو بخش دیا جائے گا سوائے لال اونٹ والے شخص کے))[3]۔

اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور حاکم نے حسن سند کے ساتھ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم رات

([1])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب فضائل الصحابہ میں باب فضائل اہل بدر حدیث نمبر(٢٤٩٥) اور اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (١٤٤٨٤)پر کی ہے۔

([2])اس حدیث کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب فضائل ال صحابہ، باب من فضائل أصحاب الـ شجرة میں حدیث نمبر(٢٤٩٦) اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(٢٧٣٦٢) پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب صفات المنافقین وأحکامھم حدیث نمبر(٢٨٨٠) پر کی ہے۔

میں آگ نہ جلاؤ پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم آگ جلاؤ اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لیے کھانا تیار کرو، کیوں کہ اب تمہارے بعد کوئی بھی قوم تمہارے مد اور صاع کو نہ پاسکے گی[1]۔

تو یہ اصحاب شجرہ کی فضیلت ہے جنہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے نیچے بیعت کی تھی۔

اللہ رب العالمین نے اپنی کتاب کریم میں ارشاد فرمایا: ((لقد رضی الله عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت الشجرة فعلم مافی قلوبهم فانزل السكينه عليهم واثابهم فتحا قريبا))[الفتح:۱۸]۔

اور آج میں ـــــ چودہ سو برس کے فاصلے سے ـــــ اُس مقدّس لمحے کو محسوس کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، وہ لمحہ جس میں پوری کائنات نے اُس بلند و برتر اور عظیم الٰہی پیغام کا مشاہدہ کیا تھا، جو اللہ تعالیٰ، ربِّ علیِّ عظیم نے اپنے امانت دار رسول ﷺ کو مومنوں کے بارے میں وحی فرمایا تھا۔ ۔۔۔ میں اُس لمحے کے وجود کے منظر اور اُس کے پوشیدہ احساس و شعور کو محسوس کرنے کی کوشش کرتا ہوں، جب ساری کائنات ایک ساتھ اُس الٰہی کلامِ مبارک کی گونج پر ہم آہنگ ہو گئی تھی ـــــ اُن برگزیدہ مردانِ ایمان کے بارے میں، جو اُس وقت اس وجود کے ایک مخصوص مقام پر کھڑے تھے۔۔۔۔ اور میں اپنی پوری ہستی سے یہ محسوس کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ اُن خوش نصیبوں کا کچھ حال جان سکوں ـــــ جن کے کانوں نے خود یہ بات سنی تھی کہ اللہ اُن کے بارے میں فرما رہا ہے کہ وہ اُن سے راضی ہو گیا ہے، اور اللہ نے اُس جگہ کو بھی متعین فرمایا جہاں وہ موجود تھے، اور اُس کیفیت کو بھی بیان کیا جس حال میں وہ اُس رضا کے مستحق ٹھہرے: "جب وہ درخت کے نیچے تم

---

[1] اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۱۲۰۸) اور امام حاکم نے مستدرک میں کتاب المغازي والسرايا باب ذكر غزوة خيبر حدیث نمبر(۴۳۹۲) پر کی ہے اور اسے حافظ ابن حجر نے فتح الباری(۸/ ۲۱۱) میں نقل کیا ہے اور اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

سے بیعت کر رہے تھے"۔ اور وہ یہ کلمات اپنے سچے اور راست گو نبی ﷺ کی زبانِ مبارک سے اپنے عظیم و جلیل رب کی طرف سے خود سن رہے تھے۔

اے اللہ! وہ خوش نصیب لوگ اُس مقدّس لمحے اور اُس الٰہی پیغام کو کیسے قبول کر رہے ہوں گے؟ وہ پیغام جو ہر ایک شخص کی ذات کو مخاطب کرتا ہے اور گویا اُس سے کہتا ہے: "تم ہو! ہاں، تم ہی ہو! اللہ تمہیں مخاطب کر رہا ہے۔ وہ تم سے راضی ہو گیا ہے، جب تم درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔" اور اُس نے تمہارے دلوں کے حال کو جان لیا، تو تم پر سکینت نازل فرما دی[1]۔

درخت کا انجام

رہی بات اس درخت کی جس کے نیچے بیعت انجام پائی تھی تو اللہ رب العالمین نے اسے لوگوں سے چھپا دیا چنانچہ شیخان نے اپنی صحیحین میں روایت کیا ہے لفظ مسلم کے ہیں سعید بن مسیب کے حوالے سے ان کے والد سے مروی ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے[2] بیعت کی تھی وہ کہتے ہیں کہ ہم دوسرے سال[3]

([1])دیکھیے: في ظلال القرآن از سید قطب(٦/٣٣٢٦)۔

([2])امام احمد نے اپنی مسند میں بیعت رضوان کا اضافہ کیا ہے۔

([3])یعنی آئندہ سال میں۔

اور صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ مسیب نے کہا: جب ہم آئندہ سال نکلے۔

حج کی غرض سے نکلے تو ہمارے اوپر اس کا مکان مخفی ہو گیا[1] اور اگر وہ تمہارے لئے بیان کر دی جاتی تو تم زیادہ جانتے ہو۔[2]

اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم دوسرے سال واپس آئے تو ہم میں سے دو لوگ بھی اس درخت کے سلسلے میں اتفاق نہ کر سکے جس کے نیچے ہم نے بات کی تھی تو وہ اللہ رب العالمین کی طرف سے رحمت تھی۔[3]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں فرمایا: اس کے چھپائے جانے میں یہ حکمت ہے کہ اس کے نیچے جو خیر و برکت واقع ہوئی تھی، اس کی وجہ سے لوگوں پر فتنہ طاری نہ ہو۔ اگر وہ باقی رہتی تو اندیشہ تھا کہ بعض جاہل لوگ اس کی تعظیم میں حد سے بڑھ جاتے، یہاں تک کہ ان کے دلوں میں یہ عقیدہ پیدا ہو جاتا کہ اس میں نفع یا نقصان پہنچانے کی کوئی قوت ہے۔ جیسا کہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ اس سے کم تر چیزوں میں بھی ایسا ہی حال پایا جاتا ہے۔[4]

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت

اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ایسی وارد ہے جس سے سعید کے والد مسیب بن حزن کے واسطے سے ثابت شدہ بات کی مخالفت ہوتی ہے: شیخان نے اپنی صحیحین میں ان

([1])اور صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ مسیب نے کہا: ہم اسے بھول گئے۔
اور امام احمد کے یہاں مسند میں ایک تیسری روایت میں ہے وہ کہتے ہیں کہ: وہ اندھے ہو گئے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیۃ میں حدیث نمبر(۴۱۶۳)،(۴۱۶۴) پر اور مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الامارہ باب استحباب مبایعۃ الامام میں حدیث نمبر(۱۸۵۹) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۲۳۶۷۵) پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الجہاد والسیر باب البیعۃ فی الحرب میں حدیث نمبر(۲۹۵۸) پر کی ہے۔

([4])دیکھیے: فتح الباری (۲۲۰/۶)۔

کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں اگر میں آج دیکھ سکتا[1] تو تمہیں اس درخت کی جگہ دکھا دیتا[2]۔

میں کہتا ہوں: شاید جابر رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس گمان سے متعلق کہی جو درخت کے جگہ کے سلسلے میں لوگوں کو تھا کہ یہ وہی درخت ہے جس کے بارے میں لوگوں کو یہ گمان تھا کہ اسی کے نیچے بیعت رضوان واقع ہوئی تھی جس کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں کاٹنے کا حکم دیا تھا، چنانچہ ابن سعد نے اپنی طبقات میں صحیح سند کے ساتھ نافع مولیٰ ابن عمر کے حوالے سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا کہ لوگ ایک درخت کے پاس آتے تھے جس سے متعلق کہا جاتا تھا کہ یہ رضوان والا درخت ہے جس کے نیچے بیعت ہوئی تھی اور اس کے پاس نماز پڑھتے تھے تو عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو انہیں دھمکایا اور اس کو کاٹنے کا حکم دیا[3]۔

شیخ محمد غزالی کہتے ہیں: اور وہ درخت کاٹ دیا گیا اور اس کے جگہ کو بھلا دیا گیا اور یہ خیر اور بھلائی کا باعث ہوا اگر وہ باقی رہتا تو اس پر قبہ بنالیا جاتا اور اس کی طرف سفر کیا جاتا کیونکہ جاھل عوام عوام بہت جلد ایسی جگہوں اور آثار سے اپنا تعلق بنا لیتے ہیں جو انہیں اللہ رب العالمین سے دور کرتے ہیں[4]۔

([1])یعنی وہ وہ اپنے اخری عمر میں اندھے ہو گئے تھے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ میں حدیث نمبر(۴۱۵۴) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الامارہ ،باب استحباب مبایعۃ الامام میں حدیث نمبر(۱۸۵۶)(۷۱) پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج ابن سعد نے اپنے طبقات(۲۹۹/۲) میں کی ہے اور اس کی سند کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری(۲۱۸/۸) میں صحیح قرار دیا ہے ۔

([4])دیکھیے: فقہ السیرۃ از شیخ محمد غزالی(ص۳۳۰)۔

عثمان رضی اللہ عنہ کی واپسی

اور جب بیعت مکمل ہوگئی تو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی جانب واپس آگئے۔

اس بیعت کے بارے میں جانکاری کے بعد قریش کا ردعمل:

جب قریش کے لوگوں کو اس بات کا علم ہوا تو انہیں ڈر محسوس ہوا، اور ان میں سے اہل رائے لوگوں نے صلح کی رغبت ظاہر کی، جب کہ ان میں سے بعض لوگوں نے جنگ کرنے کا مشورہ دیا اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ رات میں مسلمانوں کے قیام گاہ کی جانب جائیں گے اور کچھ ایسے کام کریں گے جس سے جنگ کی آگ بھڑک جائے، چنانچہ ان میں سے اسی لوگ لوگ ہتھیار سے لیس ہو کر نکلے اور وہ تنعیم کے پہاڑ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اترے، اور انہوں نے مسلمانوں کے لشکر گاہ میں گھسنے کی کوشش کی تاکہ کی ان میں سے کسی کو پکڑ لیں، یا انہیں کسی غفلت کی حالت میں دیکھیں، مگر محمد بن مسلمہ جو کہ مسلمانوں کے پہرے داروں کے سردار تھے وہ جاگے ہوئے تھے چنانچہ ان لوگوں نے سارے کے سارے اسی لوگوں[1] کو قیدی بنالیا اور انہیں لے کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: ((کیا تم کسی کے عہد میں آئے ہو یا تمہارے لئے کسی نے امان کا اعلان کیا ہے))۔

لوگوں نے کہا: نہیں پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا راستہ چھوڑ دیا اور انہیں معاف کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلح کے خواہشمند تھے، اور یہ کہ آپ قتال کے لیے نہیں آئے تھے، اسی بارے میں اللہ رب العالمین کا یہ فرمان نازل ہوا: ((وهو الذى كف ايديهم

([1])امام احمد کے مسند کی روایت میں حدیث نمبر(۱۶۸۰۰) پر ہے کہ عبداللہ ابن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ لوگ ہمارے اوپر ٹوٹ پڑے یعنی کافروں میں سے یہ ۸۰ لوگ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بد دعا کی تو اللہ نے ان کی نگاہوں کو اچک لیا تو ہم ان کے پاس ائے اور ہم نے انہیں پکڑ لیا۔

عنكم وايديكم عنهم ببطن مكه من بعد ان اظفركم عليهم وكان الله بما تعملون بصيرا))[الفتح: ٢٤]۔[1]

صلح کی کتابت اور اس کے بنود:

اور جب قریش کے لوگوں نے یہ دیکھا تو انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سہیل بن عمرو کو بھیجا اور ان کے ساتھ ہو حویطب بن عبد العزیٰ اور مکرز بن حفص بھی موجود تھے، انہوں نے ان سے کہا تم محمد کے پاس جاؤ اور ان سے صلح کر لو، اور صلح میں اس بات کے علاوہ کچھ اور نہ ہو کہ وہ اس سال واپس چلے جائیں، اللہ کی قسم عرب کے لوگ ہمارے بارے میں یہ بات نہ کریں کہ وہ ہمارے اوپر قہر ڈھاتے ہوئے داخل ہوئے۔

چنانچے سہیل بن عمرو آپ کے پاس آئے جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو اپنے صحابہ سے کہا: تمہارا معاملہ آسان ہو گیا ہے ان لوگوں نے صلح کا ارادہ کیا ہے جب انہوں نے اس آدمی کو بھیجا، جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سہیل پہنچے تو آپ کے سامنے بیٹھے اور دونوں نے گفتگو کی اور لمبی گفتگو کے، اور جن باتوں میں لوگوں نے تراجع کیا ان میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا ہمارے اور خانہ کعبہ کے درمیان حائل نہ ہو ہم اس کا طواف کر لیں۔

سہیل نے کہا اللہ کی قسم عرب کے لوگ ہمارے بارے میں بات نہ کریں کہ ہمیں مجبور کر کے ہم سے یہ حق لیا گیا، لیکن یہ اگلے سال ممکن ہے، پھر دونوں صلح کے شرطوں پر متفق ہوئے۔

([1])اس حدیث کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد والسیر، باب غزوۃ ذي قرد وغیرھا میں حدیث نمبر(١٨٠٨) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (١٢٢٧)، (١٦٨٠٠)پر کی ہے اور اسے امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(٦٠) پر تخریج کیا ہے۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا، تاکہ صلح نامہ لکھیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لکھو "بسم اللہ الرحمن الرحیم" تب طفیل نے کہا رہی بات رحمان کی تو اللہ کی کی قسم ہم نہیں جانتے یہ کون ہے لیکن تم لکھو "باسمک اللھم "تو مسلمانوں نے کہا: اللہ کی قسم ہم "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے علاوہ کچھ نہیں لکھیں گے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لکھو "باسمک اللھم"۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ فیصلہ ہے جس کو اللہ کے رسول محمد نے سہیل بن عمرو کے ساتھ کیا تھا سہیل نے کہا: اللہ کی قسم اگر ہم جانتے کہ تم اللہ کے رسول ہو تو ہم تمہیں اس گھر سے نہیں روکتے اور نہ ہی تمہارے ساتھ قتال کرتے[1]، تم اپنا اور اپنے والد کا نام لکھو[2] تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں اگرچہ تم مجھے جھٹلاؤ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اسے مٹادو علی رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں اللہ کی قسم میں اسے نہیں مٹاؤنگا[3]۔

([1]) صحیح مسلم کی روایت میں حدیث نمبر (۱۷۸۴) پر ہے کہ سہیل نے کہا: اگر ہم جانتے کہ اپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم اپ کی پیروی کرتے۔

([2]) صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں حدیث نمبر(۲۷۳۱)(۲۷۳۲) پر ہے کہ سہیل نے کہا: لیکن تم محمد بن عبداللہ لکھو۔

([3]) بخاری کی ایک دوسری روایت میں حدیث نمبر پر ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں اللہ کی قسم میں اسے نہیں مٹاؤں گا

اور سنن نسائی کبری میں ایک دوسری روایت میں حدیث نمبر پر ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے کہا وہ اللہ کے رسول ہیں اللہ کی قسم اگرچہ تیری ناک خاک الود ہو اور نہیں ہرگز نہیں اللہ کی قسم میں نہیں مٹاؤں گا ۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس کی جگہ دکھاؤ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے ہاتھ مبارک سے مٹایا[1]، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا: تمہارے لئے اسی طرح اور ہو گا تم اس کے پاس آؤ گے اور تم مجبور ہوں گے[2]۔

اور جب علی رضی اللہ عنہ شرطوں کو لکھ کر فارغ ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عہد نامے پر مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں کو گواہ بنایا جن میں ابو بکر صدیق، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور ابو عبیدہ ابن الجراح اور محمد بن مسلمہ تھے مشرکوں میں سے حویطب بن عبدالعزیٰ اور مکرز بن حفص نے گواہی دی، اور یہ شرطیں دو کاپیوں میں لکھی گئی ایک کاپی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور دوسری قریش کے لیے[3]۔

صلح حدیبیہ کے بنود

1- محمد ﷺ اس سال واپس لوٹ جائیں گے، اور مکہ میں داخل نہیں ہوں گے، اور اگلے سال جب وہ (اور مسلمان) مکہ میں داخل ہوں گے تو وہاں تین دن قیام کریں گے، ان کے

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الصلح، باب کیف یکتب: ھذا ما صالح فلان ابن فلان میں حدیث نمبر (٢٦٩٨)(٢٦٩٩)اور انہوں نے ہی کتاب الشروط باب الشروط في الجھاد میں حدیث نمبر (٢٧٣١)(٢٧٣٢)پر کی ہے اور اس کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الجہاد والسیر باب صالح الحدیبیۃ میں حدیث نمبر (١٧٨٣)(١٧٨٤)پر کی ہے اور اس سے امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(١٨٩١٠)(١٨٩٢٨) پر تخریج کیا ہے۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری (٨/٢٨٩)میں کہتے ہیں: اپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف اشارہ کر رہے ہیں جو علی رضی اللہ عنہ کے لیے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حکم بنانے والے دن پیش ایا تھا چنانچہ وہ ایسا ہی ہوا اور دو حکم والدین علی رضی اللہ عنہ کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو واقعات پیش ایا تھا اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (٦٥٦)پر کی ہے اور اس کی سند حسن ہے

اس روایت کی تخریج امام نسائی نے سورہ الکبری میں حدیث نمبر (٨٥٢٣)پر کی ہے۔

([3])دیکھیے :الطبقات الکبری از ابن سعد(٢/٢٩٨)، سیرت ابن ہشام(٣/٣٤٨)۔

ساتھ سواری والا ہتھیار ہوگا، یعنی میان میں رکھی ہوئی تلواریں، اور قریش ان کو کسی بھی قسم کی تکلیف یا اذیت نہیں پہنچائیں گے۔ [1]

2- دونوں فریقوں کے درمیان دس سال تک جنگ بندی ہوگی، جن میں لوگ امن و امان سے رہیں گے اور ایک دوسرے کے خلاف کوئی دشمنی نہیں کریں گے۔ [2]

3- جو چاہے وہ محمد ﷺ کے معاہدے اور عہد میں داخل ہو جائے، اور جو چاہے وہ قریش کے معاہدے اور عہد میں شامل ہو جائے۔ اور جو قبیلہ کسی ایک فریق کے ساتھ شامل ہوگا، اسے اسی فریق کا حصہ شمار کیا جائے گا۔ پس اگر کسی قبیلے پر کوئی زیادتی یا حملہ کیا گیا تو وہ اسی فریق پر حملہ تصور ہوگا۔

چنانچہ خزاعہ کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور بولے: "ہم رسول اللہ ﷺ کے معاہدے اور عہد میں شامل ہیں"۔ اور بنو بکر کے لوگ اٹھے اور کہا: "ہم قریش کے معاہدے اور عہد میں شامل ہیں"۔ [3]

4- اگر محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے کوئی شخص اپنے ولی (سردار یا نگہبان) کی اجازت کے بغیر ان کے پاس (قریش کے پاس) آجائے تو محمد ﷺ اسے ان کے حوالے کر دیں گے۔ اور اگر محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے کوئی شخص قریش کے پاس چلا جائے تو قریش اسے واپس نہیں کریں گے۔ یہ شرط مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ سخت شرط تھی۔ [4]

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الصلح باب کیف یکتب: ھذا ما صالح فلان ابن فلان میں حدیث نمبر(۲۶۹۹) اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد و السیر باب صلح الحدیبیۃ میں حدیث نمبر(۱۷۸۳)(۹۲) پر کی ہے اور امام احمد نے اسے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۸۹۱۰) پر تخریج کیا ہے۔

([2])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۸۹۱۰) پر اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب الجہاد باب في صلح العدو حدیث نمبر (۲۷۶۶) پر کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

([3])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۸۹۱۰) پر کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

([4])مرجع سابق۔

5-ہمارے درمیان (یعنی دونوں فریقوں کے درمیان) دل صاف رہیں گے، ایک دوسرے کے خلاف کوئی بدنیتی یا چھپی دشمنی نہیں ہوگی، اور نہ ہی کوئی خیانت (اِسْلَال) ہوگی، اور نہ ہی دھوکہ یا فریب (اِغْلَال)۔[1]

ابو جندل کا واپس کیا جانا

اور جب عہد و پیمان کا صحیفہ لکھا جا رہا تھا اسی وقت ابو جندل بن سہیل بن عمرو بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تلوار ساتھ لے کر بھاری قدموں کے ساتھ آئے، جو کہ مکہ کے نچلے علاقے سے نکلے تھے یہاں تک کہ انہوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے درمیان لا کھڑا کیا، جب سہیل بن عمرو نے اپنے بیٹے ابو جندل کو دیکھا تو اس کے پاس گئے اور اس کے چہرے پر مارا اور ان کے گریبان کو پکڑا پھر کہا: اے محمد! یہ پہلا معاملہ ہے جس کو واپس کرنے کا میں تم سے مطالبہ کرتا ہوں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم اب تک عہد و پیمان لکھ کر فارغ نہیں ہوئے ہیں تو سہیل نے کہا: پھر اللہ کی قسم میں تم سے کبھی کسی چیز پر صلح نہ کروں گا۔

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو تم اسے مجھے دیدو۔ تو اس نے کہا: میں اسے تمہیں کبھی نہ دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں کیوں نہیں ایسا ضرور کرو، سہیل رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا، مکرز نے کہا: ہاں کیوں نہیں ہم نے اسے تمہیں دے دیا[2]۔

اور صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں حدیث نمبر(۱۷۸۴) پر انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہے وہ کہتے ہیں:" تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شرط رکھی کہ تم میں سے جو بھی ہمارے پاس ائے گا ہم انہیں اپ کے پاس نہیں بھیجیں گے اور جو ہم میں سے تمہارے پاس ائے گا تو تم اس سے ہمارے پاس واپس بھیج دو گے"۔

([1])اور اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۸۹۱۰) پر اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں حدیث نمبر(۲۷۷۶۶) پر کی ہے اور اس کی سند حسن ہے ۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الشروط باب الشروط في الجهاد میں حدیث نمبر(۲۷۳۱)(۲۷۳۲) پر کی ہے۔

اور امام احمد کی مسند کی ایک روایت میں ہے کہ سہیل نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو جندل کو بیڑیوں کے ساتھ چل کر آتے ہوئے دیکھ کر کہا: اے محمد میرے اور تمہارے درمیان یہ معاملہ واجب ہو گیا قبل اس کے کہ یہ تمہارے پاس آئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو، تو سہیل بن عمرو اپنے بیٹے ابو جندل کے پاس گئے اور اس کے گریبان کو پکڑا اور اسے قریش کی جانب واپس کرنے کے لیے گھسیٹنے لگے [1]۔

اور ابو جندل بلند آواز کے ساتھ چلانے لگے کہ اے مسلمانو کیا میں مسلمان ہو کر آنے کے باوجود مشرکوں کی جانب واپس کر دیا جاؤں گا؟ کیا تم نہیں دیکھتے مجھے کیا پریشانی لاحق ہوئی ہے اور انہیں اللہ کے راستے میں سخت عذاب کا سامنا ہوا تھا[2]۔

اور مسند امام احمد کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابو جندل رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا :اے مسلمانو! کیا تم مجھے مشرکوں کی جانب واپس کر دو گے تاکہ وہ میرے دین کے سلسلے میں مجھے آزمائش میں ڈالیں۔

اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اے ابو جندل! تم صبر کرو اور اللہ سے اجر کی امید رکھو، بے شک اللہ رب العالمین تمہارے اور تمہارے ساتھ موجود کمزور مسلمانوں کے لیے آسانی اور پریشانی سے نکلنے کا راستہ بنانے والا ہے، اور ہم نے اپنے اور ان کے درمیان ایک صلح پر

([1])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۱۸۹۱۰)پر کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔
حافظ ابن حجر فتح الباری (۵۹۵/۵)میں کہتے ہیں: اور اس موقف میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عقود میں اعتبار قول کا ہوگا اگرچہ کتابت اور گواہ بنانا موخر ہو اسی لیے اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کے لیے معاملے کو ان کے بیٹے کے ان کے جانب واپس کرنے کے سلسلے میں نافذ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ یہ کہتے ہوئے نرمی کا معاملہ اپنایا کہ ہم نے ابھی بھی وعدہ خلاف نہیں کی ہے اس امید سے کی وہ اس سلسلے میں اپ کی بات مانی اور قریش کے باقی لوگ اپ کا انکار نہ کریں کیونکہ وہ ان کا لڑکا تھا تو جب سہیل نے اسرار کیا نہ کرنے پر تو اپ نے اسے اس کے لیے چھوڑ دیا۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الشروطباب الشروط فی الجہاد میں حدیث نمبر (۲۷۳۱)(۲۷۳۲)پر کی ہے۔

معاہدہ کر لیا ہے، تو ہم نے انہیں اور انہوں نے ہمیں عہد دے دی ہے اور اب ہم ان کے ساتھ غداری نہیں کر سکتے[1]۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ابو جندل سے متعلق موقف

یہاں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ابو جندل کے پاس چل کر جا کر کھڑے ہوئے اور ان کے ساتھ چلنے لگے اور کہنے لگے اے ابو جندل صبر کرو کیوں کہ یہ مشرک ہیں اور ان میں سے کسی شخص کا خون کتے کا خون ہے اور تلوار کی مٹھی کو ان کے قریب کرتے رہے عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ تلوار لے کر اپنے والد کو قتل کر دیتے مگر انہوں نے اپنے والد کو قتل نہ کیا اور یہ معاملہ تمام ہو گیا[2]۔

شیخان نے اپنی صحیحین میں سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: تم اپنی رائے کو متہم قرار دو میں نے ابو جندل والے دن[3] دیکھا ہے اگر مجھے طاقت ہوتی کہ میں اللہ کے رسول کے حکم کو ٹھکرا دوں تو میں اس وقت آپ کے حکم کو ٹھکراتا[4]۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں فرمایا: سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ کے موقع پر پیش آنے والے واقعے کا ذکر کیا کہ اس دن صحابہ کرام کو یہ خیال ہوا کہ وہ لڑائی جاری

([1])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (١٨٩١٠)پر کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

([2])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (١٨٩١٠)پر کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

([3])حافظ ابن حجر فتح الباری(٥/٤٢٠) میں کہتے ہیں: یوم حدیبیہ کی جانب اشارہ کیا اور اپ نے اس کی نسبت ابو جندل کی جانب کی کیونکہ کیونکہ ان میں مسلمانوں پر اس کے قصے سے سخت کوئی اور قصہ نہ تھا۔

([4])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الجزیہ والموادعۃ باب نمبر18 میں حدیث نمبر(٣١٨١) پر اور بخاری نے کتاب المغازی میں باب غزوۃ الحدیبیہ میں حدیث نمبر (٤١٨٩)پر کی ہے اور اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد وال سیر باب صلح الحدیبیۃ میں حدیث نمبر(١٧٨٥)(٩٥) پر کی ہے۔

رکھیں اور صلح کی بات کو قبول نہ کریں، لیکن بعد میں یہ ظاہر ہوا کہ در حقیقت نبی ﷺ نے جس صلح کا آغاز فرمایا تھا، وہی سب سے بہتر اور مصلحت والا اقدام تھا۔[1]

صلح کی شرطوں پر مسلمانوں کا غم اور عمر رضی اللہ عنہ کا موقف

اور اس صلح پر مسلمانوں میں سے کوئی بھی شخص راضی نہ تھا سوائے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے، وہ بہت زیادہ غمگیں ہوئے کیونکہ وہ مدینہ سے اس حالت میں نکلے تھے کہ انہیں مکہ میں داخل ہونے میں کوئی شک نہ تھا اور انہیں یقین تھا کہ وہ خانہ کعبہ کا طواف کریں گے کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا تھا مگر جب صلح اور واپسی کا معاملہ پیش آیا اور انہیں پتہ چلا کہ عمرہ نہ کر سکیں گے اس سال تو اس وجہ سے انہیں بہت بڑا صدمہ لاحق ہوا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہونے کے قریب ہو گئے خصوصا وہ شرط جس میں یہ تھا کہ قریش کا جو شخص مسلمان ہو کر آئے وہ مشرکوں کی جانب واپس کر دیا جائے گا۔

اور مسلمانوں میں سب سے زیادہ مایوسی اور غم اس صلح کی وجہ سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لاحق ہوئی، چنانچہ جب معاملہ تمام ہو گیا اور صرف لکھنا باقی رہا تو عمر رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے کہا: کیا آپ سچے نبی نہیں ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! کیوں نہیں۔

عمر نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟[2]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! کیوں نہیں؟

([1]) دیکھیے: فتح الباری (۹/۵۶۴)۔

([2]) امام بخاری نے حدیث نمبر (۳۱۸۲) میں اور مسلم نے حدیث نمبر (۱۷۸۵)(۹۵) میں کہ اپنی صحیحین میں اضافہ کیا ہے کہ عمر نے کہا کہ: "کیا ہمارے شہید ہوئے لوگ جنت میں اور ان کے مقتول لوگ جہنم میں نہیں ہیں"۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو ہم اپنے دین کے معاملے میں اس قدر نیچے کیوں بن رہے ہیں؟

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتا ہوں وہی میری مدد کرنے والا ہے"[1]۔

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ ہم سے یہ بات نہیں کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ آئیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! کیوں نہیں؟ میں نے تمہیں یہ خبر دی تھی کہ ہم اس سال یہاں آئینگے گے؟

عمر نے کہا: نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو تم ضرور آؤ گے اور اس کا طواف کروگے۔

عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں ابو بکر کے پاس آیا اور میں نے کہا: اے ابو بکر کیا یہ اللہ کے سچے نبی نہیں۔

انہوں نے کہا: ہاں! کیوں نہیں؟

عمر نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟

انہوں نے کہا: ہاں! کیوں نہیں؟

عمر نے کہا: تو ہم اپنے دین کے سلسلے میں اس قدر نیچے کیوں بن رہے ہیں؟

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے بھلے آدمی! یہ اللہ کے سچے رسول ہیں اور وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے وہی ان کی مدد کرے گا تو تم ان کے حکم کی پابندی کرو اللہ کی قسم وہ حق پر ہیں۔

([1]) صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں حدیث نمبر (٣١٨٢) پر ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا: "اے ابن خطاب میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ کبھی بھی مجھے ضائع نہیں کرے گا"۔

عمر نے کہا: کیا یہ ہم سے یہ بات نہیں کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔

ابو بکر نے کہا: ہاں! کیوں نہیں؟، مگر کیا انہوں نے یہ بتایا تھا کہ تم اسی سال جاؤ گے؟

عمر نے کہا: نہیں۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو تم ضرور آؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔[1]

میں کہتا ہوں: اسی طرح سے صحیحین میں وارد ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ پہلے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے پھر اس کے بعد ابو بکر کے پاس آئے اور مسند امام احمد میں[2] اس طرح سے وارد ہے حسن سند کے ساتھ کہ عمر رضی اللہ عنہ ابو بکر کے پاس پہلے آئے پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کے بعد آئے، اور یہی زیادہ درست بات بھی ہے اور یہی زیادہ درست بات معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ عمر سے یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہی گئی بات سے راضی نہ ہوں یہاں تک کہ اس کے ابو بکر کے پاس بعد جائیں، واللہ اعلم۔

([1])اس کے تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الشروط ،باب الشروط في الجہاد میں حدیث نمبر(۲۷۳۱)(۲۷۳۲) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد والسیر،باب صلح الحدیبیۃ میں حدیث نمبر(۱۷۸۵) پر اور اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۸۹۱۰)(۱۸۹۲۸) پر کی ہے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری(۵/۲۹۷) میں کہتے ہیں کہ:"عمر رضی اللہ عنہ نے ذکر نہیں کیا کہ اس کے بعد انہوں نے کسی سے اس سلسلے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ سے مراجعہ کیا اور ایسا انہوں نے ان کی عظیم مقام اور کشادہ علمی کی وجہ سے کیا تھا اور ابو بکر کے عمر کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل جواب میں جواب میں دلالت تھی کہ وہ صحابہ میں سب سے مکمل اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال سے متعلق سب سے زیادہ جانکار تھے اور دین کے معاملے میں سب سے زیادہ جانکار تھے اور وہ اللہ کے حکم کی موافقت میں سب سے زیادہ سخت تھے اور اس کی تصریح اس حدیث میں واقع ہوئی کہ مسلمانوں نے مذکورہ سرخ کو ناپسند کیا اور سبھی عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر اس سے متعلق تھے اور اس فیصلے سے ظاہر ہوئی کہ صدیق رضی اللہ عنہ ان کے موافق نہیں تھے بلکہ ان کا دل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کے برابر تھا۔

([2])حدیث نمبر (۱۸۹۱۰)۔

چنانچہ جب سورہ فتح نازل ہوئی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر کے پاس ایک شخص کو بھیجا جس نے انہیں ہیں وہ سورت پڑھ کر سنائی تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ فتح ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! پھر عمر رضی اللہ عنہ کا مطمئن ہوا؟[1]

چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے میں لگاتار روزے رکھتا رہا، صدقہ کرتا رہا، نماز پڑھتا رہا، اور غلام آزاد کرتا رہا اس وجہ سے جو میں نے کیا تھا، اس خوف سے جو میں نے بات کہی تھی اس دن اس امید میں کی وہ میرے لیے خیر کا باعث بنیں[2]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا احرام سے حلال ہونا اور مسلمانوں کو اس کا حکم دینا:

اور جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عہد نامہ کو لکھ کر فارغ ہوئے تو آپ نے اپنے صحابہ سے کہا اٹھو اور اپنے جانوروں کو قربان کرو اور اپنے سر منڈوالو، تو ان میں سے کوئی بھی شخص کھڑا نہ ہوا یہاں تک کہ آپ نے یہی بات تین مرتبہ کہیں، چنانچہ جب ان میں سے کوئی بھی شخص کھڑا نہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے اس بات کا تذکرہ کیا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو یہ پسند ہے؟ آپ نکلیں پھر کسی سے کوئی بات نہ کریں یہاں تک کہ اپنا جانور قربان کر دیں اور حجام کو بلائیں اور وہ آپ کا سر مونڈے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور آپ نے ایسا کرنے تک کسی

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الجزیہ والموادعۃ باب(١٨)میں حدیث نمبر (٣١٨٢)پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد والسیر باب صلح الحدیبیۃ میں حدیث نمبر(١٨٧٥) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (١٨٩١٠)پر کی ہے اور اس کی سند حسن ہے ۔

سے بات نہ کیا آپ نے جانور قربان کیا آپ نے حجام خراش بن امیہ [1] رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہوں نے آپ کے بال کو حلق کیا جب لوگوں نے ایسا دیکھا تو سبھی کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے جانوروں کو قربان کیا، اور ان میں سے لوگ ایک دوسرے کا سر مونڈنا لگے یہاں تک کہ غم کے سبب ایسا لگا کہ بعض لوگ بعض کو قتل کر دیں گے [2]۔

فوائد حدیث:

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ اس موقف میں بہت سے فوائد ہیں:

1-مشورے کی فضیلت۔

2-اگر بات کے ساتھ کام بھی ہو تو وہ صرف بات سے زیادہ اثر دار ہوتا ہے مگر اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہے کی صرف کام مطلق طور پر بات سے زیادہ موثر ہوتا ہے۔

3-اور اس میں فضیلت والی عورت سے مشورے کے جواز کا بیان ہے۔

4-اور اس میں ام سلمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے زیادہ دماغ کی فضیلت دی ہے یہاں تک کہ امام الحرمین نے کہا ہے میں نہیں جانتا کہ کسی عورت نے کوئی رائے دی ہو اور اس کی رائے درست ہو سوائے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے اسی طرح سے کہا ہے اور ان کی بات پر بعض لوگوں نے استدراک کرتے ہوئے کہا ہے کہ موسی علیہ السلام کے معاملے میں شعیب علیہ السلام کے بیٹی کی بات بھی درست تھی [3]۔

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری(۳٦۸/۱) میں کہتے ہیں کہ: صحیح بات یہ ہے کہ خراش ابن امیہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بال منڈے تھے حدیبیہ والے دن۔

([2])اس کے تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الشروط، باب الشروط في الجہاد میں حدیث نمبر(۲۷۳۱)(۲۷۳۲) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۱۸۹۲۸)پر کی ہے۔

([3])دیکھیے: فتح الباری(۲۹۹/۵)۔

حلق کرنے والوں کے لئے تین مرتبہ اور قصر کرنے والوں کے لئے ایک مرتبہ دعا:

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حلق کرنے والوں کے لیے تین مرتبہ اور قصر کرنے والوں کے لیے ایک مرتبہ دعا کی، جیسا کہ امام احمد نے اپنی مسند میں حسن سند کے ساتھ اور طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں مضبوط سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن کچھ لوگوں نے حلق کیا اور کچھ لوگوں نے قصر کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العالمین حلق کرنے والوں پر رحم فرمائے، لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قصر کرنے والوں کے لئے بھی دعا کیجئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العالمین حلق کرنے والوں پر رحم فرمائے، پھر لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قصر کرنے والوں کے لئے بھی دعا کیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العالمین حلق کرنے والوں پر رحم فرمائے، لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قصر کرنے والوں پر بھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور قصر کرنے والوں پر بھی، لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حلق کرنے والوں کا کیا مسئلہ ہے کہ آپ نے ان کے لیے رحمت کی کئی بار دعا کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انہوں نے شک نہیں کیا"۔[1]

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس حدیث میں حلق کرنے والوں کو تقصیر کرنے والوں پر فضیلت دی گئی ہے، کیونکہ حلق کرنے والوں نے (رسول اللہ ﷺ کے حکم کے بارے میں) کوئی شک نہیں کیا، اور اس میں اشارہ ہے کہ تقصیر کرنے والوں کے دلوں میں کچھ شک تھا۔ تو ایک شخص نے پوچھا: تقصیر کرنے والوں کا شک کس بات میں تھا؟

([1])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۳۳۱۱) پر اور امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں حدیث نمبر(۱۳۶۴) پر کی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے دلوں میں یہ خیال آیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے موقع پر حلق کرتے دیکھا، جو ان کے علم کے مطابق حلق کرنے کی جگہ نہ تھی، یعنی وہ اس مقام پر حلق کے حکم سے پہلے واقف نہ تھے۔ حالانکہ ان پر لازم تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے عمل کو دیکھ کر اسی پر اعتماد کرتے اور اس کی پیروی کرتے، کیونکہ نبی ﷺ کا عمل ان کے لیے سب سے زیادہ قابلِ اتباع اور معتبر تھا، خواہ وہ اس سے پہلے کے علم کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے (تقصیر کرنے والوں نے) اس واجب میں کوتاہی کی جو ان پر نبی ﷺ کی اطاعت کے لحاظ سے لازم تھا، جبکہ حلق کرنے والوں نے وہی کیا جو ان پر واجب تھا — یعنی نبی ﷺ کے عمل کی فوراً پیروی کی، اور اس میں تاخیر یا تردد نہیں کیا۔ لہٰذا ان (حلق کرنے والوں) کو ان لوگوں پر فضیلت دی گئی جنہوں نے اس طرح کی پیروی میں تاخیر کی — نہ کہ اس وجہ سے کہ حلق کرنا خود تقصیر کرنے سے افضل عمل ہے۔[1]

ہدی کے جانوروں کی قربانی:

پھر صحابہ کرام نے ہدی کے جانور قربان کئے چنانچہ ایک اونٹ سات لوگوں کی جانب سے اور گائے بھی سات لوگوں کی جانب سے کافی تھی جیسا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ کے سال ایک اونٹ اور گائے کو سات سات لوگوں کی جانب سے قربانی کیا[2]۔

([1]) دیکھیے: شرح مشکل الآثار (۳/۳۹۳)۔

([2]) اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الحج، باب الاشتراک في الهدي میں حدیث نمبر (۱۳۱۸) پر کی ہے۔

فدیہ والی آیت کا نزول:

اور حدیبیہ والے عمرے میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے حلال ہونے سے پہلے، اللہ رب العالمین نے فدیہ کی آیت کا نزول فرمایا کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شان میں ان کے سر میں ہونے والے جوؤں کی وجہ سے چنانچہ شیخان نے اپنی صحیحین میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں -لفظ احمد کے ہیں- کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں تھے اور ہم احرام کی حالت میں تھے اور ہم نے مشرکوں کو گھیر رکھا تھا، اور میرے بال بڑے تھے جو کان کی لو تک پہنچتے تھے، جس کی وجہ سے میرے سر کے جو میرے چہرے پر گرنے لگے [1]، تو میرے پاس سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا اور آپ نے فرمایا: کیا تمہارے سر کے جو تمہیں تکلیف پہنچا رہے ہیں؟[2]۔

میں نے کہا: ہاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حلق کا حکم دیا، کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی: ((فمن كان منكم مريضا او به اذى من راسه ففديه من صيام او صدقه او نسك))[البقرة:١٩٦]۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کہا: تم تین دن کے روزے رکھو یا ایک فرق[3] اناج چھ لوگوں میں تقسیم کر دو یا جتنا ہو سکے جانور قربان کرو[4]۔

([1])اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ :"میرے چہرے پر جوں گر رہے تھے"۔

([2])اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب سے کہا :"مجھے تمہارے پریشانی کا احساس جو اب ہوا ہے پہلے نہیں ہو سکا تھا"۔

([3])فرق :تحریک کے ساتھ ایک معروف پیمانہ ہے جو اہل حجاز کے نزدیک تین سا کے لیے کشادہ ہوتا ہے دیکھیے النہایہ (391/3)۔

([4])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المحصر، باب الابعام في الفدیۃ نصف صاع میں حدیث نمبر(١٨١٦) پر اور باب الذ سک شاۃ میں حدیث نمبر (١٨١٧)پر کی ہے اور اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الحج ،باب جواز حلق للم حرم

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو شخص کسی نقصان یا تکلیف کی وجہ سے. مثلاً جوئیں پڑ جانے یا کسی بیماری وغیرہ کے باعث. سر منڈوانے کی ضرورت محسوس کرے، تو وہ حالتِ احرام میں سر منڈوا سکتا ہے، لیکن اس پر فدیہ لازم ہوگا۔ اور وہ فدیہ کی تین صورتوں میں سے کسی ایک کا اختیار رکھتا ہے: تین دن کے روزے رکھنا، یا تین صاع صدقہ دینا (یعنی چھ مسکینوں کو، ہر مسکین کو آدھا صاع دینا)، یا ایک بکری ذبح کرنا، جو قربانی میں کافی ہو۔[1]

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ کی جانب واپسی اور سورہ فتح کا نزول:

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس ہوئے، جب کہ آپ نے حدیبیہ کے مقام پر 20 دنوں[2] تک قیام کیا، چنانچہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مکہ اور مدینہ کے درمیان کراع غمیم[3] یا ضنجان[4] نامی علاقے میں پہونچے تو آپ پر سورہ فتح نازل ہوئی: ((انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ويتم نعمته عليك ويهديك صراطا مستقيما وينصرك الله نصرا عزيزا هو الذى انزل السكينه فى قلوب المؤمنين ليزدادوا ايمانا مع ايمانهم ولله جنود السماوات والارض وكان الله عليما حكيما نيو دخيل المؤمنين والمؤمنات جنات تجرى من تحتها الانهار خالدين فيها ويكفر عنهم سيئاتهم وكان ذلك عند الله فوزا عظيما))[الفتح ١-٥]۔

إذا كان به أذى میں حدیث نمبر (۱۲۰۱) پر تخریج کیا ہے اور اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۸۱۰۱) پر کی ہے۔

([1])دیکھیے : صحیح مسلم مع شرح نووی(۹۸/۸)۔

([2])دیکھیے: الطبقات الکبری از ابن سعد (۲۹۸/۲)۔

([3])قراع غمیم: قاف کے پیش کے ساتھ یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے دیکھیے :النہایہ (۱۴۳/۴)۔

([4])ضجنان :ضاد کے زبر اور جیم کے سکون کے ساتھ یہ ایک جگہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک پہاڑ کا نام ہے ،دیکھیے النہایہ (۶۹/۳)فتح الباری(۵۵۷/۹)۔

امام احمد نے اپنی مسند میں حسن سند کے ساتھ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم حدیبیہ سے آئے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہوتا تھا تو وہ آپ پر سخت گزرتا تھا اور ہم سمجھ جاتے تھے، وہ کہتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کنارے جا کر ہم سے پیچھے ہو گئے، اور آپ اپنے سر کو ایک کپڑے سے ڈھکنے لگے اور وہ آپ پر بھاری معلوم ہوئی یہاں تک کہ ہم نے آپ کو دیکھ کر سمجھ لیا کہ آپ پر وحی کا نزول ہو رہا ہے، چنانہ ہم آپ کے پاس آئے تو آپ نے ہمیں یہ بات بتائی کہ آپ پر ابھی یہ فرامین نازل ہوئی ہیں: ((انا فتحنا لك فتحا مبينا)) [1]۔

اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیبیہ سے واپسی کے وقت یہ آیت نازل ہوئی: ((انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر))[الفتح ١-٢]۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو غم اور تکلیف لاحق تھی، کہ ان کے اور ان کے عمرے کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی تھی اور انہوں نے اپنے جانور حدیبیہ کے مقام پر قربان کیے تھے۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مجھ پر ایک آیت نازل ہوئی ہے جو میرے نزدیک پوری دنیا سے زیادہ محبوب ہے)) [2]، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر ان آیتوں کو پڑھا تو ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو بہت عظیم خوشخبری ہے، اللہ رب العالمین نے ہمارے لیے بیان کر دیا کہ وہ آپ کے ساتھ اور ہمارے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟

([1])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۴۴۲۱) پر کی ہے۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری (۵۵۷/۹)میں کہتے ہیں: کیونکہ اس میں مغفرت اور فتح کی جانب اشارہ ہے اور بخاری کی صحیح میں ایک دوسری روایت میں حدیث نمبر (۴۸۳۳)پر ہے کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :"بے شک یہ میرے نزدیک ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے"۔

تو اللہ رب العالمین نے یہ آیت نازل فرمائی: ((ليدخيل المؤمنين والمؤمنات جنات تجرى من تحتها الانهار خالدين فيها ويكفر عنهم سيئاتهم وكان ذلك عند الله فوزا عظيما))[الفتح:٥]۔

تو اللہ رب العالمین نے یہ واضح کیا کہ وہ اپنے نبی اور عام مسلمانوں کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا[1]۔

رسولِ اکرم ﷺ کا عمر رضی اللہ عنہ کو سورۂ فتح سنانا:

جب سورۂ الفتح نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان پر یہ سورت تلاوت فرمائی۔ جیسا کہ بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین میں سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: قرآنِ مجید رسول اللہ ﷺ پر فتح (یعنی سورۂ الفتح) کے موقع پر نازل ہوا[2]، تو آپ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا اور انہیں یہ سورت پڑھ کر سنائی۔

عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا واقعی یہ فتح ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں، یہ (ہی) فتح ہے۔" تو عمر رضی اللہ عنہ کا دل مطمئن اور خوش ہو گیا، اور وہ واپس لوٹ گئے۔[3]

([1])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد واٰ سیر، باب صلح الحدیبیۃ میں حدیث نمبر(۱۷۸۶) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۲۳۷۴) پر اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(۴۰۵۵) پر کی ہے۔

([2])امام بخاری کی صحیح کے اندر روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "پھر سورہ فتح کا نزول ہوا"۔

([3])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الجزیہ والموادعۃ باب نمبر(۱۸) میں حدیث نمبر(۳۱۸۲) پر کی ہے اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد والسیر، باب صلح الحدیبیۃ میں حدیث نمبر(۱۷۸۵) پر کی ہے ۔

صلح حدیبیہ اسلام کی سب سے عظیم فتح

ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ ایک فصل ہے جس میں اس صلح (یعنی حدیبیہ کی صلح) کے اندر موجود بعض حکمتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ درحقیقت یہ حکمتیں اتنی عظیم اور بلند ہیں کہ ان کا مکمل احاطہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا—وہی ذات ہے جس نے اس کے تمام اسباب کو بخوبی مرتب فرمایا، اور انجام کو اسی صورت میں واقع فرمایا جسے اس کی کامل حکمت اور حمد و ثنا نے لازم قرار دیا تھا۔[1]

امام بخاری نے اپنی صحیح میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ اللہ رب العالمین کے اس فرمان: ((انا فتحنا لك فتحا مبينا)) کے بارے میں کہتے ہیں، اس سے مراد حدیبیہ کا دن ہے[2]۔

اور امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں کہا ہے: تمام لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت میں جسے ہم نے تلاوت کی ہے[3] فتح سے مراد وہ معاملہ ہے جو حدیبیہ کے دن صلح کی صورت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل مکہ کے درمیان قرار پایا جو کہ اس کے فتح کا سبب تھا[4]۔

([1])دیکھیے: زاد المعاد (٣/ ٢٧٥)۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیۃ میں حدیث نمبر (٤١٧٢) پر اور امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں حدیث نمبر (٢٣٣/١٠) پر کی ہے۔

([3])یہ سورہ الفتح میں اللہ تعالی کا فرمان: ((إنا فتحنا لك فتحا)) ہے۔

([4])شرح مشکل الآثار (٤٧٧/١٤)۔

اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں براء ابن عازب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ تم فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو دراصل فتح مکہ فتح ہے مگر ہم حدیبیہ کے دن بیعت رضوان کو فتح کہا کرتے تھے[1]۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: اس آیت میں فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے، کیونکہ اس صلح کے نتیجے میں بہت زیادہ بھلائیاں اور فوائد حاصل ہوئے۔ لوگوں کو امن نصیب ہوا، وہ ایک دوسرے سے ملنے لگے، ایمان والے کفار سے گفتگو کرنے لگے، اور اس کے نتیجے میں نافع علم اور ایمان کا پیغام وسیع طور پر پھیل گیا۔[2]

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں: یہاں فتح سے مراد حدیبیہ ہے؛ کیونکہ وہ مسلمانوں کے لئے واضح فتح کی شروعات تھی کیونکہ اس صلح کی وجہ سے عام جنگ بندی اور اسلام قبول کرنے میں خوف محسوس کرنے والوں کے لیے راستہ کھلنا اور ان کے لیے مدینہ پہنچنے کا راستہ ہموار ہونا پیش آیا جیسا کہ خالد بن ولید اور عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہ وغیرہ کا معاملہ تھا، اور یکے بعد دیگرے اسباب مہیا ہوتے گئے یہاں تک کہ مکہ فتح ہو گیا، اور ابن اسحاق[3] نے مغازی میں زہری کے حوالے سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے: اسلام میں فتح حدیبیہ سے پہلے کوئی اور فتح اس سے بڑھ کر نہ پیش آئی۔

رہی بات سورہ فتح میں اللہ رب العالمین کے فرمان: ((واثابهم فتحا قريبا))[الفتح: ۱۸]۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ میں حدیث نمبر (۴۱۵۰)اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار (۴۷۲/۱۴)میں حدیث نمبر پر کی ہے اور اسے ابن الاثیر نے جامع الاصول میں حدیث نمبر(۸۹۰۴) پر نقل کیا ہے۔

([2])دیکھیے: تفسیر ابن کثیر (۳۲۸/۷)۔

([3])دیکھیے: سیرت ابن ہشام (۳۵۱/۳)۔

کی تو اس سے مراد صحیح قول کے مطابق فتح خیبر ہے، کیونکہ یہی وہ جنگ تھی جس میں مسلمانوں کو بہت سے مال غنیمت حاصل ہوئے،اور سعید بن منصور نے صحیح سند کے ساتھ شعبی کے حوالے سے اللہ رب العالمین کے فرمان:((انا فتحنا لك فتحا مبينا)) کے بارے میں نقل کیا ہے کہ اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے اور آپ کے لیے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے اور لوگوں نے بیعت رضوان کی، اور خیبر کے کھجوروں کو انہیں کھلایا گیا اور روم کے لوگ فارسیوں [1] پر غالب ہوئے اور مسلمان اللہ رب العالمین کی مدد سے خوش ہوئے۔

رہی بات اللہ رب العالمین کے فرمان: ((فجعل من دون ذلك فتحا قريبا))[الفتح: ٢٧]،اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے رہی بات فرمان باری تعالی:((اذا جاء نصر الله والفتح))[النصر: ١]،اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان:((فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے)) [2] تو ان سے مراد فتح مکہ ہے اس پر سب کا اتفاق ہے اس طرح سے اشکال دور ہو جاتا ہے، اور اللہ رب العالمین کے فضل سے سارے اقوال جمع ہو جاتے ہیں [3]۔

میں کہتا ہوں حدیبیہ ان وجوہات کی بنا پر فتح ہے:

1-ابن ہشام کہتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کی جانب چودہ سو لوگوں کے ساتھ نکلے تھے پھر دو سال کے بعد فتح مکہ کے سال آپ کے ساتھ دس ہزار لوگ نکلے [4]۔

([1])رومیوں کے فارس پر غلبہ حاصل کرنے کا قصہ امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(٢٤٩٥) پر تخریج کیا ہے اور اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔

([2])اس حدیث کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الجہاد وا سیر باب فضل الجہاد میں حدیث نمبر(٢٧٨٣) اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الحج باب تحریم مکہ وصیدھا میں حدیث نمبر (١٣٥٣)پر کی ہے۔

([3])حافظ ابن حجر کی بات فتح الباری(٢٠٩/٨) میں دیکھیے ۔

([4])دیکھیے: سیرت ابن ہشام (٣٥١/٣)۔

2-دوسری بات یہ تھی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے بعد خیبر کے اپنے جانی دشمنوں کے لئے فراغت حاصل کی اور اگر حدیبیہ کی صلح نہ ہوتی تو قریش کے لوگ خیبر کے یہودیوں کی مال اور ہتھیار سے ضرور مدد کرتے مگر اس صلح نے قریش کے لوگوں کو خیبر کے یہودیوں کی مدد سے روک دیا۔

مدینہ کی طرف واپسی کے وقت راستے میں پیش آنے والے واقعات:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ واپسی کے وقت اپنے راستے کو مکمل کیا اور راستے میں کچھ واقعات پیش آئے جن میں سے کچھ یہ ہیں:

نماز فجر کا فوت ہونا

امام احمد نے اپنی مسند میں حسن سند کے ساتھ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم حدیبیہ سے رات کے وقت نکلے پھر ہم ایک نرم مٹی والی جگہ پر رکے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہماری نگرانی کون کرے گا؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: میں،[1] اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم نہ سونا، بلال نے کہا نہیں، پھر وہ سو گئے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا تو فلاں اور فلاں لوگ بیدار ہوئے جن میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے کہا: بات کرو اور چلو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ویسے ہی کرو جیسے تم کیا کرتے تھے، چنانچہ جب لوگوں نے ویسا ہی کیا تو آپ صلی

([1])مسند کے ایک دوسری روایت میں حدیث نمبر (۳۷۱۰)پر ایا ہے کہ جس نے ان لوگوں کی پہرداری کی تھی وہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے اور یہ ضعیف روایت ہے اور درست بات یہ ہے کہ ان کی پہرہ داری کرنے والے حضرت بلال ابن رباح رضی اللہ عنہ تھے۔

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح سے کرو، (یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے) جو تم میں سے سو گئے یا بھول گئے[1]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا غائب ہونا:

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حدیبیہ سے مدینہ واپسی کے وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی غائب ہو گئی، امام احمد اور ابو داود طیالسی نے اپنی مسند میں حسن سند کے ساتھ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ سے واپس ہوئے تو اللہ کے رسول اللہ کے اونٹنی غائب ہو گئی۔ چنانچہ میں نے اسے تلاش کیا تو میں نے اس کی رسی پائی[2] جو کہ ایک درخت سے لٹکی ہوئی تھی تو میں اسے لے کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور خوشی خوشی سوار ہوئے[3]۔

([1]) اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (٣٦٥٧)(٤٤٢١)، اور ابو داؤد نے اپنے سنن میں کتاب الصلاۃ، باب من نام عن الصلاۃ أو نسیھا میں حدیث نمبر (٤٤٧) پر کی ہے اور اسے امام ابن الاثیر نے جامع الاصول میں حدیث نمبر (٣٢٥١) پر نقل کیا ہے۔

([2]) مسند الطیالسی کی روایت (حدیث نمبر ٣٧٥) میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: "خِطامُھا"۔ اور خِطام اونٹ کی وہ رسی ہے جس سے اسے قابو میں رکھا جاتا ہے۔ یعنی کھجور کے ریشوں یا بالوں کی بنی ہوئی ایک ڈوری لی جاتی ہے، اس کے ایک سرے میں ایک حلقہ (انگوٹھی نما گھیرا) بنا دیا جاتا ہے، پھر دوسرا سرا اس میں باندھ دیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ ایک مکمل پھندا بن جائے، اور اسی سے اونٹ کو چلایا یا قابو کیا جاتا ہے۔ (دیکھیں: النھایۃ فی غریب الحدیث، ج٢، ص ٤٨)

([3]) اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (٤٤٢١) پر اور امام طیالسی نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (٣٧٥) پر اور امام نسائی نے سنن کبری میں کتاب السیر، باب نزول الدھاس من الأرض میں حدیث نمبر (٨٨٠٢) پر کی ہے۔

صلح کے بعد ہجرت کرنے والی خواتین کا معاملہ

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے اور وہاں پر آپ نے قیام کیا تو آپ کے پاس ہجرت کرنے والے مومنہ عورتیں آئیں اور ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط اس مدت میں سب سے پہلے آپ کے پاس آنے والی تھیں، جو کہ نوجوان تھیں، تو ان کے پیچھے ان کے دونوں بھائی عمارہ اور ولید بن عقبہ بن ابی معیط ان کو تلاش کرنے کے لئے آئے اور ان دونوں نے کہا: اے محمد ہم نے جو آپ سے وعدہ کیا ہے وہ ہمارے لئے پورا کریں[1]۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات نہ مانی اور عورتوں کو اس شرط میں نہ داخل کیا، تو اللہ رب العالمین نے یہ آیت اس بارے میں ہی نازل فرمائی: ((یا ایها الذین امنوا اذا جاءکم المؤمنات مهاجرات فامتحنوهن الله اعلم بایمانهن فان علمتموهن مؤمنات فلا ترجعوهن الی الکفار[2] لا هن حل لهم ولاهم یحلون لهن[3] و الا واتوهم ما انفاق ولا ولا تمسکوهن بعصم[4] الکوافر[1] ذلکم حکم الله یحکم بینکم والله علیم حکیم))[الممتحنة: ١٠][2]۔

([1])یہ لوگ اس بند کی جانب اشارہ کر رہے ہیں جو صلح کے عقود میں موجود تھا جس میں یہ تھا کہ اگر اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپ کے پاس ہمارے لوگوں میں سے کوئی ائے گا اگرچہ وہ اپ کے دین پر ہو تو بھی اپ اسے ہمارے جانب لوٹا دیں گے۔

([2])حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر(٩٢/٨) میں کہتے ہیں: یہ ایت سنت کو خاص کرنے والی ہے اور یہ اس کی سب سے بہترین مثال ہے اور بعض سلف کے طریقے کے مطابق یہ ناسخ ہے کیونکہ اللہ تعالی نے اپنے ایمان والے بندوں کو حکم دیا ہے کہ جب ان کے پاس خواتین ہجرت کر کے ائیں تو ان کا امتحان لیں اگر ان کے بارے میں یہ پتہ چلا ہے کہ وہ مومن ہیں تو انہیں کافروں کی جانب واپس نہ کریں نہ وہ ان کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ ان کے لیے۔

([3])حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر (٩٣/٨)میں کہتے ہیں یہ وہی ایت ہے جس نے مسلم عورتوں کو مشرکوں پر حرام قرار دیا۔

([4])امام قرطبی اپنی تفسیر(٢٠/ ٤١٦) میں کہتے ہیں اسم عصمت کی جمع ہے جس کے معنی ہیں وہ چیز جس کے ذریعے سے کسی چیز کو محفوظ کیا جائے اور یہاں پر عصمت سے مراد نکاح ہے کہتے ہیں کہ جس کے لیے مکہ میں کافر عورت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے ہجرت کرنے والی مومنہ عورتوں کے آزمائش کا طریقہ بیان کیا ہے، چنانچہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت: ((یا ایھا الذین امنوا اذا جاءکم المؤمنات مھاجرات فامتحنوھن...))فرمان باری تعالی :((غفور رحیم))تک ،[الممتحنۃ: ١٠-١٢] کے ذریعے ان کا امتحان لیتے تھے، عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتی ہیں: ان میں سے جو ان شرطوں کو مانتا تھا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرما تے: میں نے تم سے بیعت کر لی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی بات کر کے ان سے بیعت کرتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں نے بیعت کے سلسلے میں کبھی بھی کسی عورت کا ہاتھ نہ چھوا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے زبانی طور پر ہی بیعت کی[3]۔

چنانچہ یہ آیت ہجرت کر کے آنے والی مومنہ عورتوں کو کافروں کی جانب واپس کرنے سے استثناء کرتی ہے، چنانچہ عقبہ کے دونوں بیٹے ؛عمارہ اور ولید مکہ واپس ہو گئے اور قریش کے لوگوں کو انہوں نے یہ خبر دی۔

ہوتی تو وہ اس کا اعتبار نہ کرتا کیونکہ وہ اس کی عورت نہ تھی اس لیے کہ اس کا عصمت منقطع ہو چکا تھا دارین کے اختلاف کی وجہ سے اور اسی لیے عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت دو عورتوں کو طلاق دے دیا تھا جیسا کہ اگے ائے گا۔

([1])امام قرطبی اپنی تفسیر (٢٠/٤١٨)میں کہتے ہیں :"کوافر "سے مراد یہاں بت پرست لوگ ہیں جن کے ساتھ ابتدائی طور پر نکاح کرنا جائز نہیں ہوتا ہے تو یہ اہل کتاب کے علاوہ کے کافر کے ساتھ خاص ہے۔

([2])اس خبر کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الشروط ، باب ما یجوز من الشروط في الاسلام میں حدیث نمبر(٢٧١١)(٢٧١٢) پر کی ہے۔

([3])اس حدیث کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الشروط باب ما یجوز من الشروط في الاسلام میں حدیث نمبر (٢٧١٣)پر کی ہے۔

ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں مختصر معلومات:

ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہ پرانے اسلام لانے والوں میں سے تھیں انہوں نے بیعت بھی کی۔

ابن سعد اپنی طبقات میں لکھتے ہیں ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد سب سے پہلے عورتوں میں ہجرت کرنے والی ہیں[1]، ہم نہیں جانتے قریشی خواتین میں کلثوم بنت عقبہ کے علاوہ نے ماں باپ کے درمیان سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کر کے نکلیں، وہ مکہ سے تنہا نکلیں یہاں تک کہ صلح حدیبیہ کے وقت مدینہ آئیں[2]۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اپنی کافر بیویوں کو طلاق دینا:

اور صحابہ کرام نے اس حکم کی وجہ سے اپنے کافر بیویوں کو طلاق دے دی، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ((ولا تمسکوا بعصم الکوافر))[الممتحنۃ: ۱۰][3]، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسی دن شرک کی حالت پہ قائم اپنی دو بیویوں کو طلاق دیا، جن میں سے ایک سے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اللہ نے نکاح کر لیا، ان کا نام قریبہ[4] بنت ابی امیہ بن مغیرہ تھا جو کہ ام سلمہ نبی

([1])انکے ہجرت میں اولیت سے مقصد اس کا تنہا ہجرت کرنا ہے۔

([2])دیکھیے: الطبقات الکبری از ابن سعد (۳۶۵/۸)۔

([3])حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر(۹۴/۸) میں کہتے ہیں: یہ اللہ کی طرف سے اپنے مومن بندوں پر مشرک اور عورتوں کے نکاح کی حرمت اور ان کے ساتھ باقی رہنے کی حرمت کا بیان ہے۔

([4])حافظ ابن حجر فتح الباری(۵۲۴/۱۰) میں کہتے ہیں: اکثر نسخوں میں قاف کے ذریعے تصویر کے ساتھ ہے اور دمیاتی نے کاف کے زبر کے ساتھ اس کا اعراب دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی پیروی کی ہے اسی طرح طبقات ابن سعد کے معتمد نسخے میں بھی ہے اسی طرح کچھ می ہی نے بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کی شروط سے متعلق گزشتہ حدیث میں کہا ہے اور اکثر لوگ تصویر کے ساتھ پڑھتے ہیں جیسے کہ یہاں ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کی بہن تھی،اور دوسری سے صفوان بن امیہ [1] نے نکاح کیاجو کہ ام کلثوم بنت جرول تھی [2]۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ام حکم [3] بنت ابی سفیان عیاض بن غنم [4] فہری کے عقد میں تھیں، توانہوں نے انہیں طلاق دے دیاتوان سے عبداللہ بن عثمان ثقفی نے نکاح کیا [5]۔

ابن ابی حاتم نے حسن سند کے ساتھ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی: ((ولا تمسکوا بعصم الکوافر)) تو میں نے اپنی بیوی اوری بنت ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کو طلاق دے دیا [6]۔

ابو بصیر [7] رضی اللہ عنہ کا قصہ

ابو بصیر جن کا نام عتبہ بن ابی بصیر ثقفی [1] تھاوہ قریش کے چنگل سے بھاگ نکلے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کر کے مدینہ آئے انہیں مکہ میں روک لیا گیا تھااسلام

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الشروط باب الشروط في الجہاد میں حدیث نمبر (۲۷۳۱)(۲۷۳۲)اور انہوں نے ہی کتاب النکاح باب نکاح من أسلم من المشرکات میں حدیث نمبر(۵۲۸۷) اور اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۱۸۹۲۸)پر کی ہے۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری (۵۲۵/۱۰)میں کہتے ہیں :جرول جیم کے زبر کے ساتھ ہیں۔

([3])یہ ام حبیبہ رملہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کی بہن تھیں۔

([4])حافظ ابن حجر الاصابہ(۶۲۹/۴) میں کہتے ہیں: غنم غین کے زبر اور نون کے سکون کے ساتھ ہے۔

([5])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب النکاح باب نکاح من أسلم من المشرکات حدیث نمبر (۵۲۸۷)پر کی ہے۔

([6])اسے حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۵۲۵/۱۰)میں نقل کیا ہے: اور اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

([7])حافظ ابن حجر فتح الباری(۷۰۰/۵) میں کہتے ہیں یہ با کے زبر اور صاد کے زیر کے ساتھ ہے۔

کے سبب انہیں سخت اذیت دی گئی تھی، اخنس بن شریق نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خط لکھا جس میں وہ ابو بصیر کو اپنی جانب واپس کئے جانے کا مطالبہ کر رہے تھے، اور اس خط کو انہوں نے ایک کافر شخص کے ساتھ بھیجا جو بنو عامر بن لوی کا شخص تھا اور اس کے ساتھ اس کا غلام بھی تھا[2]۔

چنانچہ جب وہ دونوں شخص اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ پہنچے تو انہوں نے آپ سے کہا اس عہد کو یاد کرو جو آپ نے ہم سے کیا ہے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بصیر کو ان دونوں آدمیوں کے حوالے کر دیا، جب وہ دونوں انہیں لے کر ذوالحلیفہ[3] تک پہنچے تو وہ وہاں رک اپنی کھجوریں کھانے لگے، تو ابو بصیر نے عامری شخص سے کہا: اللہ کی قسم میں تمہارے اس تلوار کو دیکھ رہا ہوں یہ بہت ہی اچھی ہے تو دوسرے شخص نے اسے میان سے نکالا اور کہا اللہ کی قسم یہ بہت اچھی تلوار ہے، میں نے اسے استعمال کیا ہے کئی بار، ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے دکھاؤ تو اس نے انہیں دے دیا اور انہوں نے اسی سے دے مارا یہاں تک کہ وہ مر گیا[4]، اور دوسرا

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری (۷۰۰/۵)میں کہتے ہیں عتبہ عین کے پیش کے ساتھ ہے اور اسید حمزہ کے زبر کے ساتھ ہے صحیح قول کے مطابق ثقفی یہ بنو زہرہ کے حلیف تھے اور ابن اسحاق نے سیرت(۳۵۲/۳) میں ان کی نسبت ان کے جانب یعنی بنو زہرہ کی جانب کی ہے اور صحیح بخاری میں حدیث نمبر(۲۷۳۱)(۲۷۳۲) پر ایا ہے کہ وہ قریش کے ایک شخص تھے یعنی حلف کے ذریعے کیونکہ بنو زہرہ قریش سے تھے۔

([2])ابن سعد نے اپنے طبقات میں دو ادمیوں کا نام ذکر کیا ہے جو کہ خنیس بن جابر تھے اور مولی کا نام کوثر تھا۔

([3])حافظ ابن حجر فتح الباری(۱۶۱/۴) میں کہتے ہیں: ذوالحلیفہ حا کے پیش کے ساتھ تصغیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور یہ اہل مدینہ کا میقات ہے۔

([4])حافظ ابن حجر فتح الباری (۷۰۲/۵)میں کہتے ہیں یعنی ان کی حواس ختم ہو گئی اور یہ موت سے کنایا ہے کیونکہ میت کی حرکت بند ہو جاتی ہے۔

اور ابن اسحاق کی سیرت(۳۵۲/۳) کے اندر روایت میں ہے کہ پھر وہ تلوار ان کے کے اوپر رکھ کر انہیں قتل کر دیتے ہیں۔

شخص جو کہ غلام تھا[1] وہ بھاگ نکلا یہاں تک کہ مدینہ آ پہنچا اور مسجد نبوی میں داخل ہوا جس کے دوڑنے کی وجہ سے کنکریاں بج رہی تھی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا: ((اس نے کوئی خوفناک چیز دیکھ لیا ہے چنانچہ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو کہا اللہ کی قسم میرے ساتھی کو قتل کر دیا گیا اور مجھے بھی قتل کر دیا جائے گا))۔

أبو بصیر رضی اللہ عنہ آئے اور کہا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم اللہ نے آپ کے ذمے کو پورا کر دیا آپ نے مجھے ان کی جانب لوٹا دیا تھا، پھر اللہ نے مجھے ان سے نجات دے دی۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے: ((ہائے بیچارہ جنگ کا ایندھن بن گیا کاش کوئی اس کا معاون ہوتا)) جب انہوں نے یہ سنا کہ اسے ان کی جانب واپس کر دیا جائے گا تو وہ سیف البحر[2] کی جانب بھاگ کھڑے ہوئے۔

ابو جندل کا بھاگنا:

پھر ابو جندل بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کو قریش سے بھاگنے کا موقع مل گیا چنانچہ وہ بھاگ کر ابو بصیر کے پاس پہنچ گئے، پھر قریش سے اسلام قبول کر کے جو بھی نکلتا وہ ابو بصیر کے پاس ہی جاتا، یہاں تک کہ ان کی ایک جماعت تیار ہو گئی[3]، تو اللہ کہ قسم جب بھی انہیں قریش کے کسی

([1])اور ابن اسحاق کے یہاں سیرت(۳۵۲/۳) کی ایک روایت میں ہے کہ غلام جلدی سے نکلا یہاں تک کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایا۔

(۲)سِيفُ الْبَحْرِ ـــ سین کے کسرہ کے ساتھ ـــ کا مطلب ہے سمندر کا کنارہ یا ساحل۔(دیکھیں:النهاية في غريب الحديث،ج۲، ص ۳۹۰) اور ابن إسحاق کی روایت(ج۳، ص ۳۵۳) میں ہے:"حَتَّى نَزَلَ الْعِيصَ" ـــ عِيص(عین کے کسرہ کے ساتھ)ایک جگہ ہے جو مدینہ منورہ کے مقابل سمت میں سمندر کے ساحل کے قریب واقع ہے۔(دیکھیں:النهاية في غريب الحديث،ج۳، ص ۲۹۷)

([3])اور ابن اسحاق کی سیرت(۳۵۳/۳) کی روایت میں ہے کہ ان کی تعداد ۷۰ لوگوں پر مشتمل تھی اور بیہقی کے یہاں دلائل(۱۷۳/۴) میں ہے کہ ان کی تعداد ۳۰۰ لوگوں پر مشتمل تھی۔

میں کہتا ہوں: ان سب کے درمیان جمع اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ پہلے وہ ۷۰ لوگ تھے پھر قریش میں سے مہاجرین لوگ نکل کر زیادہ ہوئے اور اس علم کی تعداد ۳۰۰ لوگوں پر مشتمل ہو گئی واللہ اعلم۔

قافلے کا علم ہوتا وہ اس کا راستہ روک لیتے، اور انہیں قتل کر دیتے اور ان کے مال لوٹ لیتے، تو قریش کے لوگوں نے رسول کے پاس ایک قاصد بھیجا کہ اللہ اور قرابت داری کا واسطہ آپ انہیں ان کی جانب نہ بھیجا کریں، اور جو آپ کے پاس آئے وہ امن وامان میں ہے، اور انہوں نے کہا کہ ہم نے ان شرطوں میں سے یہ شرط نکال دی ہے تو اب جو ہمارے پاس سے تمہاری جانب آئے تو تم اس کو اپنے پاس روک لو[1]۔

اور امام احمد کے یہاں مسند میں صحیح سند کے ساتھ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب قریش کے لوگوں نے یہ بات دیکھی تو ان میں سے کچھ لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اللہ کی قسم اس سے تمہارے اس وعدے کا کوئی فائدہ نہیں ہے ہمارے لوگ قتل کیے جا رہے ہیں اور ہمارے مالوں کو لوٹا جا رہا ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ تم ان لوگوں کو جو ہم لوگوں میں سے اسلام لائے ان ہیں اپ نے صلح میں داخل کر لو، ہم سے ان کے جنگ کو ختم کرو، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا[2]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بصیر ابو جندل کے پاس خط لکھا اور انہیں یہ حکم دیا کہ وہ آپ کے پاس آجائیں اپنے ساتھ موجود مہاجر مسلمانوں کو لے کر، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط ان کے پاس آیا اس وقت ابو بصیر رضی اللہ عنہ موت کے منہ میں تھے چنانچہ وہ فوت ہو گئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط ان کے ہاتھ میں تھا جسے وہ پڑھ رہے تھے، تو ان کے ساتھیوں نے اسی جگہ پر ان کو دفن کر دیا اور ابو جندل اپنے ساتھ موجود مسلمانوں کو لے کر اللہ کے رسول کے پاس مدینہ آ گئے۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الشروط باب الشروط في الجہاد میں حدیث نمبر(۲۷۳۱)(۲۷۳۲) پر اور ابن اسحاق نے سیرت (۳۵۳/۳)میں کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر(۱۸۹۲۹) پر کی ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حدیبیہ کے دن ابو جندل کے لئے کہی گئی بات سچ ثابت ہوئی آپ نے کہا تھا صبر کرو اور اللہ سے ثواب کی امید رکھو اللہ رب العلمین تمہارے اور تمہارے ساتھ موجود کمزور مسلمانوں کے لیے آسانی اور مشکل سے نکلنے کا راستہ ہموار کریں گے [1]۔

([1])ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے قصے کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الشروط باب الشروط في الجہاد میں حدیث نمبر(٢٧٣١)(٢٧٣٢) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (١٨٩٢٨)(١٨٩٢٩)پر اور بیہقی نے دلائل نبوت(١٧٢/٤) میں اور ابن اسحاق نے سیرت(٣٥٢/٣) میں اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر (٦١)پر کی ہے۔

سنہ سات ہجری

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بادشاہوں اور امیروں کے پاس خط[1]

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے بعد اطمینان پائی، تو آپ نے جزیرہ عرب سے باہر اللہ کے دین کی دعوت کا موقع پایا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب وعجم

([1])اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بادشاہوں اور امراء کی جانب خطوں کے بھیجے جانے کے وقت کے سلسلے میں اختلاف پایا جاتا ہے تو ابن سعد کے یہاں طبقات(۱۲۵/۱) میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کے جانب خطوط محرم سن سات ہجری میں لکھے تھے اور ابن اسحاق نے سیرت(۲۶۲/۴) میں کسی تاریخ کی تحدید نہیں کی ہے خطوں کے بھیجنے کے سلسلے میں بلکہ انہوں نے حدیبیہ اور اپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے درمیان کی بات بتائی ہے اور ان پر ابن ہشام نے سیرت ابن اسحاق کی اپنی تہذیب(۲۶۲/۴) پر استدراک کرتے ہوئے کہا ہے کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بادشاہوں کے لیے خط بھیجنا اس عمرے کے بعد کا واقعہ ہے جس سے اپ کو حدیبیہ کے دن روک دیا گیا تھا۔

جبکہ امام بخاری نے اپنی صحیح (۴۶۹/۸)میں کسری کی جانب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کو سن نو ہجری کے اندر غزوہ تبوک کے بعد ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری(473/8) میں کہتے ہیں اور اس حدیث کے نقل کرنے میں یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسری کی جانب خط بھیجنے والی حدیث کے اس باب کے اخر میں ذکر کرنے میں اس بارے میں اشارہ ہے کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بادشاہوں کے جانب خط بھیجنا غزوہ تبوک والے سال میں تھالیکن اس کے ذریعے سے ان لوگوں کے قول کا رد نہیں ہوتا جو یہ کہتے ہیں کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کو خط نہ والے سال اسی طرح لکھا تھا جس طرح قیصر کو لکھا تھا اور دونوں قول کے درمیان جمع اس طرح سے کیا جائے گا کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر کو دو مرتبہ خط لکھا تھا اور یہ دوسری مرتبہ تھی کیونکہ اس کی تصریح مسند امام احمد میں حدیث نمبر(۱۵۶۵۵) پر وارد ہے اور اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کو خط لکھا جس نے اسلام قبول کیا اور اپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی جب وہ فوت ہو گیا پھر اپ نے اس کے بعد والے نجاشی کو بھی خط لکھا جو کہ کافر ہی تھا اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر(۱۷۷۴) پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ظالم و جابر شخص کی طرف خط لکھا اپ اس انہیں اللہ کی طرف بلاتے تھے ان میں سے بعض لوگوں کا نام انہوں نے لیا جیسے کسری قیصر نجاشی اور کہا کہ وہ نجاشی نہیں جس کی نماز جنازہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھی۔

کے بادشاہوں کی طرف قاصدوں کو بھیجا اور ان کے ساتھ ان کے لئے خط لکھا جن میں آپ انہیں اسلام کی دعوت دیتے تھے۔

امام مسلم اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں نے انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ اور نجاشی[1] اور ہر ظالم وجابر بادشاہ کی جانب خط لکھ کر انہیں اللہ کی جانب بلایا[2]۔

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں اور امیروں کے پاس خط لکھنے کا ارادہ کیا تو اپ سے کہا گیا بے شک وہ لوگ بغیر مہر کے کوئی خط قبول نہیں کرتے ہیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک مہر بنوائی، شیخان نے اپنی صحیحین میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ عجمی لوگوں[3] کی جانب خط لکھنے

([1])اور ابن حبان کی روایت میں نجاشی کے بدلے اکیدردومہ ہے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری(٥/٥٥٢) میں کہتے ہیں عقیدر تصغیر ہے اکدر کی اور دومہ دال کے پیش کے ساتھ اور واؤ کے سکون کے ساتھ حجاز اور شام کے درمیان ایکہ شہر ہے اور یہی دومۃ الجندل ہے جو ایک شہر ہے تبوک کے قریب جہاں پر کھجور کے باغ کھیتی اور قلعے ہیں جو مدینہ سے دس مراحل کے فاصلے پر ہے عقیدہ اس کا بادشاہ تھا جو کہ نصرانی تھا۔

([2])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الجہاد والسیر باب کتب النبي صلی اللہ علیہ وسلم إلی ملوک الکفار میں حدیث نمبر (١٧٧٤)پر اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب التاریخ بتاب کتب النبي صلی اللہ علیہ وسلم میں حدیث نمبر(٦٥٥٣) پر کی ہے ۔

([3])اور صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسری قیصر اور نجاشی کی طرف خط لکھنے کا ارادہ کیا ۔

کاارادہ کیاتوآپ سے کہاگیاوہ بغیر مہر کے کوئی خط قبول نہیں کرتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی تھی جس کا نقش محمد رسول اللہ پر مشتمل تھا[1]۔

چنانچہ وہ مہر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھی پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی چھ سال تک پھر جب وہ باقی بچے ہوئے چھ سال میں تھے[2] تو بئر اریس[3] پر بھی وہ ان کے ساتھ تھی، تو انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے انگوٹھی کو اپنے ہاتھ میں گھمایا اور وہ کنویں میں گر گئی، اسے عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ موجود لوگوں نے تین دن تک تلاش کیا[4] مگر نہ مل سکی[5]۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں: ظاہر بات یہی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر اور اس کے پہننے اور اس کے استعمال کرنے اور اس کے ذریعہ لگانے کی وجہ سے اس کی تلاش میں بہت محنت کی کیونکہ اس طرح کی چیزیں عام طور پر بہت ہی اہم اور انمول ہوا کرتی ہیں، ورنہ اگر وہ نبی کی ختم نہ ہوتی تو اس کی اسقدر تلاش نہ کرتے، اور یہ ظاہر سی بات ہے کہ تین دن

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب اللہ باس باب نقش الخاتم میں حدیث نمبر (۵۸۷۲)اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب اللباسوالزینۃ باب في اتخاذ النبي صلی اللہ علیہ وسلم خاتما میں حدیث نمبر(۲۰۹۲)(۵۶) اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(۳۳۱۴) پر کی ہے۔

([2])آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں۔

([3])حافظ ابن حجر فتح الباری (۵۰۵/۱۱)میں کہتے ہیں:" اریس" ہمزہ کے زبر اور را کے زیر کے ساتھ ہے عظیم کے وزن پر۔

([4])بخاری کی روایت میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں تو ان دونوں نے اختلاف کیا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: یعنی جانے میں اور واپس ہونے اور کنویں میں داخل ہونے اور اس سے نکلنے کے سلسلے میں۔

([5])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب اللباس باب خاتم الفضۃ میں حدیث نمبر(۵۸۶۶)اور باب ھل یجعل نقش الخاتم ثلاثۃ أسطر؟ میں حدیث نمبر (۵۸۷۹)پر اور اس کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب اللباسوالزینۃ، باب لبس النبي صلی اللہ علیہ وسلم وخاتمامن ورق میں حدیث نمبر(۲۰۹۱)(۵۴) پر کی ہے۔

تلاش کرنے کا خرچ اس انگوٹھی سے زیادہ تھا لیکن اس کی اہمیت کی وجہ سے اس پر کسی تھوڑے مال کے ضائع ہونے کا قیاس تو نہیں لگایا جا سکتا[1]۔

اور جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خطوں کو بھیجنے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے اپنے قاصد منتخب کیے ان لوگوں میں سے جنہوں نے پہلے ان شہروں کی جانب سفر کر لیا تھا، سطور ذیل میں ان خطوط کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جنہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں اور امیروں کے پاس بھیجا تھا اور یہ محرم سن سات ہجری کی بات ہے:

1- اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے لیے

اس نجاشی کا نام اصحمہ[2] تھا، رہی بات نجاشی کی تو یہ حبشہ کے بادشاہوں کا لقب تھا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی کی طرف بھیجا، اور یہ آپ کی جانب سے بھیجے گئے سب سے پہلے قاصد تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دو خط دیے جن میں سے ایک میں آپ نے حکم دیا کی وہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان بن حرب[3] سے آپ کی نکاح کرا دے، اور اپنے پاس موجود مسلمانوں کو آپ کے پاس بھیج دیں اور دوسرے خط میں انہیں اسلام کی دعوت پیش کی۔

امام احمد نے اپنی مسند میں اور طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں صحیح سند کے ساتھ ام حبیبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے: کہ وہ عبید اللہ بن جحش کے عقد میں تھی اور وہ نجاشی کے

([1]) دیکھیے: فتح الباری (١١/٥١٧)۔

([2]) حافظ ابن حجر فتح الباری (٣/٥٦٣)(٧/٥٨٨) میں کہتے ہیں: أصحمۃ: الف کے زبر کے ساتھ افعلہ اور اربعہ کے وزن پر ہے۔

([3]) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ام حبیبہ سے شادی کی خبر ان شاء اللہ غزوہ خیبر کے بعد آئے گی۔

پاس گئے تھے تو وہیں فوت ہو گئے تھے[1]،اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ سے نکاح کیا جبکہ وہ حبشہ کی سرزمین پر تھیں[2] نجاشی نے ان کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرایا تھی،اور انہیں اپنے پاس سے 4000 مہر دیا تھا،اور اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ انہیں اللہ کے رسول کی طرف بھیجا تھا،اور ان کا پورا سامان نجاشی کے پاس سے تھا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف کچھ بھی نہ بھیجا تھا[3]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نجاشی کے لیے لکھے گئے خط کا نص:

رہی بات نجاشی کے لکھے گئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط کے نص کی تو اسے امام حاکم نے اور بیہقی نے اپنے دلائل میں ابن اسحاق کے حوالے سے نقل کیا ہے جو اس طرح لکھی گئی تھی:

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے یہ محمد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط ہے حبشہ کے بادشاہ نجاشی اصحمہ کی جانب، سلامتی اس پر ہے جس نے ہدایت کی پیروی کی اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور گواہی دی کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور اس نے نہ کسی کو اپنا بیوی بنایا ہے نا بیٹا اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں اور میں تمہیں اللہ کے دعوت کو پیش کرتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں تم اسلام لے آؤ سلامت رہو گے ،((قل یاأھل

([1])میں کہتا ہوں: غزوہ خیبر کے بعد عبید اللہ بن جحش کے مرتد ہونے کے خبر کی تحقیق ائے گی اور یہ بتایا جائے گا کہ وہ اسلام کی حالت میں فوت ہوئے تھے نہ کہ جیسا اہل مغازی گمان کرتے ہیں کہ وہ اسلام سے مرتد ہوئے تھے اور پھر نصرانی کی حالت میں فوت ہوئے تھے۔

([2])نسائی کی روایت میں ہے اور وہ حبشہ کی سرزمین پر تھیں۔

([3])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۲۷۴۰۸) اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(۵۰۶۱) اور امام نسائی نے سنن کبری میں کتاب ا لنکاح باب التزویج علی أربعما ئۃ درھم میں حدیث نمبر (۵۴۸۶)پر کی ہے اور ابن الاثیر نے اسے جامع الاصول میں حدیث نمبر (۸۹۴۹)پر نقل کیا ہے۔

الكتاب تعالوا الى كلمه سواء بيننا وبينكم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون))[ال عمران: ٦٤][1]، اگر تم انکار کروگے تو تم پر تمہاری قوم کے نصاری کا بھی گناہ ہوگا[2]۔

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط نجاشی کے پاس پہنچا اور اس پر پڑھا گیا تو اس نے اسے لے کر اپنے آنکھ پر رکھا اور اپنی چارپائی کے نیچے اتر کر زمین پر خاکساری اختیار کر کے بیٹھ گیا،

([1])میں کہتا ہوں: ابن اسحاق نے سیرت(۱۹۵/۲) میں ذکر کیا ہے کہ سورہ ال عمران کی ابتدائی اسّیں ۸۰ سے ۸۳ تک نجران کے اس وفد کے سلسلے میں نازل ہوئی ہیں جو عام وفود میں سن نو ہجری میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ائے تھے تو اس ایت کے ہرقل وغیرہ کی جانب لکھے گئے جنہیں اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن ۷ ہجری میں بھیجا تھا ان خطوط میں شامل کرنے کے ساتھ اور جو ابن اسحاق نے سیرت وغیرہ میں ذکر کیا ہے ان کے درمیان کیسے جمع کیا جا سکتا ہے۔

اور جواب یہ ہے کہ حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ:

پہلا: ان میں سے ایک ایک احتمال یہ ہے کہ یہ ایت دو بار نازل ہوئی ہوگی ایک مرتبہ حدیبیہ سے پہلے اور دوسرے مرتبہ فتح مکہ کے بعد۔

دوسرا: یہ احتمال ہے کہ سورہ ال عمران کی ابتدائی اسّیں نجران کے وفد کے سلسلے میں اس ایت کے پاس تک نازل ہوئی اور ایسا ہوگا کہ یہ ایت اس سے پہلے بھی نازل ہوئی تھی اور ابن اسحاق کا قول: 80 سے 83 ایت تک "محفوظ نہیں ہے،ابو سفیان کی حدیث کی دلالت کی وجہ سے ابو سفیان کی حدیث تھوڑی دیر بعد آئے گی۔

تیسرا: اور اس بات کا احتمال ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کلام کے ہرقل وغیرہ کی جانب لکھے جا رہے خط میں لکھنے کا حکم دیا تو یہ اب تک نازل نہیں ہوا تھا پھر قران اس کی موافقت میں نازل ہوا جیسے کہ عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے موافقت میں حجاب سے متعلق قیدیوں سے متعلق اور منافقوں پر نماز نہ پڑھنے سے متعلق نازل ہوا۔

([2])اس کی تخریج امام حاکم نے مستدرک میں کتاب الھجرۃ باب مرا سلۃ الرسول النجاشي میں حدیث نمبر(۴۳۰۳) اور بیہقی نے دلائل نبوت(۳۰۸/۲) میں کیا ہے اور ابن القیم نے زاد المعاد(۶/۳-۱) میں اپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نجاشی کی جانب خط کو بیہقی کی روایت سے بعض الفاظ میں اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔

اس نے اسلام قبول کر لیا اور اس نے حق کی گواہی دیں پھر کہا: اگر میں بادشاہ نہ ہوتا اور لوگوں کی بادشاہت میری ذمہ داری نہ ہوتی تو میں اس کے پاس جا کر اس کی جوتیاں اٹھاتا[1]۔

پھر نجاشی نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خط لکھا اور جواب دیا اور تصدیق کی خبر دی اور اسلام قبول کرنے کی بات بتائیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نجاشی نے دو کالے موزے اور دو سبتی جوتیاں اور تین نیزے تحفے میں بھیجے، جن میں سے ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس رکھا اور ایک علی بن ابی طالب کو اور دوسرا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دے دیا، چنانچہ بلال رضی اللہ تعالی عنہ جو آپ نے اپنے نے لئے لی تھی اسے لے کر آپ کے آگے عیدین کی نماز کے لیے نکلتے تھے اور عید گاہ جاتے تھے اور اسے آپ کے سامنے نصب کر دیتے اور آپ اسی کی جانب رخ کر کے نماز پڑھتے[2]، اور انہوں نے آپ کو ایک کڑا بھی تحفے میں دیا تھا جس میں میں سونے کی انگوٹھی تھی جس کے اندر حبشی نگینہ لگا ہوا تھا۔

([1])اس کی تخریج امام ابو داؤد نے اپنے سنن میں کتاب الجنائز باب في الصلاة على المسلم يموت في بلاد الشرك میں حدیث نمبر(۳۲۰۵) اور امام حاکم نے مستدرک میں کتاب التفسیر باب؛ صةاسلام النجاشي میں حدیث نمبر(۳۲۶۱) پر کی ہے اور اسے ابن الأثیر نے جامع الاصول میں حدیث نمبر(۸۸۴۰) پر نقل کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

([2])نجاشی کے جانب سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لاٹھیوں کا تحفہ دینے کا قصہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری(۱۵۳/۲) میں نقل کیا ہے اور اس کی نسبت انہوں نے عمر ابن شبہ کی جانب اخبار مدینہ کے حوالے سے کی ہے کے حدیث سے اور اس کا لفظ اس طرح سے ہے کہ نجاشی نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نیزہ تحفے میں دیا تو اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے لیے رکھی جس کے ذریعے سے اپ صلی اللہ علیہ وسلم امام کے ساتھ عید کے دن چل کر جاتے تھے رہی بات اپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عید کے دن نیزہ کی جانب نماز پڑھنے کی تو اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں حدیث نمبر(۹۷۳) پر ۔ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے کی ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ کی جانب جاتے اور اپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نیزہ ہوتا تھا اسے لے جایا جاتا اور اپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عید گاہ میں گاڑ دیا جاتا تو اپ اس کی جانب مو کر کے نماز پڑھتے تھے۔

امام ترمذی نے اپنی جامع میں اور ابن ماجہ نے حسن سند کے ساتھ ابن بریدہ کے حوالے سے ان کے والد سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: بے شک نجاشی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کالے سادے موزے تحفہ میں دیے تو آپ نے انہیں پہنا[1]۔

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں حسن سند کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجاشی سے ایک زیور آیا، جسے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ دیا تھا اس میں سونے کی انگوٹھی تھی جس میں نگینہ لگا ہوا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے بعض انگلیوں میں لکڑی لے کر پکڑا اس سے اعراض کرتے ہوئے پھر آپ نے امامہ بنت ابوالعاص اپنی بیٹی زینب کی بیٹی کو بلایا اور کہا اے میری بیٹی اس سے زینت اختیار کرو[2]۔

نجاشی رضی اللہ عنہ کی وفات:

اور نجاشی اصحمہ رضی اللہ عنہ کہ وفات ماہ رجب سنہ 9 ہجری میں ہوئی، جیسا کہ آگے بیان کیا جائے گا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو ان کے وفات کے دن ان کے موت کی خبر دی، آپ نے فرمایا: ((آج ایک نیک شخص کا انتقال ہوا ہے تو تم اٹھو اپنے بھائی اصحمہ

([1])اس کی تخریج امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب الاداب ،باب ماجاء في الخ نقف الأسود میں حدیث نمبر (٣٠٣٠) پر اور ابن ماجہ نے کتاب الط ہارۃ وسننھا، باب ماجاء في المسح علی الخ فین میں حدیث نمبر(٥٤٩) پر اور طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(٤٣٤٧) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب الخاتم باب في الذھب للنساء میں حدیث نمبر (٤٢٣٥٩اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(٢٤٨٨٠) پر کی ہے اور اس سے ابن الاثیر نے جامع الاصول میں حدیث نمبر(٢٨٣١) پر نقل کیا ہے۔

کی نماز جنازہ ادا کرو، اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کرو)) [1] تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ غائبانہ طور پر ادا فرمائی۔

اور امام نسائی نے سنن کبریٰ میں صحیح سند کے ساتھ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: جب نجاشی بادشاہ کے موت کی خبر ائی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی نماز جنازہ ادا کرو، لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم: کیا ہم ایک حبشی غلام کی نماز جنازہ ادا کریں، تو یہ آیت نازل ہوئی: ((وان من اهل الكتاب لمن يؤمن بالله وما وما انزل اليهم خاشعين لله لا يشترون بايات الله ثمنا قليلا اولئك لهم اجرهم عند ربهم ان الله سريع الحساب))[آل عمران: ۱۹۹] [2]۔

اور ابوداؤد نے اپنی سنن میں حسن سند کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں جب نجاشی کی وفات ہوئی تو ہم یہ بات کیا کرتے تھے کہ ان کی قبر پر برابر نور نظر آیا کرتا ہے [3]۔

اور جب نجاشی اصحمہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو اس کے بعد ایک دوسرا بادشاہ حبشہ کا گورنر بنا، جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے نجاشی کے علاوہ تھا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نجاشی کے پاس اس کو دعوت اسلام دینے کے لیے خط لکھا، امام مسلم نے اپنی صحیح

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب مناقب الانصار ، باب موت النجاشي ، میں حدیث نمبر(۳۸۷۷)(۳۸۸۰) پر کی ہے۔

([2])اس حدیث کی تخریج امام نسائی نے سنن کبری میں کتاب التفسیر باب سورۃ آل عمران میں حدیث نمبر(۱۱۰۲۲) پر کی ہے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اور انس بن مالک اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ اور حسن اس ایت کے سلسلے میں کہتے ہیں :"یہ ایت نجاشی کے سلسلے میں نازل ہوئی"گ دیکھیے: تفسیر قرطبیؒ(۵ي۴۸۴)۔

([3])اس کی تخریج امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب الجہاد ،باب في النوریری عند قبر الشہید میں حدیث نمبر(۲۵۲۳) پر کی ہے اور جس سے ابن الأثیر نے جامع الاصول میں حدیث نمبر(۶۸۲۷) پر نقل کیا ہے ۔

میں انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسری کی جانب خط لکھا قیصر کی جانب خط لکھا اور نجاشی کی جانب اور ہر ظلم و جبر کرنے والے لوگوں کے پاس خط لکھا انہیں اللہ کے طرف آپ نے بلایا اور یہ وہ نجاشی نہیں ہے جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی[1]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط شاہ روم ہرقل[2] کی جانب

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو شاہ روم ہرقل کی جانب انہیں اسلام کی طرف دعوت دینے کی خاطر بھیجا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک اور خط بھی دیا اور حکم دیا کہ اسے قیصر کو دیں، اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہیں حکم دیا کہ اسے بصری[3] کے بادشاہ کو دیں، جو کہ غسان کا بادشاہ حارث بن ابی شمر[4] تھا تاکہ وہ اسے ہرقل کو دی دے۔

([1])اس کی تخریج امام مسلم نے کتاب الجہاد والسیر باب کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ملوک الکفار میں حدیث نمبر (۱۷۷۴) پر کی ہے۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری(۴۹/۱) میں کہتے ہیں:ہ رقل : روم کا بادشاہ تھا جو کہ ھاء کے زیر اور را کے زبر اور قاف کے سکون کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور اس کا لقب قیصر تھا اور قیصر تمام رومی بادشاہوں کا لقب ہوا کرتا تھا۔

([3])حافظ ابن حجر فتح الباری(۵۵/۱) میں کہتے ہیں بسرا با کے پیش کے ساتھ پڑھا جاتا ہے یہ شام میں ایک شہر کا نام ہے۔

([4])شمر :شین کے زیر اور میم کے سکون کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

ہرقل کا قسطنطنیہ سے بیت المقدس کی جانب سفر

اور ہرقل نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر روم کے لوگ فارسی[1] پر غالب آجائیں گے، تو وہ پیدل چلتے ہوئے قسطنطنیہ سے بیت المقدس جائے گا، چنانچہ جب روم کے لوگوں کو فارس کے لوگوں پر فتح حاصل ہوئی تو ہرقل اپنے شہر سے اپنے قدموں پر فارس پر حاصل شدہ فتح پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے چل کر نکلا تھا کہ بیت المقدس میں نماز پڑھے، چنانچہ جب وہ ایلیا[2] نامی مقام پر پہنچا وہاں اس نے اپنی نماز مکمل کی اس کے ساتھ ساتھ اس کے کے مشیر اور ان کے سردار بھی تھے تھے، تو وہ ایک دن بہت ہی غم کی حالت میں صبح اٹھا تو اس سے اس کے بعض مشیروں نے اس کی بدلی ہوئی حالت کو دے کر کہا اور وہ ہرقل کا ہن تھا جو کہ ستاروں میں دیکھا کرتا تھا، تو اس نے ان کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا میں نے رات میں ستاروں کی جانب دیکھتے وقت ختنہ کئے ہوئے لوگوں کے بادشاہت کو غلبہ پاتے دیکھا ہے[3]، تو اس امت میں ختنہ کون لوگ کرتے ہیں[4]؟

تو انہوں نے کہا یہودیوں کے علاوہ کوئی بھی ختنہ نہیں کرتے مجھے تو ان کے بارے میں تم زیادہ فکر نہ کرو کرواور تم اپنی سلطنت کے شہروں شہروں کی جانب خط لکھوں کیوں ہو وہاں پر موجود یہودیوں کو قتل کر دیں، چنانچہ مجھے وہ اسی بارے میں غور وخوض کر رہے تھے کہ ہرقل کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا جس سے انسان کے بادشاہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر دے

([1])اس واقعہ کی تفصیل کی تخریج امام احمد نے مسند میں حدیث نمبر ترمذی نے جامع میں کتاب التفسیر میں حدیث نمبر پر کی ہے اور اسے ابن الاثیر نے جامع الاصول میں حدیث نمبر پر نقل کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں ایلیا حمزہ مقصورہ کے ساتھ ہے یہ بیت المقدس میں ایک شہر کا نام ہے۔

([3])حافظ ابن حجر فتح الباری(۶۱/۱) میں کہتے ہیں کیونکہ انہی دنوں میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبے کی ابتدا ہوئی تھی جب اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر کفار مکہ سے صلح کیا تھا اور اللہ تعالی نے یہ ایت نازل فرمائی تھی تو چونکہ فتح مکہ کا سبب قریش کی جانب سے اس عہد کا توڑنا تھا جو مسلمانوں اور قریش کے درمیان حدیبیہ کے دن لکھا گیا تھا۔

([4])حافظ ابن حجر فتح الباری(۶۱/۱) میں کہتے ہیں یعنی اس زمانے والوں سے۔

کر بھیجا تھا اور بادشاہ آپس میں ایک دوسرے کو خبریں دیا کرتے تھے چنانچہ جب حضرت علی نے اس سے خبر معلوم کی تو اس نے کہا جاؤ تم لوگ دیکھو کہ کیا وہ ختنہ کیا ہوا ہے یا نہیں؟

چنانچے لوگوں نے اس کی جانب دیکھا تو لوگوں نے نے اسے بتایا کہ وہ ختنہ کیا ہوا ہے، اور اس نے اس سے عربوں کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ کیا وہ ختنہ کرتے ہیں تو ہرقل نے کہا یہی اللہ کی قسم میں نے دیکھا ہے پھر پھر رومیہ نامی علاقے میں اپنے ایک ساتھی کے پاس ہرقل نے خط لکھا، جو علم و جانکاری میں اس کے برابر تھا اس سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے سے متعلق پوچھ رہا تھا۔

اور ہرقل ابھی اسی حالت پر تھا کہ اس کے پاس بصری کے بادشاہ کا قاصد آپہنچا اور اس نے ہرقل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دیا، پھر ہرقل نے اپنے سپاہی سے کہا، تم ان کی یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قوم سے کسی کو ہمارے پاس لاؤ جس سے ہم ان کے بارے میں سوال کر سکیں، اور ابوسفیان ابن حرب اس وقت قریش کے لوگوں کے ساتھ ہاتھ شام میں ہی تجارت کے لیے موجود تھے، ابوسفیان نے کہا بے شک ہرقل نے ان کے پاس قریش کے کچھ لوگوں کے ہمراہ بھیجا وہ اس وقت شام میں اسی مدت[1] میں تجارت کی غرض سے آئے ہوئے تھے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان اور کفار قریش کو مہلت دی تھی، چنانچہ وہ لوگ ایلیا میں ان کے پاس آئے تو ہمیں ان کے پاس لے جایا گیا وہ اپنے بادشاہت والے کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اس پر تاج بھی تھا اور اس کے ارد گرد روم کے بادشاہ اور بڑے لوگ بیٹھے ہوئے تھے تھے پھر اس نے اپنے مترجم کو بلایا اور اس سے کہا ہاں ان سے سوال کرو کی ان میں سے نبوت کا دعوی کرنے والے شخص کے کے نسب میں سب سے زیادہ قریب کون ہے؟

([1])یعنی صلح حدیبیہ کی مدت اور اس کی مدت ۱۰ سال تھی جیسے کہ گزر چکا ہے۔

ابو سفیان نے کہا میں میں ان سب میں ان سے سب سے زیادہ قریب ہوں ہو۔اس نے کہا تمہاری ان سے کیا قرابت ہے؟

ابو سفیان نے کہا وہ میرے چچا کا بیٹا ہے۔وہ کہتے ہیں ان دنوں قافلے میں بنی عبد مناف[1] سے میرے علاوہ کوئی بھی نہ تھا۔

ہر قل نے کہا انہیں میرے قریب لاؤ پھر اس نے میرے ساتھیوں کے بارے میں حکم دیا اور انہیں میرے کندھے کے پاس میرے پیٹ کے پیچھے کر لیا گیا، پھر اس نے اپنے مترجم سے کہا: تم اس کے ساتھیوں سے کہو کہ میں ان سے نبوت کا دعوی کرنے والے شخص کے بارے میں پوچھنے والا ہوں اگر یہ مجھے جھوٹ بتائے تو تم اس کے جھوٹ کی نشاندہی کرنا۔

ابو سفیان کہتے ہیں اللہ کی قسم اگر اس بات کا عار نہ ہوتا کہ میرے ساتھ ہیں مجھ سے جھوٹ کو پکڑ لیں تو میں اس کے پوچھتے وقت ضرور جھوٹ بولتا لیکن مجھے مجھے شرم آئی کہ مجھ سے کوئی جھوٹے سنیں چنانچہ میں نے اسے پورا سچ سچ بتا دیا۔

پھر اس نے اپنے مترجم سے کہا: ان سے کہو کہ اس آدمی کا کا نسب تمہارے درمیان کیسا ہے؟

ابو سفیان نے کہا کہ وہ ہمارے ہمارے درمیان بلند نسب والا ہے۔

ہر قل نے کہا: تو کیا اس سے پہلے تم میں سے کسی نے یہ بات اور کہی تھی؟

ابو سفیان نے کہا: میں نے کہا: نہیں۔

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری (۵۰/۱)میں کہتے ہیں: اور عبد مناف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے باپ تھے اور اسی طرح ابو سفیان کے بھی اور ان پر چچیرے بھائی کا اطلاق کیا گیا ہے کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے دادا کے قائم مقام ہوا ...اور رقل نے سب سے زیادہ قریبی کو خاص اس لیے کیا کیونکہ وہ دوسرے کے بنسبت ظاہری اور باطنی طور پر اس کے معاملات سے زیادہ خبر رکھنے والا ہوگا اور اس لیے کہ دور والا شخص کے بارے میں اس بات کا امان نہیں ہوگا کہ وہ اس کے نسب میں قدر کرے قریب کے برخلاف ۔

ہر قل نے کہا: پھر کیا یا اس کے باپ دادوں میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے۔

ابو سفیان کہتے ہیں: میں نے کہا: نہیں۔

ہر قل نے کہا: اس کی پیروی سردار کر رہے ہیں یا کمزور لوگ؟

ابو سفیان کہتے ہیں: میں نے کہا: کمزور لوگ۔

ہر قل نے کہا: کیا اس کے پیروکار بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟

ابو سفیان کہتے ہیں: میں نے کہا: بڑھ رہے ہیں۔

ہر قل نے کہا: کیا کوئی شخص اس کے دین کو قبول کرنے کے بعد اس کے دین سے ناراض ہو کر مرتد ہوتا ہے ؟

ابو سفیان کہتے ہیں: میں نے کہا: نہیں۔

ہر قل نے کہا: کیا تم نے اسے دعوے سے پہلے جھوٹ بولتے ہوئے پایا ہے۔

ابو سفیان کہتے ہیں: میں نے کہا: نہیں۔

میں نے کہا: کیا وہ غداری کرتے ہیں؟

ابو سفیان نے کہا: نہیں اور ہم ابھی بھی ان سے صلح کی مدت میں ہیں اب پتہ نہیں وہ کیا کرنے والے ہیں۔

ابو سفیان نے کہا: مجھے اس کے علاوہ کوئی بات ان کی برائی کرنے کے لیے موقع ہی نہ ملا۔

ہر قل نے کہا: کیا تم نے ان سے قتال کیا ہے؟

ابو سفیان کہتے ہیں: میں نے کہا: ہاں۔

ہر قل نے کہا: تو ان کے ساتھ تمہارے جنگ کا کیا نتیجہ رہا؟

ابو سفیان کہتے ہیں: میں نے کہا: ہمارے اور ان کے درمیان برابری کا جنگ ہوتا ہے، وہ ہم میں سے کچھ لوگ قتل کرتے ہیں ہم ان میں سے کچھ لوگ کرتے ہیں۔

ہرقل نے کہا: وہ تمہیں کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟

ابو سفیان کہتے ہیں: میں نے کہا: وہ ہمیں یہ حکم دیتے ہیں کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور وہ ہمیں باپ دادوں کی عبادت کے طریقہ کار سے منع کرتے ہیں نماز کا حکم دیتے ہیں سچائی، پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔

ہرقل نے مترجم سے کہا: تم ان سے کہو کہ میں نے تم سے ان کے نسب کے بارے میں پوچھا تو تم نے کہا کہ وہ تمہارے درمیان اچھے نسب والے ہیں تو رسول اسی طرح سے سے اپنی قوم میں اونچے نسب والوں میں مبعوث کئے جاتے ہیں[1]۔

اور میں نے تم سے پوچھا کہ ان سے پہلے مجھے تم میں سے کسی نے کبھی یہ بات کہی ہے، تو تم نے کہا کہ نہیں ہے تو میں نے کہا کہ اگر اس سے پہلے یہ بات کسی نے کہی ہوتی تو میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ شخص کس نے اپنے پہلے لوگوں کی بات کی نقالی کر رہا ہے۔

اور میں نے تم سے پوچھا: کیا ان کے آباؤاجداد میں سے کوئی شخص بادشاہ گزرا ہے، تم نے کہا نہیں میں کہتا ہوں کہ اگر ان کے باپ دادوں میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو میں کہتا کہ یہ اپنے باپ دادوں کی بادشاہت کو طلب کر رہا ہے۔

اور میں نے تم سے پوچھا کیا تم اس بات کے کہنے سے پہلے اسے جھوٹا پاتے تھے تو تم نے کہا: نہیں تو میں یہ جانتا ہوں کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی شخص لوگوں سے جھوٹ نہ بولیں اور اللہ پر جھوٹ بولے۔

اور میں نے تم سے پوچھا: کیا سردار لوگ ان کی پیروی کر رہے ہیں یا کمزور لوگ؟، تم نے کہا کمزور لوگ ان کی پیروی کر رہے ہیں اور یہی رسولوں کے پیروکار ہوتے ہیں۔

([1])امام نووی مسلم کی شرح(۱۲/ ۹۰) میں کہتے ہیں: یعنی ان میں سب سے افضل اور اشرف نسب میں۔

اور میں نے تم سے پوچھا: کیا وہ بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں تو تم نے کہا کہ وہ بڑھ رہے ہیں اسی طرح سے ایمان کا معاملہ ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ مکمل ہو جائے۔

اور میں نے تم سے پوچھا کہ ان کے دین کو قبول کرنے کے بعد کوئی شخص اس کو ناپسند کرتے ہوئے مرتد ہوتا ہے، تو تم نے یہ کہا کہ نہیں اسی طرح ایمان[1] کا معاملہ ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ دلوں کے رگوں میں سرایت کر جاتا ہے۔

اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا وہ غداری کرتے ہیں تو تم نے کہا کہ نہیں، تو اسی طرح سے رسولوں کا معاملہ ہوتا ہے وہ غداری نہیں کرتے۔

اور میں نے تم سے پوچھا کیا تم نے ان سے جنگ کی ہے؟ تو تم نے کہا: ہاں تم نے ان سے جنگ کی ہے، اور تمہارے اور ان کے درمیان برابری کی جنگ ہوتی ہے کبھی تم جیتے ہو کبھی وہ جیتے ہیں، اسی طرح سے رسولوں کا معاملہ ہوتا ہے ان کی آزمائش ہوتی ہے پھر نتیجہ انہیں کے حق میں ہوتا ہے۔

اور میں نے تم سے پوچھا کہ وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ تو تم نے کہا: وہ تمہیں ایک اللہ کی عبادت اور شرک نہ کرنے کا حکم دیتے ہیں اور تمہیں بتوں کی پوجا سے منع کرتے ہیں تمہیں نماز، سچائی اور پاکدامنی کا حکم دیتے ہیں۔

تو اگر جس طرح تم کہہ رہے ہو اسی طرح معاملہ ہے تو وہ میرے مجھے ان دونوں قدموں کی جگہوں کا بھی مالک ہوگا اور میں جانتا ہوں کی وہ مبعوث ہونے والے ہیں لیکن میں یہ نہیں گمان کرتا تھا کہ وہ تم میں سے ہوں گے، چنانچہ اگر میں یہ جانتا کہ میں اس کے پاس پہنچ پاؤں گا تو میں ضرور

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری (۵۳/۱)میں کہتے ہیں یعنی ایمان کا معاملہ کیونکہ اس سے نور ظاہر ہوتا ہے پھر وہ زیادہ ہوتے رہتا ہے یہاں تک کہ اس سلسلے میں معتبر امور کے ذریعے سے مکمل ہوتا ہے جیسے نماز زکوۃ روزہ وغیرہ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخری عمر میں یہ ایت نازل ہوئی اللہ تعالی فرماتے ہیں سورہ مائدہ ایت نمبر ۳۔

اس سے ملاقات کی کوشش کرتا اور میں اگر اس کے پاس ہوتا تو اس کے دونوں قدم دھوتا، اور یقینا اس کی بادشاہت میرے دونوں قدموں کے نیچے تک پہنچ جائے گی۔

پھر ہرقل نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کو منگایا جس کو دے کر آپ نے دحیہ رضی اللہ عنہ کو بصری کے بادشاہ کی جانب بھیجا تھا، چنانچہ اس نے ہرقل کو وہ خط دیا اور اس نے اسے پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا:

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کی جانب سے روم کے بادشاہ ہرقل کی جانب لکھا گیا ہے، اس شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرے بعدہ میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں تو تم اسلام قبول کرلو سلامت رہو گے اور اللہ رب العالمین تمہیں دوگنا اجر دیں گے۔

اور اگر تم پیٹھ پھیرو گے تو تم پر کسانوں اور کاشتکاروں کا بھی گناہ ہوگا ((قل یاأهل الكتاب تعالوا الى كلمه سواء بيننا وبينكم الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله وان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون))[ال عمران: ٦٤]۔

اور جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کو ہرقل کے پاس پڑھا گیا تو وہ وہل گیا اور بہت متاثر ہوا۔

ابوسفیان کہتے ہیں: جب اس نے اپنی بات کہی اور خط پڑھ کر فارغ ہوا تو اس کے پاس بہت شور ہونے لگا اور آوازیں بلند ہونے لگیں اور ہمیں وہاں سے نکال دیا گیا، تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا جب ہمیں نکال دیا گیا کی تحقیق کے ابن ابی کبشہ [1] کا معاملہ تو بہت بڑا ہو گیا اس سے رومیوں کا

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری(۵۸/۱) میں کہتے ہیں: ابو کبشہ سے مراد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے رضائی باپ تھے جو کہ حارث ابن عبدالعزی سعدی حلیمہ سعدیہ کے شوہر تھے۔

بادشاہ بھی ڈرا ہوا ہے، تو پھر مجھے اسی وقت سے یہ یقین ہو گیا کہ اس کا معاملہ غالب ہو کر رہے گا یہاں تک کہ اللہ رب العالمین نے مجھے اسلام سے سرفراز کر دیا۔

اور ہرقل حمص[1] کی جانب نکل گیا، وہ حمص پہونچا بھی نہیں تھا کہ اس کے پاس رومیہ والے شخص کی طرف سے خط آ گیا، جس نے اس کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے سے متعلق لکھا تھا جس میں وہ رسول کی بعثت اور ان کے نبی ہونے کی اس کی رائے پر موافقت کی تھی، چنانچہ ہرقل نے روم کے سرداروں کو حمص میں واقع اپنے محل میں بلایا، پھر اس کے دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا پھر باہر آیا اور کہنے لگا اے روم کے لوگو!، کیا تم رہنمائی اور کامیابی چاہتے ہو اور یہ چاہتے ہو کہ تمہاری بادشاہت برقرار رہے تو تم اس نبی کی بیعت کر لو، چنانچہ ان لوگوں نے بیک وقت جنگلی گدھوں کی طرح بند دروازوں کی جانب بھاگنا شروع کیا، جب ہرقل نے ان کی نفرت کو دیکھا اور ان کے اسلام سے مایوس ہو گیا اور اسے اپنے اور اپنی بادشاہت پر ان کا خوف لاحق ہوا تو کہا انہیں میرے پاس واپس بھیجو پھر اس نے کہا کہ میں نے تم سے یہ بات اس لیے کہی تھی تاکہ میں تمہارے دین پر تمہاری مضبوطی کو آزما سکوں، تو میں نے جو چاہا تھا وہ تم سے دیکھ لیا چنانچہ ان لوگوں نے اس کے سامنے سجدہ کیا اور اس کی بات سے راضی ہو گئے[2]۔

پھر ہرقل نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو عزت بخشی اور ان سے کہا تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنا میں مسلمان ہوں، ابن حبان نے اپنی صحیح میں صحیح سند کے ساتھ انس رضی اللہ

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری(٦٣/١) میں کہتے ہیں " حمص اس کے بادشاہت کا گھر تھا اور وہ ان کے زمانے میں دمشق سے زیادہ بڑا تھا اور وہ ابو عبیدہ ابن جراح کے ہاتھوں سن ١٦ ہجری میں فتح ہوا اس قصے کے ١٠ سال بعد۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب بد ء الوحي میں حدیث نمبر (٧)پر اور انہوں نے ہی کتاب الجہاد والسیر باب دعاء النبي صلی اللہ علیہ وسلم الناس الی الاسلام... میں حدیث نمبر(٢٩٤٠)(٢٩٤١) پر کی ہے اور اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد والسیر باب کتاب النبي إلی ھرقل حدیث نمبر (١٧٧٣)پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(٢٣٧٠) پر اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب التاریخ باب ذکر وصف کتب النبي میں حدیث نمبر(٦٥٥٥) پر کی ہے۔

عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں، پھر ہرقل نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد سے فرمایا: تحقیق کہ تم نے دیکھ لیا ہے کہ میں اپنی بادشاہت کے سلسلے میں خوفزدہ ہوں اور اس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھ کر بتایا کہ میں مسلمان ہوں اور اس نے آپ کے پاس درہم ودینار بھیجے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خط پڑھنے کے وقت کہا اللہ کا دشمن جھوٹ بولتا ہے وہ مسلمان نہیں ہے وہ نصرانیت پر قائم ہے، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دیناروں کو لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا[1]۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھتے ہیں کی جس بات سے ہرقل کے اپنے بادشاہت کو ایمان پر ترجیح دینے اور گمراہی پر قائم رہنے کی تقویت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس نے اس قصے کے بعد سنہ 8 ہجری میں غزوہ موتہ میں مسلمانوں سے لڑائی کی تھی[2]۔

3-فارس کے بادشاہ کسری [3] کی جانب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن حذافہ سہمی[4] رضی اللہ عنہ کو فارسیوں کے بادشاہ کسری بن ہرمز کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجا، اور انہیں حکم دیا کہ وہ

([1])اس کی تخریج امام ابن حبان نے کتاب السیر باب ذکر الاباحۃ للامام قبول الھدایا من المشرکین میں حدیث نمبر(۴۵۰۴) پر کی ہے۔

([2])دیکھیے: فتح الباری(۱/۵۵)۔

([3])حافظ ابن حجر فتح الباری(۸/۴۷۰) میں کہتے ہیں کسر کاف کے زبر اور اس کے زیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جو فارسیوں کے تمام بادشاہوں کا لقب ہوتا تھا اور کسرہ یہ ابن پرویز ابن حرم ابن شروان ہے اور یہ ہی بڑا اور مشہور کسرہ تھا۔

([4])حافظ ابن حجر فتح الباری(۸/۴۷۰) میں کہتے ہیں :یہی معتمد ہے اور اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی میں حدیث نمبر پر کی ہے ۔

اس خط کو بحرین کے بادشاہ منذر بن ساویٰ[1] کو دے دیں تاکہ بحرین کا بادشاہ کسری کو دے دے اور اس خط میں لکھا گیا تھا کہ:

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے یہ اللہ کے رسول محمد کی جانب سے فارس کے بادشاہ کسریٰ کے لیے لکھا گیا خط ہے، سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا، اور گواہی دیا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اور میں تمہیں اللہ کے دعوت کی طرف بلاتا ہوں میں اللہ کا تمام لوگوں کی طرف رسول ہوں، تاکہ میں زندہ لوگوں کو ڈراؤں اور کافروں پر فرمان ثابت ہو جائے، تو اسلام لے آ سلامت رہے گا اگر تو انکار کرتا ہے تو مجوسیوں کا گناہ بھی تیرے اوپر ہی ہوگا[2]۔

جب کسری کے پاس خط پڑھا گیا تو اس نے اسے لیا اور پھاڑ ڈالا، اور اس نے کہا: یہ شخص میری جانب اس طرح کے خط لکھتا ہے حالانکہ وہ میرا غلام ہے، چنانچہ جب یہ بات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بد دعا کی کہ اللہ رب العالمین اسے پوری طرح سے پھاڑ کر رکھ دے[3]۔

پھر کسری نے یمن میں اپنے گورنر باذان کو خط لکھا کہ تم اپنے پاس سے دو طاقتور لوگوں کو حجاز میں موجود اس شخص کے جانب بھیجو تاکہ وہ دونوں اسے لے کر میرے پاس آئیں چنانچہ باذانان

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری(٢١٠/١) میں کہتے ہیں: ساوی سین کے زبر اور و کے زبر کے ساتھ ہے۔

([2])اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسری کے جانب خط کے نص کو ابن جری طبری نے اپنی تاریخ (١٣٣/٢)میں نقل کیا ہے اور امام البانی نے اس فقہ سیرہ از غزالی(ص٣٥٨) کی اپنی تعلیق میں حسن قرار دیا ہے۔

([3])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی باب کتاب النبی إلی کسری وقیصر میں حدیث نمبر(٤٤٢٤) اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(٢١٨٤) پر کی ہے۔

نے اپنے وکیل[1] اور ایک دوسرے شخص کو بھیجا اور ان کے پاس ایک خط لکھ کر دیا چنانچہ جب وہ لوگ مدینہ پہنچے اور انہوں نے باذان کے خط کو نبی صلی علیہ وسلم کو دیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم نے تبسم فرمایا اور ان دونوں کو اسلام کی جانب دعوت دی پھر ان سے کہا تم آج میرے پاس سے واپس چلے جاؤ یہاں تک کہ کل تم میرے پاس آنا تو میں تمہیں اپنے ارادے کے بارے میں بتاؤں گا، چنانچہ وہ لوگ دوسرے دن آئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: ((تم اپنے مالک کو یہ بات پہنچانا کے میرے رب نے اس کے مالک کسری کو آج رات اس کے سات گھنٹہ گذرتے قتل کر دیا ہے)) [2] اور یہ سنہ سات ہجری میں جمادی الاولی کی دس راتیں گذرے منگل کی رات تھی، اور اللہ تعالی نے اس پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کر دیا، جس نے اسے قتل کر دیا، چنانچہ وہ دونوں باذان کے پاس یہ خبر لے کر واپس ہوئے، چنانچہ باذان نے اسلام قبول کر لیا، اور اس کے ساتھ یمن میں موجود فارسی لوگ[3] بھی مسلمان ہو گئے[4]۔

فوائد حدیث:

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں بہت سے فوائد ہیں:

([1])امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الوکالہ باب وکالۃ الشاھد والغائب جائزۃ میں روایت کیا ہے اور کہا: اور عبداللہ ابن عمر نے اپنے خازن کے پاس لکھا وہ اس وقت سے غائب تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کی طرف سے سبھی چھوٹوں بڑوں کی طرف سے زکوۃ فطر ادا کرے۔

([2])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۲۰۴۳۸) پر کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

([3])فارس کے اولاد کو اب نہ کہا جاتا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جنہیں کسر نے سیف بن ذی یزن کے ساتھ بھیجا تھا جب وہ حبشہ کے خلاف اس سے مدد کے لیے ایا تھا تو انہوں نے اس کی مدد کی اور یمن کے بادشاہ بن گئے اور اسے چلایا اور انہوں نے عربوں میں شادی کی تو ان کے بچوں کو اب نہ کہا گیا اور ان پر یہ نام غالب اگیا کیونکہ ان کے ماں ان کے باپ کے جنس کے علاوہ سے تھے دیکھیے: النھایہ(۲۱/۱)۔

([4])اس کی تخریج ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حدیث نمبر(۳۷۷۸۱) پر کی ہے اور اس کی اسناد کے رجال صفات ہیں۔

1-کلام اور کتابت کے ذریعے اسلام کی جانب دعوت اور یہ کہ کتابت نطق کے قائم مقام ہوتا ہے۔

2-اس میں اس بات کا بھی بیان ہے کہ: کافر کی طرف مسلم کی رہنمائی درست ہے۔

3-اور اس میں اس بات کا بیان بھی ہے کہ بادشاہوں کی عادت رہی ہے کہ وہ قاصدوں کو قتل نہیں کرتے، اسی لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کو پھاڑ دیا مگر قاصد کو کچھ نہ کہا[1]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے فارس اور روم کے فتح کی خوشخبری

اور اللہ رب العالمین نے اپنے نبی کی دعا کو قبول فرمایا اور اللہ تعالی نے فارس کی بادشاہت کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا، اور ان کی بادشاہت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے خلافت میں گر گئی اور مسلمان اس کے مالک بن گئے چنانچہ امام بخاری اور مسلم نے اپنی صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسری ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسری نہ ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ان کے خزانوں کو اللہ کے راستے میں فتح کروگے[2]۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھتے ہیں: فارسیوں کی بادشاہت کے باقی رہنے کی وجہ سے یہ ذرا مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ ان میں سے آخری شخص کو عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قتل کیا گیا، اور یہ رومیوں کی بادشاہت کے باقی رہنے سے بھی مشکل معلوم ہوتا ہے، اور

([1])دیکھیے: فتح الباری(٦/٢٠٩)۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المناقب باب علامات النبوۃ في الاسلام میں حدیث نمبر(٣٦١٨) پر کی ہے اور اس کی تخریج امام مسلم نے کتاب الفتن وأشراط الساعۃ باب لا تقوم الساعۃ حتی یمر الرجل بقبر الرجل میں حدیث نمبر(٢٩١٨) پر کی ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ عراق میں کوئی کسری باقی نہ رہے گا اور شام میں کوئی قیصر باقی نہ رہے گا، کیونکہ ان کی بادشاہت ان دونوں علاقوں سے ختم ہوگئی ،اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: حکمت یہ ہے کہ کسری کی ملکیت باقی رہی لیکن شام اور اس کے ارد گرد کے علاقوں سے اس کی بادشاہت ختم ہوگئی اور کسریٰ کی بادشاہت پوری طرح سے چلی گئی کیونکہ قیصر کے پاس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خط آیا تو اس نے اسے قبول کیا اور اسلام قبول کرنے کے قریب تھا مگر کسری کے پاس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خط آیا تو اس نے اسے پھاڑ دیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بد دعا کی کہ اے اللہ تو اس کی بادشاہت کو پوری طرح سے بکھیر دے تو اسی طرح سے ہوا[1]۔

اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ((بیشک مسلمانوں کی ایک جماعت یا مومنوں کی ایک جماعت سفید محل میں موجود کسری کے خزانے کو فتح کرے گی))[2]۔

4-اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس کی جانب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسکندریہ والے قبطیوں کے بادشاہ کے جانب بھیجا جس کا نام جریج بن میناء تھا، تاکہ وہ اسے اسلام کی جانب بلائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ایک خط لکھا جو اس طرح سے تھا۔

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے یہ خط اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کی جانب سے قبطیوں کے بادشاہ مقوقس کے لئے ہے، ہدایت کی پیروی کرنے والوں پر سلامتی ہو، بعدہ میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام قبول کرلو اللہ رب العالمین

([1])دیکھیے: فتح الباری (۷/۳۳۴)۔

([2])اور حدیث کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح کتاب الفتن وأشراط الساعۃ باب لاتقوم الساعۃ حتی یمر الرجل بقبر الرجل میں حدیث نمبر (۲۹۱۹)(۷۸) پر کی ہے۔

تمہیں دوگنا اجر عطا کریں گے،اور اگر تم منہ موڑو تو تمہارے اوپر قبطیوں کا بھی گناہ ہوگا،((قل یاأهل الكتاب تعالوا الى كلمه سواء بيننا وبينكم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون))[آل عمران: ٦٤]۔

چنانچہ جب یہ خط مقوقس کے پاس پہنچا تو اس نے اسے لیا اور بوسہ دیا پھر اسے پڑھا اور اس نے حاطب اللہ عنہ کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور ان کی خوبصورت مہمان نوازی کی پھر اپنے علماء کو جمع کر کے انہیں بلایا اور کہا میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ تم میری بات سمجھو۔

حاطب نے کہا: ٹھیک ہے۔

تو اس نے کہا: مجھے تم اپنے ساتھی کے بارے میں بتاؤ کیا وہ نبی نہیں ہیں۔

ہاں تم نے کہا: ہاں کیوں نہیں وہ اللہ کے رسول ہیں۔

تو مقوقس نے کہا: تو اسے کیا ہوا جب ان کے قوم کے لوگوں نے انہیں نکالا اپنے شہر سے سے تو انہوں نے ان پر بد دعا کیوں نہیں کی۔

تو حاطب رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: کیا تم یہ گواہی نہیں دیتے کہ عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول ہیں، تو پھر انہوں نے اس وقت اپنے قوم کے لوگوں پر بد دعا کیوں نہ کی کہ اللہ انہیں ہلاک کر دے جب انھوں نے ان کو قتل کے ارادے سے پکڑا یہاں تک کہ اللہ رب العالمین نے انہیں آسمان دنیا پر اٹھالیا۔

مقوقس نے کہا: تم حکمت والے شخص ہو جو کسی حکیم کے پاس سے آئے ہو۔

پھر مقوقس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خط لکھا اور اسے حاطب کو دے دیا جس میں اس نے کہا تھا، میں نے تمہاری کتاب پڑھ لی اور میں نے اس میں ذکر کی ہوئی بات کو سمجھ لیا اور تمہاری دعوت کو بھی سمجھ لیا، اور مجھے یہ علم ہے کہ ایک نبی کا آنا باقی ہے اور میں یہ گمان کر

رہا تھا کہ وہ شام سے نکلیں گے اور میں نے تمہارے قاصد کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے اور میں نے تمہارے لئے دو لونڈیاں بھیجی ہیں جن کی قبطیوں میں بہت بڑی شان ہے، اور میں نے تمہیں ایک کپڑا تحفہ میں بھیجا ہے اور ایک خچر بھیجا جس پر تم سواری کرو، اور اس خچر کا نام "دلدل" ہے۔

اور اس نے اس پر کوئی اضافہ نہ کیا اور نہ ہی اسلام قبول کیا اور حاطب رضی اللہ عنہ مدینہ واپس آ گئے اور انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مقوقس کی بات کا تذکرہ کیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اس خبیث کو اپنی بادشاہت کی لالچ آ گئی اور اس کی بادشاہت باقی نہ رہے گی)) اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تحفے کو قبول کیا اور دونوں لونڈیوں کو لے لیا جو کی ماریہ اور ان کی بہن سیرین تھی[1]۔

امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں حسن سند کے ساتھ عبد الرحمن بن عبد القاری کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ کو اسکندریہ والے مقوقس کے پاس اپنا ایک خط دے کر بھیجا اس نے آپ کے خط کو چوما اور حاطب رضی اللہ تعالی عنہ کی عزت کی اور ان کی مہمان نوازی کی پھر انہیں اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم کے پاس واپس بھیج دیا اور آپ کے لئے حاطب کے ساتھ ایک کپڑا، ایک سجا ہوا خچر تمام مال و متاع کے ساتھ اور دو لونڈیاں جن میں سے ایک ام ابراہیم تھیں اور دوسری کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہم بن قیس عبدری رضی اللہ عنہ کو تحفہ دے دیا، جو کہ زکریا بن جہم کی والدہ تھیں جو مصر میں عمرو بن عاص کے جانشین تھے[2]۔

اور ایک دوسری روایت میں امام طحاوی کے یہاں شرح مشکل الآثار میں حسن سند کے ساتھ بریدہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مروی ہے وہ کہتے ہیں رہی بات خچر کی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سواری کرتے تھے رہی بات ایک لونڈی کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے

([1])اس کی تفصیل دیکھیے: طبقات الکبری از ابن سعد (۱۲۶/۱) دلائل نبوت نبوت از امام بیہقی (۴/ ۳۹۵-۳۹۶)۔

([2])اس کی تخریج امام طحاوی نے شرح مشکل اثار میں حدیث نمبر (۲۵۷۰)(۴۳۴۹) پر کی ہے۔

اپنے پاس رکھا تھا جن کے ذریعہ سے ابراہیم کی ولادت ہوئی تھی اور دوسری کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو تحفہ کے طور پر دیا تھا[1]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فتح مصر کی خوشخبری دینا

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مصر کے فتح کی خوشخبری دی اور وہاں کے لوگوں کے ساتھ بھلائی کا حکم کرنے کی وصیت کی چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابوذر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((بے شک تم مصر کو فتح کروگے اور یہ وہ سرزمین ہے جس میں قیراط[2] کا نام دیتے ہیں، جب تم اسے فتح کرو تو اس کے باشندوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کیونکہ ان کے لئے ذمہ اور رحم ہے، یا آپ نے کہا کہ ذمہ اور سسرالی رشتہ ہے))[3]۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رہی بات ذمہ کی تو یہ حرمت اور حق ہے اور اور اس سے مراد یہاں پر لگام ہے، اور رہی بات رحم کی کی تو کیوں کہ ہاجر اسماعیل کی والدہ وہیں سے تھیں، اور سسرالی رشتہ اس لیے کیونکہ کہ ابراہیم کی والدہ ماریہ انہیں میں سے تھیں[4]۔

([1])اس کی تخریج امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(۴۳۵۰) پر کی ہے۔

([2])ابن اسیر رحمہ اللہ النہایہ(۳۴/۴) میں کہتے ہیں: "قیراط" یہ دینار کے اجزاء کا ایک جز ہے،... اور اس سے مصر کے فتح شدہ زمینوں کو مراد لیا اور اسے خاص طور پر ذکر کیا اگرچہ قرات اس کے علاوہ میں ذکر ہوتا ہے کیونکہ وہی اس کے باشندوں پر غالب ہوتا ہے کہ وہ کہیں میں نے فلاں کو خیرات دیے جب اسے کوئی چیز پیسے سنائے جو اسے ناپسند ہو اور جاؤ میں تمہیں کوئی قرات نہیں دوں گا یعنی اس نے تمہیں برا کہا اور تمہیں بری اور ناپسند بات سنائی اور یہ ان کے علاوہ کے بات میں نہیں پائی جاتی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب فضائل الصحابہ باب وصیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بأھل مصر میں حدیث نمبر(۲۵۴۳)(۲۲۷) پر اور امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر(۲۱۵۲۰) پر کی ہے۔

([4])دیکھیے: صحیح مسلم بشرح نووی(۷۹/۱۶)۔

اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں صحیح سند کے ساتھ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت یہ وصیت کی: ((میں تمہیں مصر کے قبطیوں کے سلسلے میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں تم ان پر غلبہ حاصل کروگے اور وہ تمہارے لیے اللہ کے راستے میں تیاری اور مددگار ہوں گے)) [1]۔

دمشق والے حارث بن ابی شمر کی جانب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ کو دمشق میں حارث بن ابی شمر غسانی کی جانب اس کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجا، اور ان کے ساتھ ایک خط بھی بھیجا جس میں لکھا ہوا تھا:

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے، یہ خط اللہ کے رسول محمد کی جانب سے حارث بن ابی شمر کے لئے ہے اس شخص پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی، اللہ پر ایمان لایا اور تصدیق کی میں تمہیں ایک اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں جس کا کوئی ثانی نہیں تمہاری بادشاہت مہارے لئے باقی رہے گے۔

جب حارث بن ابی شمر نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کو پڑھا تو اسے پھینک دیا اور کہا سے میری بادشاہت کو مجھ سے کون چھینے گا اور اس شخص نے مدینہ پر حملے کے لئے اپنے لشکر کو تیار کرنا شروع کر دیا، لیکن پھر ہرقل نے اسے ایسا نہ کرنے دیا اور اسے ایلیاء بیت المقدس بلایا ،اور شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ مدینہ واپس آگئے، اور انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

([1])اسے امام البانی نے اس سلسلہ صحیحہ میں حدیث نمبر(۳۱۱۳) پر نقل کیا ہے اور اس سے امام طبرانی کی جانب الکبیر کے حوالے سے منسوب کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

کو خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی بادشاہت تباہ ہو گی، اور حارث بن ابی شمر غسانی مکہ کے سال فوت ہوا[1]۔

حارث بن ابی شمر بن کے ساتھ یہ کشیدگی ہی جنگ موتہ کی ابتدا تھی جیسا کہ آگے بیان کیا جائے گا۔

6- یمامہ کے بادشاہ ہوذہ بن علی کی جانب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ کو شاہ یمامہ ہوذہ بن علی حنفی کی جانب انہیں اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا، اور ان کے ساتھ ایک خط لکھا جس میں لکھا ہوا تھا کہ:

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے یہ خط اللہ کے رسول محمد کی جانب سے ہوذہ بن علی کے لئے ہے، ہدایت کی اتباع کرنے والے پر سلامتی ہو اور جان لے کہ میرا دین جہاں تک گھوڑے اور اونٹ پہنچ سکتے ہیں[2] وہاں تک غالب ہو کر رہے گا تم اسلام لے آؤ سلامت رہو گے اور تمہاری بادشاہت تمہارے حوالے کر دوں گا۔

چنانچہ جب سلیط رضی اللہ عنہ ہوذہ بن علی کے پاس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر آئے تو اس نے انہیں ہیں مہمان بنایا اور انہیں خو آمدید کہا، اور انہوں نے اس کے سامنے اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم کا خط پڑھا، تو ہوذہ بن علی نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کا کوئی جواب نہ دیا، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خط لکھا جس میں اس نے کہا، کہ

([1])دیکھیے: طبقات الکبری از ابن سعد(۱۲۶/۱)، زاد المعاد (۳/ ۶۰۸)۔

([2])اور اپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا معنی یہ ہے کہ: "دین اسلام ہر اس جگہ پہنچ جائے گا جہاں پر اونٹ اور گھوڑے پہنچ جاتے ہیں"۔

تمہاری دعوت بہت ہی اچھی اور بہتر ہے اور میں اپنی قوم کا شاعر اور ان کا خطیب ہوں، اور سارے عرب کے لوگ میرا احترام کرتے ہیں تو تم مجھے اپنا بعض معاملہ دے دو میں تمہاری پیروی کروں گا۔

پھر انہوں نے سلیط رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہیں ہجر[1] کے بنے کپڑوں میں سے کئی کپڑے دیے، پھر سلیط رضی اللہ عنہ وہ سبھی لے کر اللہ کے رسول صلی وسلم کے پاس آئے، چنانچہ جب ہوذہ بن علی کا خط اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پڑھا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اگر وہ اس زمین کی کچی کھجور بھی مانگے گا تو میں اسے نہ دوں گا، اس کی پوری کی پوری بادشاہ تباہ ہو گئی، اور جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے واپس ہوئے تو ہوذہ بن علی حنفی فوت ہو گیا[2]۔

یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے چھ خطوط تھے جنہیں اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی دن محرم سنہ 7 ہجری میں اپنے قاصدوں کو دے کر بھیجا تھا، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عمان، بحرین اور یمن کے بادشاہوں کے لیے کئی اور بھی خط لکھے ہم ان کا تذکرہ نہ ان شاءاللہ ان کے ضمن میں کریں گے۔

اور ان خطوں پر یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ جن کی جانب بھیجا گیا تھا ان کے بارے میں باریکی سے معلومات جمع کی گئی تھی، اور ہر ایک کے لیے مناسب اور احساس اور شعور کو ابھارنے والے الفاظ کا اختیار ہوا تھا، اسی طرح سے یہ بھی دیکھا جا سکتا ہے کی بعض ایسے لوگ جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا مگر ان کا جواب بہترین اور نرم تھا جو کہ اسلام کی طاقت و قوت اور دعوت کی کشادگی پر دلالت کرتا ہے، بایں طور کہ اس میں کوئی الجھاؤ اور باریکی نہیں ہے، اور صحابہ کرام جنہوں نے ان خطوں کو لے جانے کا کام کیا وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن ظن پر صحیح اترے اور انہوں نے آپ سے کیے گئے اقدام کے وعدے کو پورا کیا، اسی طرح سے عجیب بات یہ بھی تھی کہ

([1])ہجر: یہ آج "احساء" کا علاقہ ہے۔

([2])دیکھیے: الطبقات الکبری از ابن سعد (۱/۱۲۶)، زاد المعاد (۳/۶۰۷)۔

قاصدوں کے کثرت کے باوجود کوئی بھی قتل نہ کیا گیا، جو اس بات پر دلیل ہے کہ اس وقت کے لوگ ایک نئے، آسان اور کشادہ دین کے خواہشمند تھے، جو انہیں پیش آنے والے والے سختی سے بچا سکے، چنانچہ وہ دین یہی دین اسلام تھا[1]۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہودیوں کے جادو[2] کا شکار ہونا

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ماہ ذوالحجہ میں حدیبیہ سے واپس آئے، اور محرم کا مہینہ داخل ہوا، مدینہ میں باقی بچے ہوئے یہود کے سرداروں نے اسلام کو ظاہر کیا جبکہ وہ منافق تھے، وہ بنو زریق[3] کے لبید[4] بن اعصم کے پاس آئے وہ بھی منافق[5] ہی تھا جو کہ جادو گر تھا، یہودیوں

([1])دیکھیے: السیرہ النبویہ از ڈاکٹر محمد ابو شہبہ رحمہ اللہ(٣٦٥/٢)۔

([2])قاضی عیاض رحمہ اللہ اپنی کتاب الشفاء(١٧٦/٢-١٧٨) میں کہتے ہیں :جادو بیماریوں میں سے ایک بیماری اور رعلتوں میں سے ایک علت ہے جو ان کے لیے بھی اسی طرح سے ممکن ہے جیسے کہ دوسری اور بیماری ان پر ا سکتی ہیں اس سے ان کی نبوت پر کوئی اثر نہیں ہوتا اور ہمارے لیے ان روایتوں کے مضمون سے جن کو ہم اس سلسلے میں بیان کریں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جادو لاحق ہوا تھا اس سے واضح ہوگا کہ جادو کا اثر اپ کے ظاہر اور بدن پر ہوا تھا اپ کے دل اور اپ کے عقل اور اعتقاد پر اس کا اثر نہیں ہوا تھا اور یہ کہ اس کا اثر صرف اپ کے نگاہ پر اور اپ کو کھانے اور بیویوں سے روکنے سے متعلق ہوا تھا اور اس نے اپ کے جسم کو کمزور کر دیا تھا اور بیمار کر دیا تھا تو اپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جادو لاحق ہونے اور اپ میں اس کے تاثیر کرنے میں اپ کے حکم اور اپ کے شریعت میں شک اور شبہ داخل کرنے کے باپ سے کچھ بھی نہ تھا۔

([3])حافظ ابن حجر فتح الباری(٣٨٩/١١) میں کہتے ہیں: لبید لام کے زبر اور با کے زیر کے ساتھ ہے اور اسم احمر کے وزن پر ہے۔

([4])حافظ ابن حجر فتح الباری (٣٨٩/١١)میں کہتے ہیں: "زریق" زکے پیش اور را کے زبر کے ساتھ تصویر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جو کہ انصار کا خزرج قبیلے کا ایک مشہور بطن تھا اور بہت سے انصار اور بہت سے یہودیوں کے درمیان اسلام سے پہلے حلف بھائی چارگی اور محبت تھی چنانچہ جب اسلام ایا اور انصار کے لوگ اسلام میں داخل ہو گئے تو انہوں نے ان سے برات ظاہر کی ۔

([5])میں کہتا ہوں: بعض روایتوں میں ایا ہے کہ وہ یہودی تھا اور صحیح بات یہ ہے کہ وہ بنو زریق کے انصار میں سے تھا اور وہ منافق تھا۔

کو یہ معلوم تھا کہ وہ ان میں سب سے زیادہ جادو کا جاننے والا ہے، تو یہودیوں نے اس سے کہا: اے ابو اعصم تم ہم میں سب سے زیادہ جادو کو جاننے والے ہو، محمد نے ہم سبھی مردوں اور عورتوں پر جادو کر دیا ہے، مگر ہم کچھ بھی نہ کر سکے، اور تم ہم میں اس کے اثر اور ہمارے دین کی مخالفت کو دیکھ ہی رہے ہو، اور انہوں نے ہم میں سے کتنے لوگوں کو قتل کیا کتنے لوگوں کو جلاوطن کر دیا، اور ہم تمہیں اس بات کی اجرت دینے کو تیار ہیں کہ تم ان کو تباہ کرنے والے جادو میں جکڑ لو۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا لبید کے جادو کا شکار ہونا:

لبید بن اُعصم نے ایک کنگھی اور کچھ ٹوٹے ہوئے بال لئے اور اس میں گرہ لگائی، اور اس میں ایک مرتبہ تھوکا اور اسے کھجور کے ایک ٹہنی میں رکھ دیا، پھر اسے لے کر گیا یہاں تک کہ ایک کنویں کے نیچے پہنچا اور اسے اس کے نیچے دبا دیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عجیب کیفیت طاری ہو گئی یہاں تک یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال آتا ہے کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے حالانکہ آپ وہ کام نہ کیے ہوتے، اور یہاں تک کہ آپ کو یہ بھی خیال آتا کہ آپ نے اپنے عورتوں سے صحبت کی ہے حالانکہ آپ نے صحبت نہیں کی ہوتی، اور یہ جادو کا سب سے سخت ترین اثر ہوتا ہے۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بیماری لاحق ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیویوں اور کھانے پینے سے قریب جانے کی خواہش نہ ہوتی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم چھ ماہ[1] تک اسی حالت پر رہے ہیں یہاں تک کہ اللہ رب العالمین نے آپ کو اس کی خبر دے دی

قاضی ایاز کہتے ہیں جیسا کہ ان سے حافظ ابن حجر نے فتح الباری(۳۸۹/۱۱) میں نقل کیا ہے اس سے بات کا احتمال ہے کہ ان سے کہا گیا ہو کہ وہ یہودی تھا کیونکہ وہ ان کے حلیفوں میں سے تھا نہ کہ وہ ان کے دین پر تھا۔

(1) یہ امام احمد کی ان کے مسند میں حدیث نمبر (۲۴۳۴۷) پر روایت ہے اور اسماعیلی کے یہاں ابو ضمرہ کی روایت میں واقع ہوا ہے کہ اپ نے ۴۰ راتوں تک قیام کیا حافظ ابن حجر فتح الباری(۳۹۰/۱۱) میں کہتے ہیں اور جمع کرنا اس طرح سے ممکن ہے کہ چھ مہینے اپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج کے بدلنے کی ابتدا سے ہو اور ۴۰ دن اس کے مضبوط ہو جانے سے ہو۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ایک دن یارات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس اللہ تعالی سے دعا کی پھر دعا کی پھر دعا کی[1] پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: عائشہ کیا تمہیں محسوس ہوا کہ اللہ رب العالمین نے میرے سوال کا جواب دے دیا ہے میرے پاس دو آدمی آئے[2] جو کہ جبرائیل اور میکائیل تھے اور ان میں سے ایک شخص میرے سر کے پاس بیٹھا اور دوسرا میرے پیر کے پاس بیٹھا اور ان میں سے ایک شخص نے اپنے ساتھی سے کہا: اس شخص کو کیا ہوا ہے؟

تو اس نے کہا: اسے جادو کر دیا گیا ہے۔

دوسرے نے کہا: اس کو کس نے جادو کیا ہے۔

اس نے کہا: لبید بن اعصم نے۔

دوسرے نے کہا: کس چیز میں؟

اس نے کہا: کنگھی ،ٹوٹے ہوئے بال اور نر کھجور کے پھول کے ٹہنی میں۔

اس نے کہا: وہ کہاں ہے؟

دوسرے نے کہا: ذروان[3] نامی کنواں میں۔ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں سے کچھ لوگوں کے ساتھ وہاں آئے[4] اور اسے دیکھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری (٣٩١/١١)میں کہتے ہیں یہی اپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جانا جاتا ہے کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کو تین تین مرتبہ دہرایا کرتے تھے۔

([2])امام احمد کے مسند کی روایت میں حدیث نمبر(٢٤٣٤٧) پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے ہے وہ کہتی ہیں تو اپ کے پاس دو فرشتے آئے۔

([3])حافظ ابن حجر فتح الباری(٣٩٤/١١) میں کہتے ہیں: اصل "بئر اُروان "ہے پھر کثرت استعمال کی وجہ سے حمزہ کو اسان کر دیا گیا اور ذروان ہو گیا اور یہ ذال کے زبر اور را کے سکون کے ساتھ ہے۔

([4])ابن سعد کے یہاں طبقات(٣٤٩/٢) میں ابن عباس کی حدیث میں ایا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے علی اور عمار کے پاس بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ دونوں کنویں کے پاس جائیں ۔

حافظ ابن حجر فتح الباری (١١اي٣٩٤)میں کہتے ہیں اور اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اصحاب اپنے صحابہ کو وہاں روانہ کیا پھر اپ خود وہاں گئے اور اسے اپنی انکھوں سے دیکھا ۔

آئے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے کہا: عائشہ یہی وہ کنواں ہے جسے مجھے دکھایا گیا تھا گویا اس کا پانی مہدی ملا ہوا بلبلادار سرخ پانی ہو، اور گویا اس کے کھجور کے درخت شیطانوں کے سر ہوں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم کیا آپ نے اسے نکالا نہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العالمین نے مجھے ٹھیک کر دیا تو میں نے یہ ناپسند کیا کہ میں لوگوں پر ایسے معاملے پر ابھاروں جس میں شر [1] ہو اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کنواں کو دفن کرنے کا حکم دیا [2]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر معوذتین کا نزول

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر معوذتین یعنی سورہ فلق اور ناس کا نزول ہوا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حکم سے لبید بن اعصم کے کئے ہوئے جادو سے شفایاب ہو گئے۔

([1])امام نووی رحمہ اللہ مسلم کی شرح (۱۴/۱۴۹)میں کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے نکالنے اور اس کے عام کرنے سے یہ خدشہ لاحق ہوا کہ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کو تکلیف اور برائی لاحق ہو جادو کو یاد کر کے یا اس کو سیکھ کر کے اور اس کے بعد کو عام کر کے اور اس کے سلسلے میں گفتگو کر کے اور یہ بڑے فساد کے خوف سے مصلحت کو چھوڑنے کے باب سے ہے۔

([2])اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جادو لاحق ہونے کی خبر امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الطب باب ا سحر میں حدیث نمبر(۵۷۶۳) اور باب ھل یستخرج السحر؟میں حدیث نمبر (۵۷۶۵)پر کی ہے اور امام مسلم نے اس کی تخریج اپنی صحیح میں کتاب السلام میں باب ا سحر میں حدیث نمبر(۲۱۸۹) (۴۳)پر کی ہے اور اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۲۴۳۴۷)(۲۴۳۴۸) پر کی ہے اور اس کی تخریج امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(۵۹۳۴) پر کی ہے اور اس کی تخریج ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب التاریخ باب ذکروصف ماطب النہ .بی صلی اللہ علیہ وسلم میں حدیث نمبر(۶۵۸۳)(۶۵۸۴) پر کی ہے۔

امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں مسلم کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودیوں میں سے ایک شخص[1] نے جادو کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف لاحق ہوئی تو آپ صلی اللہ وسلم کے پاس جبریل علیہ السلام معوذتین کو لے کر آئے[2]۔

اور امام احمد نے اپنی مسند میں صحیح سند کے ساتھ نبھان بن عامر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھ پر دو سورتیں نازل ہوئی ہیں تو ان کے ذریعہ سے اللہ کی پناہ طلب کرو، کیوں کہ ان کے مثل کسی اور کے ذریعہ سے پناہ نہیں طلب کی گئی یعنی معوذتین کے ذریعہ[3]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا لبید بن اعصم کو چھوڑنا

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لبید بن اعصم کو چھوڑ دیا اور اسے قتل نہ کیا، چنانچہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابن شہاب زہری کے حوالے سے نقل کیا ہے ان سے پوچھا گیا کیا ذمیوں میں سے جو شخص کسی کو جادو کر دے اس کو قتل کیا جائے گا؟ تو انہوں نے کہا: ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا کیا گیا تھا مگر آپ نے ایسا کرنے والے کو قتل نہ کیا تھا جو کہ اہل کتاب میں سے تھا[4]۔

([1])یعنی یہودیوں کے خلفاء میں سے تھے نہ کہ وہ یہودی تھے کیونکہ یہ انصار کے بنو بنو زریق قبیلے کے تھے اور منافق تھے جیسے کہ ہم نے تھوڑی دیر پہلے ذکر کیا ہے۔

([2])اس کی تخریج امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(٥٩٣٥) پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (١٧٢٩٩)پر کی ہے۔

([4])اسے امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الجزیہ والموادعہ میں تعلیقا روایت کیا ہے حافظ ابن حجر فتح الباری(٦/٤١٤) میں کہتے ہیں: ابن وہب نے اپنے جامع میں اسے موصولا روایت کیا ہے۔

ابن بطال کہتے ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے الباری میں نقل کیا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لبید بن اعصم کو قتل نہیں کیا کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شخصیت کی وجہ سے انتقام نہیں لیتے تھے۔اور اس لیے بھی کیونکہ اگر آپ اس کو قتل کر دیتے تو مسلمانوں اور انصار میں سے ان کے حلیفوں کے درمیان فتنہ بھڑک جاتا، یہ اسی طرح ہے جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کو قتل نہیں کیا[1]۔

جادو کا سب سے نفع بخش علاج:

ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: جادو کا سب سے نفع بخش ہے علاج الٰہی دوائیں یعنی اذکار آیات اور دعائیں ہیں اس لیے کہ دل اگر اللہ رب العالمین سے بھرا ہو اور اس کے ذکر سے تر ہو، اور اللہ رب العالمین کی طرف توجہ دعائیں اور اذکار اور تعویذات کے سلسلے میں اس کی عادت ہو اور اس کا دل اور زبان اس سے لبریز ہو تو یہ جادو کو لاحق ہونے سے روکنے کے لیے سب سے عظیم سبب ہیں، وہ کہتے ہیں: جادو کا اثر کمزور دلوں میں ہوتا ہے اسی لیے زیادہ تر یہ بچوں اور عورتوں اور جاہلوں پر اثر کرتا ہے کیونکہ بری روحیں ایسے لوگوں کے خلاف زیادہ کام کرتی ہیں جو ان چیزوں کے لئے تیار ہوتے ہیں[2]۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھتے ہیں: امام ابن القیم رحمہ اللہ کے کلام پر اس باب کی حدیث اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم مقام اور آپ کے سچے توجہ اور دعاؤں کو لازم پکڑنے کے باوجود جادو کے جائز ہونے سے اعتراض کیا جا سکتا ہے لیکن اس سے پیچھا اس طرح

([1])دیکھیے: فتح الباری(۱۱/۴۰۲)۔

([2])دیکھیے: زاد المعاد(۴/۱۱۶)۔

چھوڑا یا جا سکتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ غالب احوال پر محمول ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو پیش آیا وہ وہ اس کے ممکن ہونے کے بیان میں ہے، واللہ اعلم۔[1]

([1]) دیکھیے: فتح الباری (۱۱/۴۰۱)۔

قتیلہ[1] بنت عبدالعزی کا اپنی بیٹی اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس آنا

صلح حدیبیہ کے زمانے میں جو واقعات پیش آئے ان میں سے یہ بھی ہے کہ قتیلہ بنت عبدالعزی اپنی بیٹی اسماء بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں، شیخان نے اپنی صحیحین میں اسماء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں میری والدہ میرے پاس آئیں جو کہ مشرک تھیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد اور ان سے صلح کے وقت[2] قریش کے ذمے تھیں، میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اور کہا میری والدہ میرے پاس آئی ہیں اور وہ مجھ سے کچھ حاصل کرنا چاہتی ہیں[3] کیا میں اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کروں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، تم اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

اسی وقت اللہ رب العالمین نے یہ فرمان نازل فرمایا: ((لا ينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم يخرجوكم من دياركم ان تبروهم وتقسطوا اليهم ان الله يحب

([1])قتیلہ: تصغیر کے ساتھ ہے بنت عبدالعزی یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی انہیں اپ نے جاہلیت میں طلاق دے دیا تھا اور ان سے اسماء اور عبداللہ پیدا ہوئے تھے جو کہ ہجرت کے دن اپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قریش کے خبر لے کر اتے تھے اور اس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔

اور قتیلہ کے اسلام لانے سے متعلق اختلاف ہے امام نووی مسلم کی شرح (۷۸/۷)میں کہتے ہیں علماء کا قتیلہ کے اسلام لانے کے سلسلے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا انہوں نے اسلام قبول کیا تھا یا وہ کفر کی حالت پر ہی فوت ہو گئی تھی اور اکثر لوگ اس بات کی طرف گئے ہیں کہ وہ شرک کی حالت میں ہی فوت ہوئی تھیں۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری (۵۵۵/۵)میں کہتے ہیں: اس کے ذریعے سے انہوں نے یہ بتانا چاہا ہے کہ حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان کی بات ہے۔

([3])حافظ ابن حجر فتح الباری (۵۵۵/۵)میں کہتے ہیں :ان کا یہ کہنا کہ وہ راغب تھیں یعنی وہ شرک کی حالت پر تھی اور کچھ چیز لینا چاہتی تھی اسی لیے اسماء نے ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کے سلسلے میں اجازت طلب کی اگر وہ اسلام کی طرف راغب ہوتی تو انہیں اجازت لینے کے ضرورت نہیں پڑتی۔

المقسطين انما ينهاكم الله عن الذين قاتلوكم في الدين واخرجوكم من دياركم وظاهروا على اخراجكم ان تولوهم ومن يتولهم فاولئك هم الظالمون))[الممتحنة:٨،٩][1]۔

فوائد حدیث:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے درج ذیل فوائد حاصل ہوئے ہیں:

1-کافر باپ اور کافر ماں کے خرچ کا وجوب اگرچہ بچہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔

2-اور اس میں اہل حرب سے نرمی اور ان کے ساتھ صلح کے مدت میں معاملے کا بیان ہے۔

3-اور اس میں رشتہ دار کی زیارت کیلئے سفر کا بیان ہے۔

4-اور اس میں اسماء رضی اللہ عنہا کا اپنے دین کے بارے میں چھان بین کرنے کا بھی بیان ہے اور کیسے نہ ہو وہ تو ابو بکر صدیق کی بیٹی اور زبیر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں[2]۔

([1])اس حدیث کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الھبہ وفضلھا باب الھدیۃ للمشرکین میں حدیث نمبر(٢٦٢٠) پر اور انہوں نے ہی کتاب الجزیہ باب نمبر (١٨)میں حدیث نمبر(٣١٨٣) پر کی ہے اور اس کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الزکوۃ باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الأقربین میں حدیث نمبر(١٠٠٣) پر کی ہے اور اس کی تخریج امام بخاری نے الادب المفرد میں حدیث نمبر(١٩) پر کی ہے۔

([2])دیکھیے: فتح الباری(٥/٥٥٦)۔

غزوہ ذی قرد[1] یا غابہ

یہ غزوہ غزوہ خیبر کے تین دن پہلے واقع ہوا جیسا کہ صحیحین میں وارد ہے جو کہ صحیح ہے[2] اور اہل مغازی اور سیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ حدیبیہ سے پہلے پیش آیا[1]۔

([1])ذی قرد: قاف اور را کے زبر کے ساتھ ہے یہ مدینہ اور خیبر کے درمیان مدینہ سے دو رات کے فاصلے پر ایک چشمے کا نام ہے دیکھیے :النھایۃ(۳۳/۴)۔

اور اس غزوے کو "غزوہ غابہ" کے نام سے بھی جانا جاتا ہے جو کہ مدینہ سے شام کے راستے میں ایک برید کی مسافت پر ہے واضح رہے کہ برید ایک معلوم مسافت ہے جس کی مقدار دو فرق ہوتی ہے اور ایک فرصت کی مقدار تین میل ہوتی ہے اس کی جانب اس غزوے کی نسبت اس طرح کی گئی کیونکہ اونٹنی جس پر سوار ہو کر ان پر حملہ کیا گیا وہیں پر تھی۔

دیکھیے:شرح المواہب(۱۰۹/۳) لسان العرب(367/1)(223/10) معجم البلدان(۳۷۳/۶)۔

([2])امام ابن قیم رحمہ اللہ زاد المعاد (۲۴۹/۳)میں کہتے ہیں: یہ غزوہ حدیبیہ کے بعد واقع ہوئی تھی اور اس سلسلے میں اہل مغازی و سیر کی ایک جماعت کو وہاں حملہ حق ہوا تو انہوں نے یہ کہا کہ یہ غزوہ حدیبیہ سے پہلے واقع ہوئی اور ہم نے جو کہا اس کے صحیح ہونے پر دلیل وہ روایت ہے جسے امام مسلم نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر(۱۸۰۷) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۶۵۱۳)(۱۶۵۳۹) پر روایت کیا ہے اور لفظ احمد کے ہیں :ایاس ابن سلمہ کے واسطے ان کے والد سے وہ کہتے ہیں ہم حدیبیہ کے زمانے میں مدینہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٸے تو ہم نکلے میں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ربا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ لے کر کے اور میں طلحہ ابن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کو لے کر نکلا تو جب رات کا اخری وقت تھا تو عبدالرحمن ابن بینہ بن حسن فزاری نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ پر دھاوا بولا اور اس کے چرواہے کو قتل کر دیا اور انہوں نے پھر قصہ بیان کیا۔

اور حافظ ابن حجر فتح الباری (۲۳۴/۸)میں کہتے ہیں جب انہوں نے سلمہ ابن اکوہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان کیا تو کہا اس طور پر جو غزوہ قرد کی تاریخ صحیح میں ہے وہ اہل سیر کے ذکر کردہ تاریخ سے زیادہ صحیح ہے ۔

میں کہتا ہوں: جو لوگ اس طرف گئے ہیں کہ یہ غزوہ حدیبیہ کے بعد پیش ایا ان میں حافظ ابن کثیر بھی ہیں انہوں نے بتایا بھی یہی بات کہی ہے۔

اور یہ حدیبیہ کے بعد اللہ کے رسول کا پہلا غزوہ ہے اس جنگ کے ہیرو سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ تھے۔

اس کا سبب

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیس اونٹنیاں غابہ نامی مقام پر (یا جنگل میں) چر رہی تھیں، ان کے ذمہ دار غفار قبیلہ کے ایک شخص تھے جن کے ساتھ ان کی بیوی بھی تھی، تو ان لوگوں پر عبدالرحمان بن عیینہ ابن حصن فزاری نے حملہ کیا اور اس شخص کو قتل کر دیا اور اس کی بیوی کو قید کر لیا اور اونٹنیوں کو اپنے ساتھ لے گیا۔

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا نکلنا

اور ان کے بارے میں سب سے پہلے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے سنا، پھر وہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام رباح نماز صبح کیلئے اذان ہونے سے پہلے اپنی تیر اور کمان کو ساتھ لے کر جنگل (غابہ نامی مقام) کی جانب نکل گئے، اور اس وقت ان کے پاس طلحہ بن عبید اللہ کا ایک گھوڑا بھی تھا جس پر سوار ہو کر وہ جا رہے تھے تو ان کی ملاقات عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غلام سے ہوئی، اور اس نے ان سے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کو ہاتھ لیا گیا ہے، تو اس سے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہا کس نے لیا ہے؟ اس نے کہا کہ غطفان کے لوگوں نے۔

سلمہ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام رباح سے کہا: اے رباح تم یہ گھوڑا لو اور اسے لے کر طلحہ بن عبید اللہ کے پاس پہنچا دو اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

([1]) ابن سعد کے یہاں طبقات (۲۸۹/۲) میں ہے کہ: یہ ربیع الاول سن چھ ہجری میں حدیبیہ سے پہلے واقع ہوئی رہی بات ابن اسحاق کے سیرت (۳۰۸/۳) کی تو انہوں نے اس کی کوئی خاص تاریخ کے تعین نہیں کی ہے بلکہ انہوں نے اس سے حدیبیہ سے پہلے سن چھ ہجری کے واقعات میں شمار کیا ہے۔

وسلم کو بتاؤ کی ان کی چراگاہ پر حملہ کیا گیا ہے، پھر سلمہ رضی اللہ عنہ ایک ٹیلے پر کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے چہرے کو مدینہ کی جانب کیا پھر تین مرتبہ خطرے سے آگاہ کرنے لئے آواز لگائی۔

اور ان کی آواز کو مدینہ کے دونوں جانب کے (حروں) [1] درمیان ان کے لوگوں نے سن لیا، سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر میں نے اپنے ساتھ اپنی تلوار اور تیر کو لے کر لوگوں کا پیچھا کیا، اور میں انہیں تیر سے مارتے رہا اور ان کے کوچ کو کاٹتے رہا، جب زیادہ درخت آتے، اور جب میری جانب کوئی گھوڑ سوار واپس آتا تو میں اس کے گھات میں درخت کی جڑ کی آڑ میں بیٹھ جاتا اور اس پر تیر برساتا تو میرے پاس کوئی بھی گھوڑ سوار نہ آتا یہاں تک کہ میں اس کی سواری کو گرا دیتا، پھر میں ان کو تیر مارتا اور کہتا:

أنا ابن الأكوع واليوم يوم الرضع

پھر میں ان میں سے کسی شخص کا پیچھا کرتا اس کو تیر سے مارتا اور وہ اپنی سواری ہی پر ہوتا ہے پھر میرا تیر اس شخص کے اوپر جا گرتا ہے یہاں تک کہ تیر کا سرا اس کے گردن میں گزر جاتا تو میں نے کہا اسے لے لو

وانا ابن الأكوع واليوم يوم الرضع

پھر جب میں درختوں کے درمیان ہوتا تو انہیں تیر برسا کر جلا دیتا یہاں تک کہ پہاڑ تنگ ہو گئے اور وہ لوگ اس کی تنگی میں جا کر داخل ہو گئے اور میں پہاڑ کے اوپر چلے گیا پھر میں انہی پتھروں سے دبا دبا کر مارتا، اسی طرح سے میرا اور ان کا معاملہ رہا، میں ان کا پیچھا کرتا اور شعر کہتا، یہاں تک کہ اللہ رب العالمین نے ج سے بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھ سے پیدا کیا میں نے اسے اپنے پیٹھ کے پیچھے بٹھایا اور ان کو ان کے ہاتھوں سے بچایا سارے جانوروں کو بچا لیا پھر

([1])امام نووی رحمہ اللہ مسلم کی شرح (۱۱۵/۹)میں کہتے: ہیں مدینہ کے دو حرے ہیں یعنی وہ سرزمین جس پر بہت سارے کالے پتھر ہیں اور اس طرح کی دو زمینیں مشرقی اور مغربی مدینہ میں ہیں اور مدینہ ان کے درمیان ہے۔ اور حافظ ابن حجر فتح الباری(۲۳۵/۸) میں کہتے ہیں کہ: اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ بہت کشادہ اواز والے تھے اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ خوارق عادات میں سے ہو۔

میں برابر ان پر تیر چلاتے رہا یہاں تک کہ انہوں نے تیس سے زیادہ نیزے اور تیس سے زیادہ چادریں خود کو ہلکا کرنے کے لئے پیچھے چھوڑ دیے اور جب بھی وہ کوئی چیز چھوڑتے میں اس پر پتھر سے نشان بنا دیتا جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی پہچان جاتے یہاں تک کہ وہ ایک ٹیلے کے پاس تنگ راستے پر آئے اور دوپہر کا کھانا کھانا شروع کیا، اور میں پہاڑ کے اوپر بیٹھ گیا تو ان کے پاس عیینہ بن بدر فزاری مدد لے کر پہنچا تو ان لوگوں سے کہا یہ کیا ہوا۔

انہوں نے کہا: ہم نے اس قدر شدت کا سامنا کیا کہ اس نے ہمیں صبح ہی سے اب تک نہیں چھوڑا، اور ہمارے قبضے کی ساری چیزیں اس نے لے لیں، اور اسے اپنے قبضے میں لے لیا، عیینہ نے کہا: اگر اسے یہ معلوم نہ ہوتا کہ اس کے پیچھے اور لوگ ہیں تو وہ تمہیں ضرور چھوڑ دیتا، تم میں سے ایک جماعت اس کی جانب اٹھے، تو ان میں سے چار لوگ تیار ہوئے اور وہ پہاڑ پر چڑھنے لگے تو میں نے انہیں آواز لگائی، اور کہا تم مجھے پہچانتے ہو، انہوں نے کہا تم کون ہو، میں نے کہا میں ابن اکوع ہوں جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو روشن کیا، میں تم میں سے جس کا بھی پیچھا کرتا ہوں اسے ضرور پالوں گا، اور تم میں سے جو بھی میرا پیچھا کرے گا، وہ مجھے نہیں پائے گا تو وہ لوگ واپس ہو گئے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ان لوگوں کی تلاش میں نکلنا:

اور جب اللہ کے رسول کو سلمہ کے پکار کی اواز پہونچی تو آپ نے مدینہ میں آواز لگوائی کہ مدد کے لئے آگے بڑھو مدد کے لئے آگے بڑھو تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھوڑے جمع ہو گئے، اور گھوڑ سواروں میں سے آپ کے پاس سب سے پہلے پہونچنے والے مقداد بن عمرو[1]

([1])ابن سعد طبقات (۲/۲۹۰)میں کہتے ہیں کہ: صحیح بات ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سریہ پر سعد ابن زید اشہلی کو امیر مقرر کیا تھا لیکن لوگوں نے اس کی نسبت مقدار کے جانب کی حسان ابن ثابت کے اس قول کی وجہ سے مقداد کے گھڑ سواروں کے۔

بنی زہرہ کے حلیف تھے۔ پھر عباد بن بشر جو کہ بنو عبدالاشہل کے ایک فرد تھے، پھر سعد بن زید جو کی بنو کعب بن عبدالاشہل کے ایک فرد تھے، اور اسید بن ظہیر اور عکاشہ بن محصن اسدی اور محرز بن نضلہ جنہیں اخرم اسدی کے نام سے جانا جاتا ہے، اور ابو قتادہ حارث بن ربعی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑ سوار اور ابو عیاش عبید بن زید بن صامت رضی اللہ عنہم چنانچہ جب وہ لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے تو اللہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر سعد بن زید اشہلی کو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مقداد بن عمرو کو ان کا امیر مقرر کیا اور ان سے کہا: تم ان لوگوں کو تلاش کرنے کے لیے نکلو یہاں تک کہ میں لوگوں کو لے کر تمہارے پاس آجاؤں۔

سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں اپنی جگہ پر رہا یہاں تک کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑ سواروں کو درختوں کے درمیان سے آتے دیکھا، ان میں سب پہلے اخرم اسدی تھے، جن کا نام محرز بن نضلہ تھا، ان کے پیچھے ابو قتادہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑ سوار تھے ان کے پیچھے مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے وہ کہتے ہیں پھر مشرکوں نے پیٹھ پھیر کر بھاگنا شروع کیا اور میں پہاڑ میں جا کر ٹھہرا، تو میں نے اخرم کے گھوڑے کی لگام کو پکڑا اور میں نے اس سے کہا: اے اخرم ! تم ان لوگوں سے بچ کر رہنا کہیں وہ تمہیں کاٹ نہ لیں یہاں تک کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ پہنچ جائیں، تو انہوں نے کہا: اے سلمہ اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور یہ جانتے ہو کہ جنت حق ہے اور جہنم حق ہے میرے اور شہادت کے درمیان حائل نہ بنو انہوں نے کہا پھر میں نے ان کے گھوڑے کی لگام کو چھوڑ دیا اور وہ عبدالرحمن بن عیینہ سے جا ملے، اور اسے پکڑ لیا اور دونوں نے ایک دوسرے پر نیزہ چلانا شروع کیا تو اخرم نے عبدالرحمن کے گھوڑے کو گرا دیا اور انہیں عبدالرحمن نے نیزہ مار کر قتل کر دیا[1] پھر عبدالرحمن اخرم کے گھوڑے پر منتقل ہو گیا۔

([1])ابن سعد نے اپنی طبقات(۵۲/۳) میں محرز ابن نضلہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے خواب میں دیکھا کہ دنیا کا اسمان میرے لیے کھول دیا گیا یہاں تک کہ میں اس میں داخل ہوا اور ساتھ

پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑ سوار شعر ابو قتادہ کی ملاقات عبدالرحمن سے ہوئی اور انہوں نے اس کو نیزہ مار کر قتل کر دیا، اور اس پر ایک چادر ڈال دی پھر ابو قتادہ اخرم کے گھوڑے پر منتقل ہوئے اور لوگوں کے پاس پہنچ گئے۔

جب لوگوں نے مقتول کو اب و قتادہ کے چادر سے ڈھکا ہوا پایا تو انہوں نے اناللہ وانا الیہ راجعون کہا اور کہا کہ ابو قتادہ کو قتل کر دیا گیا ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھنے سے پہلے ہی کہا یہ ابو قتادہ نہیں ہیں بلکہ ابو قتادہ نے اسے قتل کیا ہے اور اس پر اپنی چادر ڈال دی ہے تاکہ تم پہچان جاؤ کہ یہ ان کا ساتھی ہے۔

اور عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کو اوبار[1] اور اس کا بیٹا عمرو بن اوبار ملا، دونوں ایک اونٹ پر سوار تھے تو انہوں نے ان دونوں کو نیزے کے سامنے کیا اور ان دونوں کو بیک وقت قتل کر ڈالا۔

سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں اپنے دونوں پیروں پر دوڑتے ہوئے لوگوں کے پیچھے نکلا یہاں تک کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے غبار کی وجہ سے کچھ نہ دیکھ سکتا تھا، یہاں تک کہ وہ لوگ سورج کے غروب ہونے سے پہلے مجھے ایک ایسے گھاٹی کی طرف واپس آتے دکھے جس میں پانی تھا جسے ذوقرد کہا جاتا تھا، تو انہوں نے اسمیں سے پینے کا ارادہ کیا اور وہ پیاسے تھے تو انہوں نے میری جانب دیکھا میں ان کے پیچھے دوڑ رہا تھا تو وہاں سے ہٹ گئے اور اس کا ایک قطرہ بھی پانی انہوں

میں اسمان تک پہنچ گیا پھر میں سیرت المنتہی تک پہنچا تو مجھ سے کہا گیا یہ اپ کی جگہ ہے تو میں نے اسے ابو بکر پر پیش کیا اور وہ لوگوں میں سب سے زیادہ تعبیر کرنے والے شخص تھے تو انہوں نے کہا کہ ان شہادت کی خوشخبری ہو تو وہ اس کے ایک دن بعد غزوہ گا میں قتل کیے گئے اور یہی غزوہ ذی قرد ہے۔

([1]) یہ ابن اسحاق کی ان کی سیرت (۳۱۲/۳) میں روایت ہے، الطبقات الکبری (290/2) میں ابن سعد کی روایت میں "اثار" ہے، واللہ اعلم۔

نے نہ چکھا، اور وہ لوگ ذی نثر نامی ٹیلے کی جانب آگے بڑھے اور سورج غروب ہو گیا تو میں ان میں سے ایک شخص کے پیچھے جاتا اور اس کو تیر سے مارتا اور کہتا ہے اسے لے لو

وانا ابن الاکوع والیوم یوم الرضع

تو انہیں ایک تیر لگی جو کہ ان کے کندھے پر جا لگی تو ایک شخص نے کہا:

اے شخص تیری ماں تجھے گم پائے کیا تو ہی اکوع ہے جو کل ہمارا پیچھا کر رہا تھا، سلمہ نے کہا: ہاں اے اپنے نفس کے دشمن، تو میں نے اس کو دوبارہ تیر مارا اور اس پر دونوں تیر لٹک گئے اور اور وہ دونوں گھوڑے پیچھے چھوڑ رہے تھے، چنانچہ میں ان دونوں کو ہانک کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا، تو میرے پاس عامر چمڑے کا برتن لے کر آئے جس میں پانی سے ملا ہوا تھوڑا سا دودھ تھا، اور ایک چمڑے کا برتن لیکن جس میں پانی تھا تو میں نے وضو کیا اور پیا، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذی قرد کے اسی چشمے پر تھے جس سے میں نے ان کو بھگایا تھا، تو میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ سو لوگوں کے ساتھ دیکھا اور بلال رضی اللہ عنہ نے ایک اونٹنی کو ذبح کیا تھا جس کو میں نے ان سے چھینا تھا، وہ اسکے کلیجے اور کوہان کو اللہ کے رسول کے لیے بھون رہے تھے، میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے اجازت دیں میں آپ کے صحابہ میں سے سو لوگوں کو اختیار کروں اور پھر ان لوگوں کا پیچھا کروں تاکہ ان میں سے کوئی مخبر نہ بچے الا یہ کہ میں اسے قتل کر دوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سلمہ! کیا تم ایسا کر و گے؟۔

سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت بخشی ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ دن کے اجالے میں آپ کے نوکیلے دانت دکھنے لگے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن الاکوع تم کو یہ اختیار ہے تو تم نرمی برتو وہ اس وقت غطفان کی سرزمین میں مہمان بنے ہوئے ہیں۔

وہ کہتے ہیں: پھر عطفان کا ایک شخص آیا اور اس نے کہا تم غطفان کے فلاں شخص کے پاس جاؤ اس نے ان لوگوں کے لئے ایک اونٹ ذبح کر رکھا ہے جب وہ لوگ اس کے چمڑے کو نکال رہے تھے اسے وقت انہوں نے غبار اڑتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: دیکھو لوگ آ گئے ہیں تو وہ لوگ لوگ اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذی قرد کے مقام پر نماز خوف ادا کرنا:

اور اسی غزوہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قرد کے مقام پر نماز خوف ادا کی، چنانچہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں مسلم کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قرد کے مقام پر نماز خوف ادا کی، لوگوں نے آپ کے پیچھے دو صفیں لگائیں، ایک صف دشمن کے مد مقابل اور اور دوسری صف آپ کے پیچھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے والی صف کو ایک رکعت نماز ادا کرائی پھر وہ لوگ پیچھے ہٹ کر دشمن کے مقابلے میں کھڑے ہو گئے اور دشمن کے مقابلے میں کھڑے ہوئے لوگ ان لوگوں کی جگہ آ گئے اور انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری رکعت پڑھائی [1]۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قرد کے مقام پر ایک دن اور رات قیام کیا آپ ان کی خبر معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے، سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب ہم نے صبح کی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کے دن ہمارے سب سے بہتر گھوڑ سوار ابو قتادہ

([1])اس کی تخریج امام ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب ا صلوۃ باب صلوۃ الخوف میں حدیث نمبر پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۲۸۷۱) پر کی ہے۔

تھے اور سب سے بہتر پیدل چلنے والے سلمہ تھے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دو حصے دیئے ایک گھوڑ سوار کا حصہ دوسرا ذرا پیدل چلنے والے کا حصہ [1]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ واپسی

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس آ گئے اور آپ نے اپنے پیچھے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو اپنی عضباء [2] نامی اونٹنی پر بٹھار کھا تھا۔

سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب ہمارے اور مدینہ کے درمیان چاشت کے وقت کے برابر مسافت رہ گئی اور لوگوں میں انصار کا ایک شخص تھا جو کبھی بھی پیچھے نہ رہتا تھا اس نے آواز لگانی شروع کر دیں کہ کوئی ہے مجھ سے آگے نکل پانے والا؟

کیا کوئی شخص ہے جو مدینہ تک مجھ سے دوڑ لگائے اس نے یہ بات کئی مرتبہ کہیں اور میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر سوار تھا، تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے چھوڑ دیجیے [3] میں اس آدمی سے دوڑ لگاتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو، سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں اس سے

([1])اس کے تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد وا السیر باب غزوۃ ذي قرد وغیرہا میں حدیث نمبر (۱۸۰۷) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۶۵۳۹) پر کی ہے۔

([2])تھوڑی دیر کے بعد آئے گا کہ عضباء کو اس قید کی گئی مسلمان خاتون کے ساتھ زخم لگے تھے، واللہ اعلم۔

([3])غزوہ ذی قرد کی تفصیل کو تخریج کیا ہے: امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد وا السیر باب من رأی العدو فنادی حدیث نمبر(۳۰۴۱) اور انہوں نے ہی کتاب المغاز ی باب غزوۃ ذي قرد میں حدیث نمبر(۴۱۹۴) اور امام مسلم نے اس کی تخریج اپنی صحیح میں کتاب الجہاد و السیر باب غزوۃ ذي قرد میں حدیث نمبر(۱۸۰۶)(۱۸۰۷) پر اور امام احمد نے مسند میں حدیث نمبر(۱۶۵۳۹) پر اور ابو داؤد نے اپنی سنن کتاب الجہاد باب في السریۃ ترد علی أھل العسکر میں حدیث نمبر(۲۷۵۲) پر کی ہے۔

ایک یادو واونچی زمین کے پیچھے رہا یہاں تک کہ میں نے دوڑ لگا کر اس کا ساتھ لے لیا اور پھر مدینہ تک اس کو پچھاڑ دیا[1]۔

فوائد حدیث

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ غزوہ قرد میں بہت سے فوائد ہیں:

1-غزوہ میں تیز دوڑ لگانے کا جواز۔

2-اور اس میں تیز آواز کے ذریعہ سے خبر دار کرنے کا جواز بھی موجود ہے۔

3-اور اس میں انسان کا اپنے نفس کی تعریف کر کے دشمن کو ڈرانے کے جواز کا بیان ہے۔

4-اور اس میں بہادر شخص اور صاحب فضیلت کی تعریف کے استحباب کا بیان ہے خاص طور سے کسی اچھے کارنامے کے وقت کا کہ وہ اور اچھے کارنامے کرے اور اس سے فتنے میں مبتلا ہونے کا خدشہ نہ ہو۔

5-اور اس میں پیروں پر چل کر دوڑ لگانے میں ایک دوسرے سے سبقت کے جواز کا بھی بیان ہے، اور اس کے بلا عوض جائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے رہی بات ہے عوض کے ساتھ تو اس میں درست بات یہی ہے کہ وہ درست نہیں ہے، واللہ أعلم[2]۔

مسلمان عورت کا قصہ:

رہی بات اس عورت کی جو اس غزوے میں قید کر لی گئی تھی، تو وہ قید سے آزاد ہونے میں کامیاب ہو گئی چنانچہ وہ اونٹ کے پاس آئیں اور جب بھی وہ کسی اونٹ کے پاس آتی اور وہ آواز نکالتا تو اسے چھوڑ دیتی یہاں تک کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹنی عضباء کے پاس پہنچی تو اس

([1])دیکھیے: فتح الباري(٨/٢٣٧) ۔

([2])دیکھیے: فتح الباری(٨/٢٣٧)۔

نے آواز نہ نکالی۔ تو وہ اس پر سوار ہو گئی اور اسے مدینہ کی جانب موڑا اور اس نے نذر مان لیا کہ اگر اللہ رب العالمین اسے اس پر سوار ہو کر نجات دے دیں گے تو وہ اسے قربان کر دے گی، چنانچہ جب وہ مدینہ آئی تو لوگوں نے اسے دیکھا اور کہا کہ عضباء اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی تو اس نے کہا اس نے نذر مانی ہے کہ اگر اللہ رب العالمین اسے اس پر سوار کر کے نجات دے دیں تو اسے وہ ذبح کر دے گی، چنانچہ لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! کتنا برا بدلہ دیا ہے اس نے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم نے کتنا ہی برا بدلہ دیا ہے ایسے نذر کو پورا کرنے کی ضرورت نہیں جو اللہ کی معصیت میں ہو یا جو ابن آدم کے قبضے میں نہ ہو[1]۔

ڈاکٹر محمد ابو شہبہ کہتے ہیں: یہ قصہ ہمیں اس اچھے عہد اور مکمل وفاداری کو دکھاتی ہے، جن سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک متصف تھی، یہ وہ وفاداری ہے، جس نے تمام انسانوں اور حیوانوں کو ڈھانپ رکھا تھا، اور یہ ایک درس تھا جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو سکھلایا تھا تاکہ وہ تمام زمانے کے لوگوں کے لئے عبرت بن جائے، عظیم اخلاق والا شخص ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہم احسان کا بدلہ احسان اور جمیل کا بدلہ جمیل سے نعمت کا شکر سے دیں، نہ کہ ناشکری اور ہٹ دھرمی سے، اور یہ کہ وفاداری جانوروں کے لئے بھی لازم ہے، اور جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ یہ اگرچہ اخلاقی اور مروتی اعتبار سے شایان شان نہیں ہے تو شرعی طور پر بھی جائز نہیں ہے کیونکہ معصیت اور ابن ادم کی استطاعت سے پرے نذر جائز نہیں[2]۔

([1])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب النذر باب لاوفاء لنذر في معصیۃ اللہ میں حدیث نمبر(۱۶۴۱) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۹۸۶۳) پر اور ابن حبان نے اپنے صحیح کتاب النذور باب ذکر الأخبار عن نفي جواز وفاء نذر الناذر إذا نذر فیما لا یملک میں حدیث نمبر(۴۳۹۲)پر کی ہے۔

([2])دیکھیے: السیرۃ النبویہ از ڈاکٹر محمد ابو شہبہ(۳۶۹/۲)۔

ابتدا سے انتہا تک غزوہ خیبر کی داستان

غزوہ خیبر

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ ذی قرد سے واپس آنے کے بعد تین راتوں تک ٹھہرے رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنہ سات ہجری[1] میں محرم کے باقی بچے دنوں میں خیبر کی طرف نکلے۔

اس غزوے کا سبب

رہی بات اس عظیم غزوے کے سبب کی تو وہ یہ ہے کہ اہل خیبر یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف احزاب کو جمع کیا تھا اور بنو قریظہ کو مسلمانوں کے خلاف خیانت اور غداری پر اکسایا تھا چنانچہ خیبر پلاننگ اور سازشوں کا گڑھ تھا اور وہیں سے مسلمانوں کے خلاف فتنے اور جنگ ابھارے جاتے تھے، چنانچہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے صلح کے موقع پر قریش کے معاملے سے فراغت حاصل کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے لیے تیار ہوئے۔

([1])ابن اسحاق کے یہاں سیرت (۳۵۷/۳)میں یہی اس کی تاریخ ہے اور یہی جمہور کا قول ہے اور اسے حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۲۳۹/۸)میں اور ابن القیم نے زاد المعاد(۲۸۱/۳) میں اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (۵۷۰/۴)میں راجح قرار دیا ہے۔

اور رہی بات اس کی کہ یہ غزوہ ذی قرد کے تین رات کے بعد واقع ہوئی تو یہ صحیح مسلم میں حدیث نمبر(۱۸۰۷) پر سلمہ ابن اکوی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے جب انہوں نے غزوہ قربت سے متعلق لمبی حدیث کو بیان کیا اور کہا تو اللہ کی قسم ہم صرف تین رات ہی ٹھہرے تھے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی جانب نکل گئے۔

خیبر کی طبیعت

اور خیبر کئی قلعوں اور کھیتیاں اور کھجوروں کے باغات پر مشتمل بہت بڑا شہر تھا، اس کے اور مکہ کے درمیان آٹھ کوس (برد)[1] کی مسافت تھی، اور وہیں پر بنو قینقاع اور بنو نضیر کے یہود نے مدینہ سے جلاوطن کئے جانے کے بعد پناہ لیا تھا جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، چنانچہ وہاں پر صرف یہود ہی آباد تھے۔

مسلمانوں کا غزوہ کی تیاری کرنا اور اس کے لئے نکلنا:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر اور اس کی فتح کے لئے تیاری کی اور اللہ رب العالمین نے اپنے رسول سے حدیبیہ سے واپسی کے وقت اس کی فتح کا وعدہ کیا تھا، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ((وعدكم الله مغانم كثيرة تاخذونها))[الفتح: ٢٠] [2]۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو غزوہ خیبر اور اس کی فتح کے لئے تیاری کرنے کا حکم دیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ جب آپ کسی غزوے کا ارادہ کرتے تو آپ اس کے علاوہ کسی اور کی طرف اشارہ کرتے[3] سوائے غزوہ خیبر اور غزوہ تبوک کے، رہی بات غزوہ خیبر کی تو چوں کہ اللہ رب العالمین نے آپ سے اس کی فتح کا وعدہ کیا تھا، اور رہی بات تبوک کی تو چوں کہ اس کی مسافت بہت

([1]) برد: با اور را کے پیش کے ساتھ ہے جو کہ ١٢ فرسخ کا ہوتا ہے اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے، دیکھیے: النہایہ (١١٦/١)۔

([2]) مفسرین نے اس آیت میں موجود وعدے کے سلسلے میں کہا ہے: یہ خیبر ہے، دیکھیے: تفسیر ابن کثیر (٣٤١/٧)، تفسیر قرطبی (٣٢٠/١٩)۔

([3]) بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، حدیث نمبر (٤٤١٨)، اور مسلم نے اپنی صحیح میں، حدیث نمبر (٥٤/٢٧٦٩) میں، کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ رسول ﷺ ہر غزوہ پر جانے کا ارادہ فرماتے، تو کسی اور طرف اشارہ کرتے تھے، یہاں تک کہ غزوہ تبوک کا وقت آیا۔

زیادہ دور تھی اور اس لیے بھی کہ وہ اس وقت سب سے بڑی ریاست کے خلاف تھی جو کہ رومیوں کی ریاست تھی چنانچہ یہ ضروری تھا کہ اس کے لئے مکمل تیاری کی جائے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھے رہ جانے والوں کو واپس کرنا:

اور جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تیاری کرلی تو غزوہ حدیبیہ میں آپ سے پیچھے رہ جانے والے لوگ آئے جو کہ غنیمت کی چاہت میں آپ کے ساتھ نکلنا چاہتے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی کو بھی اجازت نہ دی، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ((سيقول المخلفون اذا انطلقتم الى مغانم لتاخذوها ذرونا نتبعكم يريدون ان يبدلوا كلام الله قل لن تتبعونا كذلكم قال الله من قبل فسيقولون بل تحسدوننا بل كانوا لا يفقهون الا قليلا))[الفتح:١٥]۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آواز لگانے والے کو حکم دیا کہ وہ کہے ہمارے ساتھ صرف وہی لوگ نکلیں گے جو جہاد کی رغبت رکھتے ہیں، چنانچہ آپ کے ساتھ صرف صرف بیعت رضوان والے لوگ ہی نکلے جن کی تعداد چودہ سو[1] پر مشتمل تھی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی خدمت کے لئے غلام تلاش کرنا:

اور جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے لیے نکلنے کا ارادہ کیا تو آپ نے ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ کوئی غلام تلاش کریں جو خیبر جاتے وقت آپ کی خدمت کرے، چنانچہ شیخان نے اپنی صحیحین میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ سے کہا کہ تم میرے لیے اپنے غلاموں میں سے کوئی غلام تلاش کرو جو خیبر نکلتے وقت میری خدمت کرے مجھے اپنے پیچھے سواری پر بٹھا کر لے کر نکلے اس

([1])دیکھیے: الطبقات الکبری ابن سعد (۳۰۳/۲)۔

وقت میں بلوغت کے قریب پہنچا ہوا نوجوان تھا جو میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نزول کے وقت خدمت کیا کرتا تھا[1] اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ یہ کہتے ہوئے سنتا تھا: ((اے اللہ میں غم پریشانی عاجزی اور سستی کنجوسی اور بزدلی اور قرض کی سختی اور شدت اور لوگوں کے تسلط سے تیری پناہ چاہتا ہوں، پھر ہم خیبر آئے[2]۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کا جانشین سباع[3] بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا یہی صحیح بات ہے[4]۔

امام احمد نے اپنی مسند اور حاکم نے مستدرک اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں شیخین کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ عراک بن مالک کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ اپنی قوم کے

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری (۱۸۲/٦)میں کہتے ہیں :اور یہ اشکال پیدا ہوا ہے کہ اس سے یہ بات ظاہر ہوتا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت کی ابتدا اپ کے مدینہ انے کے شروع سے ہوئی تھی کیونکہ ان سے یہ بات ثابت ہے کہ انہوں نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت نو سالوں تک کی اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر(۲۳۰۹)(۵۳) پر کی ہے اور ایک روایت میں ہے ۱۰ سالوں تک اس تقریب امام مسلم نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر(۲۳۰۹)(۵۱) پر کی ہے اور خیبر سن سات ہجری میں واقع ہوا تو اس سے یہ بات لازم ائے گی کہ انہوں نے چار سال تک اپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابھی طلحہ سے یہ کہنا کہ تم اپنے بچوں میں سے ایک بچہ میری خدمت کے لیے تلاش کرو سے مراد اس سفر میں اپ کے ساتھ نکلنے والے کی تعیین تھی تو ابو طلحہ نے اس کے لیے انس کو منتخب کیا اس طرح سے اس سفر میں ساتھ رہنے کی اجازت طلب کرنا خاص ہو جائے گا نہ کہ اصل خدمت کے سلسلے میں کیونکہ وہ تو پہلے کی بات ہے اس طرح سے دونوں حدیثوں کے درمیان جمع ممکن ہوگا۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد والسیر باب من غزا بصبي للخدمة میں حدیث نمبر (۲۸۹۳)پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الحج باب فضل المدينة ودعاء النبي فيها بالبركة میں حدیث نمبر (۱۳٦۵)پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۲٦۱٦) پر کی ہے۔

([3])سباع: سین کے زیر کے ساتھ ۔

([4])اور ابن اسحاق کے یہاں سیرت(۳۵۷/۳) میں ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پر نمیلہ تصغیر کے ساتھ بن عبداللہ لیثی کو مقرر کیا تھا اور صحیح بات وہ ہے جسے امام احمد اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

کچھ لوگوں کے ساتھ مدینہ آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خیبر میں تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کا جانشین سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا تھا[1]۔

ابو ثعلبہ خشنی[2] رضی اللہ عنہ کی آمد

اور جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی فتح کے لئے تیاری کر رہے تھے اسی وقت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ مدینہ تشریف لائے، اور وہ آپ کے ساتھ خیبر کے لئے نکلے پھر اس کے بعد ان کی قوم کے سات اور لوگ آئے، اور انہوں اسلام قبول کیا اور ان کے پاس قیام کیا[3]۔

خیبر کی جانب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ اور راستے میں پیش آنے والے واقعات:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور خیبر جاتے وقت آپ نے جبل عصر[4] کا راستہ اپنایا پھر صہباء[1] کا راستہ اختیار کیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر جاتے ہوئے دوران سفر اپنے گدھے پر سوار ہو کر[2] نماز ادا کرتے تھے۔

([1])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۸۵۵۲) اور امام حاکم نے مستدرک میں حدیث نمبر(۴۳۹۳) اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر(۷۱۵۶) پر کی ہے ۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری(۲۸/۱۱) میں کہتے ہیں :خشنی خا کے پیش اور شین کے زبر کے ساتھ ہے اور ابو طالبہ یہ مشہور صحابی ہیں ان کی کنیت زیادہ معروف ہے اور ان کے نام کے سلسلے میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے تو کہا گیا ہے جرثوم جیم کے پیش کے ساتھ اور یہی زیادہ لوگوں کا قول ہے اور ان کے اسلام لانے کا واقعہ خیبر سے پہلے کا ہے انہوں نے بیت رضواں میں شرکت کی اور یہ اپنے قوم کے لوگ گو کی طرف گئے تو سب لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ۔

([3])دیکھیے :طبقات الکبری از ابن سعد(۱۵۹/۱)، الاصابہ(۵۰/۷) ۔

([4])عصر :عین اور ص کے زبر کے ساتھ یہ مدینہ اور وادی فری کے درمیان ایک پہاڑ ہے ،دیکھیے: النہایہ(۲۲۴/۳)۔

امام بخاری اور مسلم نے اپنی صحیحین میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی جانب نکلے تو ہم نے رات میں سفر کیا تو لوگوں میں سے ایک شخص[3] نے میرے چچا[4] عامر بن اکوع سے کہا: اے عامر تم ہمیں کچھ سناؤ عامر شاعر تھے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپ کے صحابہ کو دوران سفر گنگنا کر کچھ سنایا کرتے تھے[5] اور کہتے تھے:

([1])صھباء: ص مشددہ کے زبر کے ساتھ یہ خیبر سے نکلنے کے وقت ایک جگہ کا نام ہے ،دیکھیے:النہایہ(۵۸/۳)۔

([2])اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خیبر جاتے ہوئے اپنے گدھے پر نماز پڑھنے کے حدیث کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الصلاۃ المسافرین وقصرھا،باب جواز صلاۃ النافلۃ علی الدابۃ في السفر میں حدیث نمبر(۷۰۰)(۳۵) پر کی ہے ۔

حافظ ابن حجر فتح الباری (۲۸۸/۳)میں کہتے ہیں: اور سراج نے یحیی بن سعید کی تاریخ سے انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر جاتے ہوئے گدھے پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور اس کی سند حسن ہے۔

میں کہتا ہوں: اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۶۰۴۱) پر شقران مولی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر کی جانب جاتے ہوئے گدھے پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اپ اشارہ کر رہے تھے اور حدیث صحیح لغیرہ ہے ۔

([3])حافظ الفتح میں (۴۲۳/۱۲) فرماتے ہیں: یہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور امام احمد کی مسند میں بھی ذکر آیا ہے(حدیث نمبر۱۵۵۵۶) اور ابن اسحاق نے سیرت میں بھی روایت کی ہے(۳۵۸/۳) ایک ضعیف سند کے ساتھ، جس میں ابو ہیثم بن نصر بن دہر الا سلمی نے نقل کیا کہ ان کے والد نے انہیں بتایا: کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر کے سفر میں عامر بن اکوع کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا: "اترو،اے ابن اکوع! اور ہمیں اپنی کچھ شاعریاں سنادو"۔

اور اس بات میں غور کرنے کی ضرورت ہے؛ کیونکہ کچھ دیر بعد بیان آئے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس راہگیر سے پوچھا، اور اگر یہ حکم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہوتا، تو وہ اسے پوچھنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

([4])صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت(۱۸۰۲)(۱۲۴) میں ہے کہ سلمہ نے کہا :میرا بھائی عامر ۔

امام نووی مسلم کی شرح (۱۵۳/۱۲)میں کہتے ہیں شاید وہ ان کا رضائی بھائی اور نسب کے اعتبار سے چچا رہا ہو۔

([5])حافظ ابن حجر فتح الباری(۲۴۱/۸) میں کہتے ہیں یہ ان کی عادت تھی کہ جب وہ اونٹ کو چلنے میں چست کرنا چاہتے تھے تو کچھ لوگ وہ نیچے اتر کر اسے ہانکتے اور اس حالت میں وہ شعر گنگنایا کرتے تھے۔

اللهم لولا أنت ما اهتدينا ولا تصدقنا ولا صلينا

فاغفر فداء[1] لك ما اتقينا وثبت الأقدام ان لاقينا

والفين سكينة علينا انا اذا صيح بنا أبينا[2]

وبالصياحة عولوا علينا[3]

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سائق کون ہے؟[4]

لوگوں نے کہا: عامر بن اکوع ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ان پر رحم فرمائے۔

تو ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ واجب ہوگئی! آپ ہمارے لئے ان کے ذریعہ فائدہ پہونچائیں[1]۔

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری(۸/۲۴۰) میں کہتے ہیں :"فدا" فا کے زیر کے ساتھ ہے اور اس کلام سے یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالی کے حق میں نہیں کہا جاتا کیونکہ فدا کا معنی ہے ہم اپنے جان کو تجھ پر قربان کرتے ہیں اور فدا کے متعلق کو شہرت کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے اور فدا کا تصور اس کے لیے ہوتا ہے جس پر فنا جائز ہوتا ہے اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ صرف ایک کلمہ ہے جس سے اس کا ظاہر مراد نہیں ہوتا ہے بلکہ مراد اس کے ذریعے سے تعظیم اور محبت ہوتی ہے لفظ کے ظاہر سے قطع نظر اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس شہر کے مخاطب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جس کا معنی یہ ہے کہ اے اللہ کے نبی اپ اپنے حق اور اپ کی مدد کے سلسلے میں ہماری کوتاہیوں کا مواخذہ نہ کیجئے گا لیکن اس کے بعد والا قول اس معنی کو بالکل خراب کر دیتا ہے کیونکہ کہا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالی سے دعا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ معنی یہ ہو کہ اپ اپنے رب سے سوال کیجئے کہ وہ سکون نازل کرے اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھے، واللہ اعلم۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری (۸/۲۴۰)میں کہتے ہیں :یعنی جب ہمیں بلایا گیا تو ہم قتال کے لیے یا حق کی طرف ائے ۔

([3])حافظ ابن حجر فتح الباری(۸/۲۴۰) میں کہتے ہیں: یعنی انہوں نے بلند اواز سے ہمیں پکارا اور ہمارے اوپر انہوں نے مدد طلب کی۔

([4])مسند احمد کی ایک روایت میں حدیث نمبر(۱۶۵۱۱) پر ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شعر گنگنانے والا کون ہے۔

اور ابن سعد کی طبقات میں موجود ایک روایت میں ایاس بن سلمہ کے حوالے سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تمہاری مغفرت فرمائے، وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی خاص انسان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے تھے وہ شہید کر دیا جاتا تھا، تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر آواز لگائی، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ عامر کے ذریعے ہمیں فائدہ کیوں نہیں پہونچاتے[2]۔

اور عامر رضی اللہ عنہ اس غزوہ میں شہید کر دیئے گئے جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔

مسلمانوں کا خیبر پہونچنا اور ان کا اس پر حملہ کرنا

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت ہی خیبر کے قریب پہنچ گئے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے اس سے قریب ہی رات گزاری اور جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی قوم پر رات کے وقت آتے تو صبح ہونے تک ان پر دھاوا نہیں بولتے، چنانچہ جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندھیرا باقی رہتے ہی فجر کی نماز پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سوار ہوئے اور خیبر پہنچ گئے[3]۔

جب رسولُ اللہ ﷺ خیبر کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: "رُک جاؤ۔" پھر آپ ﷺ نے یہ دعا پڑھی: "اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ وَمَا أَظَلَّتْ، وَرَبَّ الأَرْضِينَ وَمَا أَقَلَّتْ، وَرَبَّ الشَّيَاطِينِ وَمَا أَضْلَلْنَ، وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا أَذْرَيْنَ، فَإِنَّا نَسْأَلُكَ

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر میں حدیث نمبر(۴۱۹۶) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد و ا سیر میں باب غزوۃ خیبر میں حدیث نمبر(۱۸۰۲)(۱۲۳) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۶۵۱۱) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام ابن سعد نے اپنے طبقات(۳۰۵/۲) میں کی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب غ زوۃ خیبر میں حدیث نمبر(۴۱۹۷) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۱۱۹۹۲)(۱۲۰۸۶)پر کی ہے۔

خَيْرَ هَذِهِ القَرْيَةِ، وَخَيْرَ أَهْلِهَا، وَخَيْرَ مَا فِيهَا، وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا، وَشَرِّ أَهْلِهَا، وَشَرِّ مَا فِيهَا، أَقْدِمُوا بِسْمِ اللهِ"۔ ترجمہ: "اے اللہ! آسمانوں اور ان میں موجود ہر چیز کے رب، اور زمینوں اور ان میں موجود ہر چیز کے رب، اور شیطانوں اور جن چیزوں کو وہ گمراہ کرتے ہیں ان کے رب، اور ہواؤں اور جو کچھ وہ اُڑاتی ہیں اُن کے رب! ہم تجھ سے اس بستی کی بھلائی، اس کے رہنے والوں کی بھلائی، اور جو کچھ اس میں ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں، اور اس بستی کے شر، اس کے رہنے والوں کے شر، اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ کے نام سے آگے بڑھو۔" اور رسول اللہ ﷺ یہ دعا ہر اُس بستی میں داخل ہونے سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔[1]

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر ہم ان کے پاس اس وقت گئے جب سورج طلوع ہو چکا تھا اور خیبر کے یہودی اپنے کدال اور برتنوں کو لے کر اپنے کھیتوں کی جانب نکل چکے تھے اور انہوں نے اپنے جانوروں کو نکال دیا تھا انہیں ہماری آمد کا کوئی احساس تک نہ تھا پھر جب انہوں نے مسلمانوں کے لشکر کو دیکھا تو ڈر گئے اور کہا: اللہ کی قسم یہ محمد ہیں یہ محمد اور ان کے پانچ حصوں[2] میں تقسیم کئے گئے لشکر کے لوگ ہیں، پھر وہ لوگ بھاگ کر اپنے قلعوں کی جانب واپس ہو گئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اللہ اکبر! اللہ سب سے بڑا ہے! خیبر برباد ہو گیا! جب ہم کسی

([1])اس دعا کی تخریج ابن اسحاق نے سیرت(۳۸۵/۳) میں ضعیف سند کے ساتھ کی ہے لیکن اس کی گواہی اس روایت سے ہوتی ہے جسے ابن حبان نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر(۲۷۰۹) اور حاکم نے مستدرک میں حدیث نمبر (۱۶۷۶)پر حسن سند کے ساتھ صہیب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بھی بستی دیکھتے تھے اور اس میں داخل ہونا چاہتے تھے تو اس کو دیکھتے وقت یہ پڑھتے تھے وہی دعا اخر تک۔

([2])خ میں :یعنی لشکر اس کا نام اسے اس لیے دیا گیا ہے کیونکہ اسے پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے مقدمہ ساقہ میمنہ میسرہ قلب اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے اندر حاصل ہونے والے غنیمتوں کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، دیکھیے :النہایہ(۷۵/۲)۔

قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح بہت بری ہوتی ہے جنہیں (پہلے ہی) ڈرایا گیا تھا))۔[1]

خیبر کا جغرافیہ:

اس عظیم غزوہ کی تفصیلات بیان کرنے سے پہلے ہم اس کے جغرافیائی حالات پر گفتگو کرتے ہیں:

خیبر دو حصوں میں منقسم ہے۔پہلا حصہ پانچ قلعوں پر مشتمل ہے:

قلعہ ناعم، قلعہ صعب بن معاذ، قلعہ زبیر ، قلعہ اُبیّ، قلعہ نِزار۔

ان میں سے پہلے تین قلعے ایک علاقے میں واقع ہیں جسے نَطاۃ کہا جاتا ہے، جبکہ باقی دو قلعے ایک علاقے میں ہیں جسے شِقّ کہا جاتا ہے۔

دوسرا حصہ الکُتَیبَۃ کے نام سے مشہور ہے،اور اس میں تین قلعے ہیں:

قلعہ قَموص، قلعہ وطیح ، قلعہ سُلالم۔

ان آٹھ قلعوں کے علاوہ بھی کچھ چھوٹے قلعے تھے، لیکن وہ مضبوطی اور حفاظت کے لحاظ سے ان بڑے قلعوں کے ہم پلہ نہیں تھے۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر میں حدیث نمبر(۴۱۹۷) اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد والسیر میں باب غزوۃ خیبر میں حدیث نمبر(۱۳۶۵)(۱۲۰) پر اور امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر (۱۱۹۹۲)(۱۲۰۸۶)(۱۲۶۷۱)پر کی ہے۔

معرکہ کا آغاز اور قلعہ ناعم کی فتح:

مسلمانوں نے سب سے پہلے جس قلعے پر حملہ کیا، وہ قلعہ ناعم تھا۔ یہاں سے مرحب یہودی مقابلے کے لیے نکلا اور مبارزت کا مطالبہ کرنے لگا۔ حضرت سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں: جب ہم خیبر پہنچے تو ان کا بادشاہ مرحب تلوار لہراتا ہوا نکلا اور کہنے لگا:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي مَرْحَبُ شَاكِي السِّلَاحِ (!) بَطَلٌ مُجَرَّبُ

إِذَا الحُرُوبُ أَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

چنانچہ میرے چچا عامرؓ اس کے مقابلے کے لیے آگے بڑھے اور انہوں نے رجز پڑھا:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي عَامِرُ شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُغَامِرُ

(یعنی: خیبر خوب جانتی ہے کہ میں عامر ہوں، تیز ہتھیار والا، بہادر اور دلیر مجاہد ہوں۔)

پھر دونوں نے ایک دوسرے پر دو ضربیں لگائیں۔ مرحب کی تلوار عامرؓ کی ڈھال میں جا لگی، اور عامرؓ نیچے جھک کر اس پر وار کرنے لگے۔ ان کی تلوار کچھ چھوٹی تھی، انہوں نے مرحب کی پنڈلی پر وار کرنا چاہا، مگر تلوار کا کنارہ پلٹ کر خود ان ہی کی گھٹنے کی رگ پر لگ گیا، جس سے وہ زخمی ہو کر شہید ہو گئے۔

حضرت سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے چند صحابہ نے کہا: ''عامر کا عمل ضائع ہو گیا، انہوں نے خود کو قتل کر لیا۔'' میں روتا ہوا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: "یا رسول اللہ! کیا عامرؓ کا عمل ضائع ہو گیا"؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ کس نے کہا؟"

میں نے عرض کیا: ''آپ کے چند صحابہ نے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے یہ کہا وہ جھوٹا ہے، بے شک عامر کے لیے دو اجر ہیں" ـــــ آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیاں ملا کر فرمایا ـــــ "بے شک وہ حقیقی مجاہد تھا"۔ [1]

محمود بن مسلمہ اور اللہ عنہ کا مرحب کے ہاتھوں قتل:

اور مسلمانوں کو ان قلعوں کو فتح کرنے کے وقت سخت مقابلے اور بڑی پریشانی کا سامنا ہوا، انہیں میں سے ناعم کا یہ قلعہ بھی تھا جو کہ پہلا قلعہ تھا، اور اسی کے فتح کے وقت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا جو کہ اس قلعہ کے نیچے ہی تھے، اور ان پر مرحب نامی یہودی نے قلعہ کے اوپر سے ایک اناج پیسنے والی چکی کا پاٹ پھینک کر انہیں اس کے ذریعے قتل کر دیا[2]۔

اور حصنِ ناعم ـــــ جو خیبر کے قلعوں میں سب سے پہلا قلعہ تھا ـــــ مسلمانوں کے سامنے مضبوطی سے ڈٹا رہا۔ نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جھنڈا عطا فرمایا، انہوں نے اسے لے کر پیش قدمی کی اور زبردست جنگ لڑی، مگر قلعہ فتح نہ ہو سکا اور وہ واپس آ گئے۔ پھر دوسرے دن رسول اللہ ﷺ نے جھنڈا حضرت عمر بن خطابؓ کو دیا، انہوں نے بھی سخت جنگ کی، مگر وہ بھی قلعہ فتح نہ کر سکے اور واپس آ گئے۔ یوں مسلمان نو دن تک مسلسل کوشش کرتے رہے کہ حصنِ ناعم کو فتح کر لیں، لیکن وہ اس دوران اسے فتح کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ [3]

([1])اس قصے کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر میں حدیث نمبر(۴۱۹۶) اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد وا سیر باب غزوۃ ذي قرد میں حدیث نمبر(۱۸۰۷) پر اور اسے امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۶۵۳۸) پر تخریج کیا ہے۔

([2])دیکھیے: سیرت ابن ہشام (۳/۳۶۰)۔

([3])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۲۲۹۹۳) اور حاکم نے مستدرک کتاب المغازي والسراي باب ذکر غزوۃ خیبر میں حدیث نمبر(۴۳۹۶) پر کی ہے اور اس کی سند مضبوط ہے۔

علی بن ابی طالب ؓ کا جھنڈا حاصل کرنا:

دسویں دن کی رات، رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: "میں کل جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا[1] جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں، وہ اس وقت تک واپس نہیں آئے گا جب تک اللہ اس کے ہاتھوں فتح نہ دے دے۔" حضرت عمر بن خطاب ؓ فرماتے ہیں: "میں نے کبھی امارت (قائد بننے) کی خواہش نہیں کی، مگر اس دن دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی، میں جھنڈا حاصل کرنے کی اُمید میں خود کو نمایاں کر رہا تھا کہ شاید مجھے بلایا جائے"۔[2]

اور حضرت بُرَیدہ بن حُصَیب ؓ نے کہا: "میں بھی اُن میں شامل تھا جو اس جھنڈے کے لیے خواہش مند ہو کر آگے بڑھے[3]۔"

پھر وہ رات صحابہ ؓ اسی گفتگو میں گزارنے لگے کہ کل جھنڈا کس کو دیا جائے گا؟ صبح جب لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، سب کے سب اُمید رکھتے تھے کہ اُنہیں یہ شرف نصیب ہو، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟"

کہا گیا: "یا رسول اللہ! وہ (علی ؓ) اپنی آنکھوں میں تکلیف محسوس کر رہے ہیں۔" تو آپ ﷺ نے اسے بھیج دیا۔ محمد بن مسلّم ؓ نے انہیں لایا، اک کی آنکھوں میں رمد (آنکھ کا عارضہ) تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں تھوک کیا اور ان کے لیے دعا کی، تو وہ ٹھیک ہو گئے

([1]) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (۲۳۱/۶) میں فرمایا ہے: اس عبارت سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ جھنڈا (یعنی علَم) کسی خاص شخص کے ساتھ مخصوص نہ تھا، بلکہ نبی کریم ﷺ ہر غزوہ میں جسے چاہتے، اُسے عطا فرماتے تھے۔

([2]) امام احمد کی مسند میں ایک دوسری روایت میں، صحیح سند کے ساتھ (جو امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے، حدیث نمبر ۸۹۹۰)، عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں": میں جھنڈے (یعنی علَم) کی طرف اُٹھ کر دیکھنے لگا اور دل میں آرزو کی کہ شاید رسول اللہ ﷺ وہ مجھے عطا فرما دیں۔"

([3]) اسے امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے (حدیث نمبر ۲۲۹۹۳)، اور اس کی سند قوی (یعنی مضبوط) ہے۔

یہاں تک کہ گویا انہیں کبھی تکلیف ہی نہ تھی[1]۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں جھنڈا سونپا۔ علیؓ نے عرض کیا: "یارسول اللہ! کیا میں ان سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ ہماری طرح ہو جائیں؟"[2]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اپنی سواریوں کے ساتھ آگے بڑھو جب تک تم ان کے میدان (اُن کی ساحۃ) تک نہ اُتر آؤ، پھر انہیں اسلام کی طرف دعوت دو اور انہیں بتادو کہ اللہ کے اس معاملے میں ان پر کیا واجب ہے۔ قسم ہے اللہ کی! اس بات سے کہ اللہ تمہارے ذریعے ایک آدمی کو ہدایت دے، وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے کہیں بہتر ہے"۔[3]

مرحب کا قتل حضرت علیؓ کے ہاتھوں:

مرحب ایک بار پھر مقابلے کے لیے نکلا، جب اس نے عامر بن اکوعؓ کو قتل کر دیا تھا۔ وہ رجز کے طور پر اشعار پڑھتا ہوا کہنے لگا:

([1])امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں ایک حسن سند کے ساتھ (حدیث نمبر ۵۷۹) روایت کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب سے نبی کریم ﷺ نے میری آنکھوں میں لعابِ دہن ڈالا ہے، اُس وقت سے میری آنکھوں میں کبھی درد نہیں ہوا۔"

([2])حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (۲۵۶/۸) میں فرمایا ہے: یعنی (مرادیہ ہے) یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئیں۔ اور امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں (حدیث نمبر ۲۴۰۵) روایت کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں لوگوں سے کس بات پر قتال کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ان سے اس وقت تک قتال کرو جب تک وہ گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ پس جب وہ یہ کر لیں تو وہ تم سے اپنے خون اور اپنے مال کو محفوظ کر لیں گے، سوائے حقِ اسلام کے، اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔"

([3])امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم (۱۴۵/۱۵) میں فرمایا ہے: یہ "حُمرُ النَّعم" یعنی سرخ اونٹ ہیں، اور یہ عربوں کے نزدیک سب سے قیمتی مال شمار ہوتے تھے۔ وہ کسی چیز کی انتہائی قیمتی اور نفیس ہونے کی مثال دینے کے لیے ان ہی کا ذکر کیا کرتے تھے، کیونکہ ان سے بڑھ کر کوئی قیمتی چیز ان کے نزدیک نہ تھی۔ اور نبی کریم ﷺ نے جب خیبر کے دن علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا، تو اس واقعے کو درجِ ذیل محدثین نے روایت کیا ہے: ➤ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں، کتاب الجہاد والسیر میں، باب: "ما قیل في لواء النبي ﷺ"، حدیث نمبر ۲۹۷۵، اور کتاب المغازي میں، باب: "غزوۃ خیبر"، احادیث نمبر ۴۲۰۹ اور ۴۲۱۰۔ ➤ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں، کتاب فضائل الصحابۃ میں، باب: "من فضائل علي بن أبي طالب رضي اللہ عنہ"، احادیث نمبر ۲۴۰۵، ۲۴۰۶، ۲۴۰۷۔ ➤ اور امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں، احادیث نمبر ۱۶۵۳۸، ۲۲۹۹۳، اور ۲۳۰۳۱ میں۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي مَرْحَبُ شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ إِذَا الحُرُوبُ أَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

ترجمہ: خیبر خوب جانتی ہے کہ میں مرحب ہوں، ہتھیاروں والا، آزمودہ جنگجو، جب جنگیں بھڑکتی ہیں تو میں آگے بڑھتا ہوں۔

تو حضرت علی بن ابی طالبؓ اس کے مقابلے کے لیے نکلے اور اشعار پڑھنے لگے:

أَنَا الَّذِي سَمَّتْنِي أُمِّي حَيْدَرَهْ كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيهِ المَنْظَرَهْ أُوفِيهِمُ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَهْ

ترجمہ: میں وہ ہوں جسے میری ماں نے حیدر (یعنی شیر) نام دیا، جنگل کے شیر کی مانند، جس کا منظر ہیبت ناک، میں ان کو پورا بدلہ دیتا ہوں، پورے پیمانے کے ساتھ۔

پھر حضرت علیؓ نے مرحب پر وار کیا، اس کا سر چیر دیا اور اسے قتل کر دیا، یوں خیبر کی فتح حضرت علی بن ابی طالبؓ کے ہاتھوں مکمل ہوئی[1]۔

ایک روایت جو محل نظر ہے:

میں نے کہا: امام احمد کے مسند[2] اور ابن اسحاق[3] کی سیرت میں حسن سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ محمد بن مسلمہؓ نے مرحب کو قتل کیا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت علیؓ بن ابی طالبؓ ہی تھے جنہوں نے مرحب کو قتل کیا، اور اسی رائے پر امام النوویؒ[4]، ابن الاثیر[5]، اور ابن عبدالبر[1] بھی ہیں۔

([1])علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں یہودی مرحب کے قتل کا واقعہ درج ذیل محدثین نے روایت کیا ہے: ➤ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں، کتاب الجہاد والسیر، باب: ''غزوہ ذی قرد'' میں، حدیث نمبر ۱۸۰۷ کے تحت۔ ➤ امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں، حدیث نمبر ۱۶۵۳۸ میں۔ ➤ ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں، کتاب: اخبارہ ﷺ عن مناقب الصحابۃ، باب: ''ذکر إثبات محبۃ اللہ جل وعلا ورسولہ ﷺ لعلي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ'' میں، حدیث نمبر ۶۹۳۵ کے تحت۔

([2])حدیث نمبر ۱۵۱۳۴۔

([3])ملاحظہ فرمائیں: **سيرة ابن هشام** (۳۶۳/۳)۔

([4])ملاحظہ فرمائیں: **صحيح مسلم بشرح النووي** (۱۵۵/۱۲)۔

([5])ملاحظہ فرمائیں: **الكامل في التاريخ** (۹۸/۲)۔

الحاکم نے المستدرک میں فرمایا: ''اخبار متعدد اور متواتر ہیں کہ مرحب کو قتل کرنے والے امیر المؤمنین حضرت علیؓ بن ابی طالب ہیں[2]۔''

اور امام الصالحي نے فرمایا: ''جو بات صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت علیؓ نے مرحب یہودی کو قتل کیا، وہ امام احمد کے مسند اور ابن اسحاق کی سیرت کی روایت سے مقدم اور صحیح تر ہے، درج ذیل دو وجوہات کی بناء پر:

پہلا سبب: یہ روایت اسناد کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہے۔

دوسرا سبب: حضرت جابرؓ نے خیبر کا مشاہدہ نہیں کیا جیسا کہ ابن اسحاق، الواقدی اور دیگر نے ذکر کیا ہے، جبکہ حضرت سَلَمہ، بُریدہ، اور ابو رافعؓ رضی اللہ عنہم نے خیبر میں شرکت کیا تھا، اور وہ زیادہ باخبر ہیں اُن لوگوں کے مقابلے میں جنہوں نے وہاں شرکت نہیں کی[3]۔

کمزور اور ناقص روایت:

امام احمد نے اپنے مسند میں ایک روایت نقل کی ہے، جو بہت کمزور سلسلے کے ساتھ ہے اور ضعیف راویوں پر مشتمل ہے، جس میں حضرت علیؓ سے منسوب ہے کہ انہوں نے کہا: "جب میں نے مرحب کو قتل کیا تو میں اس کا سر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آیا"۔[4]

([1])ملاحظہ فرمائیں :**الدرر في مختصر السير** از ابن عبد البر۔

([2])نیز امام حاکم کا کلام دیکھیں جو انہوں نے المستدرک میں، کتاب معرفۃ الصحابہ، باب: ''ذکر قتل مرحب بید علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ'' کے تحت، حدیث نمبر ۵۸۹۹ میں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مرحب کے قتل کا ذکر کرنے کے بعد نقل کیا ہے۔

([3])ملاحظہ فرمائیں: سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد (۱۲۸/۵)، از محمد بن یوسف الصالحي۔

([4])اسے امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے، حدیث نمبر ۸۸۸۔

مرحب کے بھائی یاسر کا حضرت زبیر بن العوامؓ کے ہاتھوں قتل:

اس کے بعد مرحب کا بھائی یاسر نکلا—یہ سب کچھ حصن ناعم، پہلا قلعہ میں ہوا—اور وہ کہنے لگا: "کون مقابلہ کرے گا؟" اس پر حضرت زبیر بن العوامؓ سامنے آئے۔ یاسر کی والدہ صفیہ بنت عبد المطلبؓ، عمۂ رسول اللہ ﷺ نے کہا: "کیا میرا بیٹا مارا جائے گا یا رسول اللہ؟"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نہیں، بیٹا تمہارا، اگر اللہ چاہے، اسے مارے گا۔" چنانچہ حضرت زبیرؓ نے یاسر کو قتل کیا[1]۔

ایک بہادر شخص جو جہنم کا اہل تھا:

اس کے بعد ایک شخص مسلمانوں میں سے نکلا اور شدید جنگ کی۔ صحابہؓ اس کی شجاعت سے متاثر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ شخص جہنم کے اہل ہے۔" یہ واقعہ صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ہم خیبر[2] کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے۔ ایک شخص جو اسلام کا دعویٰ کرتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ شخص جہنم کے اہل ہے۔" جب لڑائی شروع ہوئی تو وہ شخص سخت لڑا، حتیٰ کہ اسے بہت زخم آئے اور اس کی حالت اتنی خراب ہوئی کہ لوگ شک کرنے لگے۔ اس نے آخر کار زخم کی تکلیف برداشت نہ کی، ہاتھ سے اپنے کمان کے قریب جا کر ایک تیر نکالا اور اس کے ذریعے اپنی جان لے لی۔ مسلمانوں نے یہ بات رسول

([1]) ملاحظہ فرمائیں: سیرۃ ابن ہشام (۳/۳۶۴)۔

([2]) **صحیح مسلم** میں یہ لفظ "**حنین**" کے ساتھ منقول ہے۔ اور **قاضی عیاض** رحمہ اللہ نے **شرح صحیح مسلم** (۲/۱۰۴) میں فرمایا: اسی طرح یہ لفظ تمام اصول نسخوں میں آیا ہے، لیکن صحیح (درست) لفظ "**خیبر**" ہے۔

اللہ ﷺ کو بتائی، فرمایا: "اے بلال! اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مومن داخل ہوتا ہے، اور اللہ اس دین کی تائید فاسق شخص کے ذریعے بھی کر دیتا ہے"[1]۔

جنگ کی شدت اور حصنِ ناعِم کی فتح:

مسلمانوں کو حصن ناعِم کے گرد شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ امام البخاریؒ نے صحیح بخاری میں یزید بن ابی عبید سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: "میں نے سلَمہؓ کی ٹانگ پر ایک زخم دیکھا، میں نے کہا: اے ابو مسلم! یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: یہ ضرب تھی جو خیبر کے دن لگی۔" صحابہؓ نے کہا کہ سلَمہؓ زخمی ہو گیا، پھر اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا، آپ ﷺ نے تین بار اس پر نفث کیا، اور وہ زخم اس کے بعد اب تک نہیں محسوس ہوا[2]۔

مزاحمت اس وقت اور شدید ہو گئی، مگر یہودیوں کی ہمت ٹوٹ گئی، خاص طور پر مرحب اور اس کے بھائیوں کے قتل کے بعد۔ وہ مایوس ہو کر حصن الصعب کی طرف فرار ہوئے، اور مسلمان حصن ناعِم میں داخل ہو کر اسے فتح کر لیا[3]۔

حصن الصعب بن معاذ کی فتح:

حصن الصعب حصن ناعِم کے بعد دوسرا مضبوط قلعہ تھا، اور یہ بہت مضبوط اور محفوظ تھا۔ جو یہودی حصن ناعِم سے فرار ہوئے تھے، وہ یہاں پناہ لے گئے۔ مسلمانوں نے اس پر محاصرہ شروع

([1]) اسے درج ذیل محدثین نے روایت کیا ہے: ➤ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں، کتاب المغازی، باب: "غزوۃ خیبر"، حدیث نمبر ۴۲۰۴۔ ➤ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں، کتاب الإیمان، باب: "غلظ تحریم قتل الإنسان نفسہ"، حدیث نمبر ۱۱۱۔ ➤ امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں، حدیث نمبر ۸۰۹۰۔

([2]) اسے روایت کیا ہے: ➤ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں، کتاب المغازي، باب: "غزوۃ خیبر"، حدیث نمبر ۴۲۰۶۔ ➤ امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں، حدیث نمبر ۱۶۵۱۴۔

([3]) ملاحظہ فرمائیں: سیرۃ ابن ہشام (۳/۳۶۴)۔

کیا،اور رسول اللہ ﷺ نے لواء (جھنڈا) الحباب بن المنذر رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ مسلمانوں نے حصن الصعب پر تین دن تک قیام کیا۔

گھریلو خچروں کا حرام ہونا:

مسلمانوں پر شدید قحط پڑا، تو انہوں نے انسان کے کھچروں میں سے کچھ ذبح کیے، آگ جلائی، اور ان کے گوشت کو برتنوں میں پکایا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس کا علم ہوا، تو آپ ﷺ نے اسے ان پر حرام قرار دیا، اور انہیں حکم دیا کہ برتنوں کو ڈھانک دو اور ان کا گوشت نہ کھاؤ۔ نیز آپ ﷺ نے ان پر بیلوں کے ملاوٹ شدہ جانور (بِغَال) کا گوشت، ہر وہ شکار جس کے پاس دانت ہوں، ہر وہ پرندہ جس کے پنجے ہوں، نیز مجثمۃ[1]، خلسۃ[2] اور نُہبۃ[3] کو بھی حرام فرمایا، اور انہیں مُتْعَۃ[4] سے بھی منع فرمایا۔

شیخین نے صحیحین میں عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: "ہمارے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کے دن شدید قحط پڑا، اور ہم نے شہر سے باہر کچھ کھچرے پکڑے۔ ہم نے انہیں ذبح کیا اور ہمارے برتن اب اُبلنے لگے، تب رسول اللہ ﷺ کے مُنادی نے اعلان کیا: 'برتنوں کو ڈھانک دو، اور کھچروں کے گوشت میں سے کچھ نہ کھاؤ۔'"[5]

([1]) المجثمۃ: بمعنی میم پر ضم اور ثاء کی تشدید کے ساتھ، یہ ہر ایسا حیوان ہے جسے قتل کے لیے نصب کیا جائے اور مارا جائے۔ ملاحظہ فرمائیں: النھایۃ (۲۳۲/۱)۔

([2]) الخلسۃ: بمعنی خاء پر ضم، یہ وہ جانور ہے جو شکار سے الگ کر کے مر جائے قبل اس کے کہ اسے ذبح کیا جائے۔ عربی میں کہا جاتا ہے: "خلست الشيء" یا "اختلسته" یعنی اسے چھین لیا یا سلب کر لیا۔ ملاحظہ فرمائیں: النھایۃ (۵۸/۲)۔

([3]) الحافظ ابن حجر نے فتح الباری (۷۶/۱۱) میں فرمایا: النُّھْبۃ: بمعنی نون پر ضم اور ہاء پر سکون، یعنی مسلمان کا مال زور زبردستی اور آشکارا لینا۔ اس میں غنیمت کا مال بغیر تقسیم کیے، بے ضابطگی سے چھیننا بھی شامل ہے۔

([4]) یعنی زواج المتعۃ۔

([5]) روایتیں: ➤ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں، کتاب المغازي، باب: "غزوۃ خیبر"، حدیث نمبر ۴۲۲۰۔ ➤ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں، کتاب الصید والذبائح، باب: "تحریم أکل الحمر الأنسیۃ"، حدیث نمبر ۱۹۳۷ (۲۶)۔

شیخین نے صحیحین میں البَراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: "رسول اللہ ﷺ نے ہمیں غزوہ خیبر میں حکم دیا کہ ہم گھریلو کھچروں کو کچا اور پکا دونوں حالت میں پھینک دیں، اور بعد میں ان کے کھانے کا ہمیں کوئی حکم نہ دیا۔"[1]

اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: "جب خیبر کا دن آیا تو ایک شخص آیا اور کہا: 'یارسول اللہ ﷺ! کھچروں کا گوشت کھالیا گیا۔' پھر دوسرا آیا اور کہا: 'یارسول اللہ ﷺ! کھچروں کا گوشت بالکل ختم ہو گیا۔' تو رسول اللہ ﷺ نے ابا طلحہ[2] کو حکم دیا اور اعلان کرایا: 'اللہ اور اس کے رسول ﷺ تمہیں کھچروں[3] کے گوشت سے منع کرتے ہیں، کیونکہ یہ نجس یا رِجس ہے۔' پھر برتنوں کو اس میں موجود گوشت سمیت ڈھانک دیا گیا[4]۔"

امام اُحمد نے اپنے مسند میں، اور الترمذی نے اپنے جامع میں حسن سند کے ساتھ جابِر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: "جب خیبر کا دن آیا، تو لوگوں پر قحط پڑا،

([1]) اسے روایت کیا ہے: ➤ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں، کتاب المغازي، باب: "غزوة خيبر"، حدیث نمبر ۴۲۲۶۔ ➤ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں، کتاب الصید والذبائح، باب: "تحريم أكل لحم الحمر الأنسية"، حدیث نمبر ۱۹۳۸ (۳۱)۔

([2]) امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں حدیث نمبر ۱۷۷۴۱ روایت کی، اور النسائي نے السنن الکبری، کتاب الصید، باب: "تحريم أكل لحوم الحمر الأهلية"، حدیث نمبر ۴۸۳۴ میں منقول ہے کہ المنادی عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "پس عبدالرحمن بن عوف نے حکم دیا اور لوگوں میں اذان دی: 'یقیناً انسانی ہمر کے گوشت جائز نہیں ان لوگوں کے لیے جو گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔'" حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۸۹/۱۱) میں فرمایا: ممکن ہے کہ عبدالرحمن نے پہلے عمومی طور پر منع کیا، پھر ابو طلحہ نے اس میں اضافہ کیا اور کہا: "یہ نجس ہے"، جس پر تمام برتن گوشت سے خالی کر دیے گئے۔

([3]) امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم (۷۸/۱۳) میں فرمایا: صحیح بات یہ ہے کہ انسانی ہمر کے گوشت حرام ہیں، اور اس پر عموم علماء کا اجماع ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایۃ والنھایۃ (۵۸۱/۴) میں فرمایا: امام بخاری نے اس باب پر بہت توجہ دی، اور انسانی ہمر کے گوشت پر منع روایت کی، اور اس کے حرام ہونے پر اجماع علماء، سلف و خلف، ہے، اور یہ مذہب ائمہ اربعہ کا ہے۔

([4]) اس کی تخریج امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں، کتاب الصید والذبائح، باب: "تحريم أكل لحم الحمر الإنسية"، حدیث نمبر ۱۹۴۰ (۳۵) میں روایت کیا ہے۔

اور انہوں نے انسانی کھچروں کو پکڑا، انہیں ذبح کیا اور برتن بھر لیے۔ جب یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی، جابر نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ برتنوں کو ڈھانک دو۔ پھر فرمایا: 'اللہ تمہیں ایسی روزی عطا کرے گا جو اس سے زیادہ حلال اور زیادہ طیب ہو گی۔' ہم نے اس دن برتنوں کو ڈھانک دیا جبکہ وہ اُبل رہے تھے۔ اس دن رسول اللہ ﷺ نے انسانی کھچروں، بیلوں کے ملاوٹ شدہ جانور، ہر شکار جس کے پاس دانت ہو، ہر پرندہ جس کے پنجے ہوں، مجثّمہ، خلسہ اور نُہبہ کو حرام قرار دیا"۔ [1]

شیخین نے صحیحین میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: "رسول اللہ ﷺ نے خیبر [2] کے دن عورتوں کی متعہ سے منع فرمایا، نیز انسانی کھچروں کے گوشت کے کھانے سے بھی منع فرمایا۔"

([1])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کی، حدیث نمبر ۱۴۴۶۳۔ اور الترمذی نے اپنی جامع الترغیب والترہیب میں روایت کی، کتاب الأطعمۃ، باب: "مصبورۃ کے گوشت کے کھانے کی ناپسندیدگی"، حدیث نمبر ۱۴۷۴۔ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی، کتاب الأطعمۃ، باب: "گدھوں کے گوشت کے کھانے سے منع کرنے کا ذکر"، حدیث نمبر ۵۲۷۲۔

([2])الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایۃ والنھایۃ (۵۸۲/۴) میں فرمایا: اس حدیث کی بنیاد پر نکاح المتعۃ کے حرام ہونے کو صرف یوم خیبر تک محدود کرنا لازم آتا ہے، اور یہ مسئلہ دو وجوہ سے مشکل ہے: ۱. یوم خیبر میں ایسے کوئی عورتیں موجود نہیں تھیں جن کے ساتھ متعۃ کی جاتی، کیونکہ ان کے لیے السبایا کے ذریعے نکاح المتعۃ کی ضرورت ختم ہو چکی تھی۔ ۲. صحیح مسلم (حدیث نمبر ۱۴۰۶) (۲۱) میں الربیع بن سبرۃ عن معبد عن أبیہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے وقت متعۃ کی اجازت دی، پھر مکہ سے باہر نکلنے کے بعد اس پر پابندی لگائی اور فرمایا: "اللہ نے اسے قیامت تک حرام قرار دیا"۔ اس لحاظ سے ایسا ہوتا کہ پہلے اجازت دی، پھر منع کیا، پھر دوبارہ حرام کیا جاتا، یعنی نسخ دو مرتبہ لازم آتا، جو مشکل اور بعید ہے۔ ابن القیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد (۱۰۱/۵، ۳۰۵/۳) میں کہا: صحیح یہ ہے کہ نکاح المتعۃ کا منع صرف عام الفتح کے سال کا تھا، اور یوم خیبر کا منع صرف الحمر الأھلیۃ کے لیے تھا۔ اور علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: "رسول اللہ ﷺ نے یوم خیبر میں عورتوں کے متعۃ کے لیے منع فرمایا، اور ساتھ ہی الحمر الأھلیۃ کے لیے بھی منع کیا"، اور اس پر دونوں مسائل کو دلیل بنایا گیا۔ اس لیے بعض راویوں نے یہ سمجھا کہ نکاح المتعۃ کی پابندی کو یوم خیبر تک محدود کرنا دونوں معاملوں کے لحاظ سے ہے، اس لیے اس کو معنی کے لحاظ سے روایت کیا، اور بعض نے کسی ایک معاملے کو خاص کر کے اسے یوم خیبر تک محدود کیا۔ خیبر کی غزوہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہودی عورتوں سے متعۃ نہیں کی، نہ ہی اس کے لیے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی گئی، اور نہ ہی کسی نے اس غزوہ میں متعۃ کا ذکر کیا، نہ عمل کے طور پر، نہ تحریم کے طور پر۔ یہ فتح مکہ کی غزوات سے مختلف ہے، جہاں متعۃ کا ذکر اور اس کا حرام ہونا مشہور ہے۔

اور ایک روایت میں: گھریلو خچروں کا ذکر آیا ہے[1]۔

حافظ نے کتاب الفتح میں فرمایا: "ان احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ لشکر کے امیر پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنی رعایا (سپاہیوں اور ماتحتوں) کی حالت کا جائزہ لے، اور جو شخص کوئی کام کرے جو شریعت میں جائز نہ ہو، اسے روک دے۔ یہ روکنا یا تو خود اس سے بات کر کے ہو، یا کسی اور کے ذریعے، جیسے کہ ایک منادی کو حکم دے کر اعلان کروادے، تاکہ جو کوئی اسے دیکھے وہ یہ نہ سمجھے کہ وہ کام جائز ہے اور دھوکہ نہ کھائے"۔[2]

امام احمد نے اپنے مسند میں اور ابن ماجہ نے اپنے سنن میں صحیح سند کے ساتھ المقدام بن معدی کرب سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: "رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن کچھ چیزوں کو حرام قرار دیا، پھر فرمایا: قریب ہے کہ تم میں سے کوئی مجھے جھٹلا دے، حالانکہ وہ آرام سے بیٹھا میرے حدیث کی بات کر رہا ہو، اور کہے: "ہمارے اور آپ کے درمیان اللہ کا کتاب ہے، اس میں ہم نے جو حلال پایا اسے حلال سمجھ لیا، اور اس میں جو حرام پایا اسے حرام سمجھ لیا۔" دیکھو! جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے حرام فرمایا، وہی اللہ نے بھی حرام فرمایا ہے"[3]

پیاز اور لہسن کھانے سے منع:

رسول اللہ ﷺ نے خیبر میں اپنے اصحاب کو مسجد جانے سے پہلے پیاز اور لہسن کھانے سے منع فرمایا۔ امام احمد نے اپنے مسند میں صحیح سند کے ساتھ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ

میں کہتا ہوں: اسی رائے پر الحافظ المزی رحمہ اللہ بھی تھے، جیسا کہ ابن کثیر نے البدایۃ والنھایۃ (۵۸۳/۴) میں بیان کیا ہے۔

([1]) اس کی روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں، کتاب المغازي، باب: "غزوة خيبر"، حدیث نمبر ۴۲۱۶۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں، کتاب النکاح، باب: "نكاح المتعة وبيان أنه أبيح ثم نسخ"، حدیث نمبر ۱۴۰۷۔

([2]) ملاحظہ فرمائیں: فتح الباری (۹۱/۱۱)۔

([3]) اسے امام احمد نے اپنے مسند میں روایت کیا ہے، حدیث نمبر (۱۷۱۹۴)، اور ابن ماجہ نے سنن میں، کتاب السنن، باب تعظیم حدیث رسول ﷺ، حدیث نمبر (۱۲) میں روایت کیا ہے۔

انہوں نے کہا: "رسول اللہ ﷺ نے خیبر [1] کے وقت پیاز اور لہسن سے منع فرمایا۔ مگر لوگوں نے یہ کھا لیا اور پھر مسجد آئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'کیا میں نے تمہیں ان دونوں بدبو دار درختوں سے نہیں روکا؟'

انہوں نے جواب دیا: 'ہاں یارسول اللہ ﷺ، لیکن بھوک نے ہمیں مجبور کر دیا۔'

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'جو بھی انہیں کھائے، وہ ہماری مسجد میں حاضر نہ ہو، کیونکہ فرشتے بھی اسی تکلیف سے متاثر ہوتے ہیں جس سے بنی آدم متاثر ہوتے ہیں"۔ [2]

اور امام البخاری نے اپنی صحیح میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: "رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر میں فرمایا: 'جو بھی اس درخت (یعنی لہسن) کا کچھ کھائے، وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے"۔ [3]

ابو یسر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

امام احمد نے اپنی مسند میں ضعیف سند کے ساتھ ابو یسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں اللہ کی قسم ہم خیبر کی شام کے وقت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اسی وقت یہودیوں کے ایک شخص کی بکریاں ہماری طرف آئی ں جو ان کے قلعوں کی طرف جارہی تھیں اور ہم نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر رکھا تھا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہمیں ان بکریوں میں سے کون کھلائے گا؟"

ابو یسر کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں۔

([1]) **امام مسلم کی روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے** : یہ روایت غزوہ خیبر کے بارے میں ہے۔

([2]) امام احمد نے اسے مسند میں روایت کیا ہے (حدیث نمبر ۱۵۱۵۹) اور اس کی اصل صحیح مسلم میں ہے، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب: پیاز یا لہسن کھانے سے منع کرنے کا، حدیث نمبر ۵۶۱۔

([3]) الحافظ فی الفتح (۲/۶۱۱) کا بیان: یہاں مراد وہ جگہ ہے جہاں قیام کے دوران نماز کے لیے تیار کی گئی ہو، یعنی خیبر میں۔

یہ حدیث البخاری کی صحیح میں بھی روایت ہوئی ہے، کتاب الأذان، باب: کچا لہسن، پیاز اور کراث کے بارے میں، حدیث نمبر ۸۵۳۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو چلو تیار کرو۔

وہ کہتے ہیں: پھر میں خوب تیزی سے نکلا جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میری جانب مجھے واپس ہوتا دیکھا تو فرمایا: اے اللہ تو اس کے ذریعہ سے ہمیں نفع پہنچا۔

وہ کہتے ہیں: پھر میں نے بکریوں کو پالیا اور اس ریوڑ کی کچھ بکریاں قلعے میں داخل ہو گئیں، تو میں نے آخر سے ان میں سے دو بکریاں لے لیں اور انہیں اپنے ہاتھ میں اٹھا لیا پھر میں دوڑتے ہوئے ان دونوں کو لے کر اتنی تیزی سے آیا گویا میرے ساتھ کچھ بھی نہ تھا اور میں نے انہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رکھا پھر لوگوں نے انہیں ذبح کیا اور انہیں کھایا[1]۔

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا واقعہ

شیخان نے اپنی صحیحین میں عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں ہم خیبر کے محل کا محاصرہ کئے ہوئے تھے تو ایک شخص نے چربی سے بھرا ہوا ایک تھیلا پھینکا تو میں اس کی جانب تیزی سے اسے لینے کے لیے بڑھا بڑا اسی وقت میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو مجھے آپ سے حیا محسوس ہوئی۔[2]

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبسم فرماتے ہوئے دیکھا۔[3]

([1])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۱۵۵۲۵)اور ابن اسحاق نے سیرت(۳۶۵/۳) میں کی ہے۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری (۳۸۹/۶)میں کہتے ہیں: اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ کس طرح صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے تھے اور کس طرح وہ خوار میں مروت سے اپنے اپ کو دور رکھا کرتے تھے۔

([3])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب فرض الخمس، باب مایصیب من الطعام في أرض الحرب میں حدیث نمبر (۳۱۵۳)اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد وا سیر باب جواز الأکل من بعام الغنیمۃ في دار الحرب میں حدیث نمبر(۱۷۷۲)(۷۳) اور امام احمد نے اپنی مسند بن حدیث نمبر(۲۰۵۵۵) پر کی ہے۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے اس علاقے کے فتح کی دعا کی، ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ بنو سہم اسلم قبیلے کے لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم ہم بہت تھک گئے ہیں اور ہمارے پاس کچھ ہے بھی نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ تو ان کے حال سے واقف ہے اور انہیں کوئی طاقت نہیں اور میرے ہاتھ میں کوئی ایسی چیز نہیں جو میں انہیں دے سکوں تو اے اللہ تو انہیں یہاں کے سب عظیم اور سے زیادہ کھانے اور گوشت والے قلعے کو فتح کر کے بے نیاز کر دے۔

تو اللہ تعالی نے ان کے لئے صعب بن معاذ کے قلعے کو فتح کر دیا اور اس وقت خیبر میں اس سے زیادہ کھانے والا کوئی قلعہ نہ تھا اور وہاں پر مسلمانوں کو بعض جنگی سامان جیسے منجنیق[1] وغیرہ بھی ملے۔[2]

قلعہ زبیر کی فتح

اور جب مسلمانوں نے صعب بن معاذ کے قلعے کو فتح کر لیا تو قتل سے بچے ہوئے یہودی زبیر کے قلعے کی چار دیواری کی طرف منتقل ہو گئے جو کہ پہاڑ کی دامن میں موجود بہت ہی مضبوط قلعہ تھا تو مسلمانوں نے اس قلعہ کو تین دنوں تک گھیرے رکھا تو یہودیوں میں سے ایک شخص آیا جیسے غزال کہا جاتا تھا اس نے کہا اے ابوالقاسم کیا تم مجھے امان دیتے ہو میں تمہیں ایسی راہ بتاوں گا جس سے تم اہل نطاہ سے آرام سے رہو گے اور شق والوں کے پاس پہنچ جاؤ گے؟

تو اللہ کے رسول نے اسے اس کے مال اور اہل سمیت امان دیدی پھر اس غزل نامی یہودی نے کہا: اگر آپ ایک ماہ بھی یہاں کا قیام کریں تو انہیں اس کی کوئی پرواہ نہ ہو گی ان کے پاس زمین

---

(1) منجنیق میم کے زیر کے ساتھ ایک اعلی جس سے پتھر پھینکا جاتا ہے، دیکھیے: القاموس المحیط (۸۷۲)۔

(2) دیکھیے: سیرت ابن ہشام (۳۶۲/۳) ۔

کے نیچے پانی کے چشمے بنے ہوئے ہیں وہ رات کو نکل کر اس سے پانی پیتے ہیں پھر وہ واپس اپنے قلعوں میں آکر پناہ گزیں ہو جاتے ہیں اگر آپ ان کے پانی کے راستے کو بند کر دیں تو وہ باہر نکلیں گے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پانی کے راستوں کے پاس گئے اور انہیں کاٹ دیا، جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پانی کے راستوں کو بند کر دیا تو وہ باہر نکلیں اور سخت قتال کیا اور اس دن مسلمانوں میں سے کئی لوگ شہید ہوئے اور یہودیوں میں سے کئی لوگ مارے گئے اور اللہ کے رسول نے اسے فتح کیا اور یہ نطاہ کے قلعوں میں سب سے آخری قلعہ تھا[1]۔

شق کے دو قلعوں میں سے ایک ابی کے قلعہ کی فتح

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نطات سے فارغ ہوئے تو آپ شق کے منطقہ کی جانب بڑھے وہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے جس قلعے سے شروعات کی وہ ابی کا قلعہ تھا وہاں کے لوگوں نے سخت قتال کیا اور ان میں سے ایک شخص نکلا جو لڑائی کی دعوت دے رہا تھا تو اس کے مقابلے کے لئے حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نکلے انہوں نے اسے قتل کر دیا پھر دوسرا شخص ان میں سے نکلا اور کہنے لگا کون مجھ سے زور آزمائے گا تو اس کے لئے لال پٹی سے مشہور بہادر نوجوان ابو دجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ نکلے اور انہوں نے اسے بھی قتل کر دیا۔

اس وقت یہودیوں نے بیک وقت لڑائی شروع کر دی اور ابو دجانہ نے یہودی شخص کو قتل کرنے کے بعد قلعہ کو فتح کرنے کے لیے جلد بازی دکھائی اور ان کے ساتھ مسلمان بھی آگے بڑھ گئے اور اور قلعے کے اندر بہت ہی سخت لڑائی ہوئی پھر یہود قلعہ سے باہر نکل گئے اور وہ شق کے علاقے میں موجود دوسرے اور آخری قلعے کے جانب منتقل ہو گئے۔[2]

([1])دیکھیے :دلائل نبوت از امام بیہقی (۲۲۴/۴)۔

([2])مرجع سابق(۲۲۵/۴) ۔

نزار کے قلعہ کی فتح

اور یہ اس خطے کا سب سے مضبوط قلعہ تھا اس کے بارے میں یہودیوں کو یقین تھا کہ مسلمان اس کو فتح نہیں کر سکیں گے چنانچہ یہودیوں نے مسلمانوں پر پتھروں اور تیروں سے حملہ کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ تیر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں کو لگی اور اس سے چمٹ گئی پھر اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم نے منجنیق نصب کرنے کا حکم دیا جسے مسلمانوں نے صعب کے قلعے میں پایا تھا چنانچہ اس کے ذریعے سے مسلمانوں نے قلعے کی دیواروں میں شگاف پیدا کی اور اس پر دھاوا بول دیا اور یہودیوں کو بہت ہی بری شکست لاحق ہوئی کیونکہ انہیں اس قلعے سے بھاگنے کا موقع نہیں ملا جیسا کہ انہوں نے باقی قلعوں سے بھاگ کر پناہ لی تھی بلکہ وہ فرار ہو گئے اور انہوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو چھوڑ دیا جنہیں مسلمانوں نے اپنے قبضے میں لے لیا۔[1]

اور اس مضبوط قلعے کو فتح کرنے کے بعد خیبر کا پہلا حصہ فتح ہو گیا یا جو کی نطات اور شق کا علاقہ تھا۔

خیبر کے دوسرے حصے (کتیبہ کے قلعوں) کی فتح

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے دوسرے حصے کی طرف بڑھے جو کی کتیبہ کے قلعے تھے جہاں پر قموص، وطیح اور سلالم نامی تین قلعے تھے وہاں پر یہودیوں نے بہت مضبوط طریقے سے پناہ حاصل کی تھی۔

اہل مغازی کے یہاں اس بات پر اختلاف ہے کہ وہاں پر کتیبہ کے تینوں قلعوں میں سے کسی قلعے میں لڑائی ہوئی تھی یا نہیں؟

([1])دیکھیے: دلائل نبوت از امام بیہقی (۲۲۵/۴)۔

ابن اسحاق کا سیاق [1] قموص کے قلعے کی فتح کے لیے قتال ہونے کے بارے میں صریح ہے بلکہ ان کے سیاق سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صرف یہی وہ قلعہ تھا جس کو قتال کے ذریعہ سے فتح کیا گیا اور اسی سے صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ عنہ کو باندی بنایا گیا تھا وہاں پر ہتھیار ڈالنے کے سلسلے میں کوئی بات چیت نہیں ہوئی تھی۔

رہی بات واقدی [2] کی تو وہ مکمل طور پر اس بات کی تصریح کرتے ہیں کہ ان تینوں حصوں کے قلعے صرف بات چیت کے ذریعہ لئے گئے تھے اور ہو سکتا ہے کہ جنگ ہونے کے بعد قموص کا قلعہ لینے کے لئے بات چیت ہوئی ہو رہی بات دونوں دوسرے قلعوں کی تو انہیں مسلمانوں کو بغیر قتال کے سونپ دیا گیا۔

اور جو بھی ہوا ہو جب اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم کتیبہ کے قلعوں کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باشندوں پر سخت محاصرہ کیا اور یہ محاصرہ چودہ دنوں تک جاری رہا یہودی اپنے قلعوں سے نکلتے بھی نہ تھے یہاں تک کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف منجنیق نصب کرنے کا بھی ارادہ کیا چنانچہ جب انہیں ہلاک ہونے کا یقین ہو گیا تو انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کرنے کی پیشکش کی [3]۔

([1]) دیکھیے: سیرت ابن ہشام (۳/ 366-۲۲۵)۔

([2]) دیکھیے: دلائل نبوت از امام بیہقی (۲۲۵/۴)۔

([3]) الرحیق المختوم از شیخ صفی الرحمن المبارک فوری رحمہ اللہ صفحہ نمبر ۳۷۳۔

اہل خیبر کے ساتھ مذاکرات اور ان سے صلح:

امام بخاری نے اپنی صحیح میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: "... پھر رسول اللہ ﷺ ان کے پاس حاضر ہوئے، اور لڑنے والے کو مارا اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنایا۔"[1]

اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کنانہ بن ابی الحقیق نے پیغام بھیجا کہ آپ نیچے آئیں ہم آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے ، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کنانہ بن ابی الحقیق آئے اور انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے درج ذیل باتوں پر صلح کی:

1-ان کے قلعوں میں موجود جنگجو لوگوں کے خون کی حفاظت۔

2-ان کے بچوں کی رہائی۔

3-یہود کا اپنے بچوں کے ساتھ خیبر سے نکلنا۔

4-یہودیوں کی اس بات پر رضامندی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنے مال اور زمین اور سونے اور چاندی گھوڑے ہتھیار جسم پہ موجود کپڑوں کے علاوہ کپڑوں سے دستبرداری ۔

5-یہ کہ وہ نا کچھ چھپائیں گے نہ کوئی چیز غائب کریں گے۔[2]

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الخوف باب التکبیر والغلس بالصبح میں حدیث نمبر(۹۴۷) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۲۹۴۰) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب الخراج والإمارة باب ماجاء في حكم أرض خيبر میں حدیث نمبر (۳۰۰۶)پر کی ہے اور اس کی سند حسن ہے اور اس کے تخریج امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر (۲۷۶۵)پر اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر (۵۱۹۹)پر کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تم سے اللہ کا اور اس کے رسول کا ذمہ بری ہے اگر تم نے کوئی بھی چیز چھپائی چنانچہ ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر صلح کیا اور ان قلعوں کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا گیا۔[1]

یہودیوں کا خیبر میں باقی رہنے کا مطالبہ

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں کو ان کی صلح کے مطابق ان کے زمینوں سے نکالنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے یہ مطالبہ کیا کہ آپ انہیں وہاں پر رہنے دیں اس شرط پر کہ وہ وہاں کے حاصل ہونے والے پھلوں اور کھیتیوں کا آدھا حصہ لے کر کام کرتے رہیں گے تو انہوں نے کہا: اے محمد ہمیں ہماری اس زمین میں رہنے دیجئے، ہم اس میں کام کریں گے اور اس کی دیکھ بھال کریں گے کیوں کہ ہم اس کے بارے میں تم سے زیادہ جاننے والے اور اس میں تم سے زیادہ کام کرنے والے ہیں۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے پاس ایسے لوگ نہیں تھے جو اس کے کاروبار کو سنبھال سکیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس پر باقی رکھا اس شرط پر کہ وہ وہاں کام کرتے رہیں اور انہیں ہیں پھلوں کا آدھا حصہ ملے گا۔[2]

امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں صحیح سند کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے پاس اس میں کام کرنے والے لوگ نہیں تھے یعنی خیبر کے کھیتیوں کو سنبھالنے والے نہ تھے اور انہیں بھی اس

([1])اس کی تخریج ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب ا/ مزارعہ باب الزجر عن المخابرۃ میں حدیث نمبر(۵۱۹۹) پر کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

([2])اس کی تخریج ابن ماجہ نے اپنی سنن میں کتاب الزکوۃ باب فرض النخل والعنب میں حدیث نمبر (۱۸۲۰)پر کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

کے سنبھالنے کا وقت نہیں ملتا تھا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہی خیبر کی زمین پر باقی رکھا اور کہا کہ تمام کھیتیوں اور کھجوروں کا آدھا حصہ انہیں دیا جائے گا۔[1]

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے کہا: ہم جب تک چاہیں گے تمہیں یہاں باقی رہنے دیں گے، ان لوگوں نے آپ کی بات مانیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہاں باقی رکھا یہاں تک کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں انہیں تیماء اور اریحاء کی جانب جلاوطن کر دیا، جیسا کہ آگے بتایا جائے گا۔[2]

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ عنہا کو قیدی بنایا یا جو کنانہ بن ابو الحقیق کی عقد میں تھیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے نکاح کا قصہ بھی آگے بیان کیا جائے گا۔

ابو الحقیق کے دونوں بیٹوں کو عہد شکنی کی وجہ سے قتل کیا جانا

اور اس معاہدے کے باوجود ابو الحقیق کے دونوں بیٹوں نے ایک کمرے کا برتن غائب کر دیا جس میں مال اور حیي ین اخطب کا زیور تھے جنہیں غزوہ بنو قریظہ میں قتل کر دیا گیا تھا جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے اور جب بنو نظیر کے لوگوں کو جلاوطن کیا گیا تھا تو وہ اس برتن کو اپنے ساتھ خیبر لے کر گیا تھا۔

ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں صحیح سند کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں چنانچہ ان لوگوں نے حیي بن اخطب کا ایک برتن

([1])اس کی تخریج امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(۲۷۶۵) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب فرط الخمس باب ماکان النبي یعطي المؤلفة قلوبھم میں حدیث نمبر (۳۱۵۲)اور انہوں نے ہی کتاب المغازی میں باب غزوۃ خیبر میں حدیث نمبر (۴۲۴۸)پر کی ہے اور اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب المساقات باب المساقاۃ والمعا. لۃ بجزء من الثمار والزرع میں حدیث نمبر(۱۵۵۱)(۱)(۶) پر اور امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر(۶۳۶۸) پر اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر(۵۱۹۹) پر کی ہے۔

غائب کر دیا، جنہیں خیبر سے پہلے ہی قتل کر دیا گیا تھا اور اس نے بنو نضیر کی جلاوطنی کے وقت اسے اپنے ساتھ خیبر لایا تھا جس میں اس کے زیورات تھے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حیی کے چچا سے کہا: حیی کا وہ چمڑے کا برتن کہاں گیا جو وہ نظیر سے لے کر آیا تھا؟

اس نے کہا: اخراجات اور جنگوں میں ختم ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تھوڑی ہی مدت ہوئی ہے اور وہ مال اتنی جلدی ختم نہیں ہو سکتا تھا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے زبیر ابن عوام کے حوالے کیا اور انہوں نے اسے مارا پیٹا تو اس نے کہا: میں نے حیی کو دیکھا تھا، وہ انہیں لے کر ان کے کھنڈرات میں گھوم رہا تھا، وہ لوگ وہاں گئے اور اس کا چکر لگایا تو اسی کھنڈر میں اس چمڑے کے برتن کو پالیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو الحقیق کے دونوں بیٹوں کو قتل کر دیا ان میں سے ایک کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق تھا جو کہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ تعالی عنہا کا شوہر تھا۔[1]

غنیمتوں کی تقسیم

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے غنیمتوں کو اہل حدیبیہ کے درمیان تقسیم کیا کیونکہ اللہ تعالی نے ان سے اس کا وعدہ کیا تھا اور اس سے جابر بن عبداللہ کے علاوہ کوئی بھی غائب نہ تھا چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اس میں حاضر شخص کے مانند ہی حصہ متعین کیا۔[2]

([1])اس کی تخریج امام ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب ا مزارعہ باب الزجر عن المخابرۃ والمزار عۃ میں حدیث نمبر(۵۱۹۹) اور امام ابو داؤد نے اپنے سنن میں کتاب الخراج والإمارۃ باب ماجاء في حکم أرض خیبر میں حدیث نمبر(۳۰۰۶) اور امام بیہقی نے دلائل نبوت(۲۳۰/۴) میں اور ابن اسحاق نے سیرت(۳۶۶/۳) میں کی ہے اور حافظ ابن حجر فتح الباری(۲۵۸/۸) میں کہتے ہیں کہ اس سند کے رجال صفات میں سے ہیں۔

([2]) صحیح بخاری میں کتاب فرض الخ مس میں باب نمبر(۱۵) پر ثابت ہے کہ جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہما خیبر میں شریک نہ ہوئے تھے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مال غنیمت میں سے عطا کیا تھا۔

اور ابو داود نے اپنی سنن میں صحیح سند کے ساتھ سہل بن ابی حثمہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ وہاں کی آفتوں اور ضروریات کے لئے اور دوسرا حصہ مسلمانوں کے درمیان تقسیم کیا۔[1]

ابو داود کے یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں سے حسن سند سے مروی دوسری روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر فتح کر چکے تو آپ نے اس کو 36 حصوں میں تقسیم کیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لئے اس کا آدھا حصہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی حصہ آنے والے وفود، معاملات اور پریشانیوں لئے رکھ لیا۔[2]

امام بیہقی اپنے دلائل میں کہتے ہیں اور یہ اس لیے کیوں کہ خیبر کا ایک حصہ لڑائی کے ذریعہ فتح کیا گیا یا اور اس کا ایک حصہ صلح کے ذریعے فتح ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی کے ذریعے فتح کیے گئے حصے کو غنیمت کے مستحق اور اہل خمس کے درمیان تقسیم کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کے ذریعہ فتح کئے حصے کو متوقع پریشانیوں اور مسلمانوں کی ضروریات کے لئے رکھ لیا۔[3]

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر گھوڑے کے لئے دو دو حصہ اور اسکے سوار کے لئے ایک حصہ متعین کیا اور ہر پیدل چلنے والے کے لئے بھی ایک حصہ متعین کیا، چنانچہ امام بخاری

([1])اس کی تخریج امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب الخراج والإمارة باب ماجاء في حكم خيبر میں حدیث نمبر(۳۰۱۰) پر کی ہے اور اسے حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۳۲۳/۶)میں نقل کیا ہے اور اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

([2])اس کی تخریج امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب الخراج والإمارة باب ماجاء في حكم أرض خيبر میں حدیث نمبر(۳۰۱۲) پر کی ہے۔

([3])دیکھیے :دلائل نبوت از بیہقی(۲۳۴/۴) ۔

نے اپنی صحیح میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم نے خیبر کے دن گھوڑے کے لیے دو حصے اور پیدل کے لئے ایک حصہ متعین کیا۔

نافع نے اس بات کو خفیہ طور پر کہا اگر انسان کے ساتھ ساتھ گھوڑا ہوتا تو اس کے لئے تین حصے اگر اگر اس کے پاس گھوڑا نہ ہو تو اس کے لئے ایک حصہ۔[1]

اور امام نسائی نے سنن کبریٰ میں صحیح سند کے ساتھ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے سال زبیر بن عوام کو چار حصے دیئے ایک حصہ زبیر کا دوسرا ان کی والدہ صفیہ بنت عبدالمطلب سے قرابت داری کا اور دو حصہ گھوڑوں کا۔[2]

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام اور بچوں کو بھی مال غنیمت سے دینا[3]

رہی بات خیبر میں شریک ہونے والے غلاموں اور عورتوں کی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی مال غنیمت سے کچھ چیزیں عطا کی اور ان کے لیے حصہ مقرر نہیں کیا چنانچہ ابو داؤد ترمذی اور امام احمد نے اپنی مسند میں صحیح سند کے ساتھ آبی اللحم کے غلام عمیر کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر میں اپنے آقاوں

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی میں باب غزوۃ خیبر میں حدیث نمبر(۴۲۲۸) پر اور امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر(۴۴۴۸) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام نسائی نے سنن الکبری میں کتاب الخیل باب سھمان الخیل میں حدیث نمبر(۴۴۱۸) پر کی ہے اور اسے ابن الاثیر نے جامع الاصول میں حدیث نمبر(۱۱۶۳) پر نقل کیا ہے۔

([3])امام نووی مسلم کی شرح(۱۲/۱۶۰) میں کہتے ہیں: اس حدیث میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خاتون کو یوں ہی بغیر ناپے تھوڑا بہت دیا جائے گا اسے کوئی حصہ نہیں ملے گا یہی ابو حنیفہ سوری لیس شافعی اور جمہور اہل علم کا قول ہے اور اس میں اس بات پر بھی دلیل ہے کہ بندے اور غلام کو بھی تھوڑا بہت دیا جائے گا اور اس کو حصہ نہیں دیا جائے گا اور یہی امام شافعی ابو حنیفہ اور جمہور اہل علم کا کہنا ہے۔

کے شریک تھا تو انہوں نے میرے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی تو آپ نے مجھے دینے کا حکم دیا تو مجھے اس دن ایک تلوار دی گئی اور میں اسے گھسیٹتا تھا اور میں خبر دیتا کہ میں تو غلام ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ گھریلو سامان دینے کا حکم دیا۔[1]

اور امام احمد نے اپنی مسند میں ضعیف سند کے ساتھ بنو غفار کی ایک خاتون سے روایت کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ میں بنو غفار کے کچھ عورتوں کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو ہم نے آپ سے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے یہ ارادہ کیا کہ ہم آپ کے کے ساتھ آپ کے کے اس سفر یعنی خیبر کے لیے میں نکلے تاکہ ہم زخمیوں کا علاج کریں اور اپنی طاقت کے مطابق مسلمانوں کی مدد کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا نام لے کر نکلو۔

وہ کہتی ہیں: پھر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اس وقت میں ایک نوجوان لڑکی تھی جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح کیا تو آپ نے مال فے سے ہمیں بھی کچھ چیزیں عطا کی اور آپ نے یہ ہار جو تم میرے گلے میں دیکھ رہی ہو اسے لیا اور مجھے دیدیا تو میں اسے ہمیشہ پہنے رہتی ہوں۔[2]

([1])اس حدیث کی تخریج امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب ا ٰسیر باب ھل یُسھم للعبد؟میں حدیث نمبر(۱۶۴۱) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۲۱۹۴۰) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۲۷۱۳۶) اور ابو داؤد نے اپنی سنن کتاب الطھارۃ باب الاعتداد سال من الحیض میں حدیث نمبر(۳۱۳) پر کی ہے ۔

میں کہتا ہوں: صحیح مسلم میں ثابت ہے حدیث نمبر(۱۸۱۲)(۱۳۷) پر کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو اپ کے ساتھ خواتین نکلا کرتے تھے انہیں تھوڑا بہت مال غنیمت سے حصہ دیا کرتے تھے اور اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے غزوہ خیبر کے ساتھ خاص نہیں کیا تھا۔

مہاجرین کاانصار کوان کے دیئے گئے تحفے واپس کرنا:

اور جب مسلمان مدینہ واپس آئے تو مہاجروں نے انصار کو مدینہ آمد کے وقت ان کے ذریعے دی گئی تحفوں کو واپس کر دیا، چنانچہ شیخان نے اپنی صحیحین میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب مہاجر لوگ مکہ سے مدینہ آئے تو ان کے پاس کچھ نہ تھااور انصار کے لوگ کھیتی باڑی اور زمین جائداد کے مالک تھے توانصار نے اپنی کچھ زمیں سالانہ کچھ پھلوں کے بدلے دیدیاتا کہ وہ کام کریں اور اس میں اخراجات لگائیں چنانچہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اہل خیبر کے قتال سے فارغ ہوئے اور مدینہ واپس آئے تو مہاجروں نے انصار کے دیئے ہوئے پھلوں میں سے ان کے تحفوں کو واپس کر دیا۔[1]

مسلمانوں کی بے نیازی

اور فتح خیبر کے بعد مسلمان بے نیاز ہو گئے، امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم کبھی بھی آسودہ نہ ہوئے تھے یہاں تک کہ خیبر فتح ہو گیا۔[2]

اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں: "جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا: اب ہم پیٹ بھر کر کھجور کھائیں گے"[3]۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں: یعنی وہاں کے کھجوروں کی کثرت کی وجہ سے اس حالت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ کہا گیا جس سے وہ اس سے پہلے دوچار تھے[1]۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الھبہ باب فضل المنیحۃ میں حدیث نمبر(۲۶۳۰) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد والسیر باب ردالمھاجرین إلی الأنصار منائحھم میں حدیث نمبر (۱۷۷۱)پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر میں حدیث نمبر (۴۲۴۳)پر کی ہے۔

([3])مرجع سابق حدیث نمبر(۴۲۴۲)۔

سونا سونے کے بدلے:

اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں فضالہ بن عبید انصاری سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خیبر میں ایک ہار لایا گیا جس میں سونے کے ساتھ کچھ اور بھی ملا ہوا تھا یہ مال غنیمت میں سے تھا جسے بیچا جارہا تھا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور ہار کے سونے کو الگ کیا گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا سونا سونے کے بدلے برابر بیچو[2]۔

امام نووی فرماتے ہیں: اس حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ سونے کو اس کے ساتھ موجود چیز کے ساتھ سونے سے بیچنا درست نہیں ہے یہاں تک کہ اس الگ کر لیا جائے اور پھر اس کے برابر سونے سے بیچا جائے اور دوسری چیز جس سے بھی چاہے بیچے اسی طرح چاندی بھی اپنے ساتھ کسی اور چیز کی موجودگی میں چاندی سے نہیں بیچی جائے گی[3]۔

رہی بات کھانے کی

رہی بات کھانے کی تو صحابہ تقسیم کئے بغیر اپنی ضروریات کے مطابق لیتے تھے، چنانچہ ابو داود نے اپنی سنن میں مضبوط سند کے ساتھ عبداللہ بن ابی اوفی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ان سے کہا گیا: تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اناج کا پانچ حصہ کرتے تھے تو انہوں نے کہا ہمیں خیبر کے دن اناج ملا تو ایک شخص آتا اور اپنی ضرورت کے بقدر لے کر واپس ہو جاتا

([1])دیکھیے: فتح الباری(۲۸۰/۸)۔

([2])اس کے تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب المساقات باب بیع القلادۃ فیھا خرز وذھب میں حدیث نمبر(۱۵۹۱) پر اور امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں حدیث نمبر(۳۲۱۵) پر کی ہے۔

([3])دیکھیے: صحیح مسلم مع شرح نووی (۱۵/۱۱)۔

([4])اس کی تخریج امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب الجہاد باب في النهي عن النهبى إذا كان في الطعام قلة في أرض العدو میں حدیث نمبر(۲۷۰۴) پر کی ہے اور اسے امام ابن الاثیر نے جامع الاصول میں حدیث نمبر(۱۱۸۸) پر نقل کیا ہے ۔

قاضی عیاض کہتے ہیں: علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسلمانوں کا دار حرب میں رہتے ہوئے جنگجو دشمنوں کا کھانا جائز ہے چنانچہ وہ اس میں سے اپنی ضرورت کے مطابق کھائیں گے اور ایسا کرنا امام کی اجازت یا بلا اس کی اجازت دونوں طرح درست ہے[1]۔

اللہ کے ساتھ صدق کا معاملہ اپنانے والے دیہاتی کا قصہ

اور اس جنگ میں ایک دیہاتی شخص شہید کیا گیا اور اس میں اس کا قصہ عجیب ہے، چنانچہ امام حاکم اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ شداد بن ہاد کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ دیہاتیوں میں سے ایک شخص اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور کہنے لگا کہ میں آپ کے ساتھ ہجرت کروں گا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو اس کے ساتھ تعاون کی وصیت کی پھر جب غزوہ خیبر کا وقت آیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ مال غنیمت ملے تو آپ نے اسے تقسیم کر دیا اور آپ نے اس شخص کا بھی حصہ مقرر فرمایا اور اس کا حصہ اسکے ساتھیوں کو دے دیا اور وہ ان کے سواریوں کی دیکھ بھال کیا کرتا تھا تو جب وہ آیا تو اس کے ساتھیوں نے اس کا حصہ اس کو دے دیا، تو اس نے کہا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارا حصہ متعین کیا ہے، تو اس نے اسے لیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: اے محمد میں نے اس کے لئے تمہاری پیروی نہیں کی ہے اس نے اپنے گلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں نے تو شہادت کے لئے آپ کا ساتھ اختیار کیا ہے تاکہ میں جنت میں داخل ہو جاوں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اگر تم اللہ کے ساتھ سچائی کا معاملہ اپناتے ہو تو اللہ بھی تمہارے ساتھ سچائی کا معاملہ اپنائے گا، چنانچہ لوگ تھوڑی دیر ٹھہرے رہے اور پھر دشمن سے قتال کے لئے نکل گئے تو اسے اٹھا کر ایسی حالت میں لایا گیا کہ اس کے گلے میں اسی جگہ تیر لگی تھی جہاں اس نے

([1]) دیکھیے: صحیح مسلم بشرح نووی (۸۷/۱۲)۔

اشارہ کیا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ وہی شخص ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے اللہ کے ساتھ سچائی کا معاملہ اپنایا تو اللہ نے اس کے ساتھ سچائی کا معاملہ اپنایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کفن دیا پھر اسے آگے کیا اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے ذرا ظاہری آواز میں یہ بھی کہا تھا: ((اے اللہ یہ تیرا بندہ ہے تیرے راستے میں ہجرت کر کے نکلا تھا اور یہ شہید کر دیا گیا اور میں اس پر گواہ ہوں)) [1]۔

اشجعی شخص کا قصہ

اور اشجع قبیلے کا بھی ایک شخص تھا جو فوت ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائی کیونکہ اس نے مال غنیمت میں خیانت کی تھی، چنانچہ امام احمد نے اپنی مسند اور حاکم نے حسن سند کے ساتھ زید بن خالد جہنی کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ خیبر میں مسلمانوں میں سے اشجع قبیلے کا ایک شخص فوت ہو گیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا: تم اپنے اس ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو، راوی کہتے ہیں: پھر یہ سن کر لوگوں کے چہرے بگڑ گئے جب آپ نے یہ دیکھا تو فرمایا: بے شک تمہارے اس ساتھی نے اللہ کے راستے میں خیانت کی ہے چنانچہ ہم نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو ہم نے اس میں یہودیوں کے منکوں میں سے ایک منکا پایا جس کی قیمت دو درہم سے بھی کم تھی [2]۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں تھوڑے اور زیادہ ہر طرح کے غلول کی حرمت کا بیان ہے [3]۔

([1])اس کی تخریج امام حاکم نے اپنی مستدرک میں کتاب معرفۃ الصحابہ باب ذکر شداد بن الھاد میں حدیث نمبر(٦٥٨٦) اور امام نسائی نے سنن کبری میں کتاب الجنائز باب الصلاۃ علی الشھداء میں حدیث نمبر(٢٠٩١) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(١٧٠٣١) اور امام حاکم نے مستدرک کتاب الجنائز باب اذا استھل الصبي ورث وصلي عليه میں حدیث نمبر (١٣٨٦) پر اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(٧٨) پر کی ہے۔

([3])دیکھیے: فتح الباری(٣٠٥/٦)۔

حبشہ کے مہاجرین کی جعفر کے ساتھ واپسی

اور جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کو فتح کر کے وہیں پر موجود تھے تو آپ کے پاس آپ کے چچا کے بیٹے جعفر بن ابو طالب اور ان کے ساتھی آئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی بادشاہ کے پاس حدیبیہ کے بعد عمرو بن امیہ ضمری کو بھیجا تھا اور ان کے ساتھ اس کے لئے خط لکھ کر بھیجا تھا کہ وہ اپنے پاس موجود میرے ساتھیوں کو بھیج دے، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اور نجاشی نے ایسا ہی کیا اور اس نے دو کشتیوں میں سوار کر کے انہیں واپس بھیج دیا جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر اور ان کے ساتھیوں کو دیکھا تو آپ بہت خوش ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر کے دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور اپنا مشہور فرمان فرمایا: مجھے نہیں پتا کہ آج میں ان دونوں میں سے کس چیز کے ذریعے سے خوش ہوں خیبر کی فتح کی وجہ سے یا جعفر کی آمد کی وجہ سے[1]۔

اشعریوں کی آمد

اور مہاجرین حبشہ کے ساتھ ہی اشعری لوگ بھی آئے جن کی تعداد 35 یا 52 تھی انہیں میں ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

شیخین (امام بخاری و امام مسلم) نے اپنی صحیحین میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہمیں نبی ﷺ کے (مدینہ سے) روانہ ہونے کی خبر ملی جب ہم

([1])اس کی تخریج امام حاکم نے مستدرک میں کتاب الھجۃ برقم باب ھجۃ عثمان مع رقیۃ الی الحبشۃ میں حدیث نمبر (۴۳۰۸)(۱۲۳۶)پر کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے ،اور امام ذہبی نے کہا ہے یہ مرسل ہے اور اس کی تخریج امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب الادب باب القبلۃ بین العینین میں حدیث نمبر (۵۲۲۰)پر کی ہے اور یہ مرسل ہے اور امام البانی نے اس حدیث کے ترک کو اور اس کے شواہد کو ذکر کیا ہے اور اسے فقہ السیرۃ از شیخ محمد غزالی رحمہ اللہ(ص۳۵۰) پر اپنی تعلیق میں حسن قرار دیا ہے اور امام البانی نے اسے سلسلہ صحیحہ میں حدیث نمبر (۲۶۵۷)پر صحیح قرار دیا ہے۔

یمن میں تھے، تو ہم ان کی طرف ہجرت کے ارادے سے نکل پڑے[1] —— میں اور میرے دو بھائی، اور میں ان میں سب سے چھوٹا تھا۔ ان میں سے ایک ابو بردہ[2] تھے اور دوسرا ابورُہم[3]۔ انہوں نے فرمایا: یاتو (راوی) نے کہا: ہم پچاس سے کچھ اوپر (یعنی ۵۳) یا باون (۵۲) آدمی اپنے قبیلے کے ساتھ نکلے، پھر ہم کشتی پر سوار ہوئے۔ چنانچہ ہماری کشتی ہمیں لے کر نجاشی کی سرزمین حبشہ پہنچی[4] تو ہم نے جعفر بن ابو طالب اور ان کے ساتھیوں کو اس کے پاس پایا جعفر نے کہا: ہمیں اللہ کے رسول نے یہاں بھیجا ہے اور یہیں رہنے کا حکم دیا ہے تو تم بھی ہمارے ہی ساتھ یہاں پر رہو تو ہم سبھی نے وہیں پر قیام کیا یہاں تک ہم سب آپ کے پاس آئے تو ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت پہنچے جب آپ نے خیبر فتح کر لی تھی[5] تو آپ نے ہمارا بھی حصہ لگایا یا کہا کہ تو آپ

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری(۲۶۶/۸) میں کہتے ہیں: اور وہ لوگ اتنے مدت تک تاخیر کے شکار اس لیے ہوئے کیونکہ یا تو ان تک اپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کی خبر نہیں پہنچی تھی یا اس وجہ سے کہ وہ جانتے تھے کہ مسلمان کافروں کے ساتھ حرب کی حالت میں ہیں چنانچہ جب انہیں صلح کی خبر ملی تو وہ لوگ ایمان لے ائے اور انہوں نے ان کی جانب پہنچنے کا مطالبہ کیا اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں مسلم کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ حدیث نمبر پر ابو بردہ بن ابو موسی کے حوالے سے ان کے والد سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سمندر کے سفر کے ذریعے سے نکلے یہاں تک کہ ہم مکہ پہنچے اور میرے بھائی میرے ساتھ تھے اشعری لوگوں میں سے ۵۰ اور عقب قبیلے کے چھ لوگ تھے پھر ہم سمندر پر سوار ہو کر ائے یہاں تک کہ مدینہ پہنچ گئے اور ان دونوں کے درمیان اس کے اور صحیح کی روایت کے درمیان جمع اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ وہ مدینہ جاتے وقت مکہ سے گزرے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے مکہ میں داخل ہوئے کیونکہ وہ صلح حدیبیہ کا زمانہ تھا۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری(۲۶۶/۸) میں کہتے ہیں: ابو بردہ با کے پیش کے ساتھ ہے اور ان کا نام عامر تھا۔

([3])حافظ ابن حجر فتح الباری(۲۶۶/۸) میں کہتے ہیں: ابو رہم "ر" کے پیش کے ساتھ اور "ہ" کے سکون کے ساتھ تھا ہے اور ان کا نام مجدی میم کے زبر اور جیم کے سکون اور دال کے کسرے کے ساتھ ہے۔

([4])حافظ ابن حجر فتح الباری (۵۸۷/۷)میں کہتے ہیں: شاید ان پر ہوا بہت تیز چلی اور انہوں نے اپنے اپ پر کنٹرول نہ رکھا یہاں تک کہ ہوا نے انہیں حبشہ کی سرزمین کی جانب پہنچا دیا۔

([5])امام طحاوی کی روایت میں شرح مشکل الاثار میں بخاری کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ وارد ہے حدیث نمبر(۲۹۱۲) پر کہ وہ فتح خیبر کے تین دنوں کے بعد آئے تھے ۔

نے ہمیں اس میں سے حصہ دیا اور آپ نے خیبر کی فتح سے غائب رہنے والے کسی اور کو کچھ بھی نہ دیا سوائے ان کے جو آپ کے ساتھ موجود تھے سوائے جعفر اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ[1] موجود ہمارے کشتی والوں کے آپ نے ان کے ساتھ ان کے لئے بھی حصہ مقرر فرمایا[2]۔

ایک ضعیف حدیث:

میں کہتا ہوں: رہا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا وہ حدیث، جسے امام احمد نے اپنی مسند میں اور طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں روایت کیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: "میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی غنیمت میں شریک نہیں ہوا مگر آپ نے میرے لیے اس میں سے حصہ مقرر فرمایا، سوائے خیبر کے، کیونکہ وہ صرف اہلِ حدیبیہ کے لیے خاص تھی"۔[3]

اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس کی سند کے ضعیف ہونے کے ساتھ اس کا متن بھی منکر ہے کیونکہ اس میں ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی حدیث میں ثابت شدہ بات کی

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری(٨/٢٧١) میں کہتے ہیں اور یہ حصر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بخاری میں موجود حدیث نمبر سے ختم ہو جاتا ہے جس کے لفظ یہ ہیں کہ ہم نے خیبر کو فتح کیا اور ہمیں کوئی چاندی یا سونا نہیں ملا تھا بلکہ ہمیں اونٹ گائے اور ساز و سامان اور باغات حاصل ہوئے تھے ۔

اور اس کے اور ابو موسی کی حدیث میں موجود حصر کے درمیان جمع اس طرح سے کیا جا سکتا ہے کہ ابو موسی نے یہ کہنا چاہا تھا کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی اس غزوہ میں شریک نہ ہوئے تھے کسی کو اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ نہیں دیا مال غنیمت حاصل کرنے والوں کی رضا کے بغیر سوائے کشتی والوں کے اور رہی بات ابو ہریرہ اور ان کے ساتھیوں کی تو انہیں اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی رضامندی کے بعد ہی دیا تھا واللہ اعلم۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح کتاب فرض الخمس باب إذا بعث الامام رسولا في حاجة، أو أمره بالمقام هل يسهم له؟ میں حدیث نمبر(٣١٣٦) اور انہوں نے ہی کتاب المغازی باب غزوة خیبر میں حدیث نمبر (٤٢٣٠)پر کی ہے اور اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب فضائل الصحابۃ باب فضائل جعفر بن أبي طالب وأسماء بنت عمیس میں حدیث نمبر(٢٥٠٢) پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (١٠٩١٢)اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(٢٩١١) پر کی ہے۔

مخالفت موجود ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے حصہ مقرر فرمایا تھا حالانکہ وہ خیبر میں شریک نہ ہوئے تھے۔

اشعری صحابہ کرام کے فضائل

امام احمد نے اپنی مسند اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں صحیح سند کے ساتھ انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((تمہارے پاس کل ایسے لوگ آئیں گے [1] جن کے دل اسلام کے لیے تم سے زیادہ نرم ہیں [2])) پھر اشعری صحابہ آئے جن میں ابو موسی اشعری بھی تھے۔

چنانچہ جب وہ مدینہ سے قریب ہوئے تو انہوں نے یہ کہہ کر گنگنانا شروع کیا کہ

غدا نلقى الاحبة محمدا وحزبه

پھر جب وہ لوگ آئے تو انہوں نے مصافحہ کیا چنانچہ یہی وہ پہلے لوگ تھے جنہوں نے مصافحہ شروع کیا۔ [3]

ابن سعد نے اپنی طبقات میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ((لوگوں میں اشعری صحابہ کرام کا مقام وہی ہے جیسے کسی تھیلی میں مشک رکھی ہوئی ہو))۔ [4]

([1])یہ مسند امام احمد کی روایت ہے اور ابن حبان کی روایت میں قوم کا لفظ ہے۔

([2])امام سندی مسند کی شرح(۱۰۶/۷) میں کہتے ہیں :یعنی ان کے دل حق کے قبول کے لیے بہت زیادہ تیز ہیں اور اسی لیے وہ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور ان سے کوئی جنگ وغیرہ نہیں کی گئی۔

([3])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۱۲۰۲۶)،(۱۲۵۸۲)اور ابن حبان نے اپنے صحیح کتاب إخباره عن مناقب الصحابة باب ذكر أبي موسى الأشعري میں حدیث نمبر(۷۱۹۳) پر کی ہے۔

([4])اس اضافے کی تخریج ابن سعد نے اپنی طبقات(۱۶۸/۱) میں کی ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

اور شیخان نے اپنی صحیحین میں ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:((جب اشعری صحابہ کا کھانا جنگ میں کم ہو جائے تو مدینہ میں ان کے اہل خانہ کا کھانا بھی کم ہو جاتا ہے کیونکہ جو ان کے پاس تھا اسے انہوں نے ایک کپڑے میں جمع کر لیا پھر انہوں نے اسے اپنے درمیان ایک برتن میں برابر سرابر تقسیم کر لیا چنانچہ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں))[1]۔

فوائد حدیث

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں بہت سے فوائد ہیں

1-ابو موسی رضی اللہ عنہ کے قبیلے کے اشعری لوگوں کی عظیم فضیلت۔

2-اور اس میں آدمی کا اپنی فضیلت کو بیان کرنے کا بھی بیان ہے۔

3-اور اس میں انجان شخص کو تحفہ دینے کے جواز کا بیان ہے۔

4-اور اس میں میں ایثار اور قربانی کی فضیلت کا بیان ہے۔

5-اور اس میں سفر اور اقامت کی حالت میں زاد راہ کو ملانے کے مستحب ہونے کا بھی بیان موجود ہے[2]۔

اور امام حاکم نے اپنی مستدرک میں حسن سند کے ساتھ عیاض اشعری کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی:((يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الشرکہباب الشرکۃ في الطعام والتھد والعروض میں حدیث نمبر(۲۴۸۶) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل الأشعریین میں حدیث نمبر (۲۵۰۰)پر کی ہے۔

([2])دیکھیے: فتح الباری(۵/۴۲۷)۔

يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ))[المائدہ:54].

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو موسی یہ تمہاری قوم کے لوگ ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے جانب اشارہ کیا۔[1]

اور شیخان نے اپنی صحیحین میں ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "میں رات کے وقت اشعری قافلے کی آوازوں سے ان کی تلاوتِ قرآن کو پہچان لیتا ہوں[2]، اور میں ان کے گھروں کو ان کی قراءت کی آوازوں سے جان لیتا ہوں، حالانکہ میں نے دن کے وقت جب وہ اترے، ان کے گھروں کو دیکھا بھی نہیں تھا"۔[3]

کشتی والوں کی فضیلت:

شیخان نے اپنی صحیحین میں ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ لوگوں میں کچھ ایسے لوگ تھے جو ہم کشتی والوں سے کہا کرتے تھے کہ ہم نے ہجرت

([1])اس کی تخریج امام حاکم نے المستدرک میں کتاب التفسیر میں حدیث نمبر (۳۲۷۳)پر کی ہے۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری(۲۶۸/۸) میں کہتے ہیں: اس میں اس بات کا بیان ہے کہ رات کے وقت قران کی تلاوت کرتے ہوئے اواز بلند کرنا اچھا اب معاملہ ہے لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب کسی کو تکلیف نہ ہو اور ریاکاری سے امن و امان ہو۔

([3])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی ، باب غزوۃ خیبر حدیث نمبر(۴۲۳۲) اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل الأشعریین میں حدیث نمبر (۲۴۹۹)پر کی ہے ۔

کر کے تم پر بازی مار لی اور اسماء بند عمیس[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حفصہ کے پاس زیارت کی غرض سے آئیں جو کہ ہمارے ساتھ آنے والوں میں سے تھیں اور انہوں نے نجاشی کے یہاں ہجرت کرنے والوں کے ساتھ حبشہ کا ہجرت بھی کیا تھا چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ حفصہ کے پاس آئے جب کہ اسماء بھی ان کے پاس تھیں تو عمر نے اسماء کو دیکھ کر فرمایا: یہ کون ہیں؟ تو حفصہ نے کہا: اسماء بنت عمیس ہیں، تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا یہ وہی حبشہ کی جانب ہجرت کرنے والی ہیں دریا کا سفر کرنے والی ہیں؟

اسماء نے کہا: ہاں، تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے ہجرت کر کے تم پر سبقت کر لی ہے تو ہم تمہاری بہ نسبت اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم کے زیادہ حق دار ہیں تو انہیں غصہ آگیا اور انہوں نے کہا ہر گز نہیں اللہ کی قسم تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جو بھوک کے وقت تمہیں کھلاتے تھے اور جاہلوں کو تعلیم دیتے تھے اور ہم لوگ حبشہ میں ایک ایسے گھر یا سر زمین پر تھے جو بہت دور اور ناپسندیدہ تھی اور یہ صرف اللہ اور اس کے رسول کی خاطر تھا اور اللہ کی قسم میں نہ کھانا کھاوں گی نہ پانی پیوں گی یہاں تک کہ میں تمہاری کہی ہوئی بات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دوں اور ہمیں تکلیف دیا جاتا تھا اور خوف دلایا جاتا تھا اور میں اسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہوں گی اور میں آپ سے پوچھوں گی اللہ کی قسم میں جھوٹ نہیں بولتی اور نہ ہی میں گمراہ ہوں گی اور نہ ہی اس پر بڑھاوں گی۔

چنانچہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے کہا اے اللہ کے نبی عمر نے ایسی ایسی بات کہی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو تم نے ان سے کیا کہا انہوں نے کہا میں نے ان سے یہ یہ بات کہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تم سے زیادہ میرے حقدار نہیں ہیں

([1])عمیس: عین کے پیش کے ساتھ اور اسماء رضی اللہ عنہا یہ حضرت جعفر ابن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی جب وہ قتل کر دیے گئے موتی میں تو ان سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا تھا۔

ان کے اور ان کے ساتھیوں کے لئے ایک ہی ہجرت ہے اور اے کشتی والوں تمہارے لئے دو ہجرتیں ہیں[1]۔

اور ابن سعد کی طبقات میں موجود ایک روایت میں صحیح سند کے ساتھ ہے کہ اسماء نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگ ہم پر فخر جتلاتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ ہم پہلے ہجرت کرنے والوں میں سے نہیں ہیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ تمہارے لئے دو ہجرتیں ہیں تم نے سرزمین حبشہ کی جانب ہجرت کی پھر اس کے بعد تم نے دوبارہ ہجرت کی۔[2]

تو وہ کہتی ہیں: تو میں نے ابو موسی اشعری اور کشتی والوں کو دیکھا کرتی تھی کہ وہ میرے پاس اس حدیث کی بابت پوچھنے کے لئے جماعت در جماعت آیا کرتے تھے ان کے نزدیک دنیا میں کوئی اور ایسی بڑی اور خوشی والی چیز نہ تھی جس سے وہ اس سے زیادہ خوش ہوتے رہے ہوں۔[3]

حبشہ میں پیش آنے والے کچھ واقعات جن کا مشاہدہ وہاں ہجرت کر کے جانے والوں نے کیا

امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حسن سند کے ساتھ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں جب میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر میں حدیث نمبر (۴۲۳۰)پر اور مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل الأشعریین میں حدیث نمبر(۲۵۰۲)(۲۵۰۳) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام ابن سعد نے اپنے طبقات(۳۸۹/۸) میں کی ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری(۲۶۷/۸) میں اسے نقل کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

([3])اس کے تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح ہمیں کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر میں حدیث نمبر (۴۲۳۰)(۴۲۳۱)پر اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل جعفر بن أبي طالب وأسماء بنت عمیس صحابہ میں حدیث نمبر (۲۵۰۲)(۲۵۰۳)پر کی ہے۔

وسلم کے پاس کشتی کی ہجرت سے واپس آیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((تم مجھ سے حبشہ کی سرزمین پر دیکھی قابل تعجب بات کیوں نہیں بیان کرتے))۔

ان میں سے کچھ نوجوانوں نے کہا: ہاں کیوں نہیں! اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم بیٹھے ہوئے تھے اسی درمیان ہمارے پاس سے ان کے عبادت گزاروں میں سے جو بوڑھیا ں تھیں ان میں سے ایک بوڑھی عورت گزری جس کے سر پر پانی کا ایک گھڑا تھا تو وہ ان میں سے ایک نوجوان کے پاس سے گزری اور اس نے اپنے ایک ہاتھ کو اس کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا اور اسے دھکا دیا جس سے وہ اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑی اور اس کا گھڑا ٹوٹ گیا پھر جب وہ کھڑی ہوئی تو اس کی جانب متوجہ ہوئی اور کہا: میں غدار تو اس کا انجام جان لے گا، اللہ اپنے فیصلے کی کرسی لگائے گا اور پہلے اور بعد کے تمام لوگوں کو جمع کرے گا اور ہاتھ اور پیر سبھی ان کے اعمال کے بارے میں گواہی دیں گے تو عنقریب جان لے گا کہ کل اس کے پاس میرا اور تیرا کیا معاملہ ہوگا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اس نے سچ کہا، اس نے سچ کہا، آخر اللہ کیسے ایسی امت کو مقدس بنائے گا جس کے پاس اس ان کے طاقتور لوگوں سے ان کے کمزوروں کا حق نہیں دیا جاتا))۔[1]

اور شیخان نے اپنی صحیحین میں عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ بے شک ام سلمہ اور ام حبیبہ دونوں نے ایک کنیسے کا ذکر کیا جسے انہوں نے حبشہ کی سرزمین پر دیکھا تھا جن میں تصویریں رکھی ہوئی تھی ں تو انہوں نے اس بات کا تذکرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

([1])اس کی تخریج امام ابن ماجہ نے کتاب الفتن باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر میں حدیث نمبر(۴۰۱۰) پر اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب القضا باب الإخبار عما یجب علی المرء من معونۃ الضعفاء میں حدیث نمبر(۵۰۵۸) پر رکھی ہے۔

((بے شک یہ وہ لوگ ہیں جب ان میں کوئی نیک آدمی ہوتا اور فوت ہو جاتا تھا تو وہ اس کے قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں یہ تصویریں رکھتے تھے، یہ لوگ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے برے لوگ ہوں گے))۔ [1]

فوائد حدیث:

1-مومن جو عجیب باتیں دیکھے ان کے بیان کرنے کے جائز ہونے کا بیان۔

2:اس کے بارے میں علم رکھنے والے پر اس کے حکم کو بیان کرنے کا وجوب۔

3-اور اس میں حرام کاموں کے انجام دینے والے کی مذمت کا بھی بیان ہے۔

4-اور احکام میں اعتبار شریعت کا ہوتا ہے نہ کہ عقل کا.

5-اور اس میں مقبرے میں نماز کی ادائیگی کے کراہت کا بیان بھی ہے چاہے وہ قبر کے کنارے ہو یا اسی پر ہو یا اس کی جانب ہو۔ [2]

دوس قبیلے کے وفد کی آمد:

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب آپ خیبر میں تھے دوس قبیلے کے لوگ آئے جن میں طفیل بن عمرو دوسی بھی تھے، جیسا کہ گذشتہ سطور میں ہم نے اس کا تذکرہ کیا ہے کہ طفیل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت آئے جب آپ مکہ میں تھے انہوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور پھر اپنے قبیلے دوس کے لوگوں کو دعوت دینے چلے گئے، اور پھر وہ سرزمین دوس میں رہ کر ہی انہیں اس وقت تک اسلام کی دعوت دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ کے

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الصلاۃ باب ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیۃ...، میں حدیث نمبر(۴۲۷) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب النھي عن بناء المساجد علی القبور... میں حدیث نمبر (۵۲۸)پر کی ہے۔

([2])دیکھیے: فتح الباری(۸۸/۲)۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ آ گئے اور بدر اور خندق کا واقعہ بھی گذر گیا پھر وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی قوم کے مسلمانوں کے ساتھ آئے یہاں تک کہ دوس قبیلے کے ستر یا اسی گھر مدینہ پہنچے جن میں ابو ہریرہ اور عبد اللہ بن ازیہر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔

امام احمد نے اپنی مسند اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں شیخین کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ ابن عراک کے حوالے سے ان کے والد سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ: "بے شک ابو ہریرہ اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ آئے جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تھے اور سباع بن عرفطہ کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا تھا وہ کہتے ہیں کہ: پھر میں ان کے پاس پہنچا جب وہ نماز فجر کی پہلی رکعت میں کھیعص اور دوسری رکعت میں ویل للمطففین پڑھ رہے تھے وہ کہتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا فلاں کی بربادی ہو وہ جب وزن کرتا ہے تو برابر لیتا ہے اور جب دیتا ہے تو کم دیتا ہے، وہ کہتے ہیں: پھر جب انہوں نے نماز ادا کر لی تو آپ نے ہمیں تھوڑا سا زاد راہ دیا یہاں تک کہ ہم خیبر پہنچ گئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح کر لیا تھا وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے بات کی اور انہوں نے اپنے حصوں میں ہمیں شریک کیا۔[1]

اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے راستے میں کہا:

يا ليلة من طولها وعنائها على أنها من دارة الكفر نجت

انہوں نے کہا: مجھ سے ایک غلام راستے میں بھاگ اٹھا تو جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے آپ سے بیعت کی اسی درمیان میں جب آپ کے پاس تھا وہ غلام بھی نمودار ہوا۔

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا: اے ابو ہریرہ! یہ تمہارا غلام ہے؟

([1])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(٨٥٥٢) اور ابن حبان نے اپنی صحیح کتاب إخباره عن مناقب الصحابة میں حدیث نمبر (٧١٥٦)پر کی ہے۔

تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ اللہ کی خوشنودی کے لئے آزاد ہے تو میں نے اسے آزاد کر دیا۔[1]

وہ شخص جس نے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے:

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ: جب نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ ہجرت فرما کر تشریف لائے، تو طُفَیل بن عمرو رضی اللہ عنہ بھی آپ کی طرف ہجرت کر کے آئے، اور ان کے ساتھ ان کی قوم کا ایک آدمی بھی ہجرت کر کے آیا۔ مدینہ منورہ کی آب وہوا ان دونوں پر اچھی نہیں گزری، چنانچہ وہ بیمار پڑ گیا۔ بیماری کی شدت سے وہ گھبرا گیا اور بے صبری کا مظاہرہ کیا۔ پھر اس نے اپنے پاس موجود چھوٹے خنجر (مشاقص) لے کر اپنی انگلیوں کے جوڑ (بَراجِم) کاٹ ڈالے، یہاں تک کہ خون بہہ نکلا اور وہ مر گیا۔ بعد میں طُفَیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اسے خواب میں دیکھا۔ انہوں نے اسے اچھی حالت میں دیکھا، البتہ اس کے دونوں ہاتھ ڈھکے ہوئے تھے۔ طُفَیل نے اس سے پوچھا: ''تمہارے ربّ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟''

اس نے کہا: ''میرے ربّ نے مجھے میری ہجرت کے سبب بخش دیا جو میں نے اس کے نبی ﷺ کی طرف کی تھی۔'' طُفَیل نے کہا: ''میں تمہارے ہاتھ کیوں ڈھکے ہوئے دیکھ رہا ہوں؟'' اس نے جواب دیا: ''مجھے کہا گیا: ہم تمہارے ان ہاتھوں کو درست نہیں کریں گے جنہیں تم نے خود برباد کیا۔''

پھر طُفَیل رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللَّهُمَّ! وَلِيَدَيْهِ فَاغْفِرْ" (اے اللہ! اس کے ہاتھوں کو بھی بخش دے)۔[1]

([1]) اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب العتق، باب إذا قال لعبده هو لله ونوى العتق میں حدیث نمبر (۲۵۳۰)(۲۵۳۱) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۷۸۴۵) پر کی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس حدیث میں اہلِ سنت کے لیے ایک بہت بڑی اصولی دلیل موجود ہے، اور وہ یہ ہے کہ: جو شخص خود کشی کر لے، یا کوئی دوسرا گناہ کبیرہ کرے، اور بغیر توبہ کیے مر جائے، تو وہ کافر نہیں ہوتا، اور نہ ہی اس کے بارے میں قطعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ وہ ضرور جہنم میں جائے گا، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیئت (یعنی چاہے تو بخش دے، چاہے تو سزا دے) کے تحت ہے۔ یہ حدیث ان احادیث کی توضیح و تشریح کرتی ہے جن کے ظاہر سے یہ گمان ہوتا ہے کہ خود کشی کرنے والا یا دیگر کبائر کے مرتکب ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اسی طرح اس حدیث میں اس بات کی تصدیق بھی ہے کہ بعض گناہگار مسلمانوں کو ان کے گناہوں کی سزا دی جاتی ہے، کیونکہ اس شخص کو اس کے ہاتھوں کے سبب سزا ملی تھی۔ لہٰذا اس میں مرجئہ (یعنی وہ فرقہ جو کہتا ہے کہ گناہ ایمان کو نقصان نہیں پہنچاتا) کے عقیدے کی ردّ بھی موجود ہے، کیونکہ یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ گناہ نقصان دہ ہیں اور ان پر سزا بھی ہو سکتی ہے۔[2]

اس واقعہ اور خود کشی کرنے والے شخص کے واقعے کے درمیان کیا فرق ہے؟

اگر کہا جائے کہ اس حدیث اور صحیح حدیث میں ثابت وہ حدیث جو حسن بن جندب کے طریق سے مروی ہے جس میں ہے کہ انہوں نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا جسے زخم آیا جس سے وہ پریشان ہوا اور چاقو لیا اور اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا

([1])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الایمان باب الدلیل علی أن قاتل نفسہ لایکفر میں حدیث نمبر(۱۱۶) اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۱۴۹۸۱)پر کی ہے۔

([2])دیکھیے: صحیح مسلم مع شرح نووی(۲/۱۱۳)۔

پھر اس کا خون نہیں رکا یہاں تک کہ وہ مر گیا اللہ رب العالمین نے فرمایا: میرے بندے نے اپنی جان لینے جلدی کر دی میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا۔[1]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا جواب دو طرح سے دیا جا سکتا ہے:

پہلا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے وہ مشرک رہا ہو اور یہ مومن۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے وہ وہ حرمت کے بارے میں جانتا تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کیونکہ اس نے جلد ہی اسلام قبول کیا تھا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے وہ اس کام کو حلال سمجھتا ہو اور یہ اس کو حلال نہ سمجھتا رہا ہوں بلکہ غلطی سے انجام دیا ہو۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اس نے ایسا کر کے اپنے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ہو اس کے برخلاف کیوں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنے قتل کا ارادہ نہ کیا ہو بلکہ اور کوئی دوسرا ارادہ رہا ہو ۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اس کی نیکیاں کم رہی ہوں جو اس کے اس گناہ کے برابر نہ ہوئی ہوں ،اس لیے وہ جہنم میں داخل ہو گیا اور اس کے نیک اعمال زیادہ رہے ہوں جو اس کے گناہ پر بھاری ہو گئے ہوں چنانچہ یہ جہنم میں داخل نہیں ہوا بلکہ نبی کی جانب ہجرت کرنے کی وجہ سے اس کو بخش دیا گیا اور صرف اس کے ہاتھ میں وہ خرابی باقی رہی اور اس کی ساری ہیئت درست ہو گی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا کی اور کہا اے اللہ اس کے ہاتھ کی مغفرت فرمادے یعنی اس کی خرابی کو بھی درست کر دے۔

اور تحقیقی بات یہ ہے اللہ رب العالمین نے اپنے رسول کی دعا کو طفیل بن عمرو دوسی کے ساتھی کے سلسلے میں قبول کر لیا۔[1]

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب احادیث الانبیاء باب ما ذکر عن بنی إسرائیل میں حدیث نمبر (۳۴۶۳)اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الایمان باب غلظ تحریم قتل الانسان نفسہ میں حدیث نمبر (۱۱۳)پر کی ہے ۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے شادی

ہم نے بیان کیا ہے کہ صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا قموص قلعے سے یہود کے صلح کے لئے آمادگی سے قبل قید کی گئی تھیں جو کہ کنانہ بن ربیع بن ابو الحقیق کی بیوی تھیں جسے غداری کی وجہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کر دیا تھا جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کو جمع کرنے کا حکم دیا تو دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے فرمایا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے ان قیدیوں میں سے ایک لونڈی عنایت فرمائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور ایک لونڈی لے لو چنانچہ انہوں نے صفیہ بنت حیی کو لے لیا تو ایک شخص اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے دحیہ کو قریظہ اور نضیر قبیلے کے سردار کی بیٹی صفیہ بنت حُیی کو دے دیا ہے وہ آپ کے علاوہ کسی اور کے لئے زیب نہیں ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے اس کو لے کر بلاؤ تو وہ اسے لے کر آئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جانب دیکھا تو دحیہ سے کہا آپ قیدیوں میں سے اس کے علاوہ کوئی دوسری لونڈی لے لیں۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اسلام پیش کیا تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا یا تو آپ نے انہیں آزاد کیا اور ان سے نکاح کر لیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر مقرر کر دیا۔[2]

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس ہوئے تو صفیہ کو بھی اپنے ساتھ لایا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب ہم سد صہباء[1] پر پہنچے تو وہ پاک ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

([1]) دیکھیے: البدایہ والنہایہ (۳/۱۱۰)۔

([2]) اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الصلاۃ، باب مایذکر من الفخذ، میں حدیث نمبر (۳۷۱) اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب النکاح باب فضیلۃ اعتاقہ أمۃ ثم یتزوجھا میں حدیث نمبر (۱۳۶۵) اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۱۱۹۹۲) پر کی ہے۔

انہیں امی سلیم کے پاس بھیجا تاکہ وہ انہیں آپ کے لیے تیار کر سکیں تو انہوں نے رات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انہیں بھیجا اور آپ نے ان کے ساتھ شب باسی کی۔[2]

صفیہ رضی اللہ عنہ خواب

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ رضی اللہ عنہ کے چہرے میں ایک ہری نشان دیکھے تو کہا اے صفیہ یہ ہری نشان کیا ہے انہوں نے کہا: میرا سر ابن ابی الحقیق کے گود میں تھا اس وقت میں سوئی ہوئی تھی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک چاند میرے گود میں آگیا ہے تو میں نے اسے اس بارے میں بتایا تو اس نے مجھے ایک طمانچہ کھینچ کر مارا اور کہا کیا تم یثرب کے بادشاہ کا تمنا رکھتی ہو؟

صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک میرے شوہر اور بھائی اور والد کو قتل کرنے والے سب سے ناپسندیدہ شخص تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فلم مجھ سے معذرت کرتے رہے اور کہتے رہے بے شک تمہارے والد نے میرے خلاف عربوں کو بھڑکایا ہے اور انہوں نے ایسا کیا یہاں تک کہ وہ ناپسندیدگی میرے دل سے چلی گئی۔[3]

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا صفیہ سے نکاح کے بعد ولیمہ

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ رضی اللہ عنہا سے رخصتی کے بعد صبح کی تو کہا جس کے پاس بھی کوئی چیز ہے وہ اسے لے کر آئے اور آپ نے ایک

([1])صھباء: یہ خیبر سے قریب ایک جگہ کا نام ہے ،دیکھیے: انہایہ(۵۸/۳)۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر میں حدیث نمبر(۴۲۱۱) اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب ا لنکاح باب فضیلۃ اِعتاقہ اَمتہ ثم یتزوجھا میں حدیث نمبر(۱۳۶۵) پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج ابن حبان نے اپنی صحیح میں کتاب المزارعہ ،باب الزجر عن المخابرۃ والمزارعۃ میں حدیث نمبر (۵۱۹۹)پر اور کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

چٹائی بچھائی، چنانچہ ایک شخص جو لے کر آنے لگا اور ایک شخص گھی لے کر آنے لگا اور ایک شخص پانی لے کر آنے لگا اور سبھی نے ملیدہ (حیس)[1] تیار کیا وہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا۔

اور ایک دوسری روایت میں صحیح بخاری کے اندر ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نکاح کے بعد ستو سے ولیمہ کیا۔[2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں: اور انس رضی اللہ عنہ کے ستو سے ولیمہ کے متعلق قول اور کھجور گھی اور پنیر سے ولیمہ والے قول کے درمیان کوئی مخالفت نہیں ہے ہے کیونکہ یہی اجزاء کھجور، گھی اور پنیر ہی ستو کے بھی اجزاء ہیں۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مسلمانوں نے کہا یہ امہات المومنین میں سے ایک ہیں یا آپ کی ایک لونڈی ہیں تو لوگوں نے کہا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پردے کا حکم دیتے ہیں تو امہات المومنین میں سے ایک ہیں ورنہ ایک لونڈی ہیں چنانچہ جب آپ نے سفر شروع کیا تو اپنے پیچھے ان کے لئے جگہ بنائی اور پردہ تانا تو لوگوں نے سمجھ لیا آپ نے ان سے نکاح کر لیا ہے چنانچہ جب انہوں نے سوار ہونے کا ارادہ کیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران کو ان سے قریب کیا

([1])حیس: حا کے زبر کے ساتھ گھی کھجور اور پنیر کے سے مل کر بنے ایک کھانے کا نام ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب ا لصلوۃ باب مایذکر من الفخذ میں حدیث نمبر (۳۷۱) پر اور انہوں نے ہی کتاب ا لنکاح میں حدیث نمبر (۵۱۶۹) پر کی ہے اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب ا لنکاح باب فضیلۃ اعتاقہ أمتہ ثم یتزوجھا میں حدیث نمبر (۱۳۶۵) پر اس کی تخریج کی ہے اور امام احمد نے اس کی تخریج اپنے مسند میں حدیث نمبر (۱۱۹۹۲) پر کی ہے ۔

([3])دیکھیے :فتح الباری(۲۹۶/۱۰)۔

تاکہ وہ اس پر سوار ہو جائیں[1] تو انہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ران پر اپنے پیر کو رکھنا ناگوار سمجھا تو انہوں نے اپنا گھٹنا آپ کی ران پر رکھا اور سوار ہوئیں۔[2]

اور صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ انس کہتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا آپ انہیں ایک کپڑے یا چادر سے سہارا دے رہے تھے پھر انہیں اپنے پیچھے سوار کر رہے تھے۔[3]

امام حاکم نے اپنی مستدرک روایت کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ سے رخصتی کی تو ابوایوب نے نبی کے دروازہ پر رات گذاری جب انہوں نے صبح کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو تکبیر کہی اور ابوایوب کے پاس تلوار تھی تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ کم عمر لڑکی تھی جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی آپ نے اس کے باپ بھائی اور شوہر کو قتل کر دیا تو مجھے آپ کے بارے میں اس پر اعتماد نہ تھا تو اللہ کے نبی ہنس پڑے اور ان کے لئے بھلی بات کہی۔[4]

امام ذہبی فرماتے ہیں: یہ بہت زیادہ غریب ہے اور اس کی عیسی بن مختار اور ابن ابی لیلی کے واسطے حکم عن مقسم عن ابن عباس ایک کمزور شاہد بھی ہے پھر انہوں نے اس کے قریب اور ملتی جلتی بیان کی۔[5]

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر میں حدیث نمبر(۴۲۱۱)(۴۲۱۲)(۴۲۱۳) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب ا لنکاح، باب فضیلۃ اعتاقہ أمۃ ثم یتزوجھا ،حدیث نمبر(۱۳۶۵) اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۱۹۹۲) پر کی ہے۔

([2])یہ روایت ابو الاسود کی مغازی میں عروہ کے حوالے سے وارد ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۲۵۹/۸)میں نقل کیا ہے۔

([3])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر میں حدیث نمبر(۴۲۱۱) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۲۶۱۶) پر کی ہے۔

([4])اس کی تخریج امام حاکم نے مستدرک میں کتاب معرفۃ الصحابہ باب ذکر أم المؤمنین صفیۃ بنت حیي میں حدیث نمبر(۶۸۶۸) پر اور ابن سعد نے اپنے طبقات(۳۰۸/۸) میں کی ہے۔

([5])دیکھیے: سیر أعلام النبلاء(۴۰۸/۲)۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خواتین کا صفیہ سے غیرت[1]

اور جب صفیہ مدینہ آئیں تو ان کے دونوں کانوں میں سونے کی بالیاں تھیں تو انہوں نے اس میں سے کچھ فاطمہ اور ساتھ کی عورتوں کو تحفہ دے دیا۔[2]

حضرت صفیہ کے کچھ فضائل اور ان کی وفات

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا شریف، خوبصورت حسب و نسب والی، دیندار، بردبار اور وقار والی عقلمند خاتون تھیں یہاں تک کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خواتین کو ان سے غیرت آتی تھی، چنانچہ امام احمد نے اپنی مسند اور ابو داود نے اپنی سنن میں حسن سند کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے صفیہ سے بہتر کھانا پکانے والی نہ دیکھا انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانے کا ایک برتن بھیجا تو مجھے خود پر کنٹرول نہ ہوا اور میں نے اسے توڑ دیا تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ اس کا کیا کفارہ ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھانے کے بدلے کھانا اور برتن کے بدلے برتن۔[3]

اس کی شاہد وہ ہے جسے امام ذہبی نے ذکر کیا ہے اس کی تخریج ابن سعد نے اپنے طبقات(۳۰۸/۲) بھی کی ہے۔

([1])قاضی عیاض کہتے ہیں: جیسا کہ ان سے حافظ ابن حجر نے فتح الباری(۴۰۱/۱۰) میں نقل کیا ہے غیرت یہ غین کے زبر اور یا کے سکون کے ساتھ ہے جو دل کی تبدیلی اور تغیر اور غضب کے ہے جان سے مشتق ہے جو کہ کسی خاص چیز میں مشارکت کی وجہ سے اتا ہے۔

([2])اس کی تخریج ابن سعد نے اپنے طبقات(۳۰۹/۸) میں کی ہے اور اس کے رجال سے بات ہیں۔

([3])اس کے تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۲۵۱۵۵) پر اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب البیوع والإجارات میں حدیث نمبر(۳۵۶۸) پر کی ہے اور اسے حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۴۲۱/۵)میں نقل کیا ہے اور اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

اور امام احمد نے اپنی مسند اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں شیخین کے شرط پر صحیح سند کے ساتھ انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ صفیہ کو پتہ چلا کہ حفصہ نے انہیں یہودی کی بیٹی کہا ہے تو وہ رونے لگیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے جب کہ وہ روہی رہی تھیں اور کہا تمہیں کیا ہوگیا۔[1] انھوں نے کہا: حفصہ نے مجھے کہا کہ میں یہودی کی بیٹی ہوں!

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نبی کی بیٹی ہو، تمہارے چچا نبی تھے اور ایک نبی کی بیوی ہو تو وہ تم پر کس چیز کے بارے میں فخر کرتیں ہیں؟! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ اے کہا اے حفصہ اللہ سے ڈرو۔[2]

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ سے نکاح کیا اس وقت ان کی عمر سترہ سال تھی۔

اور صفیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت کے پچاسویں سال حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوئی اور انہیں بقیع میں دفن کیا گیا۔[3]

زہریلی بکری کا واقعہ

اور جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس آئے تو مرحب کی بہن سلام ابن مشکم کی بیوی زینب بنت حارث نے آپ کے پاس بھنی ہوئی بکری بطور ہدیہ پیش کیا اور پہلے اس نے پوچھ رکھا تھا کہ محمد کو بکری کا کون سا حصہ زیادہ پسند ہے۔

([1]) یہ امام احمد کی مسند میں روایت ہے اور ابن حبان کی روایت میں ہے کہ:" تمہیں کس چیز نے رلایا "۔

([2]) اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۲۳۹۲) پر اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب اخبارہ عن مناقب الصحابہ باب ذکر تعظیم النبي صفیۃ میں حدیث نمبر(۷۲۱۱) پر کی ہے ۔

([3]) دیکھیے : سیر أعلام النبلاء(۲/۲۳۵-۲۳۷) اور فتح الباری(۸۱۴/۴)۔

تو اس سے کہا گیا تھا کہ: بازو، چنانچہ اس نے اسی حصہ میں زہر کو زیادہ بھر دیا پھر پوری بکری میں زہر لگا دیا پھر اسے لے کر آئی چنانچہ جب اس نے آپ کے سامنے بکری کو رکھا تو آپ نے بازو کا گوشت لے کر ایک ٹکڑا چبایا مگر اسے کھا نہ سکے اور آپ کے صحابہ نے اپنے ہاتھ پھیلائے ان میں بشر بن براء بن معرور بھی تھے چنانچہ انہوں نے بھی ویسے ہی لیا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا تھا مگر بشر نے اس کھا لیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تھوک دیا تھا پھر آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: یہ ہڈی مجھے بتا رہی ہے کہ یہ زہر آلود ہے۔[1]

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے بازو کو تناول فرمایا، تو آپ نے اسے منہ سے کھایا اور بشر بن براء رضی اللہ عنہما نے ایک ہڈی لیا اور اس کو منہ سے نوچا چنانچہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لقمے کو نگلا تو بشر نے بھی اپنے منہ میں موجود لقمے کو نگل لیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے ہاتھ اٹھا لو کیوں کہ یہ بازو مجھے یہ خبر دے رہی ہے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت دی ہے تحقیق کہ میرے اس کھانے میں مجھے محسوس ہوا ہے مگر اس کو پھینکنے سے مجھے صرف اس بات نے منع کیا کہ میں آپ کے کھانے کو خراب نہ کروں پھر جب میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنے لقمے کو نگل لیا تو میں اپنے جان کو آپ کی جان سے بڑھ کر نہیں تصور کرتا اور میں نے یہ امید کی کاش آپ نے اسے نہ نگلا ہوتا کیونکہ اس میں تو سرکشی ہے۔[2]

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی خاتون کے پاس بھیجا اور اسے لایا گیا تو آپ نے اس سے اس بارے میں دریافت کیا؟[3]

([1])اس کی تخریج ابن اسحاق نے سیرت(٣٦٧/٣) میں کی ہے بغیر سند کے۔

([2])اس کی تخریج ابن سعد نے اپنے طبقات(٣٥١/٢) میں کی ہے۔

([3])یہ مسلم کی ان کی صحیح میں روایت ہے اور مستدرک میں حاکم کی روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا تمہاری بربادی ہو تم نے مجھے کس وجہ سے زہر آلود کیا۔

تواس نے کہا: میں نے آپ کو قتل کرنا چاہا تھا۔[1]

اور امام احمد کے یہاں مسند میں صحیح سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مروی ہے اس نے کہا کہ میں نے یہ چاہا تھا کہ اگر آپ نبی ہوں گے تو اللہ تعالی آپ کو خبر کر دیں گے اور اگر آپ نبی نہیں ہوں گے تو میں لوگوں کو تم سے آرام سے دلاؤں گی۔[2]

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون سے کہا اللہ رب العالمین تمہیں اس کام پر مامور کرنے والا نہیں ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ((مجھ پر)) [3] تو لوگوں نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم اسے مار نہ ڈالیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((نہیں))۔[4]

اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ جب خیبر فتح کیا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بکری تحفہ کے طور پر دی گئی جس میں زہر تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس یہاں موجود یہودیوں کو جمع کرو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جو میں سوال کروں گا اس کا صحیح جواب دو گے؟

تو انہوں نے کہا: ہاں اے ابو القاسم۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ڈالا ہے؟

انہوں نے کہا: ہاں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں ایسا کرنے پر کس چیز نے ابھارا؟

([1])یہ امام مسلم کی ان کے صحیح میں کتاب السلام باب میں روایت ہے حدیث نمبر(۲۱۹۰) پر اپنی مسند میں حدیث نمبر پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۲۷۸۴) پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب السلام باب السحر میں حدیث نمبر(۲۱۹۰) پر کی ہے۔

([4])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الھبہ باب قبول الھدیۃ من المشرکین میں حدیث نمبر(۲۶۱۷) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب السلام باب السحر میں حدیث نمبر (۲۱۹۰) پر کی ہے۔

لوگوں نے کہا: اس لئے کہ اگر آپ جھوٹے ہوں گے تو ہم آپ سے آرام میں آجائیں گے اور اگر آپ نبی ہوں گے تو آپ کو اس سے کوئی تکلیف نہ ہو گی۔[1]

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو چھوڑ دیا اور اس کو معاف کر دیا لیکن جب بشر بن براء بن عرور رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی اس کھانے کی وجہ سے جسے انہوں نے کھایا تھا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قصاص کے طور پر قتل کئے جانے کا حکم دیا کیوں کہ اس نے بشر بن براء بن معرور رضی اللہ تعالی عنہ کو قتل کیا تھا۔[2]

اس زہر کا اثر جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا تھا

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس زہر کی وجہ سے مختلف اوقات میں تکلیف کا سامنا ہوا کرتا تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجامہ کیا کرتے تھے چنانچہ امام احمد نے اپنی مسند میں صحیح سند کے ساتھ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب زہر کی وجہ سے تکلیف محسوس کرتے تھے تو حجامہ کیا کرتے تھے وہ کہتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر کیا چنانچہ جب آپ نے احرام باندھا تو آپ کو اس زہر کی وجہ سے تکلیف محسوس ہوئی تو آپ نے حجامہ کروایا۔[3]

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الطب باب مایذکر فی سم النبي صلی اللہ علیہ وسلم میں حدیث نمبر (۵۷۷۷)پر اور کتاب الجزیۃ والموادعۃ باب إذا غدر المشرکون ھل یعفی عنھم؟ حدیث نمبر(۲۱۹۰) پر کی ہے۔

([2])اس کے تخریج امام حاکم نے مستدرک میں کتاب معرفۃ الصحابہ باب حکایۃ یھودیۃ سمت النبي وأصحابہ میں حدیث نمبر (۵۰۲۰) پر کی ہے اور امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور یہ اپنے مجموعی طرق کی وجہ سے حسن حدیث ہے۔ امام سہیلی الروض الأنف (۸۳/۴)میں کہتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قتل نہیں کیا کیونکہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لیے بدلہ نہیں لیتے تھے تو جب بشر ابن براء رضی اللہ عنہ بھی فوت ہو گئے اس کھانے کی وجہ سے تو اپ نے بشر کے اختصاص کے طور پر انہیں قتل کیا۔

([3])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۲۷۸۴)پر کی ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں امام احمد کے مسند میں صحیح سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مروی ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجامہ کروایا جبکہ آپ احرام کی حالت میں تھے اس بکری کے کھانے کی وجہ سے جس میں زہر تھا جس میں خیبر والوں میں سے ایک خاتون نے زہر لگایا تھا۔[1]

فوائد حدیث

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں بہت سے فوائد ہیں

نمبر 1 :آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب سے متعلق خبر دینا۔

نمبر 2 :آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیر جاندار کا کلام کرنا۔

نمبر 3 :اور اس میں یہودیوں کے آپ سے دشمنی کا بھی بیان ہے وہ آپ کی سچائی کا اعتراف کرتے تھے جیسا کہ زہر کے واقعے میں پیش آیا مگر اس کے باوجود بھی انہوں نے آپ سے دشمنی کی اور آپ کی تکذیب پر ڈٹے رہے۔

نمبر 4 :اور اس میں اس بات کا بھی بیان ہے کی جس نے زہر دے کر کسی کو قتل کیا اس کو قصاص کے طور پر قتل کیا جائے گا۔

نمبر پانچ :اور اس میں اس بات کا بھی بیان ہے کی وہ چیزیں جیسے :زہر وغیرہ خود بخود اثر انداز نہیں ہوتیں بلکہ اللہ تعالی کے حکم سے ان میں اثر آتا ہے۔[2]

([1])مرجع سابق حدیث نمبر (۳۵۴۷)۔

([2])دیکھیے: فتح الباری(۴۱۴/۱۱) ۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹھ کی دل سے لگی ہوئی رگ[1] کا کٹنا:

اور اس زہر کا اثر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنا ہوا کہ اس سے دل سے لگی ہوئی پیٹھ میں موجود آپ کی رگ کٹ گئی، چنانچہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات والی بیماری کے وقت کہتے تھے: "اے عائشہ میں اب بھی اس کھانے کی تکلیف محسوس کر رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھائی تھی تو یہ وقت آگیا ہے کہ مجھے محسوس ہوا کہ اس زہر سے میری رگ کٹ گئی"۔[2]

اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابو داود اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ ام مبشر کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت گئیں جب آپ اپنی وفات والی بیماری کی تکلیف میں تھے تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کو اپنے اوپر کسی چیز کا شبہ ہے مجھے تو صرف اسی کھانے کا شبہ ہے جو میں نے آپ کے ساتھ خیبر میں کھایا تھا اور ان کا بیٹا بشر بن براء بن معرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے فوت ہو چکا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور مجھے بھی اس کے علاوہ کسی اور چیز پر شبہ نہیں ہے اور یہ میری رگ کے کٹنے کا وقت آگیا ہے۔[3]

([1]) ابہر: وہ رگ جو پیٹھ میں ہوتا ہے جس کا تعلق دل سے ہوتا ہے جب وہ کٹ جاتا ہے تو اس کے ساتھ زندگی کا تصور نہیں ہوتا، دیکھیے :النہایہ(۲۲/۱)۔

([2]) اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی، باب مرض النبي ووفاته میں حدیث نمبر(۴۴۲۸) پر کی ہے۔

([3]) اس کی تخریج امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر(۲۳۹۳۳) پر امام ابو داؤد نے اپنے سنن میں حدیث نمبر(۴۵۱۳) پر اور حاکم نے مستدرک کتاب معرفۃ الصحابۃ باب بشر بن البراء بن معرور مات قبل النبي صلی اللہ علیہ وسلم میں حدیث نمبر(۵۰۱۹) پر کی ہے ۔

اس زہر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت

امام احمد نے اپنی مسند اور حاکم نے مسلم کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نو مرتبہ اللہ کی قسم کھاؤں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا گیا ہے[1] وہ میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں صرف ایک مرتبہ قسم کھاؤں وہ اس لئے کیونکہ اللہ تعالی نے آپ کو نبی بنایا تھا اور آپ کو شہید بنایا تھا۔[2]

اور ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور اس کا اثر یعنی زہر کا اثر باقی رہا حالانکہ معمولی تھا مگر اللہ نے چاہا کہ آپ کو فضیلت کے سارے مراتب مکمل طور پر حاصل ہوں چنانچہ جب اللہ نے آپ کو شہادت سے سرفراز کرنا چاہا تو اس کا چھپا ہوا اثر ظاہر ہو گیا تا کہ اللہ اپنے ارادے کو پورا کر دے۔[3]

غزوہ خیبر میں دونوں فریقوں کے مقتول

غزوہ خیبر میں مسلمانوں میں سے شہید ہونے والے لوگوں کی تعداد[4] 13 سے متجاوز تھی جن میں سے چار قریش سے اور ایک اشجع قبیلے سے اور ایک اسلم قبیلے سے اور ایک اہل خیبر میں سے تھے جو کہ اسود راعی تھے اور گیارہ لوگ انصار تھے۔

([1])امام سندی مسند کی شرح (۲۴۷/۳)میں کہتے ہیں: اور یہ اللہ تعالی کے سورہ مائدہ میں ایت نمبر ٦٧ میں فرمان:"واللہ یعصمک من الناس" کے منافی نہیں ہے کیونکہ عام طور پر قتل سے حفاظت کافی ہے اور اپ صلی اللہ علیہ وسلم بلا شبہ اس سے محفوظ رہے ۔

([2])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۳٦۱۷) پر اور امام حاکم نے مستدرک کتاب المغازي والسرايا باب اتخاذہ اللہ نبیا واتخاذہ شھیدا، میں حدیث نمبر (۴۴۵۰)پر کی ہے۔

([3])دیکھیے: زاد المعاد(۱۱۳/۴)۔

([4])بضع(عدد میں) با کے زیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جو کہ تین سے نو تک کی گنتی کو کہا جاتا ہے، دیکھیے: النہایہ(۱۳۳/۱)۔

اور غزوہ خیبر میں قتل کیے جانے والے یہودیوں کی تعداد 93 لوگوں پر مشتمل تھے جن میں سے کچھ لوگ ان کے سرداروں میں سے تھے جیسے ابوالحقیق کے دونوں بیٹے اور مرحب۔[1]

ابان سعید رضی اللہ عنہ کی نجد سے آمد

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے ابان بن سعید بن العاص کو ایک لشکر کے ساتھ نجد کے جانب بھیجا چنانچہ اب ان اور ان کے ساتھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خیبر اس کے فتح ہونے کے بعد آئے، تو ابان نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حصہ مانگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حصہ نہ دیا۔[2]

حافظ ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں: مجھے اس سریہ کی حالت کا پتہ نہ چلا ہو سکتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وہاں موجود دیہاتیوں کو ڈرانے کے لئے بھیجا ہو کیونکہ وہ مسلمانوں پر دھاوا بولنے کے لئے مناسب وقت تلاش کر رہے تھے تاکہ وہ مدینہ پر حملہ کر سکیں اور وہاں لوٹ مار انجام دے سکیں[3]۔

([1])دیکھیے: سیرت ابن ہشام (۳/۳۷۳)،الطبقات الکبری از ابن سعد(۲/۳۰۳)۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی میں باب غزوۃ خیبر میں حدیث نمبر(۴۲۳۸) پر اور امام ابو داؤد کتاب الجھاد باب فیمن جاء بعد الغنیمۃ لا سھم لہ نے اپنے سنن میں حدیث نمبر(۲۷۲۳) پر کی ہے۔

([3])دیکھیے :فتح الباری(۸/۲۷۵)۔

فدک[1] کے یہودیوں کا معاملہ

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خیبر پہنچے مجھے تو آپ نے محیصہ[2] بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کچھ لوگوں کے ساتھ فدک کے یہودیوں کی جانب انہیں اسلام کی طرف بلانے کے لیے بھیجا تو انہوں نے اسلام قبول کرنے میں دیر کی، جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر سے فراغت حاصل کی تو اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، چنانچہ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قاصد بھیج کر فدک کے آدھے پیداوار پر صلح کرنا چاہا جیسا کہ اہل خیبر نے کیا تھا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کی یہ پیشکش قبول کرلی۔

چنانچہ فدک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص تھا کیونکہ اس پر مسلمانوں نے گھوڑے یا سواری کے ذریعے سے کوشش نہیں کی تھی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے خرچ کرتے تھے اور اس میں سے بنو ہاشم کے چھوٹے لوگوں پر خرچ ہوتا تھا اور اس سے ان کے غیر شادی شدہ لوگوں کو نکاح کرتے تھے۔

امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں حسن سند کے ساتھ مغیرہ ابن مقسم کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں عمر بن عبد العزیز نے خلیفہ بنائے جانے کے بعد بنی مروان کو جمع کیا اور کہا: بے شک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فدک خاص تھا اس میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کرتے تھے اور بنو ہاشم کے چھوٹوں پر اسی سے خرچ کیا کرتے تھا اور اس سے ان کی بغیر شادی والی عورتوں کی شادی کرتے تھے۔[3]

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری(۳۲۳/۶) میں کہتے ہیں: فدک فا اور دال کے زبر کے ساتھ ہے جو مدینہ سے تین مرحلے کے فاصلے پر واقع ہے۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری (۲۲۳/۱۴)میں کہتے ہیں: محیصہ میم کے پیش اور یا کے تشدید کے ساتھ ہے۔

([3])اس کی تخریج امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب الخراج والإمارة باب في صفاء رسول الله من الأموال میں حدیث نمبر(۲۹۷۲) پر کی ہے۔

وادی قریٰ[1] کا حصار اور مدعم[2] کا قصہ

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکلے یہاں تک کی وادی قریٰ پہنچ گئے جہاں یہودیوں کی ایک جماعت رہتی تھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں قیام کیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غلام تھا جس کو مدعم کہا جاتا تھا جسے آپ کو رفاعہ بن زید جذامی نے تحفہ میں دیا تھا، جب وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کو ٹھیک کر رہا تھا اسی وقت ایک انجانا تیر آیا اور اسے لگ گیا جس سے وہ قتل ہو گیا تو لوگوں نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کو شہادت مبارک ہو تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر گز نہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک ایک چادر جو اس نے خیبر کے دن مال غنیمت میں سے لی تھی جس کو تقسیم نہیں کیا گیا تھا وہ اس پر آگ جلائے گی، تو ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتا ہوا سن کر ایک یا دو فیتے لے کر آپ کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سے اس نے کہا: یہ میں نے لیا تھا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک یا دو فیتے آگ کے ہیں۔[3]

میں کہتا ہوں: اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خیانت کے سلسلے میں بہت سختی سے وعید فرمائی ہے چنانچہ امام احمد نے اپنی مسند میں حسن سند کے ساتھ عمرو بن شعیب عن أبیہ عن

([1])وادی قری :شام اور مدینہ کے درمیان مدینہ کے شہروں میں سے ایک وادی ہے جس میں بہت سارے گاؤں بسے ہوئے ہیں، دیکھیے معجم البلدان(٨/٤٣٣)۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری(٨/٢٧١) میں کہتے ہیں :"مدعم "کے زیر اور دال کہ سکون اور عین کے زبر کے ساتھ ہے ۔

([3])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر حدیث نمبر (٤٢٣٤)اور انہوں نے ہی کتاب الایمان و النذور ،باب هل يدخل في الأيمان والنذور الأرض والمعنم والزرع میں حدیث نمبر(٦٧٠٧) اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الایمان باب غلظ تحریم الغلول وأنه لا يدخل الجنة إلا المؤمنون میں حدیث نمبر(١١٥) پر کی ہے ۔

کی سند سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خیانت کرنا قیامت کے دن اپنے انجام دینے والے لئے عار، آگ اور عیب کا باعث ہے"۔[1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ساتھیوں جنگ کے لئے صف بندی کرانا:

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو قتال کے لئے تیار کیا اور ان کی صف بندی کرائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا اور ایک جھنڈا حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو دیا اور ایک جھنڈا سہل بن حنیف کو دیا اور ایک جھنڈا عباد بن بشر کو دیا پھر آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور انہیں بتایا کہ اگر وہ اسلام قبول کرلیں گے تو اپنے مال محفوظ کرلیں اور اپنی جان کی سلامتی پالیں گے اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا۔

مگر انہوں نے اس بات کو ٹھکرا دیا اور اور جنگ کرنی چاہیے ہیں چنانچہ ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا تو اس کے مقابلے کے لئے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نکلے اور اسے قتل کر دیا پھر دوسرا شخص آگے بڑھا تو اس سے مقابلے کے لئے علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اسے قتل کر دیا پھر ان میں سے تیسرا شخص نکلا ملا تو اس کے مقابلے کے لئے ابو دجانہ رضی اللہ تعالی عنہ کے بڑھے اور اسے قتل کر دیا یہاں تک کہ ان میں سے 11 لوگ قتل کر دیے گئے جب بھی کوئی شخص قتل کیا جاتا ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم باقی بچے لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے اور اور اس دن نماز کا وقت ہوتا تھا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو نماز پڑھاتے ہیں پھر واپس جاتے اور انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلاتے لیکن انہوں نے انکار کیا چنانچہ سورج اپنے غروب کے لیے بلند نہیں ہوا یہاں تک کہ انہوں نے اپنے ہتھیار ڈال دیئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت معمولی مدت میں انہیں فتح کر لیا اللہ رب العالمین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے مال بطور غنیمت دیے اور وہاں پر مسلمانوں کو بہت سے ساز و سامان اور چیزیں ملی۔

---

[1] اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (٦٧٢٩) پر کی ہے۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وادی قری پر چار دنوں تک ٹھہرے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وہاں ساز وسامان اور غنیمت حاصل کیے اسے وہیں پر اپنے صحابہ کے درمیان تقسیم کر دیا اور زمین اور درختوں کو یہودیوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا اور ان کے ساتھ اسی طرح سے معاملہ فرمایا جیسا کہ اہل خیبر کے ساتھ معاملہ کیا تھا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر عمرو بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو والی مقرر فرمایا۔[1]

تیماء کے یہودیوں کا معاملہ:

اور جب تیماء کے یہودیوں کو معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر اور فدک اور وادی قری کے یہودیوں کے ساتھ کیا کیا تو انہوں نے آپ سے جزیہ پر صلح کر لی اور وہ اپنے سر زمین پر باقی رہے اور ان کی زمین ان کے ہاتھ میں رہی۔[2]

خیبر کے یہودیوں کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں معاملہ

اور خیبر کے یہود اپنی کھیت میں وہاں پیدا ہونے والے گلوں کے آدھے حصے پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھر کام کرتے رہے رہے تھے جب اس کے کاٹنے کا وقت آیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جانب عبد اللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ ان کا اندازہ لگائیں تو انہوں نے ان کے باغ میں چکر لگایا اور اس کا اندازہ کیا پھر اس کا آدھا حصہ ان کے ذمہ واجب کر دیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب انہوں نے ان کے سختی سے اندازہ لگانے کی شکایت کی اور انہوں نے ارادہ کیا کہ انہیں رشوت دیں تو ان سے انہوں نے کہا: اے اللہ

([1])دیکھیے: سیرت نبوی از امام ذہبی (۹۰/۲)،دلائل نبوت از امام بیہقی(۲۷۰/۴)، شرح المواہب (۳۰۱/۳)،البدایہ والنہایہ(۶۰۸/۴)۔

([2])اس کی تفصیل دیکھیے :دلائل نبوت از امام بیہقی (۲۷۰/۴)،شرح المواہب(۳۰۳/۳)، البدایہ والنہایہ(۶۰۸/۴) ۔

کے دشمنوں کیا تم مجھے حرام کھلاؤ گے ؟ میں تمہارے پاس اپنے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہستی کے پاس سے آیا ہوں اور تم اپنے کرتوتوں کی وجہ سے میرے نزدیک بندروں اور سؤروں سے بھی زیادہ ناپسندیدہ ہو مگر مجھے تمہاری نفرت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری محبت محبت اس بات پر نہیں اٹھا سکتی کہ میں تمہارے درمیان انصاف نہ کروں تو انہوں نے کہا اسی کی وجہ سے آسمان اور زمین قائم ہیں۔[1]

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے ان کے پھلوں کا اندازہ صرف ایک سال لگایا تھا پھر جب وہ موتہ کی جنگ میں شہید کر دیئے گئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جگہ جبار ابن صخر[2] رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا جو کہ ان کے بعد اہل مدینہ کے اندازہ لگانے والے اور حساب کتاب کرنے والے تھے۔[3]

خیبر کے یہودیوں کی غداری

اور خیبر کے یہودی اسی حالت پر تھے، ان سے کوئی ایسی بات ظاہر نہ ہوئی جس سے مسلمانوں کو نقصان ہو یہاں تک کہ انہوں نے ابن محیصہ[4] بن مسعود رضی اللہ پر حملہ کیا اور انہیں قتل کر دیا اور یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی ہوا، چنانچہ امام نسائی نے سنن کبریٰ اور طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں صحیح سند کے ساتھ عمرو بن شعیب کے حوالے سے ان کے والد

([1])اس کی تخریج امام ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب المزارعہ باب الزجر عن المخابرۃ والمزارعۃ میں حدیث نمبر(۵۱۹۹) پر اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں کتاب الزکوۃ باب خرص النخل والعنب میں حدیث نمبر(۱۸۲۰) پر اور ابو داؤد نے اپنے سنن میں کتاب البیوع باب المساقاۃ میں حدیث نمبر (۳۴۱۰) پر کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

([2])یہ جبار ابن صخر انصاری ہیں جو عقبہ میں اور بدر اور احد میں شریک ہوئے تھے با اور سبھی جنگوں میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے تھے ان کی وفات سن ۳۰ سے ہجری میں عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوئی اس وقت ان کی عمر ۶۲ سال تھی ۔

([3])دیکھیے : سیرت ابن ہشام (۳۸۵/۳)۔

([4])حافظ ابن حجر فتح الباری (۲۲۳/۱۴)میں کہتے ہیں: محیصہ میم کے پیش اور یا مقصورہ کے تشدید کے ساتھ ہے۔

اور ان کے دادا سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں ابن محیصہ اصغر صبح کے وقت خیبر کے دروازے پر قتل کئے ہوئے ملے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کے قاتل کے خلاف دو گواہ بناؤ او میں اسے رسی سمیت تمہارے حوالے کر دوں گا اس نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور میں کیسے دو گواہ پاؤں وہ تو ان کے دروازوں پر قتل کئے ہوئے ملے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم 50 قسم کھاؤ۔[1]

انہوں نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جو نہیں جانتا اس پر قسم کیسے کھاؤں؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان سے 50 قسم کھلاؤ۔

انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو یہودی ہیں ہم ان کو کیسے قسم کھلائیں۔

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دیت کو ان میں تقسیم کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھی دیت میں ان کی مدد کی۔[2]

([1])قسامہ: قاف کے زبر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جس کا معنی قسم کے ہوتا ہے مقتول کے اولیاء ۵۰ قسمیں کھاتے ہیں ان کے مقتول کے خون کا مستحق ہونے کے لیے جب وہ اسے کسی ایسے قوم کے درمیان پاتے ہیں کہ ان اس کا قاتل معلوم نہیں ہوتا اگر وہ ۵۰ نہ ہو تو موجود لوگ ۵۰ قسمیں کھائیں گے جن میں بچے عورتیں اور پاگل اور غلام نہیں شمار کیے جائیں گے یا جن پر تہمت لگی ہے وہ قتل کی نفی کے لیے قسم کھائیں گے اگر دعوی کرنے والے قسم کھاتے ہیں تو وہ دیت کے مستحق ہوں گے اور اگر جن پر تہمت لگائی جا رہی ہے وہ قسم کھائیں تو انہیں دیت نہیں دینی ہوگی ،دیکھیے: النہایہ(۵۵/۴)۔

میں کہتا ہوں: امام ابن القیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد (۹/۵)میں قسامہ کے معاملے کی تفصیل بیان کی ہے اپ وہاں اس کا مراجعہ کر سکتے ہیں۔

([2])اس کی تخریج امام نسائی نے سنن کبری میں حدیث نمبر ا(۶۸۹۶)ور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(۴۵۸۶) پر کی ہے اور اسے حافظ ابن حجر نے فتح الباری(۱۴ای۲۲۵) میں نقل کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

اور شیخان نے اپنی صحیحین میں سہل بن ابی حثمہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں بے شک عبداللہ بن سہل اور محیصہ مشقت کے درپیش ہونے کی وجہ سے خیبر[1] کی جانب نکلے، تو محیصہ کو بتایا گیا کہ عبداللہ کو قتل کر دیا گیا ہے اور اسے ایک گڑھے میں یا ایک چشمے میں ڈال دیا گیا ہے تو وہ یہودیوں کے پاس آئے اور ان سے کہا: اللہ کی قسم تم نے ہی انہیں قتل کیا ہے ان لوگوں نے کہا اللہ کی قسم ہم نے انہیں قتل نہیں کیا ہے پھر وہ وہاں سے چلے یہاں تک کہ اپنے قوم کے پاس پہنچے تو ان سے پورا قصہ بیان کیا پھر وہ اور ان کے بھائی حویصہ[2] جو کہ ان سے بڑے تھے اور عبداللہ بن سہل مقتول کے بھائی عبدالرحمن بن سہل متوجہ ہوئے اور بات کرنے کے لئے گئے وہی خیبر میں موجود تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محیصہ سے کہا بڑی عمر والے کو بات کرنے دو پھر حویصہ نے بات کی اور پھر محیصہ نے بات کی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا تو یہ تمہارے ساتھی کی دیت دیں یا جنگ کے لئے تیار ہو جائیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک خط دے کر ان کی جانب روانہ کیا تو یہودیوں نے اس کے جواب میں خط لکھا کہ ہم نے انہیں قتل نہیں کیا ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حویصہ محیصہ اور عبدالرحمن سے کہا کیا تم قسم کھا کر اپنے ساتھی کے خون کا مستحق بنو گے؟ تو انہوں نے کہا نہیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا پھر یہودی تمہارے لئے قسم کھائیں، تو انہوں نے کہا وہ مسلمان نہیں ہیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے سو اونٹ ان کی دیت ادا کی یہاں تک کہ انہیں گھر میں داخل کیا گیا، سہل کہتے ہیں: پھر ان میں سے ایک اونٹنی نے مجھے پیر مارا۔[3]

([1])امام بخاری اور مسلم نے اپنے صحیح میں ایک دوسری روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ ان دنوں صلح کا وقت چل رہا تھا۔

([2])حویصہ: "حاء" کے ضمہ اور یاء مکسورۃ کے تشدید کے ساتھ۔

([3])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الجزیہ والموادعۃ باب الموادعۃ والمصالحۃ مع المشرکین بالمال میں حدیث نمبر (۳۱۷۳)پر اور انہوں نے ہی کتاب الدیات باب القسامۃ میں حدیث نمبر (۶۸۹۸)پر اور انہوں نے ہی کتاب الاحکام،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں یہودیوں کی خیبر اور جزیرہ عرب سے جلاوطنی:

اور پھر خیبر کے یہود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور ابو بکر کی خلافت کے زمانے میں لگاتار وہاں کی زمین پر وہاں پیدا ہونے والے اناج کے آدھے حصے پر کام کرتے رہے پھر عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے خلافت کے ابتدائی دنوں میں انہیں وہاں باقی رکھا، یہاں تک کہ ان کے بیٹے عبد اللہ اور زبیر ابن العوام اور مقداد ابن اسود خیبر میں موجود اپنے مال کی جانب گئے تاکہ اس کی دیکھ بھال کریں چنانچہ جب وہاں پہنچے تو وہ سب جب آپ نے اپنے مال میں بکھر گئے تو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پر رات کے وقت حملہ کیا گیا جب کہ وہ اپنے بستر پر سو رہے تھے جس کی وجہ سے ان کے دونوں ہاتھ ان کی کہنیوں سے اکھڑ گئے چنانچہ جب انہوں نے صبح کی تو ان کے اوپر پیش آنے والے اس معاملے کی جانکاری ان کے دونوں ساتھیوں کو دی گئی وہ دونوں ان کے پاس آئے اور انہوں نے ان سے ایسا کرنے والے کے بارے میں پوچھا؟

تو انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا، پھر انہوں نے کہا: تم میرے دونوں ہاتھ کو صحیح کرو پھر وہ انہیں لے کر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: یہ یہودیوں کی کارستانی ہے۔[1]

اور صحیح سند کے ساتھ طحاوی کی ایک روایت میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا تو انہوں نے مسلمانوں کے مالوں میں خیانت سے کام لیا اور ان کے ساتھ دھوکا کیا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کو چھت کے اوپر سے تیر مارا جس سے ان کے دونوں ہاتھ اکھڑ کر گئے۔[2]

باب کتاب الحاکم إلی عمالہ والقاضي إلی أمنائہ میں حدیث نمبر(۷۱۹۲) پر کی ہے اور اسے امام مسلم نے کتاب القسامۃ والمحاربین و القصاص، باب القسامۃ میں حدیث نمبر(۱۶۶۹)(۱) پر تخریج کی ہے۔

([1])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۹۰) پر کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

([2])اس کی تخریج امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(۲۷۶۵) پر کی ہے ۔

جب عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی تو وہ لوگوں میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور کہا: اے لوگو! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں کو وہاں کام کرنے کے لیے رکھا تھا اس شرط کے ساتھ کہ جب ہم چاہیں گے انہیں نکال دیں گے اور انہوں نے عبداللہ بن عمر پر سرکشی کی ہے اور جیسا کہ تم جانتے ہو انہوں نے ان کے دونوں ہاتھ کو اکھاڑ دیا ہے، اور اس سے پہلے ان لوگوں نے انصاری شخص پر بھی سرکشی کی تھی[1] اور ہمیں اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کی ان لوگوں نے ہی ایسا کیا ہے کیونکہ وہاں ان کے علاوہ ہمارا کوئی دشمن نہیں ہے تو خیبر میں جس کا کوئی مال ہو وہ وہاں جا کر اسے لے کیونکہ میں یہودیوں کو وہاں سے نکالنے والا ہوں۔[2]

جب عمرؓ نے ان (یہودیوں) کو جلاوطن کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا، تو بنی ابی الحقیق[3] کے ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہنے لگا: "اے امیر المؤمنین! کیا آپ ہمیں نکال دیں گے حالانکہ محمد ﷺ نے ہمیں یہاں ٹھہرنے کی اجازت دی تھی، اور ہم سے معاہدہ کیا تھا کہ ہم ان (کھیتوں اور اموال) پر کام کرتے رہیں گے، اور یہ شرط ہمیں دی گئی تھی؟"[4]

([1])ان کے ابن محیصہ بن مسعود انصاری اور عبداللہ بن سہل انصاری کے قتل کے سلسلے میں جیسا کہ پہلے تھوڑی دیر پہلے گزر چکا ہے۔

([2])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۹۰) پر کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور اس کی تخریج امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(۲۷۶۵) پر کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور اس کی اصل صحیح بخاری میں حدیث نمبر(۲۷۳۰) پر موجود ہے۔

([3])حقیق یہ تصغیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جو کہ خیبر کے یہودیوں کا سردار تھا اور تحاوے کی ایک روایت میں شرح مشکل اثار میں صحیح سند کے ساتھ حدیث نمبر(۲۷۶۵) پر ہے کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ان کے پاس ان کا سردار آیا۔

([4])ابن حبان کی ان کے صحیح کی روایت میں ہے حدیث نمبر (۵۱۹۹)پر کہ انہوں نے ان کے رئیس عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم ہمیں نہ نکالو ہمیں یہاں رہنے دو جیسے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر نے ہمیں یہاں رہنے دیا تھا۔

تو عمرؓ نے فرمایا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں رسول اللہ ﷺ کا وہ فرمان بھول گیا ہوں جو آپؐ نے تم سے فرمایا تھا: "جب تمہیں خیبر سے نکالا جائے گا، اور تمہاری اونٹنی تمہیں رات در رات لے کر دوڑتی جائے گی، (تو اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا؟)"۔ [1]

اس (یہودی) نے کہا: "یہ تو ابو القاسم (یعنی رسول اللہ ﷺ) کی طرف سے ایک مزاح یا وقتی بات تھی"۔ [2]

تو عمر بن الخطابؓ نے فرمایا: "تو جھوٹ بول رہا ہے اے اللہ کے دشمن! بے شک وہ (یعنی نبی ﷺ کا فرمان) فیصلہ کن اور سنجیدہ بات تھی، مزاح نہیں تھا"۔ [3]

پھر عمرؓ نے انہیں (یہودیوں کو) جلاوطن کر دیا —— انہیں تیماء [1] اور اُریحاء (کے علاقوں) کی طرف بھیج دیا، اور انہیں ان کے کھجوروں کے باغات اور اموال کی قیمت دے دی، یعنی

([1]) حافظ ابن حجر فتح الباری (٥/٦٧٤) میں کہتے ہیں: اس میں اپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ان کو خیبر سے نکالنے کی طرف اشارہ ہے اور یہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب کی خبر دینے کے باپ سے ہے قبل اس کے کہ وہ واقع ہو۔

اور صحابی کی روایت میں شرح مشکل الاثار میں صحیح سند کے ساتھ حدیث نمبر (٢٧٦٥) پر ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے سردار سے کہا کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ مجھ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول تمہارے بارے میں ثابت ہو گیا ہے کہ تم اس وقت کیسے پاؤ گے جب تم اپنے سواری کو دن بدن شام کی جانب جلدی لے کر جاؤ گے۔

([2]) اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الشروط باب إذا اشترط في المزارعة "إذا شئت أخرجتك" میں حدیث نمبر (٢٧٣٠) پر اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر (٢٧٦٥) پر کی ہے اور اسے ابن الاثیر نے جامع الأصول میں حدیث نمبر (١١٢٩) پر نقل کیا ہے۔

([3]) یہ حدیث امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے —— کتاب الشروط (شرائط کا بیان)، باب: اگر مزارعت میں یہ شرط رکھی جائے کہ "جب چاہوں تمہیں نکال دوں" —— حدیث نمبر (٢٧٣٠)۔ اور امام طحاویؒ نے اسے شرح مشکل الآثار میں روایت کیا —— حدیث نمبر (٢٧٦٥)۔ نیز ابن الأثیرؒ نے اسے جامع الأصول میں ذکر کیا —— حدیث نمبر (١١٢٩)۔

مال، اونٹ، اور سامانِ تجارت کی شکل میں —— جس میں اونٹوں کے پالان، رسّیاں اور دیگر سامان شامل تھا[2]۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو اختیار:

اور عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو اختیار دیا کی یا تو وہ ان کے لیے پانی اور زمین کا حصہ مقرر کر دیں یا ان کے لئے وہی جاری رکھیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیا کرتے تھے۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سو وسق[3] اور اسی وسق کھجور اور بیس وسق جو دیا کرتے تھے چنانچہ ان میں سے کچھ نے زمین کو اختیار کیا اور کچھ نے وسق اور حضرت عائشہ اور حفصہ بھی زمین اور پانی اختیار کرنے والوں میں سے تھیں۔[4]

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری(۲۹۰/۵) میں کہتے ہیں:" تیاء" تاکہ زبر کے ساتھ اور ریا کے سکون کے ساتھ ہے اور اریحا حمزہ کے زبر اور را کے زیر کے ساتھ ہے یہ دونوں بلاد قے کے قریب دو مشہور شہر ہیں جو شام کے مدینہ سے جا رہے شخص کے پہلے راستے میں شام کے سمندر پر واقع ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الحرث و المزارعہ باب إذا قال رب الأرض أقرک ما أقرک اللہ میں حدیث نمبر (۲۳۲۸) پر اور انہوں نے ہی کتاب الشروط باب إذا اشترط في المزارعة "إذا شئت أخرجتک" میں حدیث نمبر (۲۷۳۰) پر اور امام مسلم نے اس کی تخریج اپنی صحیح میں کتاب المساقات باب المساقاة والمعاملة بجزء من الثمرة مروالزرع میں حدیث نمبر(۱۵۵۱)(۶) پر کی ہے۔

([3])وسق واؤ اور و کے زبر اور س کے سکون کے ساتھ ہے جو ۶۰ سال کا ہوتا ہے، دیکھیے:النہایہ(۱۶۱/۵)۔

([4])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الحرث والمزارعہ باب المزارعہ بالشطر ونحوہ میں حدیث نمبر(۲۳۲۸) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب المساقات باب المساقاة والمعاملة بجزء من الثمر والزرع میں حدیث نمبر (۱۵۵۱)(۲)پر کی ہے اور اسے ابن الاثیر نے جامع الاصول میں حدیث نمبر(۶۹۸۳) پر نقل کیا ہے اور اس کے تخریج امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر(۴۷۳۲) پر کی ہے۔

فدک کے یہودیوں اور نجران کے عیسائیوں کی جلاوطنی

اسی طرح سے عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے فدک کے یہودیوں اور نجران کے عیسائیوں کو بھی حجاز سے جلاوطن کردیا اور اہل تیماء اور وادی قری کو نہ نکالا کیونکہ وہ وہ شام کی سرزمین ہے حجاز کی نہیں۔[1]

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ: جن سرزمینوں پر مشرکوں کو کے قیام سے منع کیا گیا ہے ان میں سے یعنی جزیرہ عرب میں سے حجاز خاص ہے جو کہ مکہ، مدینہ اور یمامہ اور اس کے اطراف کے علاقے ہیں نہ کہ اس کے علاوہ جن پر جزیرہ عرب کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ تمام لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یمن میں سکونت اختیار کرنے سے انہیں منع کیا جائے گا حالانکہ وہ بھی جزیرہ عرب میں سے ہی ہے یہی جمہور اہل علم کا مذہب ہے اور احناف سے یہ قول وارد ہے کہ ان کا تمام لوگوں پر سکونت اختیار کرنا جائز ہے سوائے مسجد کے اور امام مالک سے یہ روایت منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان کا جزیرہ عرب میں داخل ہونا تجارت کی غرض سے جائز ہے اور کہتے ہیں وہ حرم میں کبھی بھی داخل نہ ہوں گے سوائے مسلمانوں کی مصلحت کی خاطر امام کے حکم سے۔[2]

اور ڈاکٹر محمد ابو شہبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: واقعی، ملہم و محدَّث (یعنی الھام یافتہ اور درست رائے رکھنے والے) نے جو کیا، بہت ہی اچھا کیا[3]۔ بیشک حجاز اسلام کا مرکز و محور ہے، اور

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الحرث وا مزارعہ باب ا مزارعہ باب إذا قال رب الأرض: أقرک ما أقرک اللہ میں حدیث نمبر(۲۳۳۸) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب المساقات باب المساقاۃ والمعا لمۃ بجزء من الثمر والزرع میں حدیث نمبر(۱۵۵۱)(٦) پر اور امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر (٦٣٦٨)پر کی ہے۔

([2])دیکھیے: فتح الباری (٦/٢٨٤)۔

([3])امام بخاری نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر(٣٦٨٩) پر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :"تم سے پہلے لوگو میں کچھ لوگ ہوا کرتے تھے جن کے جانب اللہ تعالی الہام کرتا تھا اگر میری امت میں ایسا کوئی ہے تو وہ عمر ہیں"۔

اور اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر(٢٣٩٨) پر عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کی ہے۔

اس کا زندہ و متحرک دل ہے۔ پس یہ حکمت ہی تھی کہ یہ مرکز مضبوط اور مربوط رہے، اور دل کمزوری اور فساد کے اسباب سے محفوظ رہے، تاکہ اطراف و کنارے (اسلامی ممالک) بھی سلامت و طاقتور رہیں اور اپنی مطلوبہ ذمہ داریاں اس کے ساتھ ادا کریں۔ کیا اللہ تعالیٰ ان (یہود) کے لیے بھی مسلمانوں اور عربوں کے بہادر مجاہدین میں سے ایسے سرفروش پیدا کرے گا جو انہیں مبارک سرزمین (فلسطین) سے نکال باہر کریں، جیسے وہ پاکیزہ شہر (مدینہ) اور طاہر خطہ (حجاز) سے نکالے گئے تھے؟[1]

مدینہ کی جانب واپسی اور راستے میں پیش آنے والے واقعات:

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فتح یاب ہو کر اللہ کی طرف سے تائید کے ساتھ مدینہ کی جانب نکلے اس جنگ میں آپ کی مدینہ سے دور رہنے کی مدت ایک مہینے کے قریب تھی اور آپ کے مدینہ واپسی کے راستے میں کئی واقعات پیش آئے جن میں سے چند یہ ہیں:

پہلا واقعہ: اللہ رب العالمین کا ذکر

جب بھی لوگ کسی وادی پر چڑھتے تو وہ تکبیر کے ذریعے اپنی آواز کو بلند کرتے اور کہتے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو تم اپنی جانوں پر رحم کرو تم کسی گونگے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ تم قریب اور سننے والے کو پکار رہے ہو جو تمہارے ساتھ ہے، ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس وقت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سواری کے پیچھے تھا تو آپ نے مجھے یہ کہتے ہوئے سنا لا حول ولا قوۃ الا باللہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا اے عبداللہ بن قیس[2] میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

([1]) دیکھیے: السیرۃ النبویۃ في ضوء القرآن والسنۃ از ڈاکٹر محمد ابو شہبہ (۲/۴۲۲)۔

([2]) یہ ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔

وسلم میں حاضر ہوں تو آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں ہیں ایک ایسے کلمے کی جانب رہنمائی نہ فرماؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

میں نے کہا: ہاں کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاحول ولا قووالا باللہ۔[1]

دوسرا واقعہ: نماز فجر کا چھوٹنا

شیخان نے اپنی صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ خیبر سے واپس ہوئے تو رات کو چلتے رہے یہاں تک کہ جب انہیں نیند آ پہنچی تو آپ نے ایک جگہ قیام کیا رات کے آخری وقت میں اور بلال سے کہا: آپ اس رات میں ہماری حفاظت کریں، تو بلال نے جتنا چاہا نماز پڑھا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو نیند آ گئی تو جب فجر کا وقت قریب آیا بلال اپنے سواری ساری سے ٹیک لگا کر فجر کو اپنے سامنے رکھ کر آرام کرنے لگے تو بلال رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھیں نیند سے غالب آ گئیں جب کہ وہ اپنے سواری پر ٹیک لگائے ہوئے تھے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بلال اور نہ ہی آپ کے اصحاب میں سے کوئی شخص جاگ سکا یہاں تک کہ سورج کی روشنی ان پر آ پہنچی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سب سے پہلے بیدار ہونے والے تھے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوف زدہ ہو کر اٹھے اور کہا: اے بلال! تو بلال نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے بھی وہی چیز غالب آ گئی جو آپ کو غالب آ گئی تھی تو اللہ

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر میں حدیث نمبر(۴۲۰۲) پر اور انہوں نے ہی کتاب الدعوات باب الدعاءاذاعقد یتہ میں حدیث نمبر(۶۳۸۴) پر کی ہے اور اسے امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الذکروالدعاءوالتوبۃ باب استحباب خفض الصوت بالذکر میں حدیث نمبر (۲۷۰۴)پر تخریج کی ہے۔

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے اونٹوں کو آگے کھینچو، انہوں نے اپنے سواریوں کو آگے کھینچا پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور بلال کو حکم دیا اور انہوں نے اقامت کہی، لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز ادا کروائی جب نماز مکمل ہو گئی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز کو بھول جائے تو اسے جب یاد آئے اسی وقت پڑھ لیا کرے، اللہ رب العالمین فرماتے ہیں: ﴿واقم الصلاة لذكرى﴾ طه ١٤[1]

میں کہتا ہوں: نماز فجر کے فوت ہونے کا قصہ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اس مرتبے کے علاوہ کئی اور جگہوں پر بھی واقعہ ہوا، ان میں سے: حدیبیہ کے وقت بھی ہے جیسے کہ گزر چکا ہے اور غزوہ تبوک میں بھی واقع ہوا تھا جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

تیسرا واقعہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گرنا

پھر لوگوں نے مدینہ کی جانب اپنے راستے کو مکمل کیا، انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم خیبر سے واپس ہو رہے تھے میں، ابو طلحہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیچھے صفیہ رضی اللہ تعالی عنہ بیٹھی ہوئی تھیں، وہ کہتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بھاگنے لگی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صفیہ رضی اللہ عنہا سواری سے گر گئے، تو ابو طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ نے سواری سے چھلانگ لگادی اور کہا: اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی مجھے آپ کے لئے فدیہ بنادے کیا آپ کو چوٹ تو نہیں آئی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، تم اس خاتون کو دیکھو تو ابو طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے چہرے پر کپڑا ڈالا اور پھر انکی جانب گئے اور ان

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب مواقیت ا/ صلوۃ باب الآذان بعد ذھاب الوقت میں حدیث نمبر(۵۹۵) پر اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب المساجد ومواقیت الصلاۃ باب قضاء الصلاۃ الفائتۃ میں حدیث نمبر(۶۸۰) پر کی ہے۔

پر کپڑا پھیلایا پھر ان کے لئے ان کے سواری کو درست کیا اور ہم سوار ہوئے پھر ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں جانب سے گھیر دیا ہم میں سے ایک دائیں جانب تھا اور دوسرا بائیں جانب تھا۔[1]

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ حدیث میں اس بات کی دلالت ہے آدمی کے لیے کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ سواری سے گری ہوئی اجنبی عورت تو اٹھادے یا اگر گرنے والی ہو تو اس کو اس خوف سے بچنے میں اس کی مدد کرے۔[2]

چوتھا واقعہ دونوں لڑکوں کا قصہ

امام احمد نے اپنی مسند میں حسن سند کے ساتھ ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس آئے تو آپ کے ساتھ دو لڑکے تھے، علی رضی اللہ انہوں نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیں خادم عطا کر دیں ، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دونوں میں سے جسے چاہو لے لو تو علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ آپ میرے لئے اختیار کر دیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے لے لو اور اسے نامارنا بے شک میں نے اس کو دیکھا ہے جب ہم خیبر سے واپس آرہے تھے تو یہ نماز پڑھ رہا تھا اور مجھے منع کیا گیا ہے" اور ابوذر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام دیا اور ان سے کہا اے ابوذر ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرنا تو ابوذر نے اسے آزاد کر دیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: اے ابوذر غلام کا کیا حال ہے؟

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب اللہ باس، باب إذا أردف المرأة خلف الرجل ذا محرم میں حدیث نمبر(٥٩٦٨) پر اور انہوں نے ایک کتاب الجهاد وا سیر، باب مایقوب إذا رجع من الغزوة میں حدیث نمبر(٣٠٨٥)(٣٠٨٦) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(١٢٩٤٧) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح کتاب الحج باب مایقول إذا قفل من سفر الحج وغیرہ حدیث نمبر(١٣٤٥) پر مختصر طور پر کی ہے اپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرنے کے قصے کے علاوہ ۔

([2])دیکھیے: فتح الباری (٦٠١/١١)۔

توانہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ اس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرنا تو میں نے اسے آزاد کر دیا ہے۔[1]

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ پہنچنا

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے یہاں تک کہ جب آپ کے سامنے جبل احد نظر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ ایسا پہاڑ ہے جو مجھ سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی جانب متوجہ ہئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اس کے دونوں پہاڑوں کے درمیان کے حصے کو اسی طرح سے حرام کرتا ہوں جس طرح سے ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دیا تھا اے اللہ تو ان کے لئے ان کے مد اور صاع میں برکت عطا فرما"، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہم واپس آئے، ہم توبہ کرنے والے ہیں، ہم عبادت کرنے والے ہیں، اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات اس وقت تک کہتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہو گئے۔[2]

([1])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۲۲۱۵۴) پر کی ہے اور اسے امام البانی نے سلسلہ صحیحہ میں حسن قرار دیا ہے حدیث نمبر(۱۴۲۸) پر۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الاطعمہ، باب الحیس میں حدیث نمبر(۵۴۲۵)اور انہوں نے ہی کتاب الجہاد وا سیر باب مایقول إذا رجع من الغزو میں حدیث نمبر(۳۰۸۵)(۳۰۸۶) پر کی ہے اور اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الحج باب مایقول إذا قفل من سفر الحج وغیرہ میں حدیث نمبر(۱۳۴۵) پر اور امام احمد نے اپنے مسند بھی حدیث نمبر(۱۲۹۴۷) پر کی ہے۔

قریش کے ساتھ حجاج بن علاط[1] سلمی کا قصہ

امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں شیخین کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح کیا تو حجاج بن علاط نے کہا: اے اللہ کے رسول مکہ میں میری بیوی کے پاس اس میرا مال ہے اور میرا وہ مال بھی ہے جو مکہ کے تاجروں کے درمیان تقسیم کیا ہوا ہے چنانچہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے اجازت دے دیجئے کہ میں مکہ جاؤں اور اپنا مال لے لوں قبل اس کے کہ وہ لوگ میرے اسلام کے بارے میں جان پائیں پھر میں اس میں سے کوئی بھی چیز لینے پر قدرت نہ رکھتا ہوں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی تو حجاج نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی بات کہنا ضروری ہے اور اگر میں آپ کی شان میں کچھ گستاخی کروں یا کچھ کہوں تو مجھے معاف کر دیجئے گا۔

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جو بھی چاہیں کہنے کی اجازت دے دی۔[2]

حجاج کہتے ہیں پھر میں وہاں سے نکلا یہاں تک کہ مکہ پہنچ گیا تو مجھے بیضاء والی گھاٹی پر قریش کے کچھ لوگ ملے جو خبروں کو سن رہے تھے اور وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے سے متعلق لوگوں سے پوچھ رہے تھے اور انہیں یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف روانہ ہوئے ہیں چنانچہ وہ خبروں کے کے طلب اور بحث میں ہی تھے اور وہ مسافروں سے

([1])حافظ ابن حجر الإصابۃ(۲۹/۲) میں کہتے ہیں:"علاط" عین کے زیر اور لام کے تخفیف کے ساتھ ہے۔

([2])امام ابن مفلح حنبلی اپنی کتاب" الاداب الشرعیہ"(۴۵/۱) میں کہتے ہیں ہمارے بعض متاخر اصحاب کا کہنا ہے کہ انسان کے لیے اپنے اپ وغیرہ پر جھوٹ بولنا جائز ہوگا اگر اس میں کسی اور کے لیے نقصان شامل نہ ہو جبکہ اس جھوٹ کی وجہ سے وہ اپنے حق کی طرف پہنچنا چاہتا ہو جیسے کہ حجاج ابن علی نے مشرکوں پر جھوٹ بولا یہاں تک کہ انہوں نے مکہ سے مشرکوں کے درمیان سے اپنے مال کو لے لیا بغیر کسی نقصان کے اس جھوٹ کی وجہ سے مسلمانوں کو پہنچی ہو۔

پوچھا کرتے تھے جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہا: حجاج کے پاس اللہ کی قسم کی خبر ہو گی اور انہیں میرے اسلام کے بارے میں کوئی علم نہ تھا، تو انہوں نے کہا ہمیں بتاؤ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ محمد خیبر کی جانب نکلے ہوئے ہیں۔

حجاج نے کہا: مجھے بھی یہ بات معلوم ہوئی ہے اور میرے پاس کچھ ایسی خبریں ہیں جن سے تم خوش ہو جاؤ گے چنانچہ ان لوگوں نے انہیں گھیر لیا اور ان کی اونٹنی کو پکڑ لیا اور کہہ رہے تھے اے حجاج کیا خبر ہے؟ تو انہوں نے ان سے کہا: محمد کو ایسی شکست ہوئی ہے جس کے برابر تم نے کبھی نہیں سنا ہو گا اور ان کے ساتھیوں کو ایسا قتل کیا گیا ہے کہ جس طرح تم نے کبھی بھی نہیں سنا ہو گا اور محمد کو قیدی بنا لیا گیا ہے اور خیبر کے یہودیوں نے کہا کہ ہم انہیں اس وقت تک قتل نہیں کریں گے یہاں تک کہ انہیں ہم مکہ والوں کے پاس نہ بھیج دیں تو وہ انہیں ان لوگوں کے درمیان قتل کریں گے جن کے لوگوں کو انہوں نے قتل کیا تھا۔

چنانچہ وہ لوگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے مکہ میں آواز بلند کی اور کہا کہ تمہارے پاس خبر آ چکی ہے یہ محمد ہیں اب تم انتظار کرو کہ انہیں تمہارے پاس لایا جاتا ہے کب تا کہ وہ تمہارے درمیان قتل کئے جائیں تو حجاج نے ان سے کہا تم مکہ میں موجود میرے مال کے جمع کرنے پر میری مدد کرو اور میرے قرض داروں سے میرا مال دلاؤ میں چاہتا ہوں کہ میں خیبر جاؤ اور دوسرے تاجروں کے وہاں پہنچنے سے پہلے میں چاہتا ہوں کی محمد اور ان کے ساتھیوں کے سامان خرید لوں۔

حجاج کہتے ہیں تو انہوں نے میں میرا مال بہت اچھے انداز میں جمع کر دیا اور میں اپنے بیوی کے پاس آیا اور اس سے کہنے لگا جو تمہارے پاس ہے وہ تم جمع کر دو میں چاہتا ہوں کہ میں محمد اور ان کے اصحاب کے سامان کو خرید کر لے آؤ کیونکہ انہوں نے قتل کر دیا گیا ہے اور ان کے مال اور دولت کو چھین لیا گیا ہے اور یہ خبر مکہ میں عام ہو چکی ہے اور مشرکوں نے فرح اور سرور ظاہر کیا اور مکہ میں موجود مسلمان اپنے گھروں میں داخل ہو گئے اور چھپ گئے۔

عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا موقف

اور جب یہ خبر عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو ان کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھسک گئی اور وہ کھڑے نہیں ہو پا رہے تھے، ان کے بیٹے نے انہیں پکڑا جو نہیں قثم کہا جاتا تھا جو کہ اللہ کے رسول صلی وسلم کے مشابہ تھے اور انہیں ان کے سینے کے بل رکھا وہ اس وقت کہہ رہے تھے:

حبي قثم حبي قثم　　شبيه ذي الأنف الاشم
نبي رب ذي النعم　　برغم انف من رغم[1]

پھر عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک غلام حجاج بن علاط کے پاس بھیجا اور ان سے کہا تمہاری بربادی ہو تم یہ کیا خبر لے کر آئے ہو اور کیا کہہ رہے ہو یقیناً جو اللہ رب العالمین نے وعدہ کیا ہے وہ تمہاری لائی ہوئی خبر سے بہتر ہے۔

حجاج بن علاط نے ان کے غلام سے کہا تم جا کر ابو الفضل کو میری طرف سے سلام کہنا اور ان سے کہنا وہ اپنے گھر میں میرے لئے ایک خالی جگہ تیار کریں تاکہ میں ان کے پاس آؤں بے شک خبر ایسی ہے جو ان کو خوش کر دے گی تو وہ غلام آیا اور جب وہ گھر کے دروازے پر پہنچا تو کہا اے ابو الفضل آپ خوش ہو جائیں چنانچہ عباس خوشی سے کود پڑے یہاں تک کہ ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور اس نے حجاج کی خبر دی تو انھوں نے اسے آزاد کر دیا۔

پھر حجاج ان کے پاس آئے اور انہیں خبر دی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح کر لیا ہے اور ان کے مالوں کو غنیمت کے طور پر سمیٹ لیا ہے اور ان کے مال میں اللہ کے متعین

([1])امام ذہبی سیر أعلام النبلاء(٩٦/٢)میں کہتے ہیں: اور عباس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شفقت کرتے رہے ان سے محبت کرتے رہے اور تکلیف پر صبر کرتے رہے اور انہوں نے بعد میں بھی اب تک ان کو حوالے نہیں کیا رات ان سے جانا گیا اور وہ رات میں اپنے بھتیجے کے ساتھ رہے اور ان انہوں نے اپ کے لیے ٧٠ لوگوں سے عہد و پیمان لیا۔

کردہ حصے نافذ ہوئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ بنت کو اپنے لئے منتخب کیا ہے اور انہیں اپنے لئے لے لیا ہے اور ان کو اختیار دیا ہے کہ آپ انہیں آزاد کریں اور وہ آپ کی بیوی بن جائے یا اپنے گھر والوں سے جا ملے تو انہوں نے اختیار کیا کہ آپ انہیں آزاد کر دیں وہ آپ کی بیوی رہیں گی مگر میں اپنے یہاں موجود مال کو لینے آیا تھا تاکہ میں جمع کر کے اسے لے جاؤں تو میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی تھی اور آپ نے مجھے اجازت دی تھی کہ جو میں چاہوں وہ کہوں تو آپ یہ بات مجھ سے میرے بارے میں تین دن تک چھپائے رکھنا پھر جو تمہیں اچھا لگے اس کا تذکرہ کرنا۔

تو ان کی بیوی نے اس کے پاس موجود تمام زیورات اور ساز و سامان کو جمع کیا اور اسے جمع کر کے انہیں دے دیا پھر وہ اسے لے کر نکل گئے۔

پھر تین دن کے بعد عب اس حجاج کی بیوی کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ تمہارے شوہر کا کیا ہوا تو انہوں نے خبر دی کہ وہ فلاں دن چلے گئے اور کہا: اے ابوالفضل اللہ رب العالمین آپ کو غمگیں نہ کرے گا جو خبر آپ کو ملی ہے وہ ہمیں بہت بھاری گزری ہے۔

عباس نے اس سے کہا: اللہ رب العالمین یقیناً مجھے غمگیں نہ کرے گا اور وہی ہوا ہے اللہ کے فضل سے جو ہمیں پسند ہے اور حجاج نے مجھے یہ خبر دی تھی کہ اللہ رب العالمین نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر خیبر کو فتح کیا تھا اور وہاں کے مال و جائیداد اللہ کے راستے میں تقسیم ہو گئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ بنت حیی کو اپنے لیے چن لیا اگر تمہیں تمہارے شوہر کے اندر کوئی حاجت ہو تو تم اس سے جا ملو، اس نے کہا: اللہ کی قسم میں تمہیں سچا شمار کرتی ہوں۔ انھوں نے کہا: میں سچ بول رہا ہوں اور معاملہ ایسے ہی ہے جیسے میں تمہیں خبر دے رہا ہوں۔

پھر عباس رضی اللہ عنہ گھر سے نکل کر بیت اللہ تشریف لے گئے۔ اُس وقت انہوں نے اپنا ایک خوبصورت جوڑا پہنا ہوا تھا، خوشبو لگائی ہوئی تھی، اور عصا (لاٹھی) ہاتھ میں تھی۔ انہوں نے کعبہ کا طواف کیا، پھر آگے بڑھ کر قریش کی محفلوں میں پہنچے۔ قریش کہنے لگے: "اے ابوالفضل!

تمہیں ان شاءاللہ کوئی تکلیف نہیں پہنچی، اللہ کی قسم! یہ تمہارا صبر اور برداشت ہے جو تم مصیبت کی گرمی میں دکھا رہے ہو"۔ تو عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " ہر گز نہیں! اللہ کی قسم! ہمیں تو اللہ کے فضل سے صرف بھلائی ہی پہنچی ہے۔ مجھے حجاج بن علاط نے خبر دی ہے کہ خیبر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لیے فتح فرمادی ہے، اور وہاں اللہ کے تیر (یعنی مسلمانوں کے حملے) لگے، اور رسول اللہ ﷺ نے صفیہ ؓ کو اپنے لیے منتخب فرمایا۔ اور اس (حجاج بن علاط) نے مجھ سے کہا تھا کہ تین دن تک یہ بات چھپائے رکھنا، اور وہ تو یہاں صرف اپنا مال واسباب واپس لینے آیا ہے، پھر وہ یہاں سے چلا جائے گا"۔

اللہ تعالیٰ نے وہ اداسی (غم وملال) جو مسلمانوں کے دلوں میں تھی، کفار پر لوٹادی۔ چنانچہ مسلمان اور وہ سب جو اپنے گھروں میں غمگیں بیٹھے تھے، باہر نکل آئے اور عباس رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ انہوں نے انہیں خیبر کی فتح کی خوشخبری دی، تو مسلمان خوش ہو گئے، اور اللہ تعالیٰ نے وہ تمام غم، غصہ اور شرمندگی جو مسلمانوں پر تھی، کفارِ قریش پر پلٹادی۔

اور زیادہ وقت نہ گزرا کہ قریش کے مشرکین تک بھی یہ خبر پہنچ گئی کہ مسلمانوں نے یہودیوں پر خیبر میں فتح حاصل کرلی ہے۔ [1]

([1]) حجاج بن علاط کے قصے کی تخریج: امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۲۴۰۹) اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب السیر باب الخلافۃ والإمارۃ میں حدیث نمبر(۴۵۳۰) اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(۳۲۱۳) اور ابن اسحاق نے سیرت (۳۷۵/۳) میں کی ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کا اُمِّ حبیبہ رملہ بنتِ ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے رخصتی

اور جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس آئے تو آپ نے اپنی بیوی حبیبہ کو حبشہ سے جعفر اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ واپسی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے ہوئے پایا اور وہ ان کے ساتھ خیبر نہ گئی تھیں بلکہ مدینہ میں موجود تھیں اور ہم نے گذشتہ سطور میں یہ ذکر کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے پاس عمر ابن امیہ ضمری کو بھیجا تھا تاکہ وہ ان سے اس کا نکاح کرادیں اور اسے ان کے پاس جعفر ابن ابو طالب اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ بھیج دیں۔

اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا رسولِ اکرم ﷺ کی چچازاد بیٹیوں میں سے تھیں۔ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں کوئی خاتون نسب کے اعتبار سے آپ ﷺ کے اتنی قریبی نہ تھیں جتنی اُمِّ حبیبہ تھیں، اور نہ ہی ازواج میں کوئی ایسی تھیں جن کا مہر اُن سے زیادہ ہو[1]، اور نہ ہی کوئی ایسی تھیں جن سے آپ ﷺ نے اتنی دُور رہنے کی حالت میں نکاح فرمایا ہو جتنی اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

انہوں نے حبشہ کی جانب اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش کے ساتھ ہجرت کیا اور وہ حبشہ ہی میں فوت ہو گئے۔[2]

ابن سعد نے اپنی طبقات میں ایسے سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے جس میں واقدی موجود ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اللہ تعالی کے اس فرمان کے سلسلے میں: ﴿عسى الله أن يجعل بينكم وبين الذين عاديتم منهم مودة﴾ الممتحنة ۷ وہ کہتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ بنت ابو سفیان سے نکاح کیا۔[3]

([1]) ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ اپ رضی اللہ عنہا کا مہر کتنا تھا۔

([2]) دیکھیے: سیر أعلام النبلاء (۲۱۹/۲)۔

([3]) دیکھیے: ال طبقات الکبری از ابن سعد (۲۹۴/۸)۔

اور مقاتل بن حیان کہتے ہیں یہ آیت ابو سفیان کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیٹی سے نکاح کیا تو یہ ان کے اور ان کے درمیان محبت تھی۔

اور حافظ ابن کثیر نے یہ کہہ کر ان کی اس بات کا رد کیا ہے کی مقاتل کے اس قول میں نظر ہے کیوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے فتح مکہ سے پہلے نکاح کیا تھا اور ابو سفیان نے فتح مکہ کے رات میں اسلام قبول کیا تھا جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔[1]

اور جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ سے دخول کیا تو وہ 30 سے کچھ زیادہ سال کی عمر کی تھی اور وہ ہجرت کے 44 ویں سال اپنے بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت میں فوت ہوئیں۔[2]

([1]) دیکھیے : تفسیر ابن کثیر (89/8)۔

([2]) دیکھیے : سیر أعلام النبلاء (222/2)۔

عبیداللہ بن جحش کے مرتد ہونے کے دعوے کی تحقیق

اہل غازی نے یہ ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن جحشنے حبشہ کی جانب اپنی بیوی رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کی تھی پھر وہ اسلام سے مرتد ہو گئے تھے اور نصرانیت کو اپنالیا تھااور اسی پر فوت ہوئے تھے مگر ایسی کوئی بھی بات ثابت نہیں ہے بلکہ صحیح دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ اسلام کی حالت پر فوت ہوئے تھے اور شیخ محمد بن عبداللہ عوشن نے اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے جو کہ مجلہ البیان میں نشر کیا جا چکا ہے اور میں شیخ کے مکمل بات کو یہاں پر پیش کروں گا۔

خبر کی تحقیق

سیرت کی کتابوں میں یہ بات مشہور ہے کہ عبیداللہ بن جحش حبشہ کی سرزمین پر نصرانی ہو گئے تھے انہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ وہاں پر ہجرت کیا تھا تو کیا ان کے ارتداد کی خبر صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے؟

ابنِ اسحاق رحمہ اللہ نے اُن چند لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا جنہوں نے قریش کی بت پرستی سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ وہ یہ تھے: ورقہ بن نوفل، عبیداللہ بن جحش، عثمان بن حویرث، اور زید بن عمرو بن نفیل۔ انہوں نے آپس میں کہا: "اللہ کی قسم! تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری قوم کسی صحیح چیز پر نہیں ہے، انہوں نے اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے دین سے گمراہی اختیار کر لی ہے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ ہم ایک پتھر کے گرد طواف کریں جو نہ سنتا ہے، نہ دیکھتا ہے، نہ نقصان پہنچا سکتا ہے، نہ نفع دے سکتا ہے؟! لہٰذا تم اپنے لیے (سچا) دین تلاش کرو، کیونکہ اللہ کی قسم! تم کسی درست راستے پر نہیں ہو"۔

چنانچہ وہ مختلف شہروں میں حنفیت یعنی دین ابراہیمی کو تلاش کرنے کے لئے نکل گئے رہی بات ورقہ بن نوفل کی تو انہوں نے نصرانیت کو اپنالیا اور عبداللہ بن جحش اپنے شک و شبہ میں

رہے یہاں تک کہ اسلام قبول کر لیا پھر مسلمانوں کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت کی ان کے ساتھ ان کی بیوی ام حبیبہ بنت ابی سفیان بھی تھیں چنانچہ جب وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے نصرانیت قبول کر لی اور اسلام کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہیں پر نصرانیت کی حالت میں فوت ہو گئے۔[1]

پھر ابنِ اِسحاق نے کہا: مجھے محمد بن جعفر بن الزبیر نے خبر دی، انہوں نے کہا: جب عبید اللہ بن جحش نصرانی ہو گیا تھا، تو وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے پاس سے گزرتا تھا جو اُس وقت حبشہ کی سرزمین میں مقیم تھے۔ تو وہ (طنزاً) کہتا تھا: "فَقَّحْنَا وَصَأْصَأْتُمْ" یعنی "ہم نے آنکھیں کھول لیں (ہم ہدایت پا گئے) اور تم ابھی تک آنکھیں کھولنے کی کوشش میں ہو (یعنی تم ابھی تک نہیں سمجھے)۔[2]

اور ابن اسحاق کے شیخ یہاں پر محمد بن جعفر بن زبیر بن عوام ہیں جو کہ ثقہ راوی ہیں[3] ان کی وفات تقریباً 110ھ میں ہوئی یہ چھٹے طبقے سے ہیں جو کہ ان لوگوں کا طبقہ ہے جن میں سے کسی کی ملاقات صحابہ سے ثابت نہیں ہے، چنانچہ یہ خبر مرسل ہے۔

پھر ابن اسحاق نے جعفر ابن ابی طالب کے حبشہ سے واپسی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مجھ سے محمد بن جعفر بن زبیر نے عروہ کے حوالے سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ عبید اللہ بن جحش مسلمانوں کے ساتھ مسلمان ہو کر نکلے تھے مگر جب حبشہ آئے تو نصرانی ہو گئے وہ کہتے ہیں جب وہ مسلمانوں کے پاس سے گزرتے تھے تو انہوں نے گزشتہ حدیث کے مثل ہی بیان کیا۔[4]

اور یہ سند بھی صحیح ہے لیکن مرسل ہے اور یہ عبید اللہ بن جحش کے نصرانیت قبول کرنے کے سلسلے میں وارد سب سے صحیح بات ہے۔

([1]) دیکھیے: سیرت ابن ہشام (۱/۲۵۹-۲۶۰)۔

([2]) دیکھیے: سیرت ابن ہشام (۱/۲۶۰)۔

([3]) دیکھیے: تہذیب التہذیب (۳/۵۳۰)

([4]) دیکھیے: سیرت ابن ہشام (۴/۹)۔

اور انہوں نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ام حبیبہ سے نکاح سے بھی ذکر کیا ہے

، وہ کہتے ہیں کہ پھر زینب کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے نکاح کیا اور اس سے پہلے وہ عبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں حبشہ کی سرزمین پر ان کی وفات ہو گئی اور انھوں نے اسلام کے بعد نصرانیت کو قبول کر لیا تھا۔[1]

اور یہ خبر یہاں پر بغیر اسناد کے ہے۔

ابن سعد نے الطبقات میں یہ واقعہ روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں: ہمیں محمد بن عمر (یعنی الواقدی) نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا: ہمیں عبداللہ بن عمرو بن زہیم نے اسماعیل بن عمرو بن سعید بن العاص سے روایت کیا، وہ کہتے ہیں: امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے خواب میں اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش کو نہایت بری اور بدصورت حالت میں دیکھا، تو میں گھبرا اٹھی اور کہا: ''اللہ کی قسم! اس کی حالت بدل گئی ہے!'' جب صبح ہوئی تو وہ کہنے لگا: ''اے امّ حبیبہ! میں نے دینوں میں غور کیا ہے، تو مجھے نصرانیت (عیسائیت) سے بہتر کوئی دین نظر نہیں آیا۔ میں پہلے اس دین پر تھا، پھر میں محمد ﷺ کے دین میں داخل ہوا، لیکن اب میں نصرانیت کی طرف لوٹ آیا ہوں۔'' تو میں نے کہا: ''اللہ کی قسم! یہ تمہارے لیے کوئی بھلائی نہیں ہے۔'' پھر میں نے اسے وہ خواب سنایا جو میں نے اس کے متعلق دیکھا تھا، لیکن اس نے اس خواب کی کوئی پرواہ نہ کی، اور وہ شراب نوشی پر لگے رہے یہاں تک کہ موت ہو گئے۔[2]

اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی تعداد کے سلسلے میں بھی روایت کیا ہے اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ذکر کے وقت کہتے ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے وہ

([1]) دیکھیے: سیرت ابن ہشام (۳۰۲/۴)۔

([2]) دیکھیے: طبقات الکبری از ابن سعد (۲۹۳/۸)

اور عبیداللہ بن جحش کے ماتحت تھیں جنہوں نے اسلام قبول کیا پھر حبشہ کی سرزمین کی طرف ہجرت کی پھر مرتد ہو گئے اور نصرانیت کو اپنالیا اور وہیں پر وہ نصرانیت کی حالت میں فوت ہو گئے۔[1]

اور ابن سعد کے شیخ دونوں خبروں میں واقدی ہیں جو کی اپنے کشادہ علم کے باوجود متروک ہیں۔

اور اسے امام حاکم نے اپنی مستدرک میں زہری کے حوالے سے مرسل طور پر روایت کیا ہے جس میں ہے کہ پھر وہ فتنے میں پڑ گئے اور انہوں نے نصرانیت کو اپنالیا اور وہاں پر نصرانیت کی حالت میں فوت ہو گئے اور اللہ رب العالمین نے ام حبیبہ کے لیے اسلام کو مضبوط کر دیا اور انہوں نے نصرانیت کو اپنانے سے انکار کر دیا۔[2]

اور اسے واقدی کے طریق سے موصولا روایت کیا ہے جس میں ام حبیبہ کے خواب[3] کا تذکرہ ہے اسی طرح جیسے ابن سعد کی روایت ہے اور زہری کی مرسل روایت ضعیف ہوتی ہے[4]۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یحییٰ بن سعید القطان کا کہنا ہے کہ زہری کی مرسل روایت دوسرے لوگوں کے مرسل سے زیادہ خراب ہے کیونکہ وہ حافظ ہیں اور انہوں نے جو بھی نام لینا چاہا نام لیا یا اور جس کو چاہتے ہیں ان کا نام لینے سے چھوڑ دیتے ہیں۔[5]

([1])دیکھیے: طبقات الکبری از ابن سعد(۲۹۳/۸)۔۔

([2])اس کی تخریج امام حاکم نے مستدرک میں کتاب معرفۃ الصحابۃ باب ذکر أم حبیبۃ رضي اللہ عنھا حدیث نمبر(۶۸۳۴) پر کی ہے۔

([3])مرجع سابق حدیث نمبر(۶۸۳۷)۔

([4])حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیل(۱۱۱/۴) میں اسے کہا ہے۔

([5])دیکھیے : سیر اعلام النبلاء(۳۳۸/۵)

میں (امام ذہبی) کہتا ہوں: امام زہری کی مرسل روایات (یعنی وہ روایات جن میں راوی نے صحابی کو ذکر کیے بغیر رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہو) معضل روایت کے حکم میں ہیں، کیونکہ ان میں عام طور پر دو راوی ساقط ہوتے ہیں (یعنی درمیان سے گرے ہوتے ہیں)۔ یہ درست نہیں کہ ہم یہ گمان کریں کہ زہری نے صرف صحابی کو ہی چھوڑا ہے، کیونکہ اگر ان کے پاس روایت کسی صحابی سے ہوتی تو وہ صحابی کا نام واضح کر دیتے، اور ایسی روایت کو متصل (جس میں سند مکمل ہو) بیان کرنے سے وہ عاجز نہ رہتے۔ اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ زہری کی مرسل روایت، سعید بن المسیب، عروہ بن الزبیر اور ان جیسے تابعین کی مرسل روایت کے برابر ہے، تو وہ درحقیقت نہیں جانتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، بلکہ زہری کی مرسل روایت کی حیثیت تو قتادہ اور اس جیسے رواۃ کی مرسل روایت کے برابر ہے۔[1]

اور اس خبر کو امام طبری نے اپنی تاریخ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیویوں کے خبر کے ذکر کے ضمن میں ہشام بن محمد کے حوالے سے مرسل روایت کیا ہے اور اس میں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ذکر کے وقت ہے کہ ان کے شوہر نے نصرانیت کو قبول کر لیا اور انہوں نے کوشش کی تھی وہ بھی ان کی پیروی کریں مگر انہوں نے انکار کیا اور اپنے دین پر صبر کے ساتھ جمی رہیں اور ان کے شوہر نصرانیت کے حالت میں فوت ہو گئے۔[2]

اور خبر مرسل ہونے کے باوجود ھشام بن محمد بن سائب کلبی کے حوالے سے ہے جو کہ رافضی اور متروک راوی ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بے شک وہ سمر اور نسب والا تھا میں نہیں جانتا تا کہ اس سے کوئی روایت بیان کرتا ہے۔[3]

([1]) مرجع سابق (۳۳۹/۵)۔

([2]) دیکھیے: تاریخ طبری (۲۱۳/۲)۔

([3]) دیکھیے: لسان المیزان (۲۷۰/۷)۔

اسے ابن اثیر نے بھی اپنی تاریخ[1] میں ابن کلبی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

اور یہ روایت البیہقی نے اپنی کتاب الدلائل میں کی ہے، ابن لہعہ کے ذریعے، جو کہ ابو الاسود سے اور وہ عروہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: "بنی اسد بن خزیمہ میں سے عبید اللہ بن جحش، حبشہ کی زمین میں نصرانی کے طور پر وفات پا گیا، اور اس کے ساتھ اس کی بیوی امّ حبیبہ بنت ابی سفیان تھیں، جن کا نام رملہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر نگہبانی فرمائی، اور اسے حبشہ کی زمین میں عثمان بن عفان نے نکاح کیا"۔[2]

اس خبر میں دو علتیں ہیں: ارسال اور ابن لہیعۃ کا ضعف اور متن میں بھی یہاں پر غرابت پائی جاتی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں رہی بات عروہ کے قول کی کہ عثمان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ان سے کروایا تو یہ غریب ہے کیونکہ عثمان رضی اللہ تعالی عنہ مکہ واپس اس سے پہلے ہی آ گئے تھے پھر مدینہ کی جانب ہجرت کی تھی اور اس وقت آپ کی اہلیہ رقیہ بھی ان کے ساتھ تھیں۔[3]

اور عبید اللہ بن جحش کا ترجمہ ابن عبد البر نے استیعاب میں ذکر نہیں کیا ہے اور نہ ہی ابن اثیر نے اسد الغابہ میں ذکر کیا ہے اور نہ ہی یہ ابن حجر نے الاصابہ میں ذکر کیا ہے۔

اور ان کے بھائی عبد اللہ کے ترجمے میں الاصابہ[4] کے اندر حافظ ابن حجر نے کچھ بھی ذکر نہیں کیا ہے رہی بات ابن عبد البر کی تو انہوں نے استیعاب[5] میں عبد اللہ کے ترجمے میں کہا ہے: اور

([1]) دیکھیے: الکامل في التاریخ (۲/۱۷۱)۔

([2]) دیکھیے: دلائل نبوت (۳/۴۶۰)۔

([3]) دیکھیے: البدایۃ والنھایۃ (۴/۵۲۹)۔

([4]) دیکھیے: الاصابہ (۴/۳۱)۔

([5]) دیکھیے: الاستیعاب (۳/۳۱)۔

یہ اور ان کے بھائی ابو احمد عبداللہ بن جحش مہاجرین اولین میں سے تھے جنہوں نے دو ہجرتیں کیں کی ان دونوں کے بھائی عبید اللہ بن جحش حبشہ کی سرزمین پر نصرانی ہو گئے تھے اور وہاں پر اسی حالت میں فوت ہوئے تھے اور ان کی بیوی ام حبیبہ ان سے الگ ہوئی تھی اس طرح سے ہی ابن اثیر [1] نے بھی عبداللہ کے ترجمے میں ذکر کیا ہے۔

اور ام حبیبہ کے ترجمہ میں الاصابہ [2] کے اندر حافظ ابن حجر کہتے ہیں جب ان کے شوہر عبداللہ نصرانی ہو گئے اور اسلام سے پھر گئے تو انہوں نے ان کو الگ کر دیا چنانچہ ابن سعد نے اسماعیل ابن عمرو بن سعید الاموی کے طریق سے یہ بات تخریج کی ہے وہ کہتے ہیں اور قصہ انہوں نے وہی بیان کیا جسے ابن سعد نے واقدی کے حوالے سے روایت کیا ہے جو کہ گزر چکی ہے۔

اور ان کے ہیں ترجمہ میں تہذیب [3] میں ہے کہ یہ کہتے ہیں انہوں نے حبشہ کی جانب اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش کے ساتھ ہجرت کی اور وہ وہاں پر نصرانی ہو گئے وہیں پر فوت ہوئے پھر ان سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پر نکاح کیا سنہ ٦ ہجری میں اور کہا گیا ہے سن 7 ہجری میں۔

اور امام ذہبی السیر میں ام حبیبہ کے ترجمہ میں کہتے ہیں ابن سعد کا کہنا ہے کہ ہمیں واقدی نے خبر دی ہے: ہمیں خبر دی....، پھر انہوں نے ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا کے خواب اور ان کے شوہر کے مرتد ہونے کی بات بیان کی پھر ذہبی کہتے ہیں: یہ منکر ہے۔ [4]

اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی وجہ نکارت کو بیان نہیں کیا ہے۔

([1]) دیکھیے: اسد الغابہ (٥٦٥/٢)۔

([2]) دیکھیے: الاصابہ (١٤٠/٨)۔

([3]) دیکھیے: تہذیب التہذیب (٦٧٣/٤)۔

([4]) دیکھیے: سیر أعلام النبلاء (٢٢١/٢)۔

راجح بات یہی ہے کہ مرتد ہونے کی خبر صحیح نہیں ہے

اور وہ دلائل جن کے ذریعے سے ان کے مرتد ہونے کی خبر غیر صحیح ہونے کو ترجیح ملتی ہے وہ یہ ہے کہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح سے متعلق صحیح روایات کے اندر ان کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے، چنانچہ امام احمد نے اپنی مسند میں اور طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں صحیح طریق کے ساتھ زہری کے طریق سے عروہ کے حوالے سے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت کیا ہے کہ وہ عبداللہ بن جحش کے ماتحت تھیں اور وہ نجاشی کے پاس گئے تھے اور وہیں فوت ہو گئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ سے نکاح کیا جبکہ وہ حبشہ کی سرزمین پر ہی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح نجاشی نے کرایا اور ان کا مہر 4000 دیا۔[1]

اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں بخاری کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ عبیداللہ بن جحش ام حبیبہ بنت ابی سفیان کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت کیں جو کہ ان کی بیوی تھی ں چنانچہ جب وہ حبشہ پہنچے تو بیمار ہوئے اور جب انہیں وفات کا وقت ہوا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب وصیت کی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ سے نکاح کیا اور نجاشی نے ان کے ساتھ شرحبیل بن حسنہ کو بھیجا۔[2]

چنانچہ اگر عبیداللہ بن جحش اسلام سے مرتد ہو گئے ہوتے اور نصرانیت کی حالت میں فوت ہوئے ہوتے تو وہ اپنی بیوی کی وصیت اللہ کے رسول صلی وسلم کے لیے نہ کرتے خاص طور سے ایسی

([1])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۲۷۴۰۸) پر اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(۵۰۶۱) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب الوصیہ باب ذکر البا حۃ و صیۃ المرء وھو فی بلدنا ء میں حدیث نمبر(۶۰۲۷) پر کی ہے۔

صورت میں جب کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کو گالی دیتے تھے جیسا کہ اہل غازی نے ذکر کیا ہے۔

گزشتہ باتوں سے واللہ اعلم یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عبید اللہ بن جحش کے مرتد ہونے والا قصہ ثابت نہیں ہے کئی دلیلوں کی وجہ سے جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

پہلی دلیل: کوئی بھی روایت صحیح اور متصل سند سے مروی نہیں ہے موصول سند واقدی کے طریق سے وارد ہے اور مرسل روایت عروہ بن زبیر کے طریقے وارد ہے اور یہ ممکن نہیں کہ مرسل سے احتجاج کی جائے (ان لوگوں کے نزدیک جو اس سے احتجاج کو صحیح قرار دیتے ہیں) اس جیسے مسئلے میں جس کے اندر سابقین اولین میں سے ایک شخص پر مرتد ہونے کا حکم موجود ہو۔

2- صحیح روایات جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا سے نکاح کا تذکرہ ہے ان میں ان کے سابق شوہر کے مرتد ہونے کا بیان نہیں ہے جیسا کہ امام احمد طحاوی اور ابن حبان کے یہاں موجود سابقہ روایت میں ہم نے دیکھا۔

3- یہ کہ سابقین اولین میں سے ایک شخص کے اسلام سے مرتد ہو جانے کی بات بہت دور کی نظر آتی ہے اور وہ تو اپنے دین کی حفاظت کے لیے اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کرنے والے ہیں ایک انجان اور اجنبی ملک کی جانب اور خاص طور سے عبید اللہ بن جحش ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے قریش کے بت پرستی کو ٹھکرا دیا تھا اور انہوں نے ورقہ وغیرہ کے ساتھ دین حنیف کو تلاش کرنا شروع کیا تھا جیسا کہ ابن اسحاق کی بلا سند روایت میں مذکور جو اس بحث میں ابتدا میں گزر چکی ہے اور اور واقدی کے حوالے سے ابن سعد کی روایت میں یہ بات ہے کہ انہوں نے اسلام سے پہلے نصرانیت کو قبول کیا تھا اور یہ بات معلوم ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت کی بشارت اہل کتاب یعنی یہودیوں اور نصرانیوں کے نزدیک معروف تھی تو کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ جو شخص یہ نیا دین انتظار کر رہا ہو وہ اس کو اپنائے گا پھر اس سے مرتد ہو کر منسوخ شدہ دین کی پیروی کرے گا؟!

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ کا ام حبیبہ سے نکاح سنہ ٦ ہجری کی بات ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سات ہجری کی بات ہے اور عبید اللہ کے مرتد ہونے کے سلسلے میں گمان کیا جانے والا قصہ اس سے بہت مدت پہلے کی بات ہے اور یہ وہ مرحلہ ہے جس میں اسلام ظاہر اور غالب ہو چکا تھا یہاں تک کہ وہ جزیرہ عربیہ سے باہر بھی پھیل چکا تھا بلکہ وہاں ایسے لوگ ظاہر ہو گئے تھے جو اسلام کو ظاہر کرتے تھے اور کفر کو چھپاتے تھے جیسے کہ منافقوں کا حال تھا۔

4- ہرقل کے ابو سفیان کے ساتھ کیے گئے بات چیت میں جب کہ وہ مشرک تھے انہوں نے سوال کیا تھا اپنے سوالات کے ضمن میں کیا اس کے دین سے ناراض ہو کر ان میں سے کوئی مرتد ہوا اس میں داخل ہونے کے بعد تو ابو سفیان نے کہا تھا نہیں۔[1]

اور اگر عبید اللہ نصرانی ہو گئے ہوتے تو ابو سفیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی دعوت کو نیچا دکھانے کے لئے ایک موقع پا جاتے جیسا کہ انہوں نے اس سوال کے جواب میں کہا تھا کیا وہ غداری کرتے ہیں تو انہوں نے کہا تھا نہیں مگر ہم ان سے ایک مدت میں ہیں ہم نہیں جانتے وہ اس میں کیا کرنے والے ہیں۔

وہ کہتے ہیں اس کلم کے علاوہ مجھے اور کوئی کلمہ داخل کرنے کا امکان حاصل نہ ہوا۔[2]

اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ ابو سفیان کو عبید اللہ کے مرتد ہونے کی خبر نہ تھی اگر یہ بات صحیح ہوتی کیونکہ وہ ام حبیبہ یعنی ان کی بیوی کے والد تھے۔

ان سب کے بعد یہ بات یاد رہے کہ یہ مسئلہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے متعلق ہے بلکہ یہ سابقین اولین میں سے تھے اگر مرتد ہونے کے خبر کی سند صحیح ہوتی تو

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب بدالوحي باب نمبر٦ میں حدیث نمبر ٧ پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد والسیر باب کتاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم إلی ھرقل... میں حدیث نمبر(١٧٧٣) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب بدء الوحي باب نمبر ٦ میں حدیث نمبر(٧) پر اور امام مسلم نے کتاب الجہاد والسیر باب کتاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم إلی ھرقل میں حدیث نمبر(١٧٧٣) پر کی ہے۔

کوئی بات نہیں تھی اور جب اللہ رب العالمین کی نہر آجائے تو عقل کی نہر باطل ہو جاتی ہے رہی بات سند کی تو وہ ثابت نہیں ہے اور شرعی نصوص بہت سارے بھرے پڑے ہیں جو مسلمان کی عزت کی دفاع کرنے سے متعلق ہیں تو کیسے جب کہ یہ مسلمان ایک صحابی ہو بلکہ سابقین میں سے ہو؟! واللہ اعلم۔

غزوہ خیبر اور فتح مکہ کے درمیان پیش آنے والے واقعات

غزوہ ذات الرقاع[1]

اس غزوہ کو غزوہ اعاجیب بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے اندر بہت سے عجیب معاملات پیش آئے تھے۔[2]

اور اس غزوے کے تاریخ کے سلسلے میں اختلاف پایا جاتا ہے، بیشتر اہل مغازی اور سیرت نے یہ تاکید کی ہے کہ یہ غزوہ خیبر سے پہلے واقع ہوا لیکن انہوں نے اس کے وقت کے سلسلے میں اختلاف کیا ہے۔

چنانچہ ابن اسحاق کے یہاں ہے کہ یہ غزوہ ربیع الآخر سنہ چار ہجری میں غزوہ بنو نظیر کے بعد میں ہوئی تھی۔[3]

اور ابن سعد کے یہاں ہے کہ یہ غزوہ سنہ 5 ہجری میں ہوئی تھی۔[4]

اور ابو معشر نے اس بات کی تاکید کی ہے کہ یہ خندق اور بنو قریظہ کے بعد واقع ہوئی تھی۔[1]

([1])رقاع: را کے زیر کے ساتھ ہے اس غزوے کا یہ نام اس لیے پڑھا کیونکہ انہوں نے اپنے پیروں پر اپنے موزوں کے پڑ جانے کے بعد کپڑوں کے ٹکڑے لپیٹے تھے چنانچہ امام بخاری نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر(۴۱۲۸) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر(۱۸۱۶) پر ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں ہم ایک جنگ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اس وقت ہم چھ لوگوں کے ساتھ تھے ہمارے درمیان صرف ایک اونٹ تھا ہم جس پر باری باری سوار کرتے ہوتے تھے اس وقت ہمارے پیر کے موزے پھٹ گئے اور ہمارے پیروں میں زخم اگئے اور میرے ناخن گر گئے تو ہم اپنے پیروں پر کپڑے کے ٹکڑے لپیٹتے تھے چنانچہ اس غزوے کا نام غزوہ ذات الرقاء پڑ گیا کیونکہ ہم اس میں اپنے پیروں پر کپڑے کے ٹکڑے لپیٹا کرتے تھے۔

([2])دیکھیے: شرح المواہب(۵۲۱/۲)۔

([3])دیکھیے: سیرت ابن ہشام(۲۲۵/۳)۔

([4])دیکھیے: طبقات الکبری از ابن سعد(۲۸۰/۲)۔

اور امام بخاری اپنی صحیح[2] میں اور ابن حجر[3] اور ابن کثیر[4] اور ابن قیم[5] نے یہ کہا ہے کہ یہ غزوہ خیبر کے بعد تھی اور یہی صحیح بات بھی ہے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں: جس بات کی تاکید کرنی چاہیے وہ یہ ہے کہ غزوہ ذات الرقاع غزوہ بنو قریظہ کے بعد پیش آئی تھی جس کے وجوہات درج ذیل ہیں:

1- یہ کہ پہلے گزر چکا ہے کہ نماز خوف غزوہ خندق میں مشروع نہیں تھی اور غزوہ ذات الرقاع میں نماز خوف کا ادا کیا جانا ثابت ہے، چنانچہ اس سے اس بات پر دلالت ملتی ہے کی یہ غزوہ خندق کے بعد پیش آئی۔

2- یہ بات ثابت ہے کہ ابو موسی اشعری[6] ابو ہریرہ[7] غزوہ ذات الرقاع میں شریک تھے تو اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ یہ غزوہ خیبر کے بعد تھا کیونکہ ابو موسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت آئے تھے جب آپ خیبر کے مقام پر تھے۔

3- عبداللہ بن عمر رضی ذات الرقاع میں شریک ہوئے تھے[1] اور صحیح حدیث میں یہ بات ثابت ہے کہ ان کی سب سے پہلے جنگ خندق کی تھی[2] چنانچہ ذات الرقاع خندق کے بعد ہوئی۔

([1])دیکھیے: فتح الباری (۱۸۰/۸)۔

([2])دیکھیے: صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ ذات الرقاع۔

([3])دیکھیے: فتح الباری (۱۸۰/۸)۔

([4])دیکھیے: البدایہ والنہایہ (۴۶۴/۴)۔

([5])دیکھیے: زاد المعاد (۲۲۶/۳)۔

([6])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ ذات الرقاع میں حدیث نمبر(۴۱۲۸) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد والسیر باب غزوۃ ذات الرقاع میں حدیث نمبر(۱۸۱۶) پر کی ہے۔

([7])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۸۲۶۰)(۱۰۷۶۵) اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر(۲۸۷۸) پر کی ہے اور اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔

4- یہ کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں غزوہ میں نے اپنے صحابہ کو نماز پڑھائی جو کی ذات الرقاع کا غزوہ تھا۔[3]

اور اس بات کی صراحت کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں سے ساتواں غزوہ تھا یہ اس بات کی تائید ہے جس کی طرف امام بخاری گئے ہیں کہیہ خیبر کے بعد واقع ہوا، اگر مراد یہ ہے کہ وہ غزوات جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود شرکت کی تھی اگرچہ اس میں قتال نہ کیا ہو ان میں سے ساتویں غزوہ احد سے پہلے ہوگا اور یہ کسی کا کہنا نہیں ہے کہ غزوہ ذات الرقاع احد سے پہلے واقع ہوئی کیونکہ وہ سبھی اس بات پر متفق ہیں کہ نماز خوف غزوہ خندق کے بعد مشروع ہوئی تو اس سے یہ بات متعین ہو جاتی ہے کہ غزوہ ذات الرقاع غزوہ بنو قریظہ کے بعد واقع ہوئی تو یہ بھی متعین ہوا کہ غزوات سے مراد جس میں قتال واقع ہوا تھا جن میں پہلا غزوہ بدر اور دوسرا احد اور تیسرا خندق چوتھا بنو قریظہ اور پانچواں مریسیع اور چھٹا خیبر تھا اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ غزوہ ذات الرقاع خیبر کے بعد ہوئی کیونکہ اس پر یہ صراحت ہے کہ یہ ساتواں غزوہ تھا۔[4]

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ ذات الرقاع میں حدیث نمبر(۴۱۳۲)(۴۱۳۳) پر کی ہے۔

([2])امام بخاری نے اپنی صحیح میں حدیث نمبر(۴۰۹۷) اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر(۱۸۶۸) پر ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن جنگ میں مجھے پیش کیا میں ان دنوں ۱۴ سال کا تھا تو اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت نہیں دی اور اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا خندق کے دن اس وقت میں ۱۵ سال کا تھا تو اپ نے مجھے اجازت دے دی ۔

([3])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ ذات الرقاع میں حدیث نمبر(۴۱۲۵) پر کی ہے۔

([4])دیکھیے: فتح الباری(۸/۱۸۰-۱۸۲)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ زاد المعاد میں کہتے ہیں: درست بات یہی ہے کہ غزوہ ذات الرقاع کو اس جگہ سے تحویل کر دیا جائے یعنی خندق سے پہلے کی جگہ سے جیسا کہ اہل مغازی نے ذکر کیا ہے۔ اور خندق کے بعد بلکہ خیبر کے بعد اس کو تحریر کر دیا جائے۔[1]

اس غزوے کا سبب

اور اس غزوے کا سبب یہ تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تھی کہ بنو محارب اور یا بنو انمار اور غطفان قبیلہ کے بنو ثعلبہ کے بہت سے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں سے 400 اور کہا گیا کہ 700 لوگوں کے ساتھ نکلے اور آپ نے مدینہ پر عثمان بن عفان اور کہا گیا کہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو والی مقرر کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکلے یہاں تک کہ ان کے علاقے میں نخلہ[2] نامی جگہ پہنچ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاقے میں سوائے کچھ عورتوں کے کسی کو نہ پایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو اپنے قبضے میں لے لیا جن میں ایک خوبصورت لونڈی بھی تھی اور دیہاتی لوگ پہاڑوں کے چوٹیوں کی طرف بھاگ گئے پھر ان میں سے بہت سے لوگوں سے ملاقات ہوئی لوگ قریب ہوئے مگر کوئی لڑائی نہ ہوئی اور ان لوگوں نے ایک دوسرے کو ڈرایا اور نماز عصر کا وقت ہوا تو مسلمانوں کو یہ خوف لاحق ہوا کہیں مشرک لوگ ان پر دھاوا نہ بول دیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو نماز خوف ادا کروائیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس ہونے کے لئے وہاں سے نکل گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ میں جانے

([1]) دیکھیے: زاد المعاد (۳/۲۲۶)۔

([2]) نخ: لہ یہ مکہ سے قریب حجاز میں ایک جگہ ہے جہاں پہ بہت سے کھجور اور دیگر کھیتی باڑی ہیں دیکھیے معجم البلدان (۸/۳۸۱)۔

کے سبب 15 راتوں تک مدینہ سے دور رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعال بن سراقہ رضی اللہ عنہ کو اپنے اور مسلمانوں کی سلامتی کی خوشخبری دینے کے لیے مدینہ کی جانب بھیجا۔[1]

شیخان نے اپنی صحیحین میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم غزوہ ذات الرقاع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے نماز قائم کی گئی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ کو دو رکعت نماز پڑھائی پھر وہ لوگ پیچھے ہو گئے اور پھر آپ نے دوسرے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعت ہوئی اور لوگوں کی دو رکعت ہوئی۔[2]

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ واپسی اور راستے میں پیش آنے والے چند واقعات

پہلا واقعہ عباد[3] بن بشر رضی اللہ تعالی عنہ کا قصہ

ہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں نے اس میں کئی قیدی حاصل کیے جن میں سے ایک خوبصورت لونڈی بھی تھی چنانچہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو اس کا آیا جو کہ غائب تھا تو جب اسکو خبر ملی تو اس نے یہ قسم کھائی کہ وہ اس وقت تک باز نہیں آئے گہ یہاں تک

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ ذات الرقاع میں حدیث نمبر(۴۱۲۷) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۱۰۷۶۵)پر کی ہے اور ابن اسحاق نے سیرت(۲۲۶/۳) میں اور ابن سعد نے طبقات(۲۸۰/۲) میں اس کی تقریر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازیباب غزوۃ ذات الرقاع میں حدیث نمبر(۴۱۳۶) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا باب صلاۃ الخوف حدیث نمبر (۸۴۳)(۳۱۱)پر اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(۴۲۲۰) پر کی ہے ۔

([3])عباد: عین کے زبر اور با کے تشدید کے ساتھ ہے ۔

کہ محمد کو قتل نہ کر دے یاان کے اصحاب میں خون نہبہا دیا جائے یااپنی بیوی کو چھوڑا لے، چنانچہ وہ مسلمانوں کے پیچھے نکہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھاٹی میں ٹھہرے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا آج کی اس رات کون ہماری حفاظت کرے گا؟

چنانچہ عمار بن یاسر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما کھڑے ہوئے اور ان دونوں نے کہا کہ ہم اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: تو تم گھاٹی کے منہ پر ہو جاؤ۔

چنانچہ جب دونوں لوگ گھاٹی کے منہ کی طرف گئے تو عباد نے عمار سے کہا: تمہیں رات کا کونسا حصہ زیادہ محبوب ہے کہ میں اس میں تمہاری نیابت کروں کر وپہ لا یا آخری حصہ؟

تو عمار نے کہا: تم پہلے حصے میں مجھے آرام دو چنانچہ عمار لیٹے اور سو گئے اور عباد بن بشر رضی اللہ تعالی عنہ نماز پڑھتے رہے اور ایک شخص آیا جو اس خاتون کا شوہر تھا جب اس نے عباد کے سائے کو دیکھا تو اس نے جان لیا کہ یہ ان لوگوں کے جاسوس ہیں تو اس نے انہیں ایک تیر سے مارا جوان کو لگ گئی تو عباد نے اسے نکالا پھر وہ شخص نے دوسرے تیر مارا وہ بھی انہیں جا کر لگی عباد نے اسے بھی نکالا پھر اس شخص نے تیسری تیر بھی ماری اور وہ بھی لگی تو عباد نے اسے بھی نکالا پھر رکوع اور سجدہ کیا پھر عمار کو جگایا اور کہا بیٹھو کیوں کہ مجھے گھائل کر دیا گیا ہے تو وہ خود کر اٹھ کھڑے ہوئے جب جب اس شخص نے ان دونوں لوگوں کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ ان لوگوں کو اس کے بارے میں خبر ہو گئی ہے چنانچہ وہ بھاگ کھڑا ہوا عمار نے عباد سے کہا، جب کہ اس نے ان پر خون دیکھا: "سبحان اللہ! کیا تم نے مجھے پہلی بار مارنے کے وقت نہیں خبر دار کیا؟"

تو عباد رضی اللہ عنہنے کہا: میں ایک سورت پڑھ رہا تھا[1] تو میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ میں اس کو مکمل کرنے سے پہلے اسے کاٹ دوں مگر اس نے جب میرے اوپر بار بار تیر برسانا شروع کیا تو

([1])بیہقی کی روایت میں دلائل(۳۷۹/۳) میں واقع ہے کہ یہ سورہ کہف ہے۔

میں نے رکوع کیااور میں نے آپ کو جگایااور اللہ کی قسم اگر میں اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم کے حکم کے مطابق اس راستے سے کمزور نہ ہوتا آپ کی حفاظت کرنے سے تو وہ شخص میری جان کو ختم کر دیتا قبل اس کے کہ میں سورت کو پڑھنا چھوڑ دیتا یا اسے مکمل کر لیتا۔[1]

دوسرا قصہ: غورث بن حارث کا قصہ

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم غزوہ ذات رقاع نامی غزوے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب ہم ایک درخت کے نیچے سایہ حاصل کرنے کے لئے آئے تو ہم نے اسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چھوڑ دیا چنانچہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی جانب نکلنے کے لیے آگے بڑھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوپہر کے آرام کا وقت ایک بہت کانٹے دار درختوں والے وادی میں پڑا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے ٹھہر گئے اور اپنی تلوار کو وہاں پر لٹکا دیا اور لوگ سایہ تلاش کرنے کے لیے یہاں وہاں بکھر گئے۔

جابر کہتے ہیں: پھر ہمیں تھوڑی سی نیند آگئی تو مشرکوں میں سے ایک شخص آیا جسے غورث بن حارث[2] کہا جاتا تھا اس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کو میان سے نکالا اور

([1])عباد رضی اللہ عنہ کے قصے کی تقریر امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الوضو باب من لم یر الوضوء إلا من المخ رجین القبل والدبر میں معلق طور پر روایت کیا ہے اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۴۷۰۴) پر اسے موصول طور پر ذکر کیا ہے اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر(۱۰۹۶) پر اور بیہقی نے دلائل (۳۷۸/۲-۳۷۹)میں اور ابن اسحاق نے سیرت(۲۳۰/۳) میں نقل کیا ہے اور یہ حسن حدیث ہے۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری(۱۹۳/۸) میں کہتے ہیں: غورث جعفر کے وزن پہ ہے اور واقدی کے یہاں اس قصے کا سبب واقع ہے کہ اس دیہاتی کا نام دو اصور ابن حارث تھا اور وہ مسلمان ہو گیا تھا لیکن اس کے بات کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ الگ الگ دو قصے ہیں جو دو غزوں میں پیش آئے،واللہ أعلم۔

کہا: اے محمد کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا: نہیں، تو اس نے کہا: تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ بچائے گا۔

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بلانے لگے ہم آپ کے پاس آئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ کے پاس وہ دیہاتی شخص بیٹھا ہوا ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص نے میری تلوار کو جب میں سو رہا تھا میرے میان سے نکالا اور جب میں جگا تو اس وقت یہ تلوار اس کے ہاتھ میں سوتی ہوئی تھی تو اس نے مجھ سے کہا تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: اللہ، تو دیکھو وہ شخص اب یہاں پر بیٹھا ہوا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوئی سزا نہ دی۔[1]

اور صحیح حدیث کی ایک دوسری روایت میں ہے جابر کہتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے اسے خوب ڈرایا دھمکایا۔[2]

ابن اسحاق[3] کہتے ہیں: اللہ رب العالمین نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿یا ایھا الذین ... وعلی اللہ فلیتوکل﴾ المومنون المائدۃ-۱۱

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الجہاد واسیر باب تفرق الناس عن الامام عند القائلۃ میں حدیث نمبر (۲۹۱۰)(۲۹۱۳)پر اور انہوں نے ہی کتاب المغازی باب غزوۃ ذات الرقاع میں حدیث نمبر(۴۱۳۵-۴۱۳۶) پر کی ہے اور اس کی تخریج امام مسلم نے کتاب الصلاۃ المسافرین وقصرھا میں حدیث نمبر(۸۴۳) پر کی ہے اور اسے امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۱۴۳۳۵)پر تفریج کی ہے۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری(۱۹۲/۸) میں کہتے ہیں: ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس قصے میں حاضر تھے اور وہ اپنے عزم اور ارادے سے دھمکی کی وجہ سے واپس ہو گئے تھے بلکہ بات ایسی نہیں ہے اور ایک دوسری روایت میں اپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اللہ کے بعد یہ وارد ہے کہ اس نے تلوار کو میان میں رکھ دیا اور یہ کلمہ ازداد میں سے ہے کہا جاتا ہے اور گویا اس دیہاتی نے جب اپ کے اس عظیم ثابت قدمے کو دیکھا اور اسے پتہ چل گیا کہ اس کے اور اپ کے درمیان حائل ہو گیا ہے تو اسے یہ بات معلوم ہو گئی کہ وہ اپ تک نہیں پہنچ سکتا تو اس نے تلوار کو رکھ دیا اور اپنے اپ کو اپ کے حوالے کر دیا۔

([3])دیکھیے: سیرت ابن ہشام(۲۲۸/۳)۔

میں کہتا ہوں: ہم نے غزوہ بنو نظیر نے یہ ذکر کیا تھا کہ یہ آیت عمرو بن جحاش کے بارے میں نازل ہوئی جب انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ چٹان کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر گرا دے تاکہ آپ کو قتل کریں اور اسی کو ابن جریر نے اپنی تفسیر میں راجح قرار دیا ہے۔

فوائد حدیث

اس حدیث میں بہت سے فوائد ہیں:

1- اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم بہادری اور آپ کا مضبوط یقین اور تکلیف پر آپ کا صبر اور جاہلوں سے آپ کی بردباری۔

2- اور اس میں اس بات کے جواز کی طرف بھی اشارہ ہے کہ قیام کرتے وقت اور سوتے وقت فوجیوں کا الگ ہونا جائز ہے اور یہ اس صورت کی بات ہے جب وہاں پر کوئی ایسا نہ ہو جس سے خوف پایا جاتا ہو۔[1]

تیسرا قصہ: جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کا قصہ

اور اس غزوہ سے واپسی کے وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ان کا اونٹ خریدا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ شرط رکھی کہ مدینہ تک آپ اس پر سواری کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کے والد کے قرض سے متعلق پوچھا اور انہوں نے آپ کو اس کے بارے میں بتایا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات آپ کے لیے پچیس مرتبہ استغفار کیا۔[2]

([1]) دیکھیے: فتح الباری (۱۹۳/۸)۔

([2]) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جابر کے لیے ۲۵ مرتبہ اونٹ والی رات میں استغفار کی تقریر ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب إخباره صلى الله عليه وسلم عن مناقب الصحابة باب ذكر عدد استغفار المصطفى صلى الله عليه وسلم لجابر ليلة البعير حدیث نمبر (۷۱۴۲) پر اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں کہ تاب المكناقب باب في مناقب جابر بن عبد الله رضي الله عنه ما حدیث نمبر (۳۸۶۱) پر کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اور اب آیئے ہم آپ کو جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے کرتے ہیں وہی ہمیں اپنے اونٹ کے قصے کو بیان کریں گے اور وہ بات بتائیں گے جو ان کے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان مدینہ کی جانب راستے میں بات چیت ہوئی:

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں اپنے کمزور اونٹ پر سوار ہو کر نکلا، چنانچہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے ہونے لگا یہاں تک کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پالیا تو آپ نے فرمایا: جابر تمہارا کیا معاملہ ہے؟ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرا یہ اونٹ مجھے لے کر نہیں چل پا رہا ہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو تم اسے بٹھا دو اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بٹھایا پھر کہا: اے جابر اس لاٹھی کو جو تمہارے ہاتھ میں ہے مجھے دے دو۔

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لاٹھی اپنے ہاتھ میں لے لیں اور اس سے حرکت دیں پھر کہا اس پر سوار ہو جاؤ تو میں سوار ہوا تو وہ چل پڑا اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا تھا اب وہ اونٹ تمام لوگوں کے ساتھ چلنے لگا وہ کہتے ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے بات کی اور کہا: اے جابر کیا تم اس کو مجھ سے بیچو گے؟

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ یہ آپ کو ہدیہ دے دوں گا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں تم اسے مجھ سے بیچو، تو میں نے کہا: تو اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی مجھے اس کی قیمت بتائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اسے تم سے ایک درہم کے بدلے لیتا ہوں میں نے کہا نہیں ایسی صورت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دھوکا دیں گے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو دو دینار میں تو میں نے کہا: نہیں وہ کہتے ہیں پھر اللہ

ابن الاثیر النہایہ (۱۳۹/۱) میں کہتے ہیں: جمل والی رات وہ رات ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر رضی اللہ عنہ سے ان کے اونٹ کو خریدا تھا جبکہ وہ سفر میں تھے اور اونٹ والی حدیث سے مشہور ہے۔

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اس کی قیمت کو زیادہ کرتے رہے یہاں تک کہ ایک اوقیہ [1] پہنچ گئے، میں نے کہا: اب میں راضی ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب تم راضی ہو گئے ہو ؟ میں نے کہا: اس شرط کے ساتھ کی اس پر بیٹھ کر میں مدینہ تک جاؤں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، تو میں نے کہا: یہ آپ کا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر میں نے اسے خرید لیا۔

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب میں مدینہ سے قریب ہوا تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول میری ابھی نئی نئی شادی ہوئی ہے تو آپ مجھے اجازت دے دیں میں اپنے گھر والوں کے پاس جلدی سے چلا جاؤں، آپ نے فرمایا: ((تو تم نے نکاح کر لیا ہے ؟))۔ [2]

میں نے کہا: ہاں ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: کنواری عورت سے یا شادی شدہ عورت سے، میں نے کہا: نہیں شادی شدہ عورت سے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے کنواری عورت سے شادی کیوں نہیں کی وہ تمہارے ساتھ کھیلتی اور تم اس کے ساتھ کھیلتے ؟!

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری(٦٥٩/٦) میں کہتے ہیں:اوقیہ ہمزہ کے پیش اور یا کے تشدید کے ساتھ ہے اور یہ اس زمانے میں ۴۰ درہم کا معروف تھا اور بعد میں لوگوں کے عرف میں وہ ۱۰ درہم کا تھا اور اہل مصر کے یہاں اج ایک عقیہ ۱۲ درہم کا ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں: اونٹ کے قیمت کی تحدید کے سلسلے میں اختلاف پایا جاتا ہے تو قرطبی نے کہا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری(٦٦٥/٥) میں ان سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اونٹ کے قیمت کے تحریر کے سلسلے میں اختلاف کیا جن کا جمع کرنا ممکن نہیں نظر اتا اور اس کا تکلف کرنا مقصد سے دور کی بات نظر اتی ہے اور وہ ایسے معاملے پر مبنی ہے جس کا ضبط برابر نہیں ہے حالانکہ اس کے تحقیق سے کوئی حکم متعلق نہیں ہے اور مجموعہ روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اونٹ کو خریدا تھا ان دونوں کے درمیان معلوم قیمت پر اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائیگی کے وقت انہیں بڑھا کر دیا تھا اور اس کے تحقیق کی عدم جانکاری سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

([2])میں کہتا ہوں: اس سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جنہوں نے غزوہ ذات الرقاء کو خندق سے پہلے مانا ہے وہ کہتے ہیں کہ جابر رضی اللہ عنہ خندق میں شادی شدہ تھے اور ان کا قصہ مشہور ہے ہم نے اسے ذکر کیا ہے جب جابر رضی اللہ عنہ کے بیوی نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا بنایا تھا اور اس میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ان کے علاوہ کسی اور سے نکاح کیا ہو۔

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم احد والے دن میرے والد شہید ہوگئے اور انہوں نے میری سات بہنوں[1] کو چھوڑا تو میں نے ایک ایسی کسی خاتون سے نکاح کیا جو ان کے سر کو باندھ سکے اور انکی تربیت کر سکے[2] تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اگر اللہ نے چاہا تو درست فیصلہ کیا ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اللہ رب العالمین آپ کے اس عمل میں برکت دے۔[3]

جابر کہتے ہیں: جب ہم مدینہ آ گئے تو میں اس کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آیا یہاں تک کہ اللہ کے رسول کے دروازے پر اسے بیٹھا دیا پھر میں مسجد میں اس سے قریب ہی بیٹھ گیا، تو وہ کہتے ہیں پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور آپ نے اونٹ کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ تو لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ جاب رکا اونٹ ہے جابر اس کو لے کر یہاں آئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جابر کہاں ہیں؟ پھر مجھے بلایا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے بھتیجے تم میرے پاس آؤ تم اپنے اونٹ کو لے کر جاؤ وہ تمہارا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو بلایا اور ان سے کہا جابر کو لے کر جاؤ اور انہیں سونے کا ایک اوقیہ دے دو اور انہیں زیادہ بھی دے دو۔

([1]) صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں حدیث نمبر (۴۰۵۲) پر ہے کہ وہ نو تھی۔

([2]) مرجع سابق حدیث نمبر (۴۰۵۲) جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں تو میں نے یہ ناپسند کیا کہ میں ان کے ساتھ ایک اور لاشعور خاتون لے کر اؤں لیکن میں نے چاہا کہ میں ایسے خاتون سے نکاح کروں جو ان کے دیکھ بھال کرے اور ان کے بالوں کی کنگھی کرے۔

([3]) حافظ ابن حجر فتح الباری (۴۸۶/۱۲) میں کہتے ہیں اور مراد ان کے عقل کے سلسلے میں پورے برکت کے کا شامل ہونا ہے بیت اور کی انہوں نے اپنے اوپر اپنے بہنوں کے حق کو مقدم کیا چنانچہ انہوں نے ان کی وجہ سے کنواری لڑکی سے شادی کرنے سے پرہیز کیا جبکہ نوجوان شادی کرنے والے کے لیے کنواری لڑکی عام طور پر شادی شدہ خاتون سے زیادہ بہتر ہوتی ہیں۔

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر میں ان کے ساتھ گیا تو انہوں نے مجھے ایک اوقیہ دیا اور کچھ زیادہ بھی دیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر سے کہا: اے جابر تمہارا خیال ہے کہ میں نے تمہیں کم قیمت دی ہے تاکہ میں تمہارے اونٹ اور تمہارے پیسوں کو لے لوں یہ لو تمہارا اونٹ اور تمہارے دراھم یہ تمہارے ہی ہیں۔

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ کی قسم وہ برابر میرے پاس بڑھتا رہا اور میں اس کی جگہ ہے اپنے گھر میں دیکھتا رہا یہاں تک کی حرہ کا دن پیش آیا۔[1]

اور ایک روایت میں ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دی گئی زیادہ رقم میرے پاس برابر رہی وہ میرے پاس ایک تھیلی میں تھی یہاں تک کی

([1])آپ رضی اللہ عنہ کا قول: **حرہ والے دن** اس سے ان کا مراد وہ راتیں ہیں جن میں اہل شام اور اہل مدینہ کے درمیان حر واقع میں جو کہ مدینہ کے مشرق میں پڑتا ہے قتال ہوئی جو کہ سن ٦٣ ہجری میں تھی اور یہ یزید ابن معاویہ کی جانب سے اہل مدینہ پر تھی اور یہ اسلام کے سب سے بڑے مسائل میں سے تھے جیسے کہ ابن حزم نے جوامع ا سیرہ میں صفحہ نمبر(٣٥٧-٣٥٨) پر کہا ہے کیونکہ بہترین مسلمان اور باقی صحابہ کرام اور تابعین میں سے اچھے مسلمان اس جنگ میں دن دہاڑے اور بغیر کسی گناہ کے قتل کیے گئے اور گھوڑے اللہ کے رسول صلم کے مجلس میں مسجد میں ائے اور انہوں نے اپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اور قبر کے درمیان روزہ شریفہ کو گندا کیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جماعت کے ساتھ نماز ادا نہیں کی گئی اور اس میں سعید ابن مسیب کے علاوہ کوئی اور نہیں موجود تھا کیونکہ انہوں نے مسجد کو لازم پکڑا تھا اور اگر امر ابن عثمان ابن عفان اور مروان ابن حکم کی گواہی نہ ہوتی مجرم ابن عقبہ اور مری کے پاس کہ وہ پاگل ہیں تو وہ انہیں قتل کر دیتے اور لوگوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ یزید ابن معاویہ کی بیعت کریں بیتوز کی وہ ان کے غلام ہوں گے اگر وہ چاہیں گے تو بیچیں گے اور چاہیں گے تو ازاد کریں گے اور مدینہ میں تین دنوں تک لوٹ مار ہوئی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ مذاق کیا گیا اور ان کی طرف لوگوں کے ہاتھ بڑھے اور ان کے گھر گھروں میں ڈاکہ ڈالا گیا دیکھیے شذرات الذہب(٢٨٣/١) البدایہ والنہایہ(٦١٦/٨)۔

حرہ والے دن شام کے لوگ آ گئے اور انہوں نے اپنے ساتھ لے جانے والی چیزوں میں اسے بھی لے لیا۔[1]

حدیث کے فوائد

حافظ الفتح میں فرماتے ہیں: جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کی خرید و فروخت کی کہانی میں درج ذیل فوائد ہیں:

1- جس شخص نے اپنی چیز فروخت کے لیے پیش کی ہے، اس کے لیے سودا بازی کی اجازت ہے۔

2-اس میں مماکسہ یعنی قیمت کم کرنے اور اسے قدر میں گھٹانے کی اجازت بھی شامل ہے، بشرطیکہ یہ عقد کے مستقر ہونے سے پہلے ہو۔

3-اس میں خریدار کے لیے یہ بھی ہے کہ وہ سب سے پہلے قیمت کا ذکر کرے۔

4-قبضہ (مال سنبھالنا) بیع کی صحت کے لیے شرط نہیں ہے۔

5-بڑوں کا "نہیں" کہنا جائز ہے جب معاملہ جائز ہو۔

6- یہاں نیکی کے عمل کے بارے میں بات کی گئی ہے تاکہ کہانی کے مطابق عمل دکھایا جائے، نہ کہ نفس کی تزکیہ یا فخر کے لیے۔

([1])جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کے قصے کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الشروط باب إذا اشترط البائع ظھر الدابۃ حدیث نمبر(۲۷۱۸) پر اور انہوں نے کتاب ا لنکاح باب تزویج الثیب میں حدیث نمبر (۵۰۸۰)پر اور کتاب البیوع باب شراء الدواب والحمیر میں حدیث نمبر(۲۰۹۷) پر اور کتاب الجہاد والسیر باب استئذان الرجل الامام میں حدیث نمبر(۲۹۶۷) پر کی ہے اور امام مسلم نے اس کی تقریر کتاب المساقاۃ باب بیع البعیر واستثناء رکوبہ میں حدیث نمبر(۷۱۵) پر کی ہے اور امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر(۱۴۳۷۶)،(۱۵۰۲۶) پر اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر(۴۹۱۱)(۶۵۱۷)(۶۵۱۸) پر اور امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں حدیث نمبر(۴۴۱۰)(۴۴۱۱)(۴۴۱۴) پر اور ابن اسحاق نے سیرت(۲۲۸/۳) میں کی ہے۔

7-امام اور بزرگ اپنے اصحاب کی خبر گیری کرتے ہیں، ان سے پوچھتے ہیں کہ ان پر کیا گزر رہی ہے اور جہاں ممکن ہو، حال، مال یا دعا سے مدد کرتے ہیں۔

8-اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عاجزی ظاہر ہوتی ہے۔

9- سفر کے لیے جانور پر ضرب لگانا جائز ہے، چاہے وہ زیادہ بوجھ سے تھکا ہوا نہ ہو، بشرطیکہ یہ یقین ہو کہ وہ جانور تھکا ہوا یا مشقت میں نہیں ہے۔

10-تابعین کا اپنے بزرگ کی توقیر کرنا۔

11-قرض کی ادائیگی میں وکالت۔

12- خریدار کے وزن کا لحاظ رکھنا۔

13- قبضے سے پہلے تحفہ واپس کرنا جائز ہے، جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یہ آپ کے لیے ہے''، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ آپ بیچ دیں۔''

14- جانوروں اور سامان کو مسجد اور اس کے ارد گرد لانے کا جواز، اور اونٹ کے پیشاب کی پاکیزگی کے حوالے سے استدلال، جس میں کوئی دلیل نہیں۔

15- جس چیز سے برکت حاصل ہوتی ہے، اس کی حفاظت کرنا، جیسا کہ جابر نے کہا: ''اضافہ مجھے نہ چھوڑے۔''

16- قیمت میں اضافے کا جواز ادائیگی کے وقت۔

17- جابر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کہ اس نے اپنے حصہ کو چھوڑ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی اور اونٹ بیچا حالانکہ اسے ضرورت تھی۔

18-اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک واضح معجزہ نمایاں ہے۔[1]

([1])دیکھیے: فتح الباری (٥/٢٦٦)۔

غزوہ ذات الرقاع میں پیش آنے والے عجیب واقعات

1-لال پرندوں کے بچے۔

امام احمد نے اپنی مسند اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں صحیح سند کے ساتھ عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود کے حوالے سے ان کے والد سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ضرورت کے لیے گئے تو ہم نے ایک سرخ پرندے کو دیکھا اس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی تھے تو ہم نے اس کے دونوں بچوں کو پکڑ لیا تو وہ سرخ پرندہ ہمارے پاس آیا اور اپنے پر کو پھیلا کر پھڑ پھڑانے لگا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور فرمایا کہ اس پرندے کو اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے تکلیف دی ہے اس کے بچوں کو اس کی طرف واپس کر دو۔[1]

چوٹیوں کی بستی

امام احمد نے اپنی مسند اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں صحیح سند کے ساتھ عبداللہ عبدالرحمن عبداللہ ابن مسعود کے حوالے سے ان کے والد سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چوٹیوں کی ایک بستی کو دیکھا جس کو ہم نے جلا دیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

([1])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۳۸۳۵) پر اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب الجهاد باب في كراهية حرق العدو بالنار حدیث نمبر(۲۶۷۵) پر اور انہوں نے ہی کتاب الجنائز باب الأمراض المكفرة للذنوب میں حدیث نمبر(۳۰۸۹) پر کی ہے اور اس کی تقریر امام طیالیسی نے اپنی مسند میں حدیث نم(۳۳۴) پر کی ہے اور ابن الاثیر نے جامع الاصول میں اسے حدیث نمبر(۲۶۳۳) پر نقل کیا ہے۔

اس کو کس نے جلایا ہے؟ ہم نے کہا: ہم نے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک کسی کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ آگ سے کسی کو عذاب دے سوائے اس آگ کے رب کے۔[1]

([1])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۳۷۶۳) پر اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب الجہاد باب في کراھیۃ حرق العدو بالنار حدیث نمبر(۲۶۷۵) پر کی ہے اور اسے ابن الأثیر نے جامع الاصول میں حدیث نمبر (۲۶۳۳)پر نقل کیا ہے۔

تربہ[1] کی جانب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کا شکر

اور شعبان سنہ 7 ہجری میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو تیس سواروں میں نضر بن معاویہ بن بکر بن ہوازن اور اور بنو جشم بن بکر بن ہوازن کے تربہنامی جگہ پر بھیجا پھر عمر رضی اللہ تعالی عنہ نکلے اور ان کے ساتھ بنو ہلال کا ایک رہنما بھی تھا تو وہ لوگ رات کو چلتے اور دن میں چھپ جاتے جس کی خبر ہوازن کے لوگوں کو ملی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور عمر رضی اللہ تعالی عنہ ان کی بستی میں پہنچے تو ان میں سے کوئی وہاں نہ بچا تھا تو آپ مدینہ کی جانب واپس نکل آئے چنانچہ جب آپ جدد[2] نامی علاقے پر تھے تو آپ سے آپ کے رہنما نے کہا کیا آپ خطام قبیلہ کے دوسری جماعت پر حملہ کرنا چاہتے ہیں جو کہ سارے کے سارے لوگ اکٹھا ہو کر آئے ہیں جن کے گھروں نے قحط سالی کا منظر دیکھا ہے تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا ہے بلکہ مجھے تربہ کے علاقے میں موجود ہوازن سے قتال کا حکم دیا ہے چنانچہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ مدینہ کی جانب واپس ہو کر آ گئے۔[3]

([1])تربہ: تا کے پیش اور را کے زبر کے ساتھ یہ مکہ کے قریب اس سے دو دن کے فاصلے پر ایک وادی ہے دیکھیے النھایۃ(۱۸۲/۱)۔

([2])الجدد: یہ بلاد بنی حزیل میں ایک جگہ کا نام ہے، دیکھیے: معجم البلدان(۳۸/۳)۔

([3])دیکھیے: الطبقات الکبری از ابن سعد(۳۰۸/۲)، دلائل نبوت از امام بیہقی(۲۹۲/۴)۔

بنو فزارہ کی جانب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سریہ کی روانگی

اور اسی طرح شعبان ہی میں سنہ سات ہجری[1] کے اندر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کو نجد میں واقع کے علاقے کی جانب بھیجا۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں ہم ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ نکلے جن کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر امیر مقرر کیا تھا ہم فزارہ کی طرف جارہے تھے جب ہم چشمے سے قریب ہوئے تو ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ نے ہمیں حکم دیا اور ہم نے وہاں پر قیام کیا جب ہم نے صبح کی نماز ادا کی تو ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ نے حکم دیا تو ہم نے دھاوا بولا تو ہم نے اس چشمے کے پاس جس کو چاہا قتل کیا سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں پھر میں نے لوگوں کی گردنوں کی جانب دیکھا جس میں بچے اور عورتیں تھیں پہاڑ کی طرف اور میں ان کے پیچھے دوڑ رہا تھا تو مجھے خدشہ محسوس ہوا کہ کہیں وہ پہاڑ کی طرف جانے میں مجھ سے آگے نہ ہو جائیں تو میں نے تیر سے ان پر حملہ کیا تو تیر ان کے اور پہاڑ کے درمیان جا کر گرا وہ کہتے ہیں اور میں ان کو لے کر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا یہاں تک کہ چشمے پر پہنچا ان میں سے فزارہ قبیلے کی ایک خاتون تھیں جن پر چمڑے کا ایک پرانا کپڑا تھا اور اس کے ساتھ اس کی ایک بیٹی تھی جو عربوں کی سب سے خوبصورت بیٹی تھی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے اس کی بیٹی کو عطا کر دیا وہ کہتے ہیں پھر میں نے اس کے کپڑے کو نہیں کھولا یہاں تک کہ مدینہ آگیا پھر میں نے رات گزاری اور میں نے اس کا کپڑا نہیں کھولا[2] تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بازار میں ملے اور مجھ سے کہا: اے سلمہ! تم اس عورت کو مجھے دے دو، میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم یہ مجھے پسند آگئی ہے اور میں نے آج تک اس کا کپڑا نہیں کھولا

([1]) دیکھیے: الطبقات الکبری از ابن سعد (۳۰۹/۲)۔

([2]) یہ جماع سے کنایہ ہے، دیکھیے صحیح مسلم بشرح نووی (۶۰/۱۲)۔

ہے آپ صلی اللہ علیہ کہتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور مجھے آپ نے چھوڑ دیا یہاں تک کہ جب دوسرا دن تھا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بازار میں ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا اے سلمہ تم اس عورت کو مجھے دے دو[1] دو اللہ کی قسم تمہارے والد میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ مجھے پسند آگئی اور میں نے ابھی تک اس کا کپڑا نہیں کھولا ہے اور اے اللہ کے رسول وہ آپ کے لئے ہے۔

وہ کہتے ہیں: پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مکہ والوں کے پاس بھیج دیا اور ان کے ہاتھ میں مسلمانوں کے کچھ قیدی تھے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو ان کا فدیہ بنایا۔[2]

([1])امام نووی مسلم کی شرح(۱۴۶/۲) میں کہتے ہیں: تمہارے والد اللہ کے لیے ہیں یہ تعریف کے لیے بولا جانے والا کلمہ ہے عرب کے لوگ اس کے ذریعے سے تعریف کرنے کے عادی ہیں کیونکہ اللہ کے نام کی طرف نسبت یہ تشریف کے لیے ہوتا ہے اس لیے کہا جاتا ہے اللہ کا گھر اللہ کی اونٹنی اور صاحب تحریر کہتے ہیں جب بچے سے کچھ ایسی چیز پائی جائے جس پر اس کی تعریف کی جائے تو اس کے لیے کہا جاتا ہے اللہ کے لیے ہیں تمہارے باپ بیعت اور کی انہوں نے اپ جیسے بیٹے کو جنم دیا۔

([2])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد واﻟ سیر باب التنفیہ یل وفداءاﻟ سلمین بالأساری میں حدیث نمبر(۱۷۵۵) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۶۵۰۲) پر کی ہے اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں ہدیہ نمبر(۳۹۱۷) پر اس کی تخریج کی ہے۔

بنو مرہ کی جانب بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا لشکر

اور سنہ 7 ہجری ماہ شعبان ہی میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو 30 لوگوں کے ساتھ بنو مرہ کی جانب روانہ کیا جو کہ فدک [1] کے قریب آباد تھے، چنانچہ جب وہ لوگ ان کی بستی میں پہنچے تو کسی کو بھی نہ پایا، تو انہوں نے وہاں سے چوپایوں اور بکریوں کو اپنے ساتھ لے لیا اور مدینہ کی جانب واپس ہو گئے اور جب بنو مرہ کے لوگوں کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ لوگ ان کے پیچھے نکل پڑے اور انھیں پالیا اور ان انہوں نے ایک دوسرے پر تیر برسائے یہاں تک کہ بشیر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے تیر ختم ہو گئے پھر بنو مرہ نے ان پر حملہ کر دیا اور انہوں نے بشیر کے بہت سے ساتھیوں کو قتل کر دیا اور ان میں سے بہت سے لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور بشیر رضی اللہ تعالی عنہ نے خوب سخت قتال کیا یہاں تک کہ وہ زخمی ہو گئے اور گر پڑے تو انہوں نے گمان کیا کہ یہ مر چکے ہیں اور وہ لوگ اپنے چوپایوں اور بکریوں کو لے کر واپس ہو گئے۔

اور شام کے وقت بشیر رضی اللہ عنہ کو ذرا ہوش آیا یہاں تک کہ وہ فدک کی سرزمین کی جانب پہنچے اور انہوں نے ایک یہودی کے یہاں کچھ دنوں تک قیام کیا یہاں تک کہ ان کے زخم ٹھیک ہو گئے اور وہ مدینہ کی جانب واپس ہو گئے۔

اور اس لشکر کے لوگوں کے اوپر آنے والی مصیبت کی خبر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک کعلبہ بن زید حارثی رضی اللہ عنہ نے پہنچائیں۔ [2]

([1])فدک: یہ حجاز میں ایک بستی کا نام ہے اس کے اور مدینہ کے درمیان دو دنوں کا فاصلہ ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے یہ سن سات ہجری میں صلح کے ساتھ دیا تھا دیکھیے معجم البلدان(٦/٤١٧)
اور ہم نے فدک کی خبر غزوہ خیبر میں ذکر کیا ہے تو اپ وہاں اس کا مراجع کریں۔

([2])دیکھیے: الطبقات الکبری ازابن سعد(٢/٣٠٩) میں اور دلائل نبوت ازامام بیہقی (٤/٢٩٥) ۔

میفعہ کی جانب غالب بن عبداللہ لیثی کے لشکر کی روانگی

جو بات ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ یہ وہی لشکر ہے جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرقہ [1] کی جانب روانہ کیا تھا جیسا کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جو کہ بخاری اور مسلم کے یہاں ان کی صحیح میں موجود ہے اور یہ جنگ رمضان سن 7 ہجری میں واقع ہوئی تھی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غالب بن عبداللہ اللیثي رضی اللہ عنہ کو 130 لوگوں کے ساتھ بنو عوال اور بنو عبد بن ثعلبہ کی جانب جب روانہ کیا تھا جو کہ میفعہ نامی جگہ پر آباد تھے اس کے اور مدینہ کے درمیان نجد کی جانب 8 برد [2] کی مسافت ہے اور ان کی رہنمائی اس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام یسار کر رہے تھے، انہوں نے ان پر ایک سات ھ حملے کیا اور وہ ان کے بستی کے درمیان میں پہنچ گئے اور جنہوں نے ان کے مقابلے کی کوشش کی انہیں قتل کر دیا اور چوپائے اور بکریوں کو اپنے ساتھ لے لیا اور مدینہ چلے آئے اور کسی کو قیدی نہیں بنایا۔

اسامہ رضی اللہ عنہ کا مرداس بن نہیک کو قتل کرنا

اور اسی سریہ کے اندر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو قتل کیا جس نے لاالہ اللہ کہا تھا اس کا نام مرداس بن نھیک تھا جو کہ جہی نہ قبیلے کے حرقہ کے بنو مرہ کے حلیف تھے اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جہی نہ قبیلے کے حرقہ کی جانب ہمیں بھیجا تو ہم نے صبح سویرے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں ہم نے شکست دے دی اور میں نے انصار میں

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری(۳۰۸/۸) میں کہتے ہیں: حرقہ ح کے پیش اور را کے زبر کے ساتھ حرقہ کی جانب منسوب ہے ان کا نام جو ہے ابن عامر ابن سعلبہ بن جینا تھا ان کا حرقہ نام اس لیے پڑھا کیونکہ انہوں نے ا ایک قوم کو قتل کے ذریعے جلا دیا اور انہوں نے اس سلسلے میں خوب مبالغہ کیا تھا۔

([2])برد با کے پیش کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جو کہ ۱۲ فرصت کا ہوتا ہے اور فرسخ تین میل کا ہوتا ہے دیکھیے النہایہ(۱۱۶/۱)۔

سے ایک شخص[1] کے ساتھ ان میں سے ایک ایک شخص کا پیچھا کیا تو جب ہم نے اسے گھیر لیا تو اس نے لا الہ اللہ کہا تو وہ انصاری شخص رکا رہ گیا مگر میں نے اسے اپنے برچھی[2] سے وار کر کے قتل کر دیا، جب ہم مدینہ واپس آئے تو یہ بات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے مجھ سے کہا :اسام کیا تم نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کر دیا؟

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ بچنے کے لیے لیے لا الہ الا اللہ کہنے والا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کے دل کو چیر کر کیوں نہیں دیکھا تھا کہ تم جان جاتے کہ اس نے ہتھیار سے ڈر کر[3] لا الہ اللہ کہا تھا، تم لا الہ الا اللہ کا کیا جواب دو گے جب وہ قیامت کے دن آئے گا؟ تم لا الہ الا اللہ کا کیا جواب دو گے جب وہ قیامت کے دن آئے گا؟

اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کلمہ کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ میں نے یہ تمنا کی کہ کاش میں اس سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا۔[4]

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری(۱۴/۱۷۶) میں کہتے ہیں میں اس قصے میں ذکر کیے گئے انصاری کا نام نہیں جان سکا ۔

([2]) صحیح مسلم کی روایت میں حدیث نمبر(۹۷)(۱۶۰) پر جندب کی حدیث میں ہے انہوں نے کہا کہ جب ان پر تلوار اٹھائے تو انہوں نے لا الہ الا اللہ کہا تو انہوں نے اسے قتل کر دیا

حافظ ابن حجر فتح الباری(۱۴/۱۷۶) میں کہتے ہیں اور اس کے درمیان جمع اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ جب انہوں نے پہلے ان پر تلوار اٹھائی تو وہ اسے مار نہ سکے تو انہیں نیزے سے مارا۔

([3]) صحیح مسلم کی ایک روایت میں حدیث نمبر(۹۷)(۱۶۰)پر ہے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے مسلمانوں کو بہت تکلیف دی ہے انہوں نے فلاں اور فلاں کو قتل کیا ہے اور انہوں نے بہت سارے لوگوں کا نام لیا اور میں نے ان پر حملہ کیا اور جب اس نے تلوار دیکھے تو لا الہ الا اللہ کہہ دیا ۔

([4])حافظ ابن حجر فتح الباری(۱۴/۱۷۷) میں کہتے ہیں یعنی میں چاہتا ہوں کہ میرا اسلام لانا اسی دن ہوا ہو کیونکہ اسلام پہلے کے معاملات کو ختم کر دیتا ہے

اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب بعث النبي أسامة بن زيد إلى الحرقات میں حدیث نمبر(۴۲۶۹) پر اور انہوں نے ہی کتاب الدیات باب قو ﷺ تعالی: خلق السماوات میں حدیث نمبر(۶۸۷۲) پر کی ہے اور امام مسلم نے اس کی تقریر اپنے صحیح میں کتاب الایمان باب تحریم قتل الکافر بعد أن قال لا إ ﷺ إلا اللہ میں حدیث

ابن سعد نے اپنی طبقات میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اب اللہ تعالی سے یہ عہد کرتا ہوں کہ میں اب کسی سے بھی قتال نہیں کروں گا جو لا الہ الا اللہ کہتا ہو۔[1]

ابن بطال کہتے ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ان سے نقل کیا ہے یہ قصہ اسامہ کے مسلمانوں سے اس کے بعد قتال کرنے کے سلسلے میں قسم کا سبب تھا اور پھر اسی وجہ سے وہ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمل اور صفین میں جانے سے پیچھے رہ گئے تھے اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ کہا کرتے تھے میں اس وقت کسی مسلمان سے قتال نہیں کروں گا یہاں تک کہ اسامہان سے قتال نہ کریں۔[2]

نمبر(۹۶)(۱۵۸)،(۹۷)(۱۶۰) پر کی ہے اور امام احمد نے اپنی مسند میں اس کے تخریج حدیث نمبر(۲۱۷۴۵) پر کی ہے اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں اس کے تخریج حدیث نمبر(۳۲۲۷)(۳۲۲۸) کی ہے۔

([1])دیکھیے :الطبقات الکبری از ابن سعد(۳۰۹/۲)۔

([2])دیکھیے: فتح الباری(۱۷۸/۱۴) اور سعد ابن ابی وقاص کے قول کے تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الایمان باب تحریم قتل الکافر بعد أن قال لاإله إلا الله میں حدیث نمبر(۹۶)(۱۵۸) پر کی ہے۔

یمن اور جبار[1] کی جانب بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا لشکر

اور شوال سنہ 7 ہجری میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ غطفان قبیلے کے کچھ لوگ اکٹھے ہوئے ہیں جن سے عیینہ بن حصن نے وعدہ کیا ہے کہ وہ مدینہ اور اس کے اطراف پر حملہ کرے گا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کے لیے جھنڈا تیار کیا اور ان کے ساتھ تین سو آدمیوں کو بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ رات میں چلیں اور دن میں چھپ جائیں اور ان کے ساتھ حسیل بن نویرہ الاشجعی رہنمائی کی غرض سے نکلے وہی وہ شخص تھے جنہوں نے غطفان قبیلے کے جمع ہونے کی خبر لائی تھی چنانچہ وہ لوگ دن بھر چلتے اور رات میں چھپ جاتے یہاں تک کہ یمن اور جبار کے علاقے میں پہنچ گئے تو وہ خیبر سے نچلے حصے میں ہتھیار کے ساتھ ٹھہرے پھر وہاں سے نکلے یہاں تک کہ کی ان لوگوں سے قریب ہو گئے اور وہاں پر انہیں ان کی بہت سی مویشیاں ہاتھ لگیں اور چرواہے بکھر گئے اور لوگوں کے پاس گئے اور انہیں خبر دی تو وہ سب لوگ بکھر گئے اور اپنے شہر کے اوپری حصوں کی جانب بھاگ کھڑے ہوئے اور بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے صحابہ کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ ان کی بستی میں پہنچ گئے مگر وہاں پر کسی کو بھی انھوں نے نہ پایا سوائے دو لوگوں کے جنہیں انہوں نے قیدی بنالیا پھر وہ چوپایوں اور دو آدمیوں کو لے کر مدینہ واپس آگئے وہ دو آدمی مسلمان ہو گئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر دیا۔

([1])یمن: یا کے زبر اور میم کے سکون کے ساتھ ہے جو تہ مہ اور فیض کے درمیان راستے پر غدفان قبیلے کا ایک چشمہ ہے اور جبار جیم کے پیش اور با کے زبر کے ساتھ یہ قضا قبیلے کے بنو ہومس کے لوگوں کا مدینہ اور فیض کے درمیان ایک چشمہ ہے دیکھیے معجم البلدان(۲۶/۳)۔

عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف کے درمیان گفتگو

اور جب عیینہ بن حصن بشیر بن. سعد کے لشکر سے شکست کھا کر بھاگا تو اس کی ملاقات حارث بن عوف مری سے ہوئی جو کی اس کا حلیف تھا تو حارث نے اسے روکا تو عیینہ نے کہا نہیں میں نہیں رک سکتا میرے پیچھے لوگ پڑے ہوئے ہیں محمد کے صحابہ یہ کہتے ہوئے وہ بھاگ رہا تھا حارث نے اس سے کہا: اے عیینہ تمہارا وقت آگیا ہے کہ تم جو خیال کرتے ہو اس سے باز آجاؤ کیا ابھی بھی وقت نہیں آیا ہے کہ جو تم کر رہے ہو اس سے باز آجاؤ اس میں غور و فکر کرو بے شک محمد نے تمام شہروں کچل دیا ہے اور تم بلا کسی فائدے کے یہ سب کام کر رہے ہو۔[1]

چنانچہ یہی عیینہ بن حصن اسلام کے بارے میں غور و فکر کرنے سے متعلق سبب بنا۔

([1])دیکھیے: دلائل نبوت از امام بیہقی(۳۰۲/۴) التبقات الکبری از ابن سعد (۳۱۰/۲)۔

ثمامہ ابن اثال الحنفی[1] رضی اللہ عنہ کا قیدی ہونا اور ان کا قبول اسلام

شیخان نے اپنی صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی جانب ایک لشکر روانہ کیا تو وہ لشکر بنو حنیفہ کے ایک شخص کو اپنے ساتھ لے کر آیا جسے ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا چنانچہ انہوں نے اس کو مسجد کے کھمبوں میں سے ایک کھمبے میں باندھ دیا۔[2]

ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے قید کی زندگی میں اس کے ساتھ احسان کرنا۔[3]

چنانچہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزرتے تو اسے کہتے ثمامہ تمہارا کیا حال ہے؟

تو ثمامہ کہتا: میں خیریت سے ہوں اگر تم مجھے قتل کروگے تو خون والے کو قتل کروگے[4] اگر تم میرے اوپر احسان کروگے تو شکر گزار کے ساتھ احسان کروگے اور اگر تم مال چاہتے ہو تو تم جتنا چاہو مجھ سے مانگ لو۔[5]

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری(۱۳۱/۲) میں کہتے ہیں ثمامہ سا کے پیش کے ساتھ اور اصال حمزہ کے پیش اور ث کے زبر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفہ وحدیث ثمامہ بن اثال میں حدیث نمبر(۴۳۷۲) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد والسیر باب ربط الأسیر وحبسہ میں حدیث نمبر(۱۷۶۴) پر کی ہے۔

([3])دیکھیے: سیرت ابن ہشام(۲۹۵/۴)۔

([4])امام نووی مسلم کی شرح(۷۵/۱۲) میں کہتے ہیں: یعنی: اگر تم قتل کروگے تو تم ایسے شخص کو قتل کروگے اس قتل سے اُس کے قاتل کا بدلہ لیا جائے گا اور اس کے قاتل کے ذریعے اُس کا قصاص (ثأر) پورا ہوگا — یعنی اس کے مرتبے اور فضیلت کی وجہ سے۔

([5])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفہ وحدیث ثمامہ بن اثال میں حدیث نمبر (۴۳۷۲) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد وسیر باب ربط الأسیر وحبسہ میں حدیث نمبر (۱۷۶۴) پر کی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو اس کے فدیہ لینے کو پسند تھا اور وہ کہتے تھے کہ ہم اس کو قتل کر کے کیا کریں گے۔[1]

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا یہاں تک کہ جب دوسرا دن ہوا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا ثمامہ تمہارا کیا حال ہے؟

ثمامہ نے کہا جو میں نے تم سے کہا تھا اگر تم احسان کروگے تو شکر گزار پر احسان کرو کروگے اور پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوسرے دن تک چھوڑ دیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا تمہارا کیا حال ہے ثمامہ؟

ثمامہ نے کہا: جو میں نے تم سے کہا ہے وہی میں تم سے کہوں گا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو انہیں کھولنے کا حکم دیا۔

چنانچہ ثمامہ مسجد کے قریب ایک باغ میں گئے اور وہاں پر غسل کیا[2] پھر مسجد میں داخل ہوئے اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں محمد اللہ کے رسول ہیں۔

اے محمد! اللہ کی قسم روئے زمین پر آپ کے چہرے سے زیادہ ناپسندیدہ چہرہ میرے نزدیک کوئی اور نہ تھا مگر اب آپ کا چہرہ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو گیا اللہ کی قسم آپ کے دین سے زیادہ ناپسندیدہ دین مجھے کوئی اور نہ تھا مگر اب آپ کا دین میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو گیا اللہ کی قسم آپ کے اس شہر سے ناپسندیدہ شہر میرے نزدیک کا کوئی اور نہ تھا

([1])اس کی تخریج امام ابن حبان نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر(۱۲۳۸) پر کی ہے اور اس کی سند شیخین کے شرط پر صحیح ہے۔

([2])ابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ابو طلحہ کے ایک باغ کی جانب بھیجا تو انہوں نے حکم دیا کہ وہ غسل کریں تو انہوں نے غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔

مگر اب آپ کا شہر میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے اور تمھارے لشکر نے مجھے اس وقت پکڑا جب میں عمرہ کے لئے جا رہا تھا تو تمہارا کیا خیال ہے

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خوشخبری دی اور انھیں حکم دیا کہ وہ عمرہ کریں چنانچہ جب وہ مکہ گئے تو انہوں نے تلبیہ پڑھیں اور وہ تلبیہ پکارتے ہوئے سب سے پہلے مکہ میں داخل ہونے والے پہلے مسلمان تھے۔

قریش کے لوگوں نے انہیں پکڑ لیا اور ان سے کہا ثمامہ کیا تم بے دین ہو گئے ہو؟

تو انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم میں محمد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمان ہو گیا ہوں اور نہیں اللہ کی قسم یمامہ سے تمہارے پاس گیہوں کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا یہاں تک کہ اس کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دے دیں چنانچہ ان لوگوں نے ان کا راستہ چھوڑ دیا۔

پھر ثمامہ یمامہ کی جانب نکلے اور انہیں مکہ کی جانب کچھ بھی لے جانے سے منع کیا یہاں تک کہ قریش کے لوگوں کو بھوک مری کا سامنا ہو گیا اور انہوں نے اونٹ کے گوبر کو خون سے ملا کر کھانا شروع کر دیا پھر قریش کے لوگوں نے ابو سفیان کی قیادت میں ایک وفد بھیجا مدینہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہم تمہیں اللہ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دیتے ہیں تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم سارے جہان والوں کے لیے رحمت ہو؟

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں کیوں نہیں۔

تو ابو سفیان نے کہا: تم نے اپنے باپ دادوں کو تلوار سے قتل کر دیا اور بچوں کو بھوک سے۔

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ وہ ان کے اور مکہ کی طرف جانے والے سواریوں کو جانے دیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

اور اللہ رب العالمین نے یہ آیت نازل فرمائی:((ولقد أخذناهم بالعذاب فما استكانوا لربهم وما يتضرعون))سورہ المومنون آیت نمبر ٧٦[1]

حدیث کے فوائد

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ ثمامہ کے قصے میں بہت سے فوائد ہیں:

1-کافر کو مسجد میں باندھنا۔

2-کافر قیدی پر احسان کرنا اور گنہگار کو معاف کرنے کے معاملے کو اعظم سمجھنا۔اس لیے ثمامہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی تھی کہ اب آپ سے متعلق ان کی ناپسندیدگی ایک ہی گھنٹے میں محبت میں بدل گئی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ معافی اور احسان کا معاملہ بغیر کسی مقابل کے فرمایا تھا۔

3-اور اس میں اسلام قبول کرنے کے وقت غسل کرنے کا بھی بیانہے۔

4-اور اس میں اس بات کا بیان ہے کہ احسان کرنے سے نفرت ختم ہو جاتی ہے اور محبت پیدا ہوتیہے۔

۵-اور اس میں اس بات کا بیان ہے کہ کافر اگر خیر کا کام کرنا چاہے پھر اسلام لے آئے تو اس کے لیے یہ مشروع ہے کہ وہ اس خیر کے کام میں آگے بڑھے اور اسے پورا کرے۔

([1])ثمامہ ابن اثال کا قصہ امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفۃ وحدیث ثمامۃ بن أثال میں حدیث نمبر(۴۳۷۲) پر اور امام مسلم نے اپنے سحی میں کتاب الجہاد و سیعر باب ربط الأسیر وحبسہ میں حدیث نمبر(۱۷۶۴) پر اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب الطہارہ باب غسل الکافر إذا أسلم میں حدیث نمبر(۹۶۷)(۱۲۳۸)(۱۲۳۹) پر اور امام حاکم نے المستدرک میں کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ المؤمنون میں حدیث نمبر (۳۵۴۰)پر اور ابن اسحاق نے سیرت(۲۹۵/۴) میں تخریج کی ہے ۔

٦-اور اس میں اس بات کا یہ بیان ہے کی ایسے لوگوں کے ساتھ نرمی برتنا جن کے اسلام کی امید ہو اگر یہ اسلام کی مصلحت کی وجہ سے ہو خاص طور سے جن کے اسلام لانے کی وجہ سے ان کے قوم کے لوگوں میں سے لوگوں کی ایک بڑی تعداد ان کی پیروی کرے گی۔

7-اور اس میں کافروں کے بستیوں کی جانب لشکر بھیجنے کا بھی بیان ہے اور یہ کہ جو ان میں سے ملے ان کو قیدی بنالیا جائے اور ان کو باقی رکھنے یا قتل کرنے کے بارے میں اس کے بعد اختیار دیا جائے۔[1]

اور ثمامہ رضی اللہ تعالی عنہ اپنے اسلام پر باقی رہے اور اہل یمامہ میں سے مرتد ہونے والے لوگوں کے ساتھ مرتد نہ ہوئے جب م مسیلمہ الکذاب نے نبی ہونے کا دعوی کیا تھا۔

([1])دیکھیے: فتح الباری(٨/٤٢١) ۔

عمرہ قضاء[1]

جب سنہ 7 ہجری میں ذوالقعدہ کا چاند نظر آیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو عمرہ کا حکم دیا جیسا کہ صلح حدیبیہ کے عہد میں یہ بات بات لکھی گئی کی مسلمان آئندہ سال ذوالقعدہ کے مہینے میں عمرہ کریں گے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عمرہ کے لئے نکلنا اور آپ کے ساتھیوں کی تعداد

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور صلح حدیبیہ میں شریک ہونے والوں میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہے سوائے ان کے جو خیبر وغیرہ میں فوت ہو گئے تھے، چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلنے والوں کی تعداد بچوں اور عورتوں کے علاوہ دو ہزار لوگوں پر مشتمل تھی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پر عویف بن اضبط دیلی[1] رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کیا تھا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ ساٹھ اونٹنیاں تھے اور آپ صلی

([1])اس کے عمرہ قضا نام پڑنے کے سبب کے سلسلے میں اختلاف واقع ہوا ہے تو یہ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان صلح حدیبیہ کے دن جو عہد نامہ لکھا گیا تھا اس کے متعلق جو مطالبات واقع ہوئے تھے وہ ہیں چنانچہ قضا فصل سے مراد وہ امور ہوں گے جو واقع ہوئے تھے نہ کی یہ اس عمرہ کے قضا کے طور پر تھا جس کے ادائیگی سے بیت اللہ جانے سے روک لیا گیا تھا کیونکہ وہ فاسد نہیں ہوا تھا یہاں تک کہ اس کا قضا کرنا واجب ہو بلکہ وہ مکمل عمرہ تھا اور اسے عمرہ قضیہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں قریش سے یہ تقاضا کیا تھا کہ اپ آئندہ سال عمرہ کریں گے۔

اور اسی طرح سے عمرہ قصاص بھی اس کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے لوگوں نے کے مہینے میں حدیبیہ کے سال روک لیا تھا تو اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قصاص لیا تو اپ نے آئندہ سال اسی مہینے میں عمرہ کیا جس میں اپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں نے روکا تھا امام سہیلی الروض الانف (114/4) میں کہتے ہیں یہی نام اس کے لیے زیادہ مناسب ہے کیونکہ اللہ تعالی نے سورہ بقرہ کی ایت نمبر ۱۹۴ میں فرمایا ہے اور یہ ایت:((الشھرالحرام بالشھرالحرام والحرمات قصاص)) اسی سلسلے میں نازل ہوئی تو یہ نام اس کے لیے زیادہ مناسب ہے دیکھیے فتح الباری (۲۸۵/۸)۔

اللہ علیہ وسلم نے ان کی نگرانی کا ذمہ ناجیہ بن جندب اسلمی رضی اللہ عنہ کو دیا تھا جو انہیں لے کر آپ کے سامنے آگے آگے جارہے تھے ان کے ساتھ اسلم قبیلے کے چار نوجوان بھی تھے۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کی غداری کے خوف سے ہتھیار اور جنگی ساز وسامان بھی اٹھائے ہوئے تھے۔

چنانچہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ [2] نامی جگہ پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آگے ایک لشکر کو بھیجا جس کے امیر محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالی عنہ تھے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حلیفہ کی مسجد کے دروازے سے احرام باندھا اور تلبیہ پڑھی اور مسلمان بھی آپ کے ساتھ تلبیہ پڑھ رہے تھے۔

اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالی عنہ لشکر کے ساتھ آگے بڑھے چنانچہ جب آپ مرظہران پہنچے تو وہاں پر ان کو قریش کے کچھ لوگ ملے تو ان لوگوں نے ان سے گھوڑے پر آنے کے سبب کو دریافت کیا تو انہوں نے کہا یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کل ان شاءاللہ اس جگہ صبح میں موجود ہوں گے اور انہوں نے بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس ہتھیار بہت زیادہ دیکھے تو وہ جلدی سے نکلے یہاں تک کہ وہ مکہ آگئے اور قریش کو خبر دی چنانچہ وہ لوگ ڈر گئے اور انہوں نے کہا اللہ کی قسم ہم نے کوئی بھی غلط کام نہیں کیا ہے اور ہم اپنے صلح اور اپنے لکھے ہوئے بات پر ہیں تو محمد اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہم سے جنگ کیوں کرنا چاہتے ہیں؟

([1])یہ ابن اسحاق کی سیرت(۱۷/۴) میں روایت ہے اور ابن سعد کی طبقات(۳۱۰/۲) کی روایت میں ہے کہ وہ ابو رحم غفاری رضی اللہ عنہ تھے۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری(۱۶۱/۴) میں کہتے ہیں :ذوالحلیفہ حا کے پیش اور لام کے زبر کے سات تصویر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جو کہ اہل مدینہ کی میقات ہے۔

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مر ظہران[1] پہنچے تو آپ نے وہاں پر قیام کیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو یہ بات پہنچی کہ قریش کے لوگ ان کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ وہ کمزوری کی وجہ سے ڈھیلے ڈھالے ہو گئے ہیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا :اے اللہ کے رسول ہم اپنے سواریوں کو کیوں نہیں کھاتے تاکہ ہم ان کے سالن کو پئیں اور اس کی چربی کھائیں اور جب ہم صبح نکلیں تو ان لوگوں کے پاس ایسی حالت میں جائیں کہ ہم بالکل آسودہ ہوئے ہوں آرام کے ساتھ ہوں۔

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ تم میرے پاس اپنے زادراہ کے بچے ہوئے حصوں کو لے کر آؤ۔

چنانچہ لوگوں نے اپنے دستر خوانوں کو بچھا دیا پھر ان پر اپنے سارے کھانے رکھ دیے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ان کے لئے برکت کی دعا کی چنانچہ وہ لوگوں نے کھایا یہاں تک خوب آسودہ ہو گئے، اور پھر انہوں نے اپنے برتنوں میں اس کا باقی حصہ بھر لیا۔[2]

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے آٹھ میل کی دوری پر موجود بطن یاجج[3] کی طرف آگے اپنے ہتھیاروں کو بڑھایا، جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حرم کے حدود کو دیکھ رہے تھے۔

([1])مر ظہران: یہ مکہ اور عثمان کے درمیان ایک وادی کا نام ہے دیکھیے النہایہ(۱۵۱/۳)۔

([2])اس کی تخریج امام ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب الحج باب دخول مکہ میں حدیث نمبر(۳۸۱۲) پر اور امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر (۲۷۸۲)پر کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

([3])بطن یا جج :یہ مکہ سے اٹھ میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے ،دیکھیے: مجمع البلدان(۴۹۲/۸)۔

قریش کا مکرز بن حفص کو بھیجنا

پھر قریش نے مکرز بن حفص کو قریش کے کچھ لوگوں کے ساتھ بھیجا یہاں تک کہ انہوں نے بطن یاجج میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہدی کے جانوروں اور اسلحوں کے ساتھ موجود تھے تو انہوں نے کہا :اے محمد تمہیں خیانت سے متعلق کوئی چھوٹی یا بڑی بات نہیں پہنچی ! تو تم اپنی قوم کے لوگوں کے خلاف حرم میں اسلحہ کے ساتھ کیوں داخل ہو رہے ہو حالانکہ تم نے ان کے لیے یہ شرط رکھی تھی کہ تم صرف اور صرف مسافروں کے ہتھیار کے ساتھ داخل ہوگے اور تلواریں میان میں ہونگی۔

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان کے اوپر ہتھیار لے کر داخل نہیں ہوں گا۔

تو مکرز بن حفص نے کہا یہی وہ بات ہے جس کے ذریعے سے بھلائی اور وفاداری پہچانی جائے گی پھر وہ جلدی سے اپنے ساتھیوں کو لے کر مکہ واپس ہو گیا اور اس نے کہا کہ محمد ہتھیار لے کر تم پر داخل نہ ہوں گے اور وہ اسی شرط پر قائم ہیں جو انہوں نے تم سے کیا ہے ۔

اہل مکہ کا پہاڑیوں کی طرف نکلنا

اور مکہ والوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ مسلمان جو عمرہ کے لیے آرہے ہیں انہیں بخار لاحق ہو گئی ہے چنانچہ مکہ کے بیشتر لوگ لوگ مکہ سے متصل پہاڑیوں کی جانب نکل گئے تاکہ انھیں یہ بیماری نہ لاحق ہو جائے تو جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ نے اپنے صحابہ کو رمل کرنے کا حکم دیا کیا-جیسا کہ آگے بیان کیا جائے گا-۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں داخلہ:

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا جج سے نکلے بعد اس کے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ہتھیار کو چاہے وہ ڈھال ہو یا یا تیر اور نیزے ہوں اور ان کی حفاظت کے اوس بن خولی انصاری رضی اللہ عنہ کو 200 لوگوں کے ساتھ وہاں پر نگرانی کے لئے مقرر کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے ہدی کے جانوروں کو آگے کیا چنانچہ ذی طوی[1] نامی مقام پر ان کو گھیر لیا گیا۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں حجون[2] کی طرف نکلنے والے گھاٹی سے داخل ہوئے[3] اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی بھی ایسی حالت میں داخل ہوئے جو تلواروں کو کو لیے ہوئے آپ کو گھیر کر تلبیہ پکار رہے تھے اور وہ آپ پر خوف کھاتے تھے کہ کوئی کہیں آپ پر تیر نہ چلا نا دے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا تو ہم نے مشرکوں کے بچوں اور مشرکوں سے آپ کو چھپایا تاکہ ان میں سے کوئی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ پہنچا سکے۔[4]

([1])ذي طوى "ط" کے پیش اور واؤ کے زبر کے ساتھ مکہ کے دروازے کے پاس ایک جگہ ہے، دیکھیے: انہایہ (۱۳۳/۳)۔

ان سب کی تفصیل دیکھیے الطبقات الکبری ال ابن سعد (۳۱۰/۲) سیرت ابن ہشام (۱۷/۴) دلال نبوت امام بیہقی (۳۱۴/۴)۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری (۴۵۷/۴) میں کہتے ہیں حجون ہا کے زبر اور جیم کے پیش کے ساتھ مکہ میں ایک مشہور پہاڑی ہے اور اسی کے پاس اہل مکہ کا قبرستان ہے۔

([3])اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ سالوں تک مکہ سے غائب رہنے کے بعد اس میں داخل ہوئے تھے۔

([4])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغاز ي باب عمرۃ القضاء میں حدیث نمبر (۴۲۵۵) پر کی ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل تلبیہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے مسجد حرام میں داخل ہوگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قریش کے لوگ دارالندوہ یا حجر کے پاس صف بندی کر کھڑے ہوئے تھے چنانچہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں صحیح سند کے ساتھ روایت نقل کیا ہے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو مکہ کے لوگ دو صفوں میں کھڑے تھے۔[1]

ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کا شعر

اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور وہ یہ کہہ کر شعر پڑھ رہے تھے:

خلوا بني الكفار عن سبيله　　خلوا فكل الخير في رسوله
نحن ضربناكم على تأويله[٢]　　كما ضربناكم على تنزيله
ضربا يزيل الهام عن مقيله　　ويذهل الخليل عن خليله
يارب اني مومن بقيله

عمر رضی اللہ عنہ نے ابن رواحہ سے کہا: اے ابن رواحہ کیا تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور اللہ کے حرم میں شعر کہہ رہے ہو؟

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر ان سے دور ہو جاؤ کیونکہ یہ اشعار ان میں تیر کی چوٹ سے زیادہ اثر کرنے والے ہیں۔[1]

([1])اس خبر کی تخریج امام ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب الحظر والإباحۃ باب الشعر والسمع میں حدیث نمبر (٥٧٨٨) پر کی ہے۔

([2])حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ (٦١٧/٤) میں کہتے ہیں یہ عمرہ اس خواب کی تعبیر کے طور پر تھا جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تھا تو گویا یہ صبح کی روشنی کے مانند اسی طرح پیش آئی۔

امام ترمذی رحمہ اللہ کا وہم

میں کہتا ہوں: امام ترمذی رحمہ اللہ کو اپنی جامع میں وہم ہوا ہے چنانچہ انہوں نے عبداللہ بن رواحہ کے اشعار کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے یہ اشعار اس حدیث کے علاوہ کئی اور جگہوں پر روایت کئے گئے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں عمرہ قضاء کے وقت داخل ہوئے اور کعب ابن مالک آپ کے سامنے تھے اور یہ بات اہل حدیث کے نزدیک سب سے صحیح بات ہے کیوں کہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ جنگ موتہ والے دن شہید کر دیئے گئے تھے اور قضاوالے عمرے کی بات اس کے بعد کی ہے۔[2]

اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ بہت بڑی بھول ہے اور ناقابل قبول غلطی ہے اور مجھے نہیں پتا ہے ترمذی رحمہ اللہ اپنی وافر جانکاری کے باوجود ایسی غلطی کیسے کر بیٹھے اور یہ بھی بات ہے کہ قضاوالے عمرہ میں جعفر اور ان کے بھائی علی اور زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کی بیٹی کے سلسلے میں جھگڑے[3] کا قصہ بھی موجود ہے اور جعفر اور زید اور ابن رواحہ ایک ہی جگہ پر شہید کئے گئے تھے تو آخر امام ترمذی پر ایسی بات کیسے مخفی اور پوشیدہ ہو سکتی ہے۔[4]

([1])اس کی تخریج امام ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب الحظر والإباحۃ باب الشعر واٰ سمع حدیث نمبر (۵۷۸۸)پر اور امام ترمذی نے اپنے جامع میں کتاب الادب باب ماجاء في إنشاد الشعر میں حدیث نمبر(۳۰۶۱) پر کی ہے اور اسے ابن الاثیر نے جامع الاصول میں حدیث نمبر(۳۲۲۸) پر نقل کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

(۲)حافظ امام ذہبی سیر(۲۳۶/۱) میں کہتے ہیں :ہر گز نہیں بلکہ موت کی جنگ اس کے ۱۶ مہینے کے بعد تاکیری طور پر پیش ائی تھی

اور ترمذی کے کلام کو ان کی جامع(۱۲۱/۵) میں دیکھیے۔

([3])تھوڑی دیر بعد عمرہ قضا کے اخر میں حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے سلسلے میں ان کا جھگڑا ائے گا۔

([4])دیکھیے: فتح الباری(۲۸۸/۸)۔

مسلمانوں کا رمل

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود والے رکن کو اپنی چھڑی سے استعمال کیا اور اپنے کپڑے کو اضطباع[1] کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف شروع کر دیا اور قریش کے لوگوں نے جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ موجود لوگوں کے آمد کی خبر سنی تھی تو وہ سبھی ابھی حسد اور غصے کی وجہ سے پہاڑوں کی چوٹیوں کی جانب نکل گئے تھے اور ان کے ایسا کرنے کی ایک وجہ وہ بھی تھی کہ ان کے درمیان یہ افواہ پھیل گئی تھی کی انہیں ایک بیماری لاحق ہو گئی ہے جس کی وجہ سے وہ کمزور ہو گئے ہیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو رمل کرنے کا حکم دیا چنانچہ شیخان نے اپنی صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ آئے تو مشرکوں نے کہا تمہارے پاس ایسے لوگ آنے والے ہیں جن کو بیماری نے بہت کمزور کر دیا ہے[2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ رب العالمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دے دی تو آپ نے اپنے صحابہ کو رمل[3] کرنے کا حکم دیا اس وقت مشرک لوگ حجر[1] کے ایک کونے میں بیٹھے ہوئے انہیں

([1])اضطباع کا معنی ہے کہ ازار کو لیا جائے اور اس کے درمیانی حصے کو داہنے بغل کے نیچے سے نکالا جائے اور اس کے دونوں کناروں کو سینے اور پیٹھ کے جانب سے بائیں کندھے پر رکھا جائے اس کا نام دونوں دونوں بازوں کے ظاہر ہونے کی وجہ سے یہ رکھا گیا، دیکھیے: النہایہ(٦٨/٣)۔

([2])ایک دوسری روایت میں صحیح بخاری میں حدیث نمبر(١٦٠٢) پر ہے کہ یثرب کا بخار

حافظ ابن حجر فتح ال باری(٢٦٩/٤) میں کہتے ہیں اور اس سے اس بات کی بھی دلیل ملتی ہے کہ کافروں کو ڈرانے کے لیے اسلحہ اور طاقت و قوت کا اظہار جائز ہے اور یہ مضموم ریاکاری میں داخل نہیں ہے شمار نہ ہوگا۔

([3])ابن اسحاق کی سیرت(١٨/٤) کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو اج کے دن مشرکوں کے سامنے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرے۔

اور امام احمد کے مسند کی ایک روایت میں حدیث نمبر(٢٧٨٢) پر اور ابن حبان کے صحیح میں حدیث نمبر(٣٨١٢) پر صحیح سند کے ساتھ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:" وہ لوگ اج تم میں کمزوری نہ دیکھیں"۔

دیکھ رہے تھے چنانچہ مسلمانوں نے رمل کیا اور دونوں رکنوں کے درمیان معمول کی چال چلی تو مشرکوں نے کہا یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں تمہارا خیال ہے کہ بیماری نے ان کو کمزور کر دیا ہے یہ تو بہت ہی زیادہ طاقتور ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کو تمام چکروں میں رمل کرنے کا حکم دینے سے کسی چیز نے نہیں منع کیا سوائے ان پر شفقت اور نرمی کے۔[2]

اور جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم طواف کر کے فارغ ہو گئے تو آپ نے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور اس وقت بھی آپ کو چھپانے والے آپ کے صحابہ آپ کے ساتھ ہی موجود تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا اور مروہ کے درمیان اپنی سواری پر سوار ہو کر سعی کی اس وقت بھی آپ کے ساتھی آپ کے ساتھ سعی کر رہے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم

امام ابن قدامہ مغنی(۵/۲۱۷-۲۲۰) میں کہتے ہیں رمل کرنا طواف قدوم کے پہلے تین چکروں میں مسنون ہے اور ہم اس سلسلے میں اہل علم کے درمیان اختلاف نہیں جانتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چکروں میں تیز چال چلی اور باقی چار میں عام چال چلی اس کی روایت جابر ابن عباس ابن عمر نیکی ہے اور ان کی حدیث متفق علیہ ہے۔

اور ا گرکہاجائے کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ مشرکین کے لیے طاقت کے اظہار کے طور پر تیز چلے تھے اور وہ معنی اب باقی نہیں رہا کیونکہ اللہ تعالی نے مشرکوں کو وہاں سے نکال دیا۔

ہم کہیں گے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اپ کے صحابہ نے رمل کیا تھا اور حجت وداع میں فتح مکہ کے بعد بھی اپ نے استباع کیا تھا تو یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ ثابت سنت ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام عمروں میں رمل کیا اور حج میں بھی کیا اور ابو بکر اور عثمان اور اپ کے بعد خلفاء نے بھی کیا اس کی روایت امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۱۹۷۲)پر صحیح سند کے ساتھ کی ہے ۔

([1])بخاری کی صحیح کی روایت میں حدیث نمبر(۴۲۵۶) پر ہے اور مشرک لوگ قعیقعان کی جانب تھے۔

قعیقعان: قاف اول کے پیش کے ساتھ جو کہ مکہ میں ایک پہاڑ ہے، دیکھیے: النہایہ(۴/۷۸)۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الحج باب کیف کان بدء الرمل؟میں حدیث نمبر(۱۶۰۲) اور کتاب المغازی باب عمرۃ القضا میں حدیث نمبر(۴۲۵۶) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الحج باب استحباب الرمل في ا طواف والعمرۃ میں حدیث نمبر(۱۲۶۶) پر اور امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر(۲۶۳۹)(۲۷۸۲) اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب الحج باب دخول مکۃ میں حدیث نمبر(۳۸۱۲) اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب المناسک باب في الرمل میں حدیث نمبر(۱۸۸۵) پر کی ہے۔

نے دعا کرتے ہوئے فرمایا: "اے اللہ کتاب کے نازل کرنے والے بہت جلد حساب لینے والے لشکروں کو شکست دینے والے اے اللہ تو ان کو شکست دیدے ان کے قدم کو اکھاڑ دے"۔[1]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ عمرہ کیا چنانچہ جب ہم مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ ہم نے طواف کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفا اور مروہ پر آئے تو ہم بھی آپ کے ساتھ وہاں تھے اور ہم اہل مکہ میں سے کسی کو تیر سے وار کرنے کی خوف سے آپ کو چھپائے ہوئے تھے۔[2]

ہدی کے جانوروں کا ذبح کرنا

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی کے جانوروں کو منگوایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ذي طوی سے لانے کا حکم دیا تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہدی کے جانوروں کو مروہ کے پاس قربان کیا اور آپ نے وہیں پر حلق کرائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلق معمر ابن عبداللہ العدوی رضی اللہ عنہ نے کیا اسی طرح سے باقی صحابہ نے بھی کیا۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں کو حکم دیا کہ وہ یاجج[3] نامی مقام پر جائیں اور اپنے ہتھیار کی حفاظت کریں اور دوسرے لوگ وہاں سے آئیں اور اپنے عمرہ کے اعمال کو ادا کریں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔[4]

([1])آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صفا مروہ پر دعا کی تخریج امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر(۱۹۴۰۷) اور ابن حبان اپنی صحیح میں حدیث نمبر(۳۸۴۳) پر کی ہے اور اس کی سند شیخین کے شرط پر صحیح ہیں۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب العمرہ باب متیٰ یحل المعتمر؟ میں حدیث نمبر (۱۷۹۱)پر کی ہے اور اس کی تخریج انہوں نے ہی کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء میں بھی حدیث نمبر(۴۲۵۵) پر کی ہے ۔

([3])یا جج: مکہ سے اٹھ میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے دیکھیے: معجم البلدان(۴۹۲/۸) ۔

([4])دیکھیے: الطبقات الکبری از ابن سعد(۳۱۱/۲)۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں داخل نہ ہوئے

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے مکہ کے اندر تین دنوں تک قیام کیا جیسا کہ قریش کے لوگوں نے صلح حدیبیہ میں ایسی شرط رکھی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل نہ ہوئے کیونکہ وہاں پر بت اور تصویریں موجود تھیں، چنانچہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا اور بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کی اور آپ کے ساتھ آپ کو چھپانے والے لوگ بھی موجود تھے، تو آپ سے ایک شخص نے کہا: کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں۔[1]

جب طے شدہ تین دن گزر گئے جیسا کہ صلح حدیبیہ کے شرائط میں مذکور تھا اور قریش کے لوگ چوتھے دن کی صبح میں علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہوں نے ان سے کہا تم اپنے ساتھی سے کہو کہ اب ہمارے درمیان سے نکل جائیں مدت ختم ہو گئی تو یہ بات علی رضی

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الحج باب من لم یدخل الکعبۃ میں حدیث نمبر(۱۶۰۰) پر کی ہے امام نووی کہتے ہیں جیسا کہ ان سے حافظ ابن حجر نے فتح الباری(۲۶۶/۴) میں نقل کیا ہے علماء کہتے ہیں کہ :اپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس میں داخل ہونے کو ترک کرنے کا سبب یہ ہے کہ اس میں بت اور تصویریں تھیں اور مشرک لوگ اپ کو اس کو بدلنے کے لیے نہیں چھوڑ سکتے تھے تو جب فتح مکہ کا سال ایا تو اپ نے ان تصویروں کو ہٹانے کا حکم دیا اور پھر اپ اس میں داخل ہوئے۔

اور حافظ ابن حجر کہتے ہیں اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ گھر میں داخل ہونے کی بات حدیبیہ کے دن شرط میں واقع نہیں ہوئی تھی چنانچہ اگر اپ اس میں داخل ہونا چاہتے تو وہ اس سے منع کر دیتے جیسا کہ انہوں نے اپ کو مکہ میں تین دن سے زیادہ قیام کرنے سے منع کیا تھا اسی لیے اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ نہیں کیا تھا کہ وہ اپ کو منع نہ کریں۔

اللہ عنہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکل گئے۔[1]

اور حاکم کی مستدرک میں ایک روایت کے اندر حسن سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں پھر ان کے پاس حویطب بن عبد العزی قریش کے لوگوں کے ساتھ تیسرے دن آیا اور کہا کہ آپ کی مدت ختم ہو گئی ہے تو ہمارے درمیان سے نکل جائیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا کیا ہوگا اگر تم مجھے یہاں اپنے پاس رات گزارنے کی اجازت دے دو اور میں تمہارے لیے کھانا بناؤں اور تم وہاں پر تشریف لاؤ۔

انہوں نے کہا تمہارے کھانے سے متعلق ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے تم ہمارے پاس سے نکل جاؤ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کو لے کر وہاں سے نکل گئے یہاں تک کہ سرف نامی مقام پر ان کے ساتھ رات گزارا۔[2]

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ قضا کے لئے مکہ میں داخل ہوئے اس وقت میں وہاں پر موجود نہیں تھا اور میں نے آپ کے مکہ میں داخلے کو نہیں دیکھا، میرے بھائی ولید بن ولید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قضاء والے عمرے میں داخل ہوئے تھے اور انہوں نے مجھے تلاش کیا مگر مجھے نہ پایا اور آپ نے میرے لئے ایک خط لکھا جس میں لکھا ہوا تھا کہ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے میں اسلام سے متعلق

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب عمرۃ القضا میں حدیث نمبر(۴۲۵۱) پر اور انہوں نے ہی کتاب الجزیہ والموادعہ میں باب المصالحہ علی ثلاثۃ أیام میں حیث نمبر (۳۱۸۴) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام حاکم نے المستدرک میں کتاب معرفۃ الصحابہ باب ذکر نکاح میمونۃ میں حدیث نمبر(۶۸۷۵)پر کی ہے۔

آپ کی رائے کے جانے سے زیادہ تعجب والی بات نہیں جانتا ہوں، حالانکہ آپ کا دماغ آپ کا دماغ ہے اور اسلام سے متعلق کوئی انجان کیسے ہو سکتا ہے؟ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے تمہارے بارے میں سوال کیا اور کہا: خالد کہاں ہیں؟ تو میں نے کہا: اللہ رب العالمین انہیں لے کر آئیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے مثل لوگ اسلام سے کیسے دور رہ سکتے ہیں اور اگر وہ اپنی لڑائی مسلمانوں کے ساتھ مل کر مشرکوں کے ساتھ کرتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا اور ہم انہیں ان کے علاوہ پر ترجیح دیں گے چنانچہ تم اپنے بھائی کو صحیح راستے پر لاؤ اور تم سے کئی اچھے مواقع چھوٹ گئے ہیں۔

خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب میرے پاس ان کا خط آیا تو میں نکلنے کے لئے تیار ہو گیا اور اسلام کے سلسلے میں اس بات کی وجہ سے میری رغبت بڑھ گئی۔[1]

میں کہتا ہوں: یہی وہ حادثہ تھا جو خالد رضی اللہ عنہ کے اسلام کا سبب بنا۔

حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے سلسلے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ

اور جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکلنے لگے تو حمزہ بن عبد المطلب کی بیٹی نے آپ کا پیچھا کیا جن کا نام عمارہ تھا وہ آپ کو یہ کہہ کر پکار رہی تھی اے چچا چچا[2] تو علی رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے لیا اور انہوں نے فاطمہ رضی اللہ عنہ سے کہا ہاں یہ دیکھو تمہارے چچا کی بیٹی ہے تم ان کو اپنے ساتھ لے لو۔

([1])دیکھیے: دلائل نبوت از امام بیہقی (350/۴)۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری(۲۹۲/۸) میں کہتے ہیں: گویا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم اور عزت کرتے ہوئے مخاطب کیا ورنہ وہ اپ کے چچیرے بھائی تھے اور حمزہ کی نسبت سے اگرچہ وہ اپ کے نسب کے اعتبار سے چچا تھے مگر وہ رضاعی طور پر بھائی تھے ۔

تو ان کے سلسلے میں علی اور زید بن حارثہ اور جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف ہو گیا یہاں تک کہ ان کی آواز بلند ہو گئی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : آو میں تمہارے درمیان ان کے سلسلے میں فیصلہ کر دیتا ہوں۔

علی رضی اللہ عنہ نے کہا : انہیں میں نے لیا ہے اور یہ میرے چچا کی بیٹی ہیں اور میرے پاس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں یہ ان کی زیادہ مستحق ہیں اور جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ میرے چچا کی بیٹی ہیں اور ان کی خالہ [1] میری نکاح میں ہیں اور زید رضی اللہ عنہ نے کہا یہ میرے بھائی کی بیٹی ہیں۔ [2]

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر کے لئے فیصلہ کیا کیونکہ ان کے عدد میں ان کی خالہ موجود تھیں اور کہا خالہ ماں کے درجے میں ہوتی ہے [3] پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی

([1])ان کی خالہ اسماء بنت عمیس خطانی رضی اللہ عنہا تھی اور امام احمد کی روایت میں مسند کے اندر حدیث نمبر (۷۷۰)پر ان کے نام کی تشریح واقع ہوئی ہے اور ام عمارہ کا نام سلمہ بنت عمیس تھا ۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری(۷۲۷/۴) میں کہتے: ہیں اصحاب مغازی نے صحابہ کے درمیان مواخات کے سلسلے میں کہا ہے کہ یہ دو مرتبہ واقع ہوئی :

ایک ہجرت سے پہلے خاص طور پر مہاجرین کے درمیان ہوئی تھی جو مدد اور نصرت اور مواسات سے متعلق تھی اسی کے ضمن میں زید ابن حارثہ اور حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے درمیان اخوت کی گئی ۔

اور عبداللہ ابن مسعود اور زبیر میں عوام کے درمیان بھی اخوت کی گئی تھی جیسا کہ امام بخاری نے ادب المفرد میں حضرت نمبر پر اس کی تخریج کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے ۔

دوسری بار: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان ہجرت کے بعد مواخات کی اور جو اپ کے مدینہ امد کے بعد کی بات ہے ۔

([3])مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خالہ والدہ کے درجے پر ہوتی ہے

حافظ ابن حجر فتح الباری(۲۹۴/۸) میں کہتے ہیں یعنی اس خاص حکم کے سلسلے میں کیوں کہ وہ شفقت نرمی اور رہنمائی میں اس کے قریب ہوتی ہے اور وہ ساری چیزیں اس کے لیے کرتی ہیں جو اپنے بچے کے لیے کرتی ہیں۔

رضی اللہ عنہ سے کہا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں[1] اور جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا تم میرے اخلاق اور تخلیق دونوں میں مجھ سے زیادہ مشابہ ہوں[2] اور زید رضی اللہ عنہ سے کہا تم میرے بھائی اور میرے سردار ہو۔[3]

حدیث کے فوائد

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں اس حدیث میں بہت سے فوائد موجود ہیں:

1- رشتہ داری جوڑنے کی تعظیم، اس طرح کہ بڑے لوگوں کے درمیان اس کے حاصل کرنے میں جھگڑا واقع ہو گیا۔

2- یہ کہ حاکم اپنے فیصلے کی دلیل فریقِ مقدمہ کے سامنے بیان کرے۔

3 - یہ کہ فریقِ مقدمہ اپنی دلیل پیش کرے۔

4- اور اس سے یہ اخذ کیا گیا کہ خالہ حضانت میں عمہ پر مقدم ہے، کیونکہ صفیہ بنت عبد المطلب اس وقت موجود تھیں، اور جب خالہ کو عمہ پر مقدم کیا گیا حالانکہ وہ عورتوں میں سب سے قریب عصبہ تھی، تو وہ دوسرے لوگوں پر بھی مقدم ہو گی۔[4]

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری(۲۹۴/۸) میں کہتے ہیں یعنی نصب اور سسرال رشتے اور مسابقت اور محبت وغیرہ میں اور صرف قرابت داری کی وجہ سے یہ بات اپ نے نہیں کہی تھی ورنہ جعفر اس میں ان کے شریک ہوتے۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری(۲۹۴/۸) میں کہتے ہیں اور یہ جعفر رضی اللہ عنہ کے لیے ایک عظیم منقبت ہے۔

([3])ان کے حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے سلسلے میں جھگڑے کا قصہ امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب و عمرۃ القضا میں حدیث نمبر(۴۲۵۱) پر اور امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر(۷۷۰) پر اور ابو داؤد نے اپنے سنن میں کتاب الطلاق باب من أحق بالولد میں حدیث نمبر(۲۲۷۸) پر کی ہے۔

([4])دیکھیے: فتح الباري(۲۹۴/۸)۔

عمارہ رضی اللہ عنہا کا حال

اور عمارہ رضی اللہ عنہا جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہیں یہاں تک کہ وہ جنگ موتہ میں شہید کر دیئے گئے، تو انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کے لیے ان کی وصیت کی چنانچہ وہ ان کے ساتھ رہیں یہاں تک کہ بالغ ہو گئی ں تو انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر انہیں پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہیں"، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح سلمہ بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے کر دیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے: "کیا میں نے سلمہ کا بدلہ دے دیا؟"۔[1]

میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح

اور اسی عمرہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہ اسے نکاح کیا ان کا نام برہ تھا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام میمونہ [2] رکھ دیا یہ عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی بیوی ام فضل بنت حارث اور عصماء لبابہ صغری بنت حارث خالد بن ولید کی والدہ کی بہن تھیں اور یہ أسماء اور سلمی بنت عمیس کی ماں شریک بہن بھی تھیں اور یہ عبد اللہ بن عباس اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خالہ بھی تھیں۔

اور میمونہ رضی اللہ عنہ نے جاہلیت میں مسعود بن عمرو ثقفی سے نکاح کیا تھا تو انہوں نے ان کو الگ کر دیا تھا پھر اسلام میں انہوں نے ابو رہم بن عبد العزی سے نکاح کیا تھا تو وہ فوت ہو گئے

([1])حافظ ابن حجر الاصابہ (۲۳/۸) میں کہتے ہیں: اور اس لیے کہ سلمہ ہی اپنی والدہ ام سلمہ کا نکاح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا جیسا کہ پہلے اس سلسلے میں بات گزر چکی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام حاکم نے مستدرک میں کتاب معرفۃ الصحابہ باب ذکر أم المؤمنین میمونۃ بنت الحارث میں حدیث نمبر (٦٨٧٣) پر کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

تھے پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ سے فراغت کے وقت ان سے نکاح کیا اور مقام سرف میں ان سے رخصتی کی تھی۔[1]

امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور طحاوی شرح مشکل الآثار میمونہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام سرف میں ان سے نکاح کیا جب وہ دونوں احرام سے خارج ہو چکے تھے مکہ سے واپسی کے بعد۔[2]

اور امام ترمذی نے اپنی جامع اور طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں حسن سند کے ساتھ ابو رافع رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ سے نکاح کیا جبکہ وہ حلال تھے اور ان سے رخصتی کی جب وہ حلال تھے اور میں ان دونوں کے درمیان قاصد تھا۔[3]

اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں یزید ابن عاصم کے حوالے سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں مجھ سے میمونہ بنت حارث نے بیان کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حلال ہونے کی حالت میں نکاح کیا وہ کہتے ہیں: وہ میری اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں۔[4]

([1])سرف: سین کے زبر اور را کے زیر کے ساتھ ہے جو مکہ سے دس میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے دیکھیے: النھایۃ(۳۲۶/۲)۔

([2])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر (۱۴۱۱)پر اور ابن حبان نے ابن صحیح میں حدیث نمبر(۴۱۳۸) پر اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(۵۸۰۳) پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب الحج باب ماجاء في کراھیۃ تزویج المحرم میں حدیث نمبر(۸۵۷) اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(۵۸۰۰) پر کی ہے۔

([4])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب ا لنکاح باب نکاح المحرم میں حدیث نمبر (۱۴۱۱)پر اور امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں حدیث نمبر(۵۸۰۲) پر کی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا وہم:

میں کہتا ہوں: رہی بات ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں[1] میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو یہ آپ رضی اللہ عنہ کے اوہام میں شمار کیا گیا ہے۔

امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں ضعیف سند کے ساتھ سعید بن مسیب رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ کو میمونہ رضی اللہ عنہ کے احرام کی حالت میں[2] نکاح کے سلسلے میں وہم ہو گیا ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں اختلاف کیا گیا ہے کہ کیا آپ نے میمونہ سے حلال ہونے کی حالت میں نکاح کیا تھا یا محرم ہونے کی حالت میں؟

تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم ہونے کی حالت میں ان سے نکاح کیا تھا اور ابو رافع کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال ہونے کی حالت میں ان سے نکاح کیا تھا اور میں ان دونوں کے درمیان قاصد تھا اور ابو رافع کا کہنا یہاں پر کئی وجوہات کی بناء پر زیادہ راجح ہے:

پہلی وجہ یہ ہے کہ وہ اس وقت بالغ شخص تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اب تک بالغ نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ ابھی صرف دس ہی سال کے تھے اور ابو رافع اس وقت ان سے زیادہ یاد کرنے والے تھے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور میمونہ رضی اللہ عنہ کے درمیان وہ واسطہ تھے اور انہی کے ہاتھ پر یہ ساری گفتگو ہوئی تھی چنانچہ وہ اس معاملے میں بلاشک

([1])اس کے تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح ہمیں کتاب ا لنکاح باب نکاح المحرم میں حدیث نمبر (۵۱۱۴)پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب المناسک باب المحرم یتزوج میں حدیث نمبر(۱۸۴۵) پر کی ہے ۔

زیادہ جاننے والے ہیں ان کے مقابلے میں اور انہوں نے اس جانب خود ہی اشارہ کیا ہے کہ وہ اس سلسلے میں دوسروں کی بہ نسبت زیادہ تحقیق والے اور زیادہ یقین والے ہیں اور انہوں نے کسی اور سے نقل نہیں کیا ہے بلکہ انہوں نے خود اپنی بات بتائی ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس وقت ان کے ساتھ اس عمرے میں نہ تھے کیونکہ یہ قضا والا عمرہ تھا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ اس وقت مکہ میں موجود تھے جو کمزور سمجھے جاتے تھے اللہ رب العالمین نے انہیں عذر دیا تھا کیونکہ وہ بچوں میں سے تھے [1] اور انہوں نے بغیر حاضر ہوئے اس قصے کو سنا ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے بیت اللہ کے طواف سے شروع کیا پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی اور آپ نے حلق کرایا اور پھر حلال ہو گئے۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں ان سے نکاح نہیں کیا تھا اور نہ ہی طواف سے پہلے نکاح کے امور کی شروعات کی تھی اور نہ ہی طواف کے دوران آپ نے نکاح کیا تھا یہ بات معلوم ہے کہ ایسا کچھ نہیں ہوا تھا چنانچہ ابو رافع کا کہنا یقینی طور پر صحیح مانا جائے گا۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو غلط قرار دیا اور ابو رافع کو غلط نہ قرار دیا۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ ابو رافع کا قول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محرم کو نکاح کرنے سے ممانعت سے موافق ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول اس کی مخالفت میں ہے اور وہ دو میں سے

([1])امام بخاری نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر(۴۵۷۸) پر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے کی ہے وہ کہتے ہیں میں اور میری والدہ کمزور مسلمانوں میں سے تھی۔

ایک امر کو لازم آتا ہے یا تو اس کے منسوخ ہونے کی یا تو احرام کی حالت میں[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کی تخصیص کی اور یہ دونوں معاملات جس بات پر دلیل موجود ہے اس اصل کے مخالف ہیں چنانچہ اسے قبول نہ کیا جائے گا۔

ساتویں وجہ یہ ہے کہ ان کے بھتیجے یزید ابن اصم نے یہ گواہی دی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حلال ہونے کی صورت میں نکاح کیا تھا اور انہوں نے کہا کہ وہ میری اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں۔[2]

میمونہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور ان کی وفات

اور میمونہ رضی اللہ تعالی عنہا سردار عورتوں میں سے تھیں چنانچہ امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں: اللہ کی قسم میمونہ چلی گئیں وہ ہم میں سب سے زیادہ اللہ رب العالمین سے ڈرنے والی تھیں اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھیں۔[3]

([1])نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محرم کے نکاح سے ممانعت کے سلسلے میں حدیث کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب النکاح باب تحریم نکاح المحرم میں حدیث نمبر (۱۴۰۹)پر اور امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں حدیث نمبر(۵۷۹۳) پر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کی ہے۔

([2])ابن القیم رحمہ اللہ کی بات کو زاد المعاد(۱۰۳/۵) میں دیکھیے۔

([3])اس کی تخریج امام حاکم نے المستدرک میں کتاب معرفۃ الصحابۃ باب ذکر أم المؤمنین میمونۃ حدیث نمبر(۶۷۷۸) پر کی ہے اور اسے حافظ ابن حجر نے الاصابہ (۳۲۴/۸)میں نقل کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

امام حاکم اور ابن سعد نے اپنی طبقات میں صحیح سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل ایمان بہنیں تین ہی میمونہ، ام فضل[1] اور اسماء۔[2]

اور میمونہ رضی اللہ عنہا کی وفات سنہ 51 ہجری میں سرف نامی اسی مقام پر ہوئی جہاں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تھا۔[3]

چنانچہ امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں صحیح سند کے ساتھ یزید بن اصم کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں میمونہ رضی اللہ عنہا کی وفات مقام سرف پر ہوئی ہم نے اسی سائے میں آپ کو دفن کیا جہاں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تھا تو میں اور ابن عباس ان کے قبر میں داخل ہوئے تھے جب ہم نے انہیں لحد میں رکھا تو ان کا سر جھک گیا تھا اور میں نے اپنی چادر لی تھی اور اسے ان کے سر کے نیچے رکھ دیا تھا تو ابن عباس نے اسے کھینچ لیا۔[4]

([1])ام فضل یہ لبابہ بن کبری بنت حارث ہیں جو عباس ابن عبدالمطلب کی بیوی تھی اور میمونہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔

([2])اسماء یہ بنت عمیس خثعمیہ ہیں جو میمونہ رضی اللہ عنہ کی ماں شریک بہن تھیں اور یہ جعفر ابن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں جب ان کا قتل ہو گیا مختاط کے اندر تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا تھا۔
اور حدیث کی تخریج امام حاکم نے المستدرک میں کتاب معرفۃ الصحابہ باب ذکر أم المؤمنین میمونۃ میں حدیث نمبر(٦٨٨٠) پر اور ابن سعد نے طبقات (٣١٥/٨)میں کی ہے اور اس کی سند کو حافظ ابن حجر نے الاصابہ(٣٢٣/٨) میں صحیح قرار دیا ہے۔

([3])حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب(٦٨٩/٤) میں کہتے ہیں: اور یہ صحیح ہے۔

([4])اس کی تخریج ابن حبان نے اپنی صحیح میں کتاب ا لنکاح باب حرمۃ المناکحۃ میں حدیث نمبر(٤١٣٤) پر کی ہے۔

عمرہ قضا سے لے کر فتح مکہ تک کے واقعات

اخرم ابن ابی العوجاء اللہ عنہ کا لشکر بنو سلیم کی جانب

اور جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ قضاء سے واپس ہوئے تو آپ نے اخرم بن ابو العوجاء سلمی رضی اللہ عنہ کو ماہ ذوالحجہ سنہ 7 ہجری میں پچاس لوگوں کے ساتھ بنو سلیم کی جانب اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا چنانچہ وہ ان کی جانب نکلے اور اس وقت ان کے آگے ان کا ایک جاسوس تھا] ونے انہیں خبر دار کیا اور مسلمانوں کے نکلنے کی خبر انہیں دے دیں تو ان لوگوں نے بہت سارے لوگوں کو اکٹھا کیا چنانچہ جب اخرم ابن ابی العوجاء ان کے پاس پہنچے تو انہیں بالکل تیار پایا تو انہیں اسلام کی طرف بلایا اور ان لوگوں نے کہا جس طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے، چنانچہ انہوں نے کچھ دیر تک تیر برسائے اور ان کے لئے مدد آتی رہیں یہاں تک کہ انہوں نے ابو العوجاء اور ان کے ساتھیوں کو ہر طرف سے گھیر لیا اور ان لوگوں نے بہت سخت قتال کیا یہاں تک کہ ع بہت سارے مسلمان قتل کر دیے گئے اور اس دن اخرم بن ابی العوجاء شہیدوں کے ساتھ زخمی ہوئے ہو کر گر گئے پھر انہوں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور مدینہ پہنچ گئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی اور یہ صفر سنہ آٹھ کے پہلے دن کی بات ہے۔[1]

([1])دیکھیے طبقات الکبری از ابن سعد (۳۱۱/۲) دلائل نبوت از امام بیہقی (۳۴۱/۴)۔

سنہ 8 ہجری

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینب کی وفات

اور سنہ آٹھ ہجری کی ابتدا میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور ابوالعاص بن ربیع کی بیوی زینب کی وفات ہوئی یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی تھیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خوب محبت کرتے تھے اور ان کی تعریف کیا کرتے تھے[1] یہ تیس سال تک باحیات رہیں۔[2]

اور زینب کے یہاں ابوالعاص بن ربیع کے ذریعے سے امامہ کی ولادت ہوئی تھی جنہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے گود میں اٹھائے رہتے تھے[3] جن سے علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ نے فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نکاح کیا۔[4]

اور ان کے یہاں ابوالعاص بن ربیع کے ذریعے سے علی کی بھی ولادت ہوئی جنہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا اور یہ اس وقت وفات پائے جب اللہ کے رسول کی زندگی میں بالغ ہو چکے تھے۔[5]

بخاری اور مسلم نے اپنی صحیحین میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہے جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سیدہ زینب کی وفات ہوئی تو اللہ کے رسول صلی

---

(1) پہلے ہم نے ذکر کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کی تھی جب انہوں نے مدینہ کی جانب ہجرت کی تھی چنانچہ آپ وہاں پر اس کا مراجعہ کیجئے۔

(2) دیکھیے: سیر أعلام النبلاء (۲/۲۴۶)۔

(3) اس کے تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الصلاۃ باب إذا حمل جارية صغيرة على عنقه في الصلاة حدیث نمبر (۵۱۶) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ باب جواز حمل ا صبيان في الصلاة میں حدیث نمبر (۵۴۳) پر کی ہے۔

(4) دیکھیے: سیر أعلام النبلاء (۲/۲۴۶)۔

(5) دیکھیے: الاصابہ (۴/۴۶۹) دیکھیے سیر عالم النبلا (۲/۲۴۶)۔

اللہ علیہ وسلم نے ہم سے کہا تو میں انہیں طاق تعداد میں نہلاؤ تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ اور پانچویں مرتبہ میں کافور کا کچھ حصہ ملالو اور جب تم انہیں نہلالو تو مجھے بتانا وہ کہتی ہیں پھر ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپ نے اپنی ازار کو ہمیں دیا اور کہا یہ ان کو پہلے پہناؤ۔[1]

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الجنائز باب غسل المیت ووضوئہ بالماء والسدر میں حدیث نمبر(۱۲۵۳) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجنائز باب في غسل المیت میں حدیث نمبر (۹۳۹)(۴۰)پر اور امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر(۲۰۷۹۰) پر کی ہے ۔

شراب کی حرمت

اور سنہ آٹھ ہجری میں شراب کو مکمل طور پر حرام کر دیا گیا اور ابن اسحاق کے یہاں سیرت میں یہ بات موجود ہے کہ شراب اس وقت حرام کی گئی جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔[1]

حافظ ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ شراب کی حرمت بنو نضیر کے محاصرے کے وقت ہوئی تھی جو کہ احد کے بعد کا واقعہ ہے جو کہ راجح قول کے مطابق کا چار ہجری میں پیش آیا تھا اس میں نظر ہے کیونکہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرمت کے نزول والے دن ساقی تھے اور جب انہوں نے ندا لگانے والے کو سنا کہ وہ اس کی حرمت کا اعلان کر رہا ہے ہے تو انہوں نے جلدی سے اسے انڈیل دیا اگر یہ سن چار ہجری کے بعد ہوتی تو انس رضی اللہ عنہا ایسا نہیں کر پاتے کیونکہ وہ چھوٹے تھے اور جو بات ظاہر ہے وہ یہی ہے کہ شراب کی حرمت سنہ ۸ ہجری میں فتح مکہ کے وقت نازل ہوئی تھی۔

جیسا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور لفظ امام احمد کے ہیں عبدالرحمن بن وعلہ کے واسطے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے شراب کے بیچنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ثقیف یا دوست قبیلے کا ایک دوست تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ملاقات فتح مکہ کے وقت شراب کے ایک مشکیزہ کے ساتھ ہوئی جو وہ آپ کو تحفہ کے طور پر دے رہا تھا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو فلان کیا تمھیں نہیں پتہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے اسے حرام کر دیا ہے تو وہ شخص اپنے غلام کے پاس گیا اور کہا جاؤں اسے بیچ دو تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو فلان تم نے اسے کیا حکم دیا ہے تو اس نے کہا میں نے اسے کہا ہے کہ جا کر اسے بیچ دے تو آپ نے

([1])دیکھیے: سیرت ابن ہشام(۲۱۱/۳)۔

فرمایا کیا جس نے اس کا پینا حرام کیا ہے اسی نے اس کا بیچنا بھی حرام کیا ہے چنانچہ اس نے اسے انڈیلنے کا حکم دیا اور اسے پتھریلی زمین میں انڈیل دیا گیا۔[1]

امام احمد اور ابو یعلی نے ضعیف سند کے ساتھ تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے نقل کیا ہے کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر سال ایک شراب کہ مشکیزہ تحفہ کے طور پر دیا کرتے تھے چنانچہ جب شراب کو حرام کر دیا گیا تو وہ ایک مشکیزہ لے کر آئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا: کیا تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ تمہارے بعد یہ حرام کر دی گئی ہے؟۔

تو تم نے کہا: تو کیا میں اس کو بیچ کر اس کی قیمت سے فائدہ نہ حاصل کروں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کر دیا۔[2]

چنانچہ تمیم کی حدیث سے مذکورہ وقت کے تائید کا فائدہ حاصل ہوتا ہے جو کہ سنہ 8 ہجری ہے کیونکہ تمیم کے اسلام لانے کا واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے۔[3]

شراب کی حرمت کے مراحل

شراب کی حرمت چار مرحلوں سے گزری

پہلا مرحلہ:

([1])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب المساقات باب تحریم ّ بیع الخمر میں حدیث نمبر (۱۵۷۹)پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۲۰۴۱) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر(۱۷۹۹۵) پر کی ہے اور اسے حافظ ابن حجر نے فتح الباری(۱۶۲/۹) میں نقل کیا ہے اور اس پر خاموشی اختیار کی ہے۔

([3])دیکھیے: فتح الباری(۱۶۱/۹)(۱۵۰/۱۱)۔

اس جانب ایک معمولی اشارہ کرنے کا مرحلہ ؛جب اللہ رب العالمین نے سورہ نحل کے اندر ارشاد فرمایا:﴿ومن ثمرات النخيل والاعنب تتخذون منه سكرا و رزقا حسنا﴾النحل ٦٧

چنانچہ یہ نشے کی بابت مسلمان ولے کے کان میں پہلی دستک تھی جسے کہ رزق حسن کے مقابل میں رکھا گیا تھا تو گویا وہ ایک چیز ہے اور رزق حسن ایک دوسری چیز ہے۔

دوسرا مرحلہ:

شرعی منطق کے راستے سے مسلمانوں کے دلوں میں دینی غیرت کو حرکت دینا جب سورہ بقرہ میں یہ آیت نازل ہوئی :﴿يسئلونك عن الخمر والميسر﴾البقرة ٢١٩

اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کا چھوڑ دینا زیادہ بہتر ہے کیونکہ گناہ اس کے نفع سے زیادہ بڑا ہے۔

تیسرا مرحلہ

شراب کی عادت کو توڑنے سے متعلق تھا وہ یہ کہ اس کے اور فرض نماز کے درمیان نفرت پیدا کی جائے جب سورہ نساء کی آیت نازل ہوئی:﴿ يا أيها الذين آمنوا لا تقربوا الصلاة وأنتم سكارى حتى تعلموا ما تقولون﴾النساء ٤٣

اور نماز پانچ وقتوں میں ہے جن میں سے اکثر اوقات ایک دوسرے کے قریب ہیں،اور ان کے درمیان اتنا وقفہ نہیں ہوتا کہ انسان نشہ کرلے، پھر ہوش میں آجائے۔

آیت کے نزول کا سبب

اور اللہ رب العالمین کے فرمان: ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تقربوا الصلاة وانتم سكرى﴾ کے نزول کا سبب یہ تھا کہ جو امام ترمذی اور ابو داؤد اور طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں صحیح سند کے ساتھ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہمارے لئے کھانا بنایا اور پھر ہم کو دعوت دی اور ہم نے کھانا کھایا اور شراب پیا تو اس نے ہمیں نشے میں ڈال دیا اور نماز کا وقت ہوا تو لوگوں نے مجھے آگے کھڑا کر دیا[1] تو میں نے تلاوت کی ﴿قل یا أیها الکافرون لا اعبد ما تعبدون ونحن نعبد ما تعبدون﴾ تو اللہ رب العالمین نے یہ فرمان نازل فرمایا: ﴿یا أیها الذین آمنوا لا تقربوا الصلاة وانتم سکاری﴾۔[2]

عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں جیسا کہ ان کے واسطے سے امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کو آواز لگاتے ہوئے سنا جب نماز کھڑی ہو جائے تو تم میں سے کوئی بھی شخص نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جائے۔[3]

چوتھا مرحلہ اللہ

آخری اور فائنل مرحلہ تھا جبکہ کہ تمام لوگوں کے دل مکمل طور پر اس کے لیے تیار ہو گئے تھے چنانچہ اب صرف منع کرنا ہی باقی تھا کہ لوگ فوری طور پر اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہوئے اس کی پیروی کریں تو اللہ رب العالمین کا یہ فرمان نازل ہوا: ﴿یا أیها الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون﴾۔المائدۃ ۹۰[4]

([1])امام طحاوی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ: انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کو نماز مغرب میں اگے کیا ۔

([2])اس کے تخریج امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب التفسیر باب ومن سورة النساء میں حدیث نمبر(۳۲۷۵) پر اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب الاشربہ باب تحریم الخمر میں حدیث نمبر(۳۲۷۵) پر کی ہے اور اس کے تخریج امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں حدیث نمبر(۴۷۷۶)(۴۷۷۷) پر کی ہے۔

([3])مرجع سابق حدیث نمبر (۱۴۹۴)۔

([4])دیکھیے: في ظلال القران ازسید قطب(۹۷۴/۲)۔

امام احمد نے اپنی مسند میں شواہد کے ساتھ حسن سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں شراب تین مرتبہ حرام کی گئی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو وہاں کے لوگ لوگ شراب پیا کرتے تھے اور جوا سے کمائے ہوئے مال کھایا کرتے تھے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان لوگوں نے ان دونوں چیزوں کے بارے میں پوچھا تو اللہ رب العالمین نے یہ آیت اپنے نبی پر نازل فرمائی: ﴿یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما إثم کبیر﴾۔البقرۃ ۲۱۹[1]

لوگوں نے کہا: ہمارے اوپر شراب حرام نہیں ہوئی ہے بلکہ اللہ تعالی نے کہا ہے کہ اس میں بہت زیادہ گناہ ہے اور لوگ شراب پیتے رہے یہاں تک کہ ایک دن ایک شخص نے مہاجرین میں سے نماز پڑھی اور نماز مغرب میں اس نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی تو اپنی قراءت میں وہ اختلاط کا شکار ہو گیا تو اللہ رب العالمین نے اس کے بارے میں سب سے سخت آیت نازل فرمائی: ﴿یا أیھا الذین آمنوا لا تقربوا الصلاۃ وأنتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون﴾۔النساء: 43

چنانچہ لوگ شراب پیتے تھے مگر جب وہ نماز کی خاطر آتے تو نشہ ان کا اتر چکا ہوتا تھا پھر اللہ رب العالمین نے اس سے بھی زیادہ سخت آیت نازل فرمائی: ﴿یا أیھا الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون﴾ المائدۃ:90. تو لوگوں نے کہا اے ہمارے رب ہم باز آ گئے۔[2]

([1])حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر(۵۷۹/۱) میں کہتے ہیں رہی بات ان کے گناہ کی تو یہ دین سے متعلق ہے اور رہی بات ان کے منافع کی تو یہ دنیاوی اعتبار سے ہے طور کی اس میں بدن کے لیے نفع ہے اور کھانے کو ہضم کرنے اور فضلات کو نکالنے اور ذہن کو چست کرنا اور اور ایک خوش کرنے والی شدت کی لذت جو اس نے پائی جاتی ہے اور اسی طرح سے اس کے بیچنے اور اس کی قیمت سے نفع حاصل کرنے کی بات بھی ہے اور بعض لوگ جو جوا وغیرہ سے پیسے جمع کرتے تھے اور پھر وہ اپنے اوپر یا اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے تھے لیکن یہ سبھی مصلحتیں اس کے نقصان اور فساد کے برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ عقل اور دین سے تعلق رکھتی ہیں۔

([2])اس کی تخریج امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر(۸۶۲۰) پر کی ہے۔

آیت کے نزول کا سبب:

شراب کے مکمل طور پر حرام کرنے والی آیت کے نزول کے سلسلہ میں وہ حدیث وارد ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ... میں مہاجرین اور انصار میں سے کچھ لوگوں کے پاس آیا تو انہوں نے کہا آؤ ہم تمہیں کھانا کھلاتے ہیں اور شراب پلاتے ہیں اور یہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کی بات ہے وہ کہتے ہیں پھر میں ان کے پاس ایک باغ میں گیا تو انہوں نے اونٹ کا بھونا ہوا سر اور شراب کا ایک مٹکا رکھا ہوا تھا وہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے اسے کھایا اور ان کے ساتھ شراب پیا وہ کہتے ہیں پھر انصار اور مہاجرین کا ذکر وہاں پر ہوا تو میں نے کہا مہاجر انصار سے بہتر ہیں وہ کہتے ہیں ان میں سے ایک شخص نے جبڑوں سے پکڑ کر مجھے مارا جس سے میرا ناک زخمی ہو گیا تو میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو اللہ تعالی نے میرے بارے میں شراب سے متعلق نازل فرمایا: ﴿إنما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان﴾ المائدۃ ۹۰.[1]

اور امام نسائی اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: شراب کی حرمت انصار کے قبائل میں سے دو قبیلوں کے سلسلے میں نازل ہوئی انہوں نے شراب پیا یہاں تک کہ میں مدہوش ہو گئے تو انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو تکلیف پہنچائی ہے، جب وہ لوگ ہوش میں آئے تو ایک شخص اپنے چہرے سر اور داڑھی پر اس کا اثر دیکھتا تھا اور کہتا میرے ساتھ ایسا میرے بھائی نے کیا ہے اللہ کی قسم اگر وہ میرے ساتھ شفقت اور رحمت کا معاملہ کرنے والا ہوتا تو ایسا ہرگز نہ کرتا، وہ کہتے ہیں وہ لوگ مل جل کر رہنے والے بھائی تھے ان کے دلوں میں کوئی حسد اور نفرت نہ تھی پھر اس نے غصے کی وجہ سے ان کے دلوں میں حسد اور

([1])اور اس حدیث کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب فضائل الصحابہ باب في فضل سعد بن أبي وقاص میں حدیث نمبر (۲۴۱۲)(۴۳)پر کی ہے۔

نفرت آ گئے ،تو اللہ رب العالمین نے یہ آیت نازل فرمائی:﴿إنما الخمر والميسر ....﴾ فرمان باری تعالیٰ: :﴿فهل أنتم منتهون﴾ تک ۔ [1]

اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ تو اس سے متعلق واضح محکم آیت عطا کر، تو یہ آیت نازل ہوئی:﴿ يسئلونك عن الخمر والميسر﴾ البقرۃ ۲۱۹ ،تو عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ان پر یہ آیت پڑھی گئی تو انہوں نے کہا اے اللہ تو شراب کے سلسلے میں ہمیں واضح حکم عطا فرما تو یہ آیت نازل ہوئی:﴿يا أيها الذين آمنوا لا تقربوا الصلاة وانتم سكارى﴾ النساء ٤٣ ،تو پھر عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ان پر یہ آیت پیش کی گئی تو انہوں نے کہا: اے اللہ تو ہمارے لئے شراب کے سلسلے میں واضح حکم عطا فرما دے تو یہ آیت نازل ہوئی :﴿فهل أنتم منتهون﴾ المائدۃ ۹۱ ،تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ہمارے رب ہم باز آ گئے ہم باز آ گئے۔ [2]

اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ نے کہا: اے لوگو [3] اللہ رب العالمین اشاروں میں شراب کا حکم بیان کر رہے ہیں اور شاید اللہ رب العالمین اس کے سلسلے میں کوئی حکم نازل فرمائے تو جو جس کے پاس اس میں سے کوئی چیز ہوں وہ

([1])اس کی تخریج امام نسائی نے سنن کبری میں کتاب التفسیر باب قولہ تعالیٰ:((إنما الخمر والمسر...)) میں حدیث نمبر(۱۱۰۸۶) پر اور امام حاکم نے مستدرک میں کتاب الاشربہ باب ذکر أحادیث تحریم الخمر میں حدیث نمبر(۷۳۰۱) پر کی ہے اور اس کی سند کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری(۱۱/۱۵۰) میں صحیح قرار دیا ہے۔

([2])اس کی تخریج امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر(۳۷۸) اور امام حاکم نے کتاب التفسیر باب۲ صۃ نزول تحریم الخمر میں حدیث نمبر(۳۱۵۵) پر اور ترمذی نے جامع میں کتاب التفسیر باب ومن سورۃ المائدۃ میں حدیث نمبر(۳۳۰۱) پر کی ہے۔

([3])حاکم کی روایت میں ہے کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :"اے مدینہ والوں" ۔

اسے بیچ دے ،اور اس سے فائدہ حاصل کرلے وہ کہتے ہیں پھر ہم کچھ ہی دن ٹھہرے رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ رب العالمین نے شراب کو حرام قرار دیا ہے چنانچہ جسے یہ آیت [1] پہنچے اور اس کے پاس اس میں سے کوئی چیز ہو تو وہ نہ اسے اسے پیئے اور نہ ہی بیچے۔

وہ کہتے ہیں: تو جو بھی چیز لوگوں کے پاس شراب کی نوعیت سے تھی وہ اسے لے کر مدینہ کے راستے میں آئے اور اسے بہادیا۔[2]

صحابہ کرام کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو جلدی سے بجالانا

اور جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے اپنے پاس موجود شراب کو فوراً انڈیل دیا چنانچہ شیخان نے اپنی صحیحین میں انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں جس دن شراب کی حرمت نازل ہوئی اس دن میں لوگوں کو شراب پلا رہا تھا وہ کہتے ہیں اور ابو طلحہ اپنے بعض ساتھیوں کے ساتھ اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے تو ایک شخص آیا اور کہنے لگا خبر دار شراب حرام کر دی گئی ہے تو مجھ سے ابو طلحہ نے کہا جاؤ باہر دیکھو، وہ کہتے ہیں میں باہر نکلا اور میں نے دیکھا تو میں نے یہ آواز لگانے والے کو سنا کہ اے لوگو خبر دار شراب کو حرام کر دیا گیا ہے انس رضی اللہ عنہ کہتے

([1])امام نووی مسلم کی شرح(۱۱/۴) میں کہتے ہیں: یہ اللہ تعالی کا سورہ مائدہ کی ایت نمبر ۹۱ میں فرمان:((یاأیھا الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان"...فھل أنتم منتھون)) ہے۔

([2])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب المساقات باب تحریم الخمر میں حدیث نمبر (۱۵۷۸)اور امام حاکم نے مستدرک میں کتاب التفسیر باب قصۃ نزول تحریم الخمر میں حدیث نمبر(۳۱۵۶) پر کی ہے۔

ہیں تو میں نے انہیں خبر دی تو انہوں نے کہا جاؤ اسے گرا دو تو وہ کہتے ہیں: میں گیا اور اسے انڈیل دیا۔[1]

اور امام بخاری کی الادب المفرد میں صحیح سند کے ساتھ مروی ایک روایت میں ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں لوگوں نے یہ نہیں کہا: کب؟ یا یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں، لوگوں نے کہا :اے انس! تم اسے انڈیل دو۔[2]

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا اپنے فوت شدہ بھائیوں کے بارے میں سوال

اور صحابہ کرام پر اپنے فوت شدہ بھائیوں کا معاملہ مشکل ہو گیا جو کہ شراب کو پیا کرتے تھے تو انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا چنانچہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں صحیح سند کے ساتھ شیخین کی شرط پر براء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ شراب پیتے ہوئے فوت ہو گئے جب اس کی حرمت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو ہمارے ساتھی اس کو پیتے ہوئے فوت ہو گئے ان کا کیا ہو گا تو یہ آیت نازل ہوئی : ﴿لیس علی الذین ءامنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا إذا ما اتقوا وءامنوا وعملوا الصالحات﴾ المائدۃ ۹۳[3]

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الط ·الم باب صب الخمر في الطریق میں حدیث نمبر(۲۴۶۴) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الاشربہ باب تحریم الخمر میں حدیث نمبر(۱۹۸۰) پر کی ہے اور اس کے تخریج امام احمد بن مسند میں حدیث نمبر(۱۳۳۷۶) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے الادب المفرد میں حدیث نمبر(۹۴۶) پر کی ہے۔

([3])اس کے تخریج امام ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب الاشربہ، باب فصل في الأشر ِبۃ میں حدیث نمبر (۵۳۵۰) پر اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب التفسیر باب ومن سورۃ المائدۃ میں حدیث نمبر(۳۳۰۳) پر کی ہے اور حدیث انس سے اس کی شاہد بھی ہے جس کی تخریج امام بخاری نے حدیث نمبر (۴۶۲۰) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر(۱۹۸۰) پر کی ہے۔

خالد بن ولید، عمرو بن عاص اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم کا قبول اسلام

اور صفر سنہ 8 ہجری میں خالد بن ولید، عمرو بن عاص اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم مدینہ آئے تاکہ وہ اسلام قبول کریں، جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو اپنے صحابہ سے کہا: دیکھو مکہ نے تمہارے پاس اپنے جگر گوشوں[1] کو بھیج دیا ہے۔[2]

آیئے ہم آپ کو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس چھوڑتے ہیں وہ اپنے اسلام لانے کا قصہ بیان کریں گے، جیسا کہ امام احمد نے اپنی مسند میں حسن سند کے ساتھ ان سے روایت کیا ہے عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب ہم خندق کے بعض لشکروں کے ساتھ واپس ہوئے تو میں نے قریش کے ایسے لوگوں کو جمع کیا جو میری بات مانتے تھے اور میرے مقام کے معترف تھے تو میں نے ان سے کہا: تم جانتے ہو اللہ کی قسم میں سمجھ رہا ہوں کہ محمد کا معاملہ بہت زیادہ بلند ہوگا اور میں نے ایک بات سوچی ہے تو تم بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے؟

ان لوگوں نے کہا: تم نے کیا سوچا ہے؟

انہوں نے کہا: میں نے یہ سوچا ہے کہ ہم نجاشی کے پاس جائیں اور وہاں پر رہیں اگر محمد ہمارے قوم پر غالب آجائیں تو ہم نجاشی کے پاس رہیں گے، کیوں کہ ہم اس کے ماتحتی میں رہیں یہ ہمارے نزدیک زیادہ محبوب ہے بنسبت اس کے کہ ہم محمد کے ماتحتی میں رہیں اور اگر ہماری قوم کے لوگ غالب آجائیں گے تو انہوں نے ہمیں جان لیا ہے اور ان کی طرف سے ہمیں صرف اور صرف بھلائی ہی حاصل ہوگی۔

انہوں نے کہا: یہ تو بہت اچھی رائے ہے۔

([1])اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے مضبوط ترین اور اشرف اور سردار لوگوں کا ارادہ کیا جیسا کہ کہا جاتا ہے فلان اپنے قبیلے کا دل ہے کیونکہ اعضا میں سب سے بلند مقام دل کا ہی ہوتا ہے، دیکھیے: النہایہ (۴۲۲/۳)۔

([2])دیکھیے: دلائل نبوت اور امام بیہقی (۳۴۶/۴-۳۴۷)۔

وہ کہتے ہیں: پھر میں نے ان سے کہا چنانچہ تم وہ چیز جمع کرو جو ہم اس کو تحفہ کے طور پر دیں گے اور ہمارے سرزمین میں سب سے زیادہ پسند کیا جانے والا تحفہ کیا چیز تھا چمڑا تو ہم نے اس کے لئے بہت سے چمڑے جمع کیے اور ہم نکلے یہاں تک کہ اس کے پاس پہنچ گئے اللہ کی قسم ہم جب اس کے پاس تھے تو اسی وقت اس کے پاس عمرو بن امیہ ضمری پہنچ گئے جنہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر اور ان کے ساتھیوں سے متعلق کسی کام سے بھیجا تھا۔

وہ کہتے ہیں: پھر وہ داخل ہوئے اور ان کے پاس سے نکل گئے۔

وہ کہتے ہیں: پھر میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: یہ عمرو بن امیہ ہیں اگر میں نجاشی کے پاس جاتا اور اس سے ان کے بارے میں سوال کرتا اور وہ اسے میرے حوالے کر دیتے تو میں ان کی گردن کو مار دیتا اور جب میں ایسا کر گزرتا تو قریش کے لوگ دیکھ لیتے کہ میں نے ان کا کام کر دیا ہے یہاں تک کہ محمد کے قاصد کو قتل کر دیا۔

وہ کہتے ہیں پھر میں اس کے پاس گیا اور میں نے اس کے سامنے سجدہ کیا جیسا کہ میں پہلے کیا کرتا تھا۔

تو اس نے کہا: خوش آمدید میرے دوست کیا تم اپنے شہر سے تم میرے لیے کوئی تحفہ لے کر آئے ہو؟

وہ کہتے ہیں، میں نے کہا: اے بادشاہ سلامت میں نے آپ کے لئے بہت سارے چمڑے لائے ہیں۔

پھر میں نے ان چمڑوں کو ان کے سامنے پیش کیا اسے وہ بہت پسند آئی اور اس کو کو رکھ لیا۔

پھر میں نے اس سے کہا: بادشاہ سلامت! میں نے ابھی ابھی ایک آدمی کو دیکھا جو تمہارے پاس سے نکلا ہے اور وہ ہمارے دشمن کا قاصد تھا تو تم اسے مجھے دے دو تاکہ میں اسے قتل کر دوں کیونکہ ان لوگوں نے ہمارے سردار اور ہمارے افضل ترین لوگوں کو قتل کیا ہے۔

عمرو کہتے ہیں پھر نجاشی غصہ ہو گیا اور اس نے اپنے ہاتھ کو پھیلایا اور اس سے اپنی ناک پر اس طرح مارا کی مجھے لگا کہ اس نے اپنی ناک توڑ دی ہے میرے لیے زمین پھٹ جاتی تو میں اس میں داخل ہو جاتا اس کے ڈر کی وجہ سے۔

پھر میں نے کہا: اے بادشاہ سلامت! اللہ کی قسم اگر مجھے یہ پتہ ہوتا کہ تم اسے ناپسند کروگے تو میں تم سے کبھی اس بارے میں سوال نہ کرتا۔

تو اس نے کہا تم مجھ سے یہ سوال کرتے ہو کہ میں تم کو اس آدمی کے قاصد کو دے دوں جس کے پاس وہ ناموس اکبر [1] آتا ہے جو موسی علیہ السلام کے پاس آتا تھا تا کہ تم اسے قتل کر دو۔

عمرو نے کہا: اے بادشاہ سلامت کیا وہ ایسا ہی ہے۔

اس نے کہا: عمرو تمہاری بربادی ہو تم میری بات مانو اور اس کی پیروی کرو اللہ کی قسم وہ حق پر ہے اور وہ اپنے مخالفین پر اسی طرح سے غالب آئے گا جیسے کی موسی علیہ السلام فرعون اور اس کے لشکر پر غالب آئے تھے۔

عمرو نے کہا: تو آپ میری اس کے لئے اسلام پر بیعت کر لو۔

اس نے کہا: تو اس نے اپنے ہاتھ کو پھیلایا اور میں نے اس سے اسلام پر بیعت کی پھر میں اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور میری رائے جو پہلے تھے اس سے بدل گئی اور میں نے اپنے اسلام کو اپنے ساتھیوں سے چھپایا پھر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جانے کے لئے نکلا تا کہ میں مسلمان ہو جاؤں تو میری ملاقات خالد بن ولید سے ہو گئی یہ فتح مکہ سے کچھ دیر پہلے کی بات ہے وہ مکہ سے آرہے تھے، میں نے کہا: اے ابو سلیمان! تم کہاں جارہے ہو؟

([1])ناموس اکبر یعنی بھلائی کا رازدار اور اس کے ذریعے سے انہوں نے جبرائیل علیہ السلام کو مراد لیا، دیکھیے: النہایہ (١٠٤/٥)۔

اس نے کہا: اللہ کی قسم آپ راستہ واضح ہو گیا ہے اور وہ شخص نبی ہے میں جا رہا ہوں اللہ کی قسم تا کہ مسلمان ہو جاؤں آخر کب تک اس کی مخالفت کرتے رہیں گے۔

میں نے کہا: اللہ کی قسم میں بھی اسی لئے آیا ہوں تا کہ اسلام قبول کروں۔

عمرو نے کہا: ہم پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور خالد بن ولید بھی ہمارے ساتھ تھے تو انہوں نے اسلام قبول کیا اور بیعت کی پھر میں آپ سے قریب ہوں اور میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے اس بات پر بیعت کروں گا کی آپ میری گزشتہ گناہوں کو در گزر کر دیں۔[1]

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمرو تم بیعت کرو، بے شک اسلام اپنے سے پہلے کے گناہوں کو ڈو بادیتا ہے اور ہجرت اپنے سے پہلے کے گناہوں کو ختم کر دیتی ہے۔

عمرو کہتے ہیں: پھر میں نے بیعت کی اور واپس آ گیا۔[2]

اس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں نے اسلام قبول کیا اور عمرو بن عاص نے ایمان کو قبول کیا۔[3]

([1])مسند احمد کی ایک روایت میں صحیح سند کے ساتھ ہے حدیث نمبر(۱۷۸۲۷) پر کہ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا :"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپ سے بیت نہیں کروں گا یہاں تک کہ اپ میرے گزشتہ گناہوں کو معاف کر دیں"۔

([2])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۷۷۷۷) پر اور امام حاکم نے المستدرک میں کتاب معرفۃالصحابہ باب ذکراسلام خالدبن الولید میں حدیث نمبر(۵۳۴۵)(۵۹۶۶) پر اور ابن اسحاق نے سیرت(۳۰۳/۳) میں کی ہے ۔

اور اپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث کے اخر میں کہنا کہ اسلام اپنے سے پہلے کہ چیزوں کو ختم کر دیتا ہے۔

اس کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الایمان باب کون الاسلام یھدم ماقبلہ... میں حدیث نمبر(۱۲۱) پر کی ہے۔

([3])یہ حدیث کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۷۴۱۳) پر اور امام ترمذی نے اپنے جامعہ میں کتاب المناقب باب مناقب عمروبن العاص میں حدیث نمبر (۴۱۷۹)پر کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

مبارک پوری کہتے ہیں: یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ وہ لوگ یعنی اہل مکہ میں سے مکہ کے وقت مسلمان ہونے والے ڈر کی وجہ سے مسلمان ہوئے تھے اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اسلام کی محبت کی وجہ سے مسلمان ہوئے تھے کیونکہ اسلام میں کراہت کے شائبہ کا احتمال ہوتا ہے اور ایمان میں اس کا شائبہ نہیں ہوتا بلکہ وہ رغبت اور اپنی خواہش سے ہوتا ہے۔[1]

اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں میرے نزدیک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب کوئی بھی نہیں تھا اور میری آنکھ میں آپ سے بڑا مقام کسی کا نہیں تھا میں آپ کو آنکھ بھر کے آپ کی تعظیم کے ساتھ دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اور اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ میں آپ کے صفت بیان کروں تو میں نہیں بیان کر سکتا کیونکہ میں نے کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھا تھا۔[2]

اور جب عمرو نے اسلام قبول کیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے قریب رکھتے تھے کیونکہ آپ ان کو جانتے تھے اور ان کی بہادری سے آپ واقف تھے اور وہ قریش کے اصحاب رائے میں سے تھے اور وہ بہت ہیں باصلاحیت اور جنگ کے بارے میں جان کار شخص تھے اور عرب کے شریف سرداروں میں سے تھے اور مہاجرین کے بڑوں میں سے تھے اور وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کی ذہانت اور عقل و فہم کی مثال دی جاتی تھی۔[3]

([1])دیکھیے :تحفۃ الاحوذی(۳۱۶/۱۰)۔

([2])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الایمان، باب کون الاسلام یھدم ماقبلہ میں حدیث نمبر(۱۲۱) پر کی ہے۔

([3])دیکھیے: سیر أعلام النبلاء(۵۹/۳) ۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی وفات

اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سنہ ترالیس ہجری میں فوت ہوئے جب ان کی عمر 80 سے کچھ زیادہ تھی اب تک وہ 90 سال کے نہ ہوئے تھے اور آپ نے بہت سارے مال، زمین اور غلاموں کو چھوڑا تھا۔[1]

امام مسلم رحمہ اللہ نے ابن شماسہ مہری کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں ہم عمرو بن عاص کے پاس گئے جب وہ موت کے قریب تھے تو انہوں نے خوب رویا اور اپنے چہرے کو دیوار کی طرف کر لیا تو ان کا بیٹا کہنے لگا: اے ہمارے ابو جان کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بشارت نہیں دیتی فلاں چیز کی کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فلاں چیز کی بشارت نہیں دی تھی۔

وہ کہتے ہیں: تو وہ اپنے چہرے کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور کہا بے شک ہم جو چیز سب سے اچھی تیاری کر سکتے ہیں وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا میں تین حالتوں پر تھا اور میں نے دیکھا کہ مجھ سے زیادہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بغض رکھنے والا نہیں تھا اور یہ کہ میں سب سے زیادہ اس بات کو پسند کرتا تھا کہ کاش میں ان کو پا جاؤں اور انہیں قتل کر دوں تو اگر میں اس حالت پر مر جاتا تو میں جہنمی ہوتا جب اللہ رب العالمین نے میرے دل میں اسلام کو ڈال دیا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے کہا آپ اپنے داہنے ہاتھ کو پھیلائیں تاکہ میں آپ سے بیعت کروں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا داہنا ہاتھ پھیلایا اور وہ کہتے ہیں پھر میں نے اپنے ہاتھ کو سمیٹ لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمرو کیا ہوا؟

تو میں نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ ایک شرط رکھوں۔

([1]) دیکھیے: سیر أعلام النبلاء (۳/۷۷)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کون سی شرط رکھنا چاہتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ میری تمام گناہوں کو معاف کر دیا جائے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ نہیں جانتے کہ اسلام اپنے سے پہلے کی چیز کو ڈھا دیتا ہے اور ہجرت اپنے سے پہلے کس چیز کو ڈھا دیتی ہے اور حج اپنے سے پہلے کہ چیزوں کو ختم کر دیتا ہے۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہنے کہا: اور میرے نزدیک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب کوئی نہیں تھا اور نہ ہی میرے نزدیک آپ سے بڑھ کر کسی کا مقام تھا اور میں آپ کی تعظیم وجہ سے آپ کو آنکھ بھر کر دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اور اگر مجھ سے یہ پوچھا جاتا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کروں تو میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ میں نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھا تھا اور اگر میں اس حال پر فوت ہو جاتا تو میں یہ امید رکھتا کہ میں جنتی ہوں۔

پھر ہمیں ذمہ داریاں دے دی گئی میں نہیں جانتا میرا اس میں کیا حال ہے پھر جب میں فوت ہو رہا ہوں تو اب نہ کوئی آگ ہے نہ کوئی نوحہ کرنے والی میرے ساتھ ہیں جب تم مجھے دفن کرنا تو مجھ پر تیزی کے ساتھ مٹی ڈال دینا پھر میرے قبر کے گرد اتنے دیر تک کھڑے رہنا جتنے میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کے گوشت کو تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے انسیت حاصل کروں اور میں دیکھو کی میں اپنے رب کے پیغمبروں سے کیسے مراجعہ کرتا ہوں۔[1]

([1])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الایمان باب کون الاسلام یھدم ماقبلہ میں حدیث نمبر (۱۲۱) پر کی ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا قصہ

رہی بات خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تو ان کے اسلام لانے کا قصہ امام بیہقی دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے خالد رضی اللہ تعالی عنہ اپنے اسلام کے قصے کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جب اللہ رب العالمین نے میرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا تو اس نے میرے دل میں اسلام کو ڈال دیا اور میری عقل مجھے واپس آ گئی اور میں نے کہا: میں نے یہ سبھی جنگیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑی ہیں تو کوئی بھی ایسی جنگ نہیں تھی جس میں شریک ہوتا پھر واپس آتا تو مجھے لگتا تھا کہ میں غلط جگہ پر ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم غالب ہو کر رہیں گے اور جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کی جانب نکلے تو میں مشرکوں کے لشکر میں نکلا تو میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں سے اور عسفان نامی جگہ پر ملاقات کی تو میں آپ کے سامنے کھڑا ہوا اور آپ کے مقابل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو ظہر کی نماز ہمارے سامنے پڑھائی تو ہم نے ارادہ کر لیا کہ ہم آپ پر دھاوا بول لے پھر ہم پر سختی نہ کی گئی اور اسی میں خیر اور بھلائی تھی پھر ہمارے دلوں میں غم اور تکلیف بیٹھ گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو عصر کی نماز خوف والی نماز کے طور پر پڑھائی تو یہ ہمارے دل میں ایک الگ مقام حاصل کر لی اور میں نے کہا اس آدمی کی حفاظت کی جاتی ہے تو ہم یہاں وہاں بکھر گئے اور میں دائیں جانب چلے گیا تو جب قریش کے لوگوں نے حدیبیہ میں صلح کی تو میں نے اپنے دل میں کہا: اب کیا چیز بچی ہوئی ہے؟ نجاشی کی طرف جانے کا راستہ کہاں ہے، اس نے تو محمد کی پیروی کر لی اور اس کے ساتھی اس کے پاس امن وامان کے ساتھ ہیں تو اب میں ہرقل کے پاس جا رہا ہوں اور میں اپنے دین سے نصرانیت یا یہودیت کی طرف نکل جاؤنگا اور میں عجمیوں کے ساتھ عیب کے ساتھ ان کا پیروکار بن کر وہاں پر رہوں گا یا میں اپنے گھر میں باقی لوگوں کے ساتھ قیام کروں۔

تو میں اسی حالت پر تھا جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قضاء والے عمرہ کے وقت مکہ میں داخل ہوئے تو میں غائب ہو گیا اور میں نے آپ کے داخلے کو نہیں دیکھا، میرے بھائی ولید[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قضاء والے عمرے میں داخل ہوئے اور انہوں نے مجھے تلاش کیا مگر مجھے نہ پایا اور میرے لیے ایک خط لکھا جس میں تھا: شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، بعدہ:

میں نے اسلام کے تمہارے دماغ کے جانے سے زیادہ تعجب والی بات کوئی نہیں دیکھی اور تمہاری عقل تو تمہاری عقل ہے، کیا اسلام کے مانند کوئی چیز کسی سے اوجھل ہو سکتی ہے؟ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے آپ کے بارے میں پوچھا اور کہا خالد کہاں ہے؟ میں نے کہا: اللہ رب العالمین اسے لے کر آئیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا((اس کے مثل لوگ اسلام سے دور نہیں رہ سکتے اور اگر اس نے اپنے عذاب کو مسلمانوں کے ساتھ مشرکوں پر کیا ہوتا تو یہ اس کے لئے بہتر ہوتا اور ہم اس کو دوسرے پر ترجیح دیتے((تو تم آئے میرے بھائی جو تم سے فوت ہوا ہے اس کو پالو اور آپ سے بہت سے اچھے مقامات فوت ہوئے ہیں))۔

خالد کہتے ہیں: جب یہ ان کا خط میرے پاس آیا تو میں نکلنے کے لئے تیار ہو گیا اور اس کی وجہ سے اسلام سے متعلق میری محبت اور بڑھ گئی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کھول دیا گیا اور میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں ایک قحط سالی والی تنگ کی سرزمین پر ہوں پھر وہاں سے میں ایک کشادہ ہرے بھرے شہر کی جانب نکلا تو میں نے کہا یہ خواب ہے جب میں مدینہ پہنچا تو میں نے

([1])ولید رضی اللہ عنہ اپنے بھائی خالد سے پہلے مسلمان ہوئے اور جب وہ مسلمان ہوئے تو ان کے ماموں زادوں نے انہیں روک لیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قنوت میں ان کے لیے دعا کرتے تھے یہ صحیح بخاری میں حدیث نمبر(٦٢٠٠) پر اور امام مسلم کے یہاں صحیح میں حدیث نمبر(٦٧٥) پر ثابت ہے پھر وہ ان کی قید سے بھاگ نکلے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینہ میں جا ملے اور وہ عمرہ قضا میں اپ کے ساتھ تھے دیکھیے الاصابہ(٦/٤٨٤)۔

کہا میں یہ بات ابو بکر [1] کو بتاؤں گا تو میں نے ان سے یہ بات بیان کیا تو انہوں نے کہا: یہ تمہارا وہ راستہ ہے جس کے ذریعے سے اللہ نے آپ کو اسلام کی طرف رہنمائی کی اور وہ تنگی والا راستہ وہ ہے جس میں تم تھے یعنی شرک۔

چنانچہ جب میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا تو میں نے کہا محمد کے پاس جاتے ہوئے جا کس کے ساتھ جاؤں تو میری ملاقات صفوان بن امیہ سے ہوئی میں نے ان سے کہا اے ابو وہب کیا تم نہیں دیکھتے ہم کس حالت میں ہیں اور محمد عرب و عجم پر غالب آ گئے تو کیوں نہیں ہم محمد کے پاس جائیں اور ان کی پیروی کر لیں کیونکہ محمد کی کامیابی ہماری کامیابی ہے تو اس نے بہت سخت انداز میں انکار کیا اور مجھ سے کہا: اگر میرے علاوہ کوئی نہیں بچے گا تو بھی کبھی اس کی پیروی نہیں کروں گا پھر ہم الگ ہو گئے اور میں نے کہا: اس شخص کا بھائی اور اس کے والد بدر میں قتل کیے گئے ہیں تو میری ملاقات عکرمہ بن ابی جہل سے ہوئی میں نے اس سے اسی طرح کہا جس طرح سے صفوان بن امیہ سے کہا تھا تو اس نے بھی مجھ سے ویسے ہی کہا جیسے کہ صفوان سے کہا تھا۔

وہ کہتے ہیں: پھر میں اپنے گھر کی طرف گیا اور میں نے اپنی سواری کو نکالنے کا حکم دیا تو میری ملاقات عثمان بن طلحہ سے ہوئی تو میں نے ان سے اس بات کو بیان کیا تو میں نے کہا ہم اپنے بل میں موجود اس لومڑی کی طرح ہیں جس کے اوپر اگر پانی کا ایک ڈول ڈال دیا جائے تو وہ نکل پڑے اور میں نے اس سے وہ بات کہی جو میں نے صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل سے کہی تھی تو اس نے بہت جلدی سے میری بات مان لی اور کہا آج میں نے صبح کے وقت یہی ارادہ کیا تھا اور یہ میری سواری ہے۔

([1]) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خواب کی سب سے اچھی تعبیر کرنے والے لوگوں میں سے تھے۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: تو میں اور اس نے یاجج[1] نامی مقام پر ملنے کا وعدہ کیا اگر وہ مجھ سے پہلے پہنچ جائے تو وہاں پر رہے گا اور میں اس سے پہلے پہنچ جاؤں تو وہاں پر رہوں گا وہ کہتے ہیں پھر ہم نے صبح کے وقت جلدی سے چلنا شروع کیا تو ابھی فجر کے طلوع ہونے سے پہلے ہی ہم یاجج نامی مقام پر مل گئے تو ہم وہاں سے نکلے یہاں تک کہ ہداہ[2] نامی جگہ پر پہنچ گئے تو ہم نے عمرو بن عاص کو وہاں پر پایا تو اس نے کہا آپ لوگوں کو خوش آمدید ہے تو ہم نے کہا اور آپ کا بھی خوش آمدید ہے انہوں نے کہا تم کہاں جارہے ہو؟ تم کس لیے نکلے ہو؟

ہم نے کہا ہمیں صرف اسلام میں داخل ہونے کے جذبے اور محمد کی اتباع کرنے کے لیے نکلنا پڑا ہے۔

عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: اور اسی وجہ سے میں بھی نکلا ہوں۔

خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر ہم سب ساتھ میں نکلے یہاں تک کہ مدینہ پہنچ گئے تو ہم نے حرہ کے اوپر اپنی سواریوں کو بٹھایا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے بارے میں خبر دی گئی تو آپ بہت خوش ہوئے تو میں اپنے سب سے اچھے کپڑے پہن کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو میری ملاقات میرے بھائی[3] سے ہوئی تو انہوں نے کہا: تم جلدی کرو بے شک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری خبر پہنچ چکی ہے، تو وہ تمہارے آنے کی وجہ سے بہت خوش ہوئے ہیں وہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں، تو ہم نے تیز چال چلی اور میں آپ کے پاس گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ کر مسکراتے رہے یہاں تک کہ میں آپ کے پاس جا کر کھڑے ہوا اور میں نے آپ کو سلام پیش کیا تو آپ نے ہنستے ہوئے چہرے کے ساتھ میرے سلام کا جواب دیا تو میں نے

([1])یاجج: یہ مکہ سے اٹھ میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے دیکھیے معجم البلدان(٨/٤٩٢)۔

([2])ہدأۃ: کے زبر کے ساتھ یہ اسمان اور مکہ کے درمیان ایک جگہ ہے دیکھیے مجمو البلدان(٨/٤٧٠)۔

([3])یہ ولید ابن ولید رضی اللہ عنہ ہیں۔

کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ رب العالمین کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے تمہیں ہدایت دی، میں تمہیں عقلمند سمجھتا تھا اور مجھے یہ امید تھی کہ تمہاری عقل تمہیں صرف خیر اور بھلائی کی طرف لے کر جائے گی۔

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حق سے نفرت کی وجہ سے آپ کے خلاف ان جنگوں میں شریک ہوتا رہا تو آپ میرے لیے مغفرت کی دعا کر دیجیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام اپنے پہلے کی چیزوں کو دبا دیتا ہے۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ تو خالد بن ولید کی مغفرت فرما جو بھی راستہ تیرے راستے سے روکنے کے لیے انہوں نے اپنایا تھا۔

خالد کہتے ہیں: اور عمرو بن العاص اور عثمان بن طلحہ آگے بڑھے اور انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور ہمارا آنا ماہ صفر سنہ 7 ہجری کے میں تھا تو اللہ کی قسم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس دن میں مسلمان ہوا اس دن سے اپنے صحابہ میں سے کسی کو میرے برابر نہیں رکھتے تھے۔[1]

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مناقب

اور خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کے مناقب بہت زیادہ اور بھرے پڑے ہیں، چنانچہ انہوں نے فتح مکہ میں شرکت کی حنین میں شرکت کی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دنوں

([1])دیکھیے دلائل نبوت از امام بیہقی(۳۴۹/۴)۔

میں وہ امیر بنائے گئے اور انہوں نے اپنے جنگی ہتھیاروں کو اللہ کے راستے میں روکا[1] اور مرتد ہونے والوں اور مسیلمہ کذاب سے قتال کیا اور انہوں نے ہر ایک غزوہ کیا اور شام کے جنگوں میں شریک ہوئے اور ان کے بدن پر ایک بالشت کے برابر بھی کوئی جگہ باقی نہ تھی جس پر شہیدوں کی مہر نہ ہو اور وہ 60 سال زندہ رہے اور انہوں نے بہادروں کی ایک جماعت کو قتل کیا اور اپنی بستر پر فوت ہوئے تو بزدلوں کی آنکھوں کو کبھی ٹھنڈک نہیں پہنچے۔[2]

اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں صحیح سند کے ساتھ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی وسلم نے فرمایا: لوگو! تم خالد کو تکلیف نہ دو کیونکہ وہ اللہ رب العالمین کے تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ رب العالمین نے کافروں پر ہے انڈیلا ہے۔[3]

اور امام احمد نے فضائل صحابہ میں اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں صحیح سند کے ساتھ خالد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کوئی رات مجھے محبوب نہیں ہے جس میں میرے پاس میری سب سے من پسند دلہن کو تحفے میں پیش کیا جائے یا اس میں کسی بچے کی خوشخبری پاؤں وہ مجھے اتنا پسند نہیں ہے جتنا سخت برفیلی رات میں مہاجروں کے کسی لشکر میں جا کر دشمن پر دھاوا بولنا۔[4]

([1])خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کے اپنے زرہوں اور اپنے خود کو اللہ کے راستے میں روکنے کے حدیث کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الزکوۃ باب قول اللہ تعالی: "وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله" میں حدیث نمبر (۱۴۶۸) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الزکوۃ میں باب في تقديم الزكوة ومنعها حدیث نمبر (۹۸۳) پر کی ہے ۔

([2])دیکھیے : سیر أعلام النبلاء (۳٦٦/۱)۔

([3])اس کے تخریج امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں کتاب إخباره عن مناقب الصحابة باب ذكر خالد بن الوليد حدیث نمبر (۷۰۹۱) پر کی ہے۔

([4])اس کی تخریج امام احمد نے کتاب فضائل الصحابہ میں حدیث نمبر (۱۴۷٦) پر اور ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں حدیث نمبر (۱۹۷٦۷) پر کی ہے۔

اور امام احمد نے فضائل صحابہ نے اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں صحیح سند کے ساتھ قیس بن ابی حازم کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے خالد کو فرماتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے مجھے بہت زیادہ قرآن کو پڑھنے سے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے نے منع کیا۔[1]

خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات

اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے بستر پر فوت ہوئے چنانچہ ابن مبارک نے کتاب الجہاد میں ابو وائل کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں جب خالد رضی اللہ تعالی عنہ کو موت کا وقت آیا تو انہوں نے کہا میں نے قتال کو طلب کیا اس کی جگہوں میں جا کر اس وقت مجھے موت نہ آئی مگر یہ کہ میں اپنے بستر پر موت کا شکار ہوں[2] اور میرے نزدیک میرا کوئی عمل اتنی زیادہ امید کا باعث نہیں تھا لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد مگر اس رات سے جس کو میں نے جہاد کی تیاری میں گزاری ہو اور آسمان نے صبح تک بارش برسائی ہو یہاں تک کہ ہم کفار پر حملہ کریں پھر انہوں نے کہا جب میں مر جاؤں تو تم میرے ہتھیار اور میرے گھوڑے کو دیکھنا اور اسے اللہ کے راستے میں تیاری کے لیے رکھ دینا۔[3]

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات کہاں ہوئی

رہی بات ان کے وفات کی جگہ سے متعلق تو ان کے وفات کی جگہ کی تحدید سے متعلق روایتوں میں اضطراب پایا جاتا ہے اور جس جانب دل مائل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ مدینہ میں وفات پائے نہ کی شام کی سرزمین میں درج ذیل وجوہات کی بنا پر:

([1])مرجع سابق بحدیث نمبر(۱۴۷۷) اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حدیث نمبر(۱۹۷۶۶) پر اس کی تخریج کی ہے۔

([2])اور ان کی روایت میں ہے کہ اپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:" اب دیکھو میں اپنے بستر پہ مر رہا ہوں اپنے بغیر کسی ارادے کے جیسا کہ اونٹ مرتا ہے تو بزدلوں کی انکھیں نیند سے محروم ہو جائیں"۔

([3])اسے حافظ ابن حجر نے الاصابہ(۲ي۲۱۹) میں نقل کیا ہے۔

1- عبداللہ مبارک اپنی کتاب الجہاد میں کہتے ہیں حسن سند کے ساتھ حماد بن زید کے حوالے سے عبداللہ بن مختار کے واسطے عاصم بن بھدلہ کے طریق سے ابو وائل کی سند سے۔ پھر حماد کو اب وائل کے سلسلے میں شک ہوا۔ اور کہا جب خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی تو عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے جنازے کے لیے نکلے اور کہا آل ولید کی عورتوں کو خالد پر اپنے آنسو بہانے میں کوئی حرج نہیں ہے جب تک کہ وہ اپنے سروں پر غبار نہ رکھیں یا چیخ و پکار نہ کریں۔[1]

2- ابو حذیفہ نے المبتدا والفتوح میں ذکر کیا ہے محمد ابن اسحاق کے حوالے سے مروی ہے کہ جب خالد بن ولید کی وفات ہوئی تو عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے جنازے میں نکلے اور اور ان کی والدہ کو ان کے اچھے اوصاف کو بیان کرتے ہوئے یہ کہتے ہوئے دیکھا:

أنت خير من ألف ألف من القوم اذا ما كنت وجوه الرجال[2]

اور ابن سعد نے صحیح سند کے ساتھ کثیر بن ہشام کے حوالے سے جعفر بن برقان کے طریق سے یزید بن اصم سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ان کے اوپر ان کی والدہ رو رہی تھیں تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے خالد کی ماں کیا خالد یا ان کے اجر کو تم ختم کر رہی ہو؟۔

میں تمہیں یہ حکم دیتا ہوں تاکہ تم کھڑی ہو یہاں تک کہ حساب سے تمہارا ہاتھ کالا ہو جائے۔[3]

([1])اور اس خبر کی تخریج حافظ ابن حجر نے الا صابہ(٢١٩/٢) میں اور حافظ ابن کثیر نے اورالبدا یۃ والنھا یۃ (١٢٤/٧)میں کی ہے۔

([2])دیکھیے :الاصابہ(٢٩٩/٨)۔

([3])اسے حافظ ابن حجر نے الاصابہ(٢٩٩/٨) میں نقل کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

4-امام بخاری نے اپنی صحیح میں تعلیقا روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا: انہوں رونے دو اُبو سلیمان کے لیے جب تک کہ غبار بھرنا اور چیخ و پکار لازم نہ آئے۔[1]

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں: یہ اثر اس کو مصنف —یعنی بخاری-نے موصولا روایت کیا ہے اپنی" تاریخ اُوسط" میں اعمش کے حوالے سے شک کے ذریعے وہ کہتے ہیں جب خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی تو بنو مغیرہ کی عورتیں جمع ہوئی ان پر رو رہی تھیں تو عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: ان کے پاس خبر بھیجو اور انہیں منع کرو تو انہوں نے اس کو ایسے ہی ذکر کیا۔[2]

5-امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور اسے عبداللہ بن نمیر کے حوالے سے صحیح قرار دیا ہے، وہ کہتے ہیں خالد بن ولید کی کنیت ابو سلیمان تھی، عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے انہیں نہیں رہا، حران، رتہ اور آمد[3] پر گورنر مقرر کیا تھا تو وہ ایک سال تک وہاں رہے اور پھر پھر انہوں نے حضرت عمر سے اس کام سے علیحدگی طلب کیا تو حضرت عمر نے انہیں اس سے چھٹی دے دیں پھر وہ مدینہ آئے اور وہاں پر انہوں نے اپنے گھر میں قیام کیا یہاں تک کہ مدینہ میں فوت ہو گئے۔[4]

حافظ ابن حجر الاصابہ میں لکھتے ہیں: یہ اس بات پر دلیل ہے کہ ان کی وفات مدینہ میں ہوئی تھی۔[5]

([1])اسے امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الجنائز باب مایکرہ من النیاحۃ علی المیت میں تعلیقا روایت کیا ہے۔

([2])دیکھیے: فتح الباری(۵۰۹/۳)۔

([3])یہ شام کے اندر جگہوں کے نام ہیں۔

([4])اس کی تخریج امام حاکم نے مستدرک میں کتاب معر فۃ الصحابہ باب ذکر وفاۃ خالد بن الولید میں حدیث نمبر (۵۳۳۹) پر کی ہے۔

([5])دیکھیے: الاصابہ(۲۱۹/۲)۔

اور حافظ ابن کثیر نے بہت سے آثار کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ سبھی اس بات کے متقاضی ہیں کہ ان کی مدینہ میں وفات ہوئی تھی اسی طرف رحیم عبدالرحمن بن ابراہیم دمشقی بھی گئے ہیں لیکن مشہور بات یہی ہے جمہور کے نزدیک کی وہ حمص میں فوت ہوئے تھے۔[1]

اور ان کی وفات 21 ہجری میں ہوئی تھی۔[2]

عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ

رہی بات عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کہ تو وہ خانہ کعبہ کے نگہبان تھے ان کے والد طلحہ اور ان کے چچا عثمان بن ابی طلحہ کو احد کے دن کفر کی حالت پر قتل کئے تھے اور عثمان رضی اللہ تعالی عنہ مدینہ میں رہے چنانچہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو وہ مکہ چلے گئے اور وہاں پر قیام کیا یہاں تک کہ سنہ ۴۲ میں ان کی وفات ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ معرکہ اجنادین کے دن شہید کئے گئے تھے۔[3]

([1])دیکھیے: البدایہ والنہایہ(۱۲۵/۷)۔

([2])دیکھیے: الاصابہ(۲۱۹/۲) البدایہ والنہایہ(۱۲۳/۷) سیر أعلام النبلاء(۳٦۷/۱)۔

([3])دیکھیے اسد الغابہ(۲۱۱/۳) الاصابہ (۳۷۳/۴)۔

غالب بن عبداللہ کے لشکر کا بنو ملوح کی جانب روانگی

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صفر سنہ 8 ہجری میں غالب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو 13 لوگوں کے ساتھ بنو ملوح کی جانب بھیجا جو کدید[1] پر آباد تھے جن کا تعلق بنو لیث سے تھا، مسلمان وہاں سے نکلے یہاں تک کہ جب وہ قدید[2] نامی جگہ پر پہنچے تو ان کی ملاقات حارث بن مالک سے ہوئی جو کہ ابن برصالیشی تھے تو ان لوگوں نے اسے قید کر لیا تو اس نے کہا میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آرہا ہوں اور میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں تو ان لوگوں نے اس سے کہا اگر تم مسلمان ہو تو تمہیں ایک دن اور رات کا رباط کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اگر تم اس کے علاوہ کسی اور چیز پر ہو تو ہم تمہارے بارے میں صحیح بات معلوم کر لیں گے تو ان لوگوں نے اسے باندھ دیا اور اس کے پاس ایک اپنے ساتھ موجود کالے آدمی کو رکھ دیا اور اس سے کہا یعنی کالے غلام سے تم اس کے پاس رہو یہاں تک کہ ہم تمہارے پاس سے گزریں اور اگر یہ تم سے جھگڑا کرے تو تم اس کے سر کو اڑا دینا۔

جندب بن مکیث[3] الجہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر ہم چلے یہاں تک کہ قدید کے اندر پہنچ گئے تو ہم وہاں پر عصر کے بعد شام ہونے کے وقت پہنچے تو میرے ساتھیوں نے مجھے اپنا جاسوس بنا کر آگے بھیج دیا تو میں ایک ٹیلے پر گیا جہاں سے میں لوگوں کو دیکھ رہا تھا تو میں وہاں پر بیٹھ گیا اور یہ مغرب کے وقت کی بات ہے تو ان میں سے ایک شخص نکلا اور اس نے دیکھا تو اس نے مجھے ٹیلے پر لیٹا

([1])کدید: کاف کے زبر اور دال اول کے زیر کے ساتھ ہے جو مکہ سے ۴۲ میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے، دیکھیے: معجم البلدان(۱۲۳/۷)۔

([2])قدید :"ق"کے پیش کے ساتھ تصغیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے یہ مکہ مدینے کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے، دیکھیے: النہایہ (۲۰/۴)۔

([3])حافظ ابن حجر الاصابہ(۳۷۰/۲) میں کہتے ہیں کی میم کے زبر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جو کہ عظیم کے وزن پر ہے انہوں نے بیت رضوان میں شرکت کی تھی اور یہ فتح مکہ کے دن جہینہ نہ کہ جھنڈوں کو اٹھانے والوں میں سے ایک تھے۔

ہوا پایا تو اس نے اپنی بیوی سے کہا: اللہ کی قسم میں اس ٹیلے پر ایک سایہ دیکھ رہا ہوں جو میں نے دن کے پہلے حصے میں نہیں دیکھا تھا تو تم دیکھو کہیں کتے تمہارے کچھ برتنوں کو لے کر وہاں نہ چلے گئے ہوں وہ کہتے ہیں پھر اس نے دیکھا تو اس نے کہا: اللہ کی قسم نہیں میری کوئی چیز غائب نہیں ہے تو انہوں نے اس سے کہا تو تم مجھے میرا ذرا کمان دو اور دو تیر میری ترکش سے نکال کر دو وہ کہتے ہیں پھر اس نے وہ چیزیں نکال کر دیں اور اس نے مجھے ایک تیر سے مارا اور وہ میرے پہلو پر آ کر لگی وہ کہتے ہیں پھر میں نے اس کو نکال کر رکھا اور میں نے کوئی حرکت نہ کی پھر اس نے دوسری تیر مجھے ماری اور اسے میرے سر میں گردن پر لگائیں تو میں نے اس کو نکال دیا اور میں نے اس کو رکھ دیا اور حرکت نہ کی تو اس نے اپنی بیوی سے کہا: اللہ کی قسم اسے میری دونوں تیرے لگی ہیں اگر وہ زائل ہونے والا ہوتا تو وہ ضرور ہلتا جب تم صبح کے وقت بیدار ہونا تو تم میرے دونوں تیروں کو تلاش کر لینا اور اسے لے لینا کہیں کتے اسے نہ لے جائیں۔

حضرت جندب بن مکیث جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور ہم نے انہیں مہلت دی یہاں تک کہ ان کی جانے والی چلی گئی یہاں تک کہ جب انہوں نے جانوروں کو باندھ دیا اور وہ سکون پذیر ہو گئے اور رات کا کچھ حصہ چلے گیا تو ہم نے ان پر دھاوا بول دیا اور ہم نے ان میں سے بہت سے لوگوں کو قتل اور چوپایوں کو ہانکا اور ہم واپس لوٹنے کے لئے متوجہ ہو گئے اور پھر ان لوگوں نے اپنی قوم کے پاس مدد کے لیے چیخ و پکار لگائی تو ہم وہاں سے جلدی سے نکل گئے یہاں تک کی ہم حارث ابن برصاء اور اس کے ساتھی کے پاس سے گزرے تو ہم اسے اپنے پاس لے کر نکلے اور ہمیں ان لوگوں نے دیکھ لیا اور وہ لوگ ہم سے قریب ہو گئے یہاں تک کہ ہمارے اور ان کے درمیان صرف وادی کے نچلے حصے کا فاصلہ تھا اسی درمیان ایک سیلاب آ گیا جو ہمارے اور ان کے درمیان حائل ہو گیا جسے اللہ رب العالمین نے جہاں سے چاہا تھا بھیجا تھا ہم نے اس سے پہلے کوئی بارش یا بدلی نہیں دیکھی تھی پھر وہ چیز لے کر آیا جس کا مقابلہ کرنے کی کوئی طاقت نہیں رکھتا ہم نے دیکھا وہ لوگ

کھڑے ہو کر ہماری جانب دیکھ رہے تھے ان میں سے کوئی بھی آگے نہیں بڑھ پاتا تھا اور ہم ان کے چوپایوں کو ہانک رہے تھے ان میں سے کوئی بھی شخص یہ استطاعت نہیں رکھتا تھا کہ وہ اس کو پار کر کے ہمارے پاس آجائے اور ہم نے اسے جلدی سے پار کر لیا تھا یہاں تک کہ ہم ان سے بھاگ نکلے اور وہ ہمیں تلاش کرنے کی قدرت نہیں رکھتے تھے تو ہم ان سب کو لے کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آگئے۔[1]

([1])اس سریہ کے قصے کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۵۸۴۴) اور ابو داؤد نے اپنے سنن میں کتاب الجہاد باب في الأسیر یوثق میں حدیث نمبر(۲۶۷۸) اور ابن اسحاق نے سیرت(۲۶۵/۴) میں کی ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

غالب بن عبداللہ کا سریہ
بشیر بن سعد کے ساتھیوں کی فدک میں شکست والی جگہ کی جانب

اور جب غالب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اللہ کی مدد کے ساتھ جیت کر کدید سے واپس ہوئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ صفر میں انہیں اس جانب بھیجا جہاں پر بشیر انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو مصیبت لاحق ہوئی تھی جو کہ مقام فدک کی جانب بنو مرہ کی طرف گئے تھے۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم غالب رضی اللہ عنہ کے آنے سے پہلے زبیر ابن العوام رضی اللہ عنہ کو اس کے لیے تیار کر لیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ دو سو لوگوں کو تیار کیا تھا اور ان کے لیے جھنڈا بنایا تھا چنانچہ جب غالب رضی اللہ تعالی عنہ آئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر ابن العوام رضی اللہ عنہ سے کہا تم بیٹھ جاؤ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غالب رضی اللہ عنہ کو 200 لوگوں کے ساتھ بھیجا ابن سعد نے ان میں سے ان لوگوں کے نام ذکر کیے ہیں :علبہ بن زید، ابو مسعود عقبہ بن عمرو، کعب بن عجرہ، اسامہ بن زید اور حویصہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ تو ان لوگوں نے ان پر صبح کے وقت دھاوا بولا اور غالب رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنی مخالفت نہ کرنے کی وصیت کی تھی اور لوگوں کے درمیان بھائی چارگی کو عام کیا تھا تو ان لوگوں کو وہاں پر بہت سی مویشیاں حاصل ہوئی اور ان لوگوں میں سے بہت سے لوگوں کو انہوں نے قتل بھی کیا۔[1]

اور امام بیہقی یہاں کے دلائل[2] نبوت میں یہ بات وارد ہے کہ اسی لشکر میں ہی اسامہ عمر رضی اللہ عنہ نے مرداس بن نہیک کو قتل کیا تھا جنہوں نے لا الہ اللہ کہا تھا۔

([1])دیکھیے: الطبقات الکبری ابن سعد(۳۱۲/۲) ۔

([2])دیکھیے: دلائل نبوت از امام بیہقی(۲۹۶/۴)۔

اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ بات غالب بن عبداللہ لیثی کے اس سریہ میں واقع ہوا تھا جو میفعہ یا حرقات کی جانب سے بھیجی گئی تھی جیسا کہ اس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔

شجاع بن وہب کا لشکر سیّ[1] میں موجود بنو عامر کی جانب

اور ربیع الاول سنہ 8 ہجری میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ کو 24 لوگوں کے ساتھ ہوازن کے ایک جماعت کے پاس بھیجا جن کو بنو عامر کہا جاتا تھا جو "سی" نامی جگہ پر آباد تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ ان پر دھاوا بول دیں تو آپ رضی اللہ تعالی عنہ نکلے آپ رات میں چلتے تھے اور دن میں چھپ جاتے تھے یہاں تک کہ صبح کے وقت ہی ان پر دھاوا بولا جب کہ وہ بے خبر تھے اور انہوں نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا تھا کہ وہ ان کی تلاش میں خوب کوشش کریں تو انہیں وہاں پر بہت سے چوپائے اور بکریاں ملیں جنہیں انہوں نے لیا یہاں تک کہ وہ مدینہ آگئے اور قیدیوں میں ایک خوبصورت لونڈی بھی تھیں جنہیں شجاع بن وہب نے اپنے لئے قیمت دے کر لے لیں اور اس سے ہم بستر ہو گئے، جب مدینہ آئے تو انہوں نے اس کو اختیار دیا تو اس نے ان کے پاس رہنے کو اختیار کیا اور اس غزوہ کی وجہ سے وہ مدینہ سے پندرہ دنوں تک دور رہے اور ان میں سے ہر شخص کے لئے پندرہ اونٹ ان کے حصے طور پر ملے اور انہوں نے اونٹ کو دس بکریوں سے بدل لیا۔[2]

حافظ ابن کثیر[3] رحمہ اللہ کہتے ہیں ہو سکتا ہے یہ سریہ وہی ہو جو صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مذکور ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ نجد کی جانب بھیجا جس میں میں بھی نکلا تو ہم نے وہاں پر بہت سے اونٹ اور بکریاں پائیں تو اس وقت ہمارے حصے

([1])اِ سي: سین کے زیر اور یا کے تشدید کے ساتھ یہ ذات عرق اور وجرہ کے درمیان ایک چشمہ ہے جو مکہ سے بصرہ کی جانب تین مراحل کے فاصلے پر ہے دیکھیے معجم البلدان(١٠٨/٥)۔

([2])دیکھیں: الطبقات الکبری از ابن سعد(٣١٣/٢) اور دلائل نبوت از امام بیہقی (٣٥٣/٤) ۔

([3])دیکھیے :البدایہ والنہایہ(٦٣١/٤) ۔

میں بارہ بارہ اونٹنیاں آئیں۔[1]

[1] اس حدیث کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب فرض الخمس باب ومن الدلیل علی أن الخمس لنوائب المسلمین حدیث نمبر (۳۱۳۴) پر اور اس کی تخریج امام بخاری نے کتاب المغازی باب السریۃ التی قبل نجد میں حدیث نمبر (۴۳۳۸) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد والسیر باب الأنفال میں حدیث نمبر (۱۷۴۹)(۳۷) پر کی ہے۔

کعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا سریا ذات اطلاح کی جانب

اور ربیع الاول سنہ 8 ہجری میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن عمیر غفاری کو پندرہ لوگوں کے ساتھ ذات اطلاح کی جانب بھیجا جو کی شام کے سمت میں وادی قریٰ کے پیچھے واقع تھا، چنانچہ انہوں نے سفر شروع کر دیا وہ دن کو چھپ جاتے اور رات کو چلتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ ان کے قریب پہنچے تو انہیں ان کے ایک جاسوس نے دیکھ لیا اور اس نے اپنی قوم کے لوگوں کو ان کی کم تعداد کی خبر دے دی تو جب مسلمان ذات اطلاح پہنچے تو انہیں بہت بڑی جماعت میں پایا تو انہوں نے انہیں اسلام کی جانب بلایا مگر ان لوگوں نے ان کی بات نہ مانی اور انہیں تیروں سے نشانہ بنایا اور جب مسلمانوں نے یہ بات دیکھی تو انہوں نے ان سے بہت سخت قتال کیا یہاں تک کہ وہ سبھی قتل کر دیئے گئے سوائے ان کے ایک آدمی کے جو ان سے بھاگ کھڑے ہونے میں کامیاب ہو گیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ زخمی ہو گیا تھا چنانچہ جب رات ہوئی تو وہ ہمت جٹا کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو یہ بات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت گراں گزری۔[1]

([1])دیکھیے الطبقات الکبری اذن سعد(۳۱۳/۲) دلائل نبوت از امام بیہقی(۳۵۷/۴) شرح المواہب(۳۳۸/۳) ۔

غزوہ[1] موتہ[2]

یہ عظیم غزوہ ماہ جمادی الاول سنہ 8 ہجری میں واقع ہوئی[3]۔

اس عظیم غزوے کا سبب:

اس غزوے کا سبب یہ تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو اپنا خط دے کر بصری کے بادشاہ کی جانب بھیجا تھا چنانچہ راستے میں ہی ان کے سامنے شرحبیل بن عمرو غسانی آگیا جو کہ شامی سرزمین بلقاء[4] پر قیصر کی جانب سے متعین کردہ امیر تھا اس نے کہا: تم کہاں جارہے ہو؟

حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا: شام کی جانب۔اس نے کہا: شاید تم محمد کے قاصدوں میں سے ایک ہو؟

([1])اسے غزوے کا نام دیا گیا حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں شرکت نہیں کی تھی اس میں مسلمانوں کی لشکر کے کثرت کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سب سے زیادہ خون بہانے والے جنگوں میں سے تھی اور یہ نصاری کے شہروں کے فتح کے لیے مقدمے اور تمہید کے طور پر تھی دیکھے شرح المواہب(۳۳۹/۳) الرحیق المختوم(۳۸۷)۔

اور اس کے لشکر کا نام جیش الامراء دیا جاتا ہے چنانچہ امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر پر جید سند کے ساتھ اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر پر صحیح سند کے ساتھ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کے لشکر کو بھیجا اور انہوں نے باقی غزوے کو ذکر کیا۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری(۲۹۹/۸) میں کہتے ہیں: "مؤتہ"میم کے پیش اور واؤ کے سکون کے ساتھ ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ اج اردن کے مشرقی علاقے میں باشندوں سے بھری ہوئی بستی ہے۔

([3])اس کے سلسلے میں کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا ہے، دیکھیے: فتح الباری(۲۹۹/۸)۔

([4])بلقاء با کے زبر اور لام کے سکون کے ساتھ پڑھا جاتا ہے یہ شام میں ایک معروف شہر ہے،دیکھیے: شرف المواہب(۳۳۹/۳)

انہوں نے کہا: ہاں تو اس نے ان کو باندھنے کا حکم دیا انہیں باندھ دیا گیا اور انہیں آگے کیا گیا اور باندھ کر ان کا اس نے گلا مار دیا[1]۔

ان کے علاوہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی قاصد کو قتل نہ کیا گیا[2]۔

اور سفیروں اور قاصدوں کا قتل کرنا بہت ہی گھناؤنا جرم تھا، عربوں کی یہ عادت تھی کہ وہ قاصدوں اور سفیروں کو نا قتل کرتے تھے نہ ان کا راستہ روکتے تھے[3] چنانچے یہ واقعہ مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ کے برابر تھا، جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو یہ بات آپ پر بہت بھاری معلوم ہوئی، اس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو غسانیوں سے قتال کے لیے تیار کیا چنانچہ لوگوں نے تیاری کی اور پھر نکلنے کے لیے آگے بڑھے اس غزوے میں نکلنے کے لئے لیے جو لوگ تیار ہوئے تھے ان کی تعداد تین ہزار لوگوں پر مشتمل تھی، اور یہ سب

([1])ہر وہ شخص جو غیر معرکہ میں اور بغیر غلطی کے قتل کیا جائے تو وہ باندھ کر قید کیا جانے والا کہلاتا ہے، دیکھیے :النہایہ(٨/٣)

([2])شیخ محمد غزالی رحمہ اللہ اپنی کتاب جہاد الدعوۃ(ص١٥) میں کہتے ہیں: کوئی بھی سلطنت کیا کرتی اگر اس کی دعوت کو ذلیل کیا جاتا اور اس کے لوگوں کو اس طرح قتل کیا جاتا ظاہر سی بات ہے کہ وہ ضرور قتال کرتے اور وہ قتال جسے احوال و ظروف فرض کر دیں وہ بہت ہی مشکل ہوتے ہیں کیونکہ رومیوں نے قتال کرنے والے امیر کے بازو کو اپنے مضبوط لشکر کے دسیوں ہزار سپاہیوں کے ذریعے سے مضبوط کر دیا تھا اور جن سپاہیوں نے موت کے اندر قتال کیا انہیں بہت سخت جنگ کا سامنا ہوا تھا جس میں وہ تین کمانڈر شہید ہو گئے جنہوں نے رومیوں اور ان کے حلیفوں کے ساتھ خوب جنگ کی اور خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ لشکر کو لے کر بھاگنے میں کامیاب ہو گئے اور انہوں نے ایک لامحدود خسارے سے لشکر کو بچا لیا۔

([3])امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(١٥٩٨٩)ر پر اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(٢٨٦٣) پر شواہد اور طرق کے ذریعے صحیح سند کے ساتھ نعیم ابن مسعود مسعود اشجعی کے واسطے سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جب اپ مسلمہ کذاب کے خط کو پڑھ رہے تھے تو اپ نے دونوں پیغمبروں کو کہا تم دونوں کیا کہو گے انہوں نے کہا ہم اسی طرح کہیں گے جیسے کہ اس نے کہا ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم اگر پیغمبروں کو قتل نہیں کیا جاتا تو میں تم ہم دونوں کے گردنوں کو مار دیتا۔

سے بڑی اسلامی لشکر تھی،اس سے پہلے غزوہ احزاب کے علاوہ کبھی بھی اتنی بڑی لشکر جمع نہ ہوئی تھی[1]۔

لشکر کے سردار اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کی لئے وصیت

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر پر اپنے اپنے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((تم زید بن حارثہ کو لازم پکڑو اگر زید کو قتل کر دیا گیا تو جعفر کو اور جعفر کو قتل کر دیا گیا تو عبد اللہ بن رواحہ کو)) جعفر کہتے ہیں: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں چاہتا[2] کہ آپ میرے اوپر زید[3] کو امیر مقرر کریں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جاؤ تم نہیں جانتے کی کس چیز میں خیر اور بھلائی ہے"[4]۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفید جھنڈا باندھا اور اسے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا، اور انہیں یہ وصیت کیا کہ وہ حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کی قتل گاہ کے پاس جائیں، اور وہاں جو ملے انہیں اسلام کی طرف بلائیں، اگر وہ قبول کریں تو ٹھیک ہے ورنہ اللہ کے مدد

([1])دیکھیے طبقات الکبری از ابن سعد(۳۱۴/۲) سیرت ابن ہشام (۲۰/۴)فتح الباری (۲۹۹/۸)شرح المواہب(۳۳۹/۳)۔

([2])یہ ابن حبان کی ان کے صحیح میں روایت ہے۔

اور امام احمد کے ہاں ان کے مسند میں حدیث نمبر(۲۲۵۵۱) پر روایت میں میں تمہیں ڈراتا ہوں کا لفظ ہے۔

اور امام طحاوی کی شرح مشکل اثار کی روایت میں حدیث نمبر (۵۱۵۰)پر" میں جاتا ہوں"(أذهب) کا لفظ ہے۔

([3])میں کہتا ہوں :اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بھی سریے میں زید ابن حارثہ کو بھیجا تھا انہیں امیر بنا کر بھیجا تھا چنانچہ امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۲۵۸۹۸) اور ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں حدیث نمبر (۳۲۹۷۳)پر حسن سند کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا وہ کہتی ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ کو جس بھی لشکر میں بھیجا اس میں وہ امیر بنا کر بھیجا گئے تھے۔

([4])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۲۲۵۵۱) اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں حدیث نمبر (۷۰۴۸)پر اور امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں حدیث نمبر (۵۱۷۰)پر کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

سے ان پر حملہ کریں ان سے جنگ کریں، تو لوگوں نے نکلنے میں جلدی کی اور جرف[1] کے مقام پر جا کر پڑاؤ ڈالا۔

لوگوں کی طرف سے لشکر کو الوداع کہنا:

اور جب اسلامی لشکر نکلنے کے لیے تیار ہو گیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امیروں کو لوگوں نے الوداع کہا اور انہیں سلام کہا، اس وقت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رو پڑے ان سے لوگوں نے کہا: اے عبداللہ بن رواحہ تم کیوں روتے ہو؟

تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم میں دنیا کی محبت میں نہیں رو رہا ہوں اور نہ ہی تم سے محبت میں رو رہا ہوں بلکہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی کتاب کی یہ آیت پڑھتے ہوئے سُنا ہے جس میں اللہ تعالی جہنم کا تذکرہ کرتے تو فرماتے ہیں: ((وان منكم الا واردها كان على ربك حتما مقضيا))[مریم: ٧١]۔ تو میں نہیں جانتا کہ حاضری کے بعد میری واپسی کیسی ہو گی۔

مسلمانوں نے کہا: اللہ رب العالمین تمہارا ساتھی ہو اور تمہاری مدد کرے اور صحیح سالم تمہیں ہماری جانب واپس لائے، تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

لكنني اسال الرحمن مغفره وضربه ذات فرع تقذف الزبدا
او طعنه بيدي حران مجهزة بحربه تنفض الاحشاء والكبدا
حتى يقال اذا مروا على جدثي ارشده الله من غاز وقد رشدا[2]

پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو الوداع کہا، پھر عرض کیا؛

([1])جرف: جیم کے پیش کے ساتھ یہ مدینہ سے قریب ایک جگہ ہے، دیکھیے :النہایہ(٢٥٤/١)۔
اور تفاصیل دیکھنے کے لیے: سیرت ابن ہشام(٢١/٤) الطبقات الکبری از ابن سعد(٣١٤/٢)۔

([2])اس کی تخریج امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حدیث نمبر(٤٦٥٥) اور ابن اسحاق نے سیرت (٢١/٤)میں اور ابن سعد نے طبقات(٣١٤/٢) میں کی ہے۔

فثبت الله ما اتاك من حسن تثبيت موسى ونصرا كالذي نصروا
اني تفرست فيك الخير اعرفه والله يعلم أن ما خانني البصر
انت الرسول ومن يحرم شفاعته يوم الحساب فقد ازرى به القدر

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ بات سنی تو ان سے کہا: ((اور اللہ رب العالمین تمہیں ثابت قدم قدم رہنے کی توفیق دیں اے ابن رواحہ تو اللہ رب العالمین نے انہیں ثابت قدم رکھا یہاں تک کہ انہیں شہید کر دیا گیا))[1]۔

اور ابن رواحہ بہت ہی ہمدردی حاصل کرنے والے اچھے شاعر تھے، اور انہیں اپنے نکلنے سے ہی یہ محسوس ہو گیا تھا کہ وہ شہید ہونے والے ہیں چنانچہ وہ اس کے لیے اپنے دل اور زبان سے تیار تھے[2]۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر کو الوداع کہنا اور انہیں وصیت کرنا:

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ ثنیۃ الوداع پہنچ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کھڑے ہوئے اور انہیں الوداع کہا اور ان سے کہا: "میں تمہیں اللہ کے تقوی اور تمہارے ساتھ موجود مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں، اللہ کے نام سے جنگ کرو تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں سے شام میں قتال کرو، تم وہاں گرجا گھروں میں کچھ لوگوں کو الگ پاؤ گے تم ان کو کوئی تکلیف نہ دینا، اور تم کچھ اور لوگوں کو پاؤ گے جن کے سروں پر شیطان کے گھونسلے[3] ہیں تم انہیں تلواروں سے توڑ دینا تم کسی عورت کو اور چھوٹے بچے کو قتل نہ

([1])دیکھیے: سیرت ابن ہشام(۲۱/۴)، البدایہ والنہایہ (۶۳۳/۴)،دلائل نبوت از امام بیہقی(۳۵۹/۴)۔

([2])دیکھیے: فقہ السیرہ الشیخ محمد غزالی رحمہ اللہ(ص۳۶۶)۔

([3])امام ابن الاثیر رحمہ اللہ النہایہ(۳۷۳/۳) میں کہتے ہیں: بے شک شیطان نے ان کے سروں میں گھر بنا لیا تھا اور ان کے سروں کو اس نے اپنی پناہ گاہ بنا لیا تھا اسی طرح جس طرح سے کی ایک معروف پرندہ اپنے گھر بناتا ہے اور یہ لفظ استعارہ ہے کیونکہ عرب کے لوگ جب کسی انسان کو سخت شقاوت اور بدبختی اور شر میں کھو جانے کی صفت بیان کرتا ہے تو کہتے تھے کہ شیطان نے اس کے سر میں گھونسلا بنا لیا ہے اور اس کے دل میں اپنا مکان بنا لیا ہے۔

کرنااور نہ ہی بوڑھے بزرگ کو قتل کرنااور نہ ہی تم کسی درخت کو کاٹنانہ ہی کسی کھجور کے درخت کو ختم کرنااور نہ ہی کسی گھر کوڈھانا[1]۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا پیچھے رہ جانا:

جب لشکر کے لوگ نکلے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پیچھے رہ گئے، تو انہوں نے کہا میں پیچھے رہ کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرلوں گا پھر ان کے ساتھ ہو جاؤں گا، جب عبداللہ بن رواحہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا اور فرمایا تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیوں نہیں گئے؟

انہوں نے کہا: میں نے چاہا کہ میں آپ کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کروں پھر ان سے جا ملوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم زمین کی پوری جائیداد خرچ کردو تو تم ان کے ساتھ جانے کی فضیلت کو نہیں پاسکتے[2]۔

خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ نے اس عظیم غزوہ میں شرکت کی

اور اس عظیم غزوے میں خالد بن ولید نے مسلمانوں کے ساتھ شرکت کی یہ مسلمانوں کے ساتھ ان کا پہلا غزوہ تھا۔

([1])دیکھیے الطبقات الکبری از ابن سعد(٣١٤/٢) اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وصیت کی اصل امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد والسیر باب تأمیر الامام الأمراء علی البعوث میں حدیث نمبر(١٧٣)(٣) پر تخریج کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(١٩٦٦) اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب الصلاۃ باب ماجاء في الا سفر یوم الجمعۃ میں حدیث نمبر(٥٣٥) پر کی ہے اور اسے ابن الاثیر نے جامع الاصول میں حدیث نمبر (٢٩٩٣) پر نقل کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے لیکن حدیث کے کئی شواہد ہیں اسی معنی میں جن کے ذریعے سے یہ حدیث مضبوط ہوتی ہے۔

مسلمانوں کے لشکر کا معان[1] پہنچنا اور دشمنوں کی تیاری:

مسلمانوں کا لشکر مدینہ سے شام میں موجود اپنے دشمنوں کی جانب نکل پڑا، جب وہ راستے میں تھے تو انہوں نے اپنے دشمنوں کے چلنے کی خبر سنی کہ انہوں نے ان لڑائی کے لیے لوگوں کو اکٹھا کیا اور ان میں شرحبیل بن عمرو کھڑے ہوئے اور انہوں نے ایک لاکھ سے زائد جنگجوؤں کو جمع کیا، اور اس کے سامنے انہوں نے جاسوسوں کو آگے بڑھایا چنانچہ جب شامی سرزمین معان نامی مقام پر مسلمان ٹھہرے تو انہیں یہ بات معلوم ہوئی کی ہرقل نے بلقاء کے مآب[2] نامی علاقے میں لخم، جذام، قین، تنوخ، بلی سے ایک لاکھ لوگوں کو جمع کیا ہے اور وہاں پر ٹھہرا ہوا ہے، غسانسہ اور روم کے لشکر کی تعداد دو لاکھ جنگجوؤں پر مشتمل تھی[3]۔

معان نامی جگہ پر مسلمانوں کا آپس میں مشورہ

اور مسلمانوں نے کبھی بھی یہ نہ سوچا تھا کہ وہ اس قدر بڑی فوج سے لڑیں گے، چنانچہ انہوں نے معان نامی علاقے میں دو راتیں قیام کیا اور اپنے معاملے کے بارے میں غور کرتے رہے اور دیکھتے رہے مشورہ کرتے رہے کہ کیا وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دشمنوں کی تعداد کے بارے میں خبر دینے کے لیے خط لکھیں کہ آپ ان کی اور لوگ بھیج کر مدد کریں یا آپ انہیں ان کی جانب نکلنے کا حکم دیں اور وہاں واپسی کی کوئی رائے نہ تھی تو تم غور کرو کس قدر بہادری اور اور جرأت صحابہ کرام میں تھی[4]۔

([1])معان: میم کے زبر کے ساتھ یہ شام کے دیہی علاقے کے کنارے حجاز کی جانب بلقہ کے نواہے میں ایک شہر ہے، دیکھیے: معجم البلدان(۲۸۵/۸)۔

([2])مآب: یہ شام کے کنارے بلقہ کے نواہی میں ایک شہر ہے، دیکھیے: معجم البلدان(۱۸۸/۷)۔

([3])دیکھیے: سیرت ابن ہشام(۲۲/۴) الطبقات الکبری (۳۱۴/۲)البدایہ والنہایہ(۶۳۴/۴)۔

([4])حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر (۷۲/۴)میں کہتے ہیں: اور صحابہ کرام بہادری اور اللہ کے حکم کی فرمانبرداری میں اس طرح مضبوط تھے کہ جس طرح ان سے پہلے لوگوں میں کوئی بھی نہیں تھا اور نہ ہی ان کے بعد کے لوگوں میں اس

اس وقت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اس رائے کی مخالفت کی اور لوگوں کی یہ کہہ کر ہمت افزائی کی کہ اے لوگو اللہ کی قسم بے شک تم جس چیز کو ناپسند کر رہے ہو یہ وہی ہے جس کے مقابلے کے لیے تم نکلے ہو وہ شہادت ہے اور ہم تعداد یا قوت یا کثرت کے ساتھ قتال نہیں کرتے ہیں بلکہ ہم تو اس دین کے ذریعے سے قتال کرتے ہیں جس کے ذریعے سے اللہ نے ہمیں قوت عطا کیا ہے، چنانچہ تم چلو یہ دو خوبیوں میں سے ایک ضرور ہمیں حاصل ہو گی، یا تو ہم غالب ہوں گے یا ہمیں شہادت نصیب ہو گی[1]۔

لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم ابن رواحہ نے سچ کہا اور دشمن سے جنگ پر ہی اتفاق ہوا[2]۔

ایسا عقیدہ اور نفسانی کیفیت جس نے ان کے دلوں میں ایک اطمینان اور سکون کا ماحول پیدا کیا، اور عادت سے پرے بہادری پیدا ہوئی اور انہوں نے ان کی تعداد اور تیاری کو کمزور سمجھا اور مادہ پرستی کو چھوڑ دیا اور اسباب کو ارباب نہ شمار کیا، انہوں نے یہ جان لیا کہ وہ صرف اور صرف دین

طرح کوئی ہوگا کیونکہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عوامر کی فرمانبرداری کے ذریعے سے دلوں کو فتح کیا اور شہروں کو تھوڑی ہی مدت میں مشرق و مغرب میں فتح کیا حالانکہ ان کی تعداد دوسرے علاقوں جیسے روم پارس ترک سالہ بربر احباش اور سوڈان اور قبطی اور دیگر لوگوں لوگوں کے کے لشکر کے بنسبت بہت کم تھی انہوں نے سب کو زیر کیا یہاں تک کہ اللہ کا کلمہ بلند ہوا اور اللہ کا دین تمام ادیان پر بلند ہوا اور اسلامی سلطنت مشرق و مغرب میں فائل گئی ۳۰ سال سے کم مدت میں اللہ رب العالمین ان سے راضی ہو اور ان سب کو اللہ راضی کر دے اور اللہ ہمیں ان کے ساتھ اٹھائے بے شک وہ سننے والا اور عطا کرنے والا ہے۔

([1])شیخ محمد غزالی اپنی کتاب فقہ السیرۃ(ص۳٦٦) میں کہتے ہیں: اور اس کلمے کا اپنا اثر تھا اس کی وجہ سے مسلمانوں کے صفوں میں تردد کے جو احساسات تھے وہ تھم گئے اور انہوں نے قتال کرنے کی ٹھان لی نتیجہ چاہے جو بھی نکلے نتیجے کی پرواہ کیے بغیر۔

([2])دیکھیے: سیرت ابن ہشام(۲۲/۴) البدایہ والنہایہ(٦۳۴/۴) دلائل نبوت از امام بیہقی(۳٦۰/۴)۔

کے ذریعے سے قتال کر رہے ہیں اور وہ دین اور اسلام کے برکت سے غلبہ حاصل کریں گے، چنانچہ وہ اس سے بہت زیادہ حفاظت کرنے والے اور بہت زیادہ تیاری کرنے والے تھے[1]۔

دشمن کے جانب مسلمانوں کے بڑھتے قدم

اور جب مسلمانوں نے معان نامی جگہ دو رات گزاری تو وہ دشمن کی جانب نکل پڑے تھے جب وہ بلقاء کی سرحد پر پہنچے ان کا سامنا روم اور عرب کے نصرانیوں میں سے ہرقل کے لشکر سے مشارف نامی ایک گاؤں میں ہوئی پھر دشمن قریب آئے اور مسلمان مؤتہ نامی گاؤں میں گئے اور وہاں پر پڑاؤ ڈالا اور قتال کے لیے اسلامی لشکر کی ترتیب کی، پھر زید بن حارثہ اور قطبہ[2] بن قتادہ عذری[3] رضی اللہ کو دائیں جانب مقرر کیا، اور بائیں جانب عبایہ بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا[4]۔

قتال کی ابتدا اور کمانڈروں کا ایک دوسرے کی نیابت

اور یہاں موتہ نامی علاقے میں دونوں گروہ آپس میں بھڑے اور سخت جنگ شروع ہوئی تین ہزار جنگجو دو لاکھ جنگجوؤں کا سامنا کر رہے تھے۔

واقعی بہت ہی عجیب معرکہ تھی جسے دنیا ڈر اور حیرت کے ساتھ دیکھ رہی تھی، لیکن جب ایمان کی آندھی چلتی ہے تو عجائب و غرائب لے کر آتی ہے[5]۔

([1])دیکھیے: کتاب إلی الاسلام من جدید از شیخ محمد ابو الحسن ندوی(ص۵۹)۔

([2])قطبہ: قاف کے پیش کے ساتھ ہے۔

([3])العذري: عین کے پیش کے ساتھ ہے۔

([4])دیکھیے: سیرت ابن ہشام (۲۵/۲)اور الطبقات الکبری سعد(۳۱۴/۲) شرح المواہب(۳۴۴/۳)۔

([5])دیکھیے: الرحیق المختوم صفحہ نمبر(۳۸۹)۔

جھنڈا زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں:

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم کے محبوب نے جھنڈا لیا اور بہت ہی بہادری اور ہمت کے ساتھ قتال شروع کیا، مسلمان ان کے ساتھ قتال کر رہے تھے یہاں تک کہ انہیں نیزے سے مار کر قتل کر دیا گیا اور وہ شہید ہو کر گئے۔

جھنڈا جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں

پھر جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لے لیا اور بے مثال جنگ کرنے لگے یہاں تک کہ جنگ نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا وہ اپنے سرخ گھوڑے سے نیچے اترے اور اس کے پیروں کو کاٹ دیا، یہ پہلا گھوڑا تھا جسکا کوچ اسلام میں کاٹا گیا[1]، پھر وہ قتال کرتے رہے اپنے دونوں پیروں پر وہ کہہ رہے تھے:

يا حبذا الجنه واقترابها طيبه وبارد شرابها
والروم روم قد دنا عذابها كافره بعيده انسابها
على ان لاقيتها ضرابها

پھر ان کا داہنا ہاتھ کاٹ دیا گیا، پھر انہوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ سے پکڑ لیا پھر ان کے بائیں ہاتھ کو کاٹ دیا گیا، پھر انہوں نے جھنڈے کو اپنے دونوں بازو سے اپنے گود میں لے لیا یہاں تک کہ انہیں شہید کر دیا گیا تو اللہ رب العالمین نے ان کے بدلے جنت میں انہیں دو پر دئے جن کے ذریعے وہ جہاں چاہیں اڑتے ہیں اسی لیے انہیں جعفر طیار کا نام دیا گیا[2]۔

([1])حضرت جعفر کے اپنے گھوڑے کے کوچ کو کاٹنے کے قصے کی تخریج امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں(۱۰۷/۱۲) اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں کتاب الجہاد باب في الدار يتقى قرفي الحرب حدیث نمبر(۲۵۷۳) پر اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری(۳۰۰/۸)میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

([2])دیکھیے: سیرت ابن ہشام(۲۵/۴-۲۶) البدایہ والنہایہ(۶۳۵/۴) الطبقات الکبری از ابن سعد(۳۱۴/۲)۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اس غزوہ میں موجود تھا، ہم نے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا تو ہم نے انہیں مقتول لوگوں میں پایا اور ہم نے ان کے جسم میں ترانوے کے قریب نیزے اور تیر کے زخم پائے[1]۔

اور بخاری شریف کی ایک دوسری روایت میں نافع کے حوالے سے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے خبر دی کہ وہ اس دن جعفر کے پاس تھے وہ قتل کیے گئے تھے تو میں نے ان کے بدن پر پچاس زخموں کو شمار کیا جو نیزے مار کر اور تلوار مار کر لگائے گئے تھے جن میں سے ان کے پیٹھ پر کوئی زخم نہ تھے[2]۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں ان کی سخت بہادری اور جانبازی کا بیان ہے۔[3]

ابن حبان نے اپنی صحیح میں صحیح سند کے ساتھ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے جعفر کو جنت میں فرشتے کے طور پر دیکھا وہ اپنے دونوں پروں سے اڑ رہے تھے۔[4]

امام حاکم نے مستدرک میں مسلم کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات کچھ

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ مؤتۃ میں حدیث نمبر(۴۲۶۱) پر کی ہے۔

([2])مرجع سابق حدیث نمبر(۴۲۶۰)۔

([3])دیکھیے: فتح الباری(۳۰۱/۸)۔

([4])اس کی تخریج ابن حبان نے اپنی صحیح میں کتاب المناقب میں حد نمبر(۷۰۴۷) پر کی ہے۔

فرشتوں کے ساتھ جعفر کا گزر میرے پاس سے ہوا ان کے دونوں پر خون سے بھرے ہوئے تھے[1]۔

اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں جب وہ عبداللہ بن جعفر پر سلام کرتے تھے تو کہتے تھے: اے دو پروں والے شخص کے بیٹے تم پر سلامتی ہو[2]۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جھنڈا

پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھایا اور آگے بڑھے وہ اپنے گھوڑے پر سوار تھے مگر انہیں جنگ کی شدت کے سبب ذرا سا پش و پیش ہوا پھر وہ کہنے لگے:

اقسمت يانفس لتنزلنه　　لتنزلن او لتكرهنه
ان اجلب الناس و شدوا الرنه　　مالي اراك تكرهين الجنه

اور انہوں نے یہ بھی کہا:

يا نفس الا تقتلي تموتي　　هذا حمام الموت قد صليت
وما اتمنيت فقد اعطيتي　　ان تفعلي فعلاهما[3] هديتي

پھر وہ نیچے اترے اور ان کے پاس ان کا چچیرہ بھائی ایک عرق بھر پر گوشت لے کر آیا، انہوں نے کہا اس سے اپنے جسم کو مضبوط کرو، کیونکہ تم ان دنوں میں بہت مصیبت برداشت کیے ہو، چنانچہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے لیا پھر اس میں سے تھوڑا سا کھایا پھر انہوں نے لوگوں کے ایک

([1])اس کے تقریر امام حاکم نے مستدرک میں کتاب معرفت صحابہ باب ذکر مناقب جعفر بن أبي طالب رضي اللہ عنہ میں حدیث نمبر (۴۹۹۶) پر کی ہے اور اس کے سند کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۷/۴۴۱) میں صحیح قرار دیا ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المناقب باب مناقب جعفر میں حدیث نمبر (۳۷۰۹) پر کی ہے۔

([3])یعنی زید ابن حارثہ اور جعفر ابن ابی طالب کے کام۔

کنارے بھیڑ محسوس کی پھر انہوں نے اپنے ہاتھ سے اسے پھینک دیا اور اپنی تلوار لیں پھر آگے بڑھے اور قتال کیا یہاں تک کہ قتل کر دیے گئے[1]۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں یہ پسند نہیں ہے کہ وہ ہمارے پاس ہوں اور آپکی آنکھیں بہہ رہی تھیں[2]۔

جھنڈا اللہ کے کھلے تلوار کے ہاتھ میں گیا

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد کچھ وقت گزر گیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد کسی کو جھنڈا اٹھانے کا مکلف نہیں کیا تھا، چنانچہ ثابت بن اقرم رضی اللہ تعالی عنہ اٹھے اور انہوں نے جھنڈا اٹھالیا اور کہا اے مسلمانوں کی جماعت تم کسی ایک شخص پر اتفاق کرو لوگوں نے کہا: تم، انہوں نے کہا: میں ایسا نہیں کر سکتا، چنانچہ لوگوں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر اتفاق کیا۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ مسلمانوں نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد بکھرنا شروع کر دیا اور وہ شکست خوردہ ہونے لگے یہاں تک کہ دو لوگوں کو ایک ساتھ نہیں دیکھا جاتا تھا، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ آگے بڑھے اور انہوں نے جھنڈا اٹھالیا پھر اسے لے کر چلتے رہے اور خالد بن ولید کو دے دیا، خالد نے ان سے کہا میں اسے تم سے نہیں لوں گا، تم اس کے زیادہ حقدار ہو، تمہاری عمر زیادہ ہیں اور تم نے بدر میں شرکت اختیار کی ہے، ثابت نے

([1])اس کی تخریج ابن ماجہ نے اپنی سنن میں مختصر طور پر حدیث نمبر(۲۷۹۳) پر کی ہے اور اس کی سند حسن ہے اور اسحاق نے اس کی تقریر اپنی سیرت(۲۷/۴) میں کی ہے۔

([2])اور حدیث کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد و سیر باب تمني الشهادة میں حدیث نمبر (۲۷۹۸)پر کی ہے۔

کہا نہیں اللہ کی قسم اے خالد میں نے اسے صرف تمہارے لیے لیا ہے، تم جنگ کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتے ہو چنانچہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لے لیا[1]۔

جب خالد رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا اور مسلمان ان کے پاس اکٹھا ہوئے تو انہوں نے کافروں سے بہت سخت قتال کیا، امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں موتہ والے دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں اور پھر میرے ہاتھ میں سوائے ایک یمنی صحیفہ کے کچھ بھی نہ بچا[2]۔

اور ایک دوسرے لفظ میں ہے کہ موتہ والے دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں، اور میرے ہاتھ میں صرف ایک یمنی صحیفہ بچا[3]۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں: خالد رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس دن بہت سے مشرکوں کو قتل کیا تھا[4]۔

اور ابن کثیر کہتے ہیں: یہ اس بات کا متقاضی ہے کہ انہوں نے مشرکوں کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ ان سے بھاگنے میں کامیاب نہ ہوتے اور یہ اکیلا ہی اس بات پر دلیل ہے، واللہ اعلم۔[5]

([1])دیکھیے: طبقات الکبری از ابن سعد(۴/۴۴۶) سیرت ابن ہشام(۴/۲۷) شرح المواہب(۳/۳۴۷)۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ مؤتۃ میں حدیث نمبر(۴۲۶۵) پر کی ہے۔

([3])مرجع سابق حدیث نمبر(۴۲۶۶)۔

([4])دیکھیے: فتح الباری(۸/۳۰۶)۔

([5])دیکھیے: البدایہ والنہایہ(۴/۶۴۱)۔

جنگ میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی مہارت:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کہ آپ مدینہ میں اپنے ساتھیوں کو خبر دے رہے تھے اس بارے میں آپ کو وحی آئی تھی: ((یہاں تک کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لیا یہاں تک کہ اللہ رب العالمین نے انہیں فتح نصیب فرمائی)) [1]۔

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اسی دن سے خالد بن ولید کو سیف اللہ کا نام دیا گیا[2]۔

اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دشمنوں کے اس طوفان کے سامنے پورے دن ثابت قدم رہنے کا جذبہ ملا، چنانچہ جب صبح ہوئی تو انہوں نے لشکر کے اگلے حصے کو پیچھے کیا اور پچھلے حصے کو کو آگے کیا، اور داہنے والے کو بائیں اور بائیں والے کو دائیں کیا، چنانچہ جب دوسرے دن دشمنوں سے ملاقات ہوئی تو دشمنوں نے ان کی حالت کو بدلا ہوا محسوس کیا، اور انہوں نے کہا کہ ان کے پاس مدد آئی ہے، جب خالد رضی اللہ عنہ حملہ کیا تو انہیں اللہ رب العالمین نے بہت بری شکست دی، اور مسلمانوں نے ان میں سے بہت زیادہ لوگوں کو قتل کیا پھر خالد رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کو لے کر تھوڑا تھوڑا پیچھے ہٹے یہاں تک کہ مدینہ واپس آگئے، اور ان کی لشکر میں سے کسی کو واپسی کے وقت کسی کو کوئی چوٹ نہ پہنچی [3]۔

دنیا میں کوئی ایسا سپہ سالار نہیں جو اس مٹھی بھر مجاہدین —— یعنی تین ہزار کے باقی ماندہ لشکر —— کو اس عظیم سمندر جیسے لشکر کے بیچ سے نجات دے سکے، مگر وہ کوئی غیر معمولی کارنامہ انجام دے۔ اور خالد بن ولیدؓ نے واقعی وہ معجزہ کر دکھایا؛ وہ جنگ کے طوفان سے اس طرح نکل

([1])اور اس کے تخریج امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب المغازباب غزوۃ مؤتۃ حدیث نمبر(۴۲۶۲) پر اور امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر(۱۷۵۰)(۲۲۵۵۱) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۲۲۵۵۱)پر اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب المناقب باب ذکر عبداللہ بن رواحہ میں حدیث نمبر(۷۰۴۸) پر کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

([3])دیکھیے سیرت ابن ہشام(۲۷/۴) التوقات الکبری ا ابن سعد(۴۴۶/۴) البدایون نہایا(۶۳۹/۴)۔

آئے جیسے کوئی انسان سمندر کی گہرائی سے بغیر بھیگے نکل آئے، یا آگ کے شعلوں کے درمیان سے بغیر جلنے کے گزر جائے۔ یوں انہوں نے اسلامی تربیت یافتہ عربی ذہانت کے لیے جنگوں کی تاریخ میں ایک لازوال کارنامہ درج کر دیا۔[1]

مدد کا قصہ:

پیچھے ہٹنے سے پہلے مسلمانوں کے قتال کرنے کی تاکید اس روایت سے ہوتی ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح اور احمد نے اپنی مسند میں نے لفظ مسند احمد کے ہیں عوف بن مالک اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: میں غزوہ موتہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلنے والے مسلمانوں کی جماعت میں تھا، اور میرے ساتھ یمن کا مدد کے لیے آیا ہوا ایک شخص تھا جس کے ساتھ تلوار کے علاوہ کچھ بھی نہ تھی، تو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے ایک اونٹ ذبح کیا تو اس مدد کے لیے آئے ہوئے شخص نے اونٹ کے چمڑے کا ایک حصہ مانگا تو اس نے اسے دے دیا جسے اس نے ڈھال کے طور پر استعمال کیا اور ہم آگے بڑھے اور ہم نے روم کے لشکر سے مڈبھیڑ کی، ان میں ایک شخص اپنے سرخ گھوڑے پر بھی موجود تھا جس پر سونے کی زین کسی ہوئی تھی، اور اس کے پاس سونے کا پانی چڑھا ہوا ہتھیار بھی تھا چنانچے رومی شخص مسلمانوں کو سخت سے سخت کرنے لگا تو وہ مدد کے لئے آیا ہوا شخص ایک پتھر کے پیچھے اس کے گھات میں بیٹھ گیا اور جب وہ رومی شخص اس کے پاس سے گزرا تو اس نے اس کے گھوڑے کو مارا اور وہ نیچے گر گیا پھر اس نے جا کر اسے قتل کر دیا اور اس کا گھوڑا اور ہتھیار لے لیا چنانچہ جب اللہ رب العالمین نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی تو خالد بن ولید نے ان کے پاس بھیجا اور اس سے اس کا ساز و سامان لے لیا تو عوف نے کہا کیا تم نہیں

([1])دیکھیے: کتاب رجال من التاریخ از شیخ علی طنطاوی صفحہ نمبر(۴۷)۔

جانتے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرنے والے کے لیے مقتول کے سامان کا فیصلہ کیا ہے؟

ہاں! کیوں نہیں لیکن یہ تو بہت زیادہ ہے۔

میں نے کہا: تم اسے واپس کر دو یا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پاس جا کر تمہاری شکایت کروں گا تو انہوں نے اس کے واپس کرنے سے انکار کیا۔

عوف کہتے ہیں: پھر ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے تو میں نے مدد کرنے والے شخص اور اس کے ساتھ خالد کے عمل کو آپ سے بیان کیا، تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے خالد تم نے ایسا کیوں کیا؟

انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اسے زیادہ سمجھا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خالد تمنے جو اس سے لیا ہے اسے لوٹا دو۔

عوف کہتے ہیں: میں نے خالد سے کہا اے خالد مجھ سے دور رہو کیا میں نے تم سے کیا وعدہ پورا نہیں کیا؟

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کیا ہے تو میں نے آپ کو یہ خبر دی۔

کہتے ہیں: پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم غصہ ہو گئے اور کہا: ((اے خالد! تم اسے نہ لوٹانا، کیا تم میرے امیروں کو میرے حال پر نہیں چھوڑتے؟ تمہیں ان کے کاموں کا صاف اور اچھا حصہ ملتا ہے، اور ان پر ان کے کاموں کی تکلیف اور مشقت ہوتی ہے))۔ [1]

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ رعایا کو تو حکومت کے کاموں کا صاف اور آسان حصہ ملتا ہے —— انہیں ان کے عطیات اور حقوق بغیر کسی زحمت کے پہنچ جاتے ہیں —— جبکہ حکمرانوں کو ان تمام معاملات کی

([1])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجہاد والسیر باب استحقاق القاتل سلب القتیل میں حدیث نمبر (۱۷۵۳)پر کی ہے اور اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۲۳۹۹۷)پر کی ہے۔

محنت اور مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے؛ مثلاً مال اکٹھا کرنا، اسے صحیح مصارف میں خرچ کرنا، رعایا کی حفاظت کرنا، ان پر شفقت کرنا، ان کا دفاع کرنا، اور ان کے درمیان انصاف قائم کرنا۔ پھر جب کبھی کسی معاملے میں کوئی اختلاف یا شکایت پیدا ہوتی ہے، تو اس کا بوجھ عام لوگوں پر نہیں بلکہ حکمرانوں پر آتا ہے۔[1]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :((یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انہوں نے ان (مخالفین) سے مالِ غنیمت حاصل کیا، ان کے سرداروں کا سامان لے لیا، اور ان کے امیروں کو قتل کیا)) [2]۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: "یہاں تک کہ اللہ تعالی نے ان کو فتح نصیب کیا" کا کیا معنٰی ہے۔

اہل نقل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: "یہاں تک کہ اللہ رب العالمین نے انہیں فتح نصیب کیا" کے مراد میں اختلاف کیا ہے، کیا وہاں پر ایسی جنگ ہوئی تھی جس میں مشرک لوگ شکست خوردہ ہوئے تھے یا مراد فتح سے خالد رضی اللہ عنہ کا مسلمانوں کو واپس مدینہ سالم پہنچانا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ خالد نے جب مسلمانوں کو واپس کیا اور انہوں نے رات گزاری پھر جب صبح ہوئی اور انہوں نے لشکر کی ہیئت کو تبدیل کر دیا جیسا کہ گزرا ہے، اور دشمن کو یہ گمان ہوا کہ ان کو باہر سے مدد ملی ہے اس وقت خالد نے

([1])دیکھیے : صحیح مسلم معاشر ہے نوی(۵۷/۱۲)۔

([2])دیکھیے: البدایہ والنہایہ (۶۴۱/۴)۔

حملہ کیااور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور انہوں نے ان کا پیچھانہ کیااور انہوں نے یہ خیال کہ مسلمانوں کو صحیح سالم لے کر واپس ہونا یہی سب سے بڑی مال غنیمت ہے[1]۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تینوں امیروں کے موت کی خبر دینا

اور اللہ رب العالمین نے اپنے رسول کو مؤتہ میں پیش آنے والے واقعات کی خبر دی جب کہ آپ مدینہ ہی میں تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کو لشکر کے تینوں امیروں کے موت کی خبر دی قبل اس کے کہ ان کے موت کی خبر کوئی لے کر آئے۔

چنانچہ امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں صحیح سند کے ساتھ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں:... پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ الصلاۃ جامعۃ کی پکار لگائی جائے، چنانچہ جب لوگ اکٹھے ہو گئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہارے اس غزوے پہ گئے لشکر کے بارے میں تمہیں خبر نہ دوں بے شک وہ لوگ نکلے یہاں تک کہ دشمن سے ملے پھر زید رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے تو تم ان کے لیے مغفرت کی دعا کرو لوگوں نے ان کے لیے مغفرت کی دعا کی، پھر جھنڈا جعفر بن ابی طالب نے اٹھایا تو انہوں نے دشمنوں پر سخت وار کیا یہاں تک کہ انہیں بھی قتل کر دیا گیا، میں ان کے لئے شہادت کی گواہی دیتا ہوں تم ان کے لیے مغفرت کی دعا کرو، پھر جھنڈا عبداللہ بن رواحہ نے اٹھایا اور انہوں نے دونوں قدم جما کر قتال کیا یہاں تک کہ وہ بھی شہید کر دیئے گئے تو تم بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کرو پھر جھنڈا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اٹھایا اور وہ امیروں میں سے نہ تھے انہوں نے خود اپنے آپ کو امیر بنایا، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ

([1])دیکھیے: البدایہ والنہایہ (۶۳۹/۴) اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۳۰۳/۸) میں ان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلایا اور کہا: اے اللہ! یہ تیرے تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں تو ان کی مدد فرما[1]۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((پھر جھنڈا ان کے بعد - یعنی عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بعد - اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار خالد بن ولید نے اٹھایا اللہ رب العالمین نے انہیں فتح نصیب کی))[2]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((وہ جنت میں مجھے دکھائے گئے یعنی شہید ہوئے تینوں امیر، جیسے کی سونے والا دیکھتا ہے کہ وہ سونے کے چارپائیوں پر ہیں میں نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے چارپائی کو ان کے دونوں ساتھیوں کے چارپائی سے ذرا الگ دیکھا تو کہا گیا اے اللہ کے رسول ایسا کیوں ہوا؟ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دونوں لوگ آگے بڑھے اور عبداللہ کو تھوڑا تردد لاحق ہوا تھا پھر وہ آگے بڑھے تھے))[3]۔

اور ابن سعد کی طبقات میں موجود ایک روایت میں اور بیہقی کی دلائل میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبداللہ بن رواحہ اعتراض کرتے ہوئے داخل ہوئے کہا گیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتراض کیا تھا۔

([1])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(٢٢٥٥١) اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں کتاب المناقبباب ذکر عبداللہ بن روا حۃ میں حدیث نمبر(٧٠٤٨) اور امام طحاوی نے شرح مشکل اثار میں حدیث نمبر (٥١٦٩)(٥١٧٠)(٥١٧١)پر کی ہے۔

([2])اور امام طحاوی نے شرح مشکل اثار میں حدیث نمبر (٥١٦٩)پر کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

([3])اس حدیث کی تخریج ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حدیث نمبر(١٩٧١١) پر کی ہے اور اس کی سند کے رجال فقط ہیں مگر یہ کہ یہ حدیث مرسل ہے اور ابن اسحاق نے اس کی تقریر سیرت(٢٨/٤)میں کی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انہیں زخم لاحق ہوئی تو وہ آگے بڑھنے سے رک گئے اور انہوں نے اپنے نفس کو ملامت کی پھر انہیں ہمت آئیں اور انہوں نے جام شہادت نوش کیا[1]۔

اس عظیم جنگ میں کامیابی کس کو ملی؟

صحیح بخاری میں وارد ہے کی کامیابی مسلمانوں کو ملی تھی، جیسا کہ انہوں نے اپنی صحیح میں انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((یہاں تک کی جھنڈے کو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لے لیا یہاں تک کہ اللہ نے ان کو فتح نصیب کی)) [2]۔

اور ابن سعد کے یہاں طبقات میں وارد ہے کی رومیوں نے یہ جنگ جیتی تھی، چنانچہ انہوں نے اپنی طبقات میں ابو عامر کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: ((پھر مسلمانوں کو بہت بری طرح شکست ہوئی جیسے پہلے میں نے کبھی نہ دیکھی یہاں تک کہ میں نے دو لوگوں کو ایک ساتھ جمع ہوتے نہیں دیکھا)) [3]۔

اور صحیح بات جسے ابن اسحاق نے سیرت میں نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہر گروہ نے دوسرے پر برتری حاصل کی تھی[4]۔

اور اسے ہی القیم رحمہ اللہ نے راجح قرار دیا ہے[5]۔

([1])دیکھیے: طبقات الکبری اظم سعد(۲۷۴/۳) دلائل نبوت امام بیہقی(۳۶۹/۴)۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازیباب غزوۃ مؤتۃ میں حدیث نمبر(۴۲۶۲) پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام ابن سعد نے اپنی طبقات(۳۱۵/۲) میں کی ہے۔

([4])دیکھیے: سیرت ابن ہشام (۲۴/۴)۔

([5])دیکھیے: زاد المعاد(۳۳۸/۳)۔

بہر حال مؤتہ والے سریہ کا خاتمہ جیسا بھی رہا ہو مگر اس کے نتائج اور آثار بہت دیر تک رہے تھے۔

شیخ صفی الرحمٰن المبارکفوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس معرکہ کے انجام کے بارے میں مختلف روایات میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن تمام روایات پر غور کرنے کے بعد یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لڑائی کے پہلے دن پورے دن رومی فوج کے سامنے ڈٹے رہنے میں کامیابی حاصل کی۔ وہ یہ محسوس کر رہے تھے کہ ایسی کوئی جنگی تدبیر اختیار کرنا ضروری ہے جس سے رومیوں کے دلوں میں خوف وہراس بیٹھ جائے، تاکہ مسلمان باحفاظت پیچھے ہٹ سکیں اور رومیوں کو ان کا تعاقب کرنے کا موقع نہ ملے۔ خالد رضی اللہ عنہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر مسلمان پسپا ہو گئے اور رومیوں نے ان کا پیچھا شروع کر دیا، تو ان کی گرفت سے بچ نکلنا بہت ہی دشوار ہو جائے گا۔

جب دوسرے دن صبح ہوئی تو اس نے فوج کی حالت بدل دی۔ دشمنوں نے جب انہیں دیکھا تو اپنی حالت کو نہ مانا اور کہنے لگے: «ان کے پاس مدد آگئی ہے» —— وہ ڈر گئے۔ جب دونوں لشکر آپس میں جلوہ گر ہوئے اور کچھ دیر ایک دوسرے کے قریب آئے تو خالد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو تھوڑا تھوڑا پیچھے ہٹاتے ہوئے اپنی فوجی ترتیب برقرار رکھی۔ رومیوں نے ان کا پیچھا نہ کیا کیونکہ ان کے دل میں خیال آیا کہ مسلمان انہیں دھوکہ دے رہے ہیں اور کسی چال سے صحرا میں پھنسانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

یوں ہی دشمن اپنی سرزمین کی طرف واپس ہٹ گیا، اور مسلمانوں کا پیچھا کرنے کا خیال بھی اس کے دل میں نہ آیا۔ مسلمان بحفاظت واپس ہونے میں کامیاب ہو گئے، یہاں تک کہ مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ [1]

([1]) دیکھیے: الرحیق المختوم (ص ۳۹۱)۔

ابو جعفر کے گھر والوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مواسات:

عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر کے گھر والوں کو تین دن کی مہلت دی کہ آپ ان کے پاس آئیں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: تم آج کے بعد میرے بھائی پر نہ رونا تم میرے دونوں بھتیجے کو میرے پاس بلاؤ، وہ کہتے ہیں: پھر ہمیں میں لایا گیا گویا ہم مرغی کے چوزے تھے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے لئے حجام کو بلاؤ، حجام کو بلایا گیا اور اس نے ہمارے سروں کو مونڈا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہی بات محمد کی تو وہ ہمارے چچا ابو طالب کے مشابہ ہیں اور عبد اللہ میری خلقت اور اخلاق میں میرے مشابہ ہیں۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی جعفر کے گھر والوں کے لئے کافی ہو جا اور عبد اللہ کے داہنے ہاتھ کی کمائی میں برکت عطا فرما آپ نے اس طرح تین مرتبہ فرمایا۔

عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہماری والدہ[1] آئیں اور انہوں نے آپ کے لئے ہماری یتیمی کا تذکرہ کیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: ((کیا تم ان پر فقیری کا خوف کھاتی ہو اللہ کی قسم میں دنیا اور آخرت میں ان کا ذمہ دار ہوں))[2]۔

اور امام بخاری اور مسلم نے اپنی صحیح میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ جب ابن حارثہ، جعفر ابن ابی طالب اور عبد اللہ بن رواحہ کے قتل کی خبر آئی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے آپ پر غم کے علامات ظاہر تھے، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں دروازے کی شگاف سے باہر دیکھ رہی تھی ایک شخص آپ کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول

([1])یہ اسماء بنت عمیس خثعمیہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

([2])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۱۷۵۰)پر اور امام تحویل شیخ مشکل الاثار میں حدیث نمبر(۵۱۶۹) پر کی ہے اور اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

جعفر کے گھر کی عورتیں[1] رو رہی ہیں تو آپ نے انہیں منع کرنے کا حکم دیا، تو وہ شخص گیا پھر آیا اور کہا کہ میں نے منع کیا اور اس نے کہا کہ انہوں نے ان کی بات نہ مانی، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حکم دیا پھر گیا پھر آیا، پھر کہا: اللہ کی قسم وہ مجھ پر غالب آ گئیں، میں نے گمان کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کے منہ میں مٹی ٹھوس دو، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پھر میں نے کہا: ہاں اللہ تمہاری ناک کو خاک آلود کرے اللہ کی قسم تم ایسا نہیں کر سکتے اور تم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کوتھکان سے نہیں چھوڑا[2]۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خانہ کے پاس آئے اور کہا: جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا پکاؤ کیونکہ ان کے پاس ایسا معاملہ آ گیا ہے جس سے وہ مشغول ہو گئے ہیں یا انہیں اس معاملے میں مشغول کر دیا ہے[3]۔

ایک ضعیف حدیث

رہی بات اس روایت کے جسے امام احمد نے اپنی مسند میں اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جعفر کے قتل کے تیسرے دن میرے پاس آئے اور کہا تم اس دن کے بعد نوحہ[1] نہ کرنا[2]۔

([1])حافظ ابن حجر فتح الباری(٣٠٤/٨) میں کہتے ہیں: اس بات کا احتمال ہے کہ وہ اپنے بیویوں کو مراد لے رہے ہوں اور اس بات کا بھی احتمام ہے کہ اپ جملہ عورتوں کو مراد لے رہے ہوں جو جن کی نسبت اپ کی طرف کی جاتی ہے اور یہی دوسرا قابل اعتماد ہے کیونکہ ہم اسماء بنت عمیس کی علاوہ جعفر کی کوئی دوسری بیوی نہیں جانتے۔

([2])اور حدیث کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المغازی باب غزوۃ مؤتہ میں حدیث نمبر(٤٢٦٣) پر اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الجنائز باب التشدید في النیاحۃ میں حدیث نمبر(٩٣٥) پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(١٧٥١) اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں کتاب الجنائز باب ماجاء في الطعام یبعث إلی أھل المیت میں حدیث نمبر(١٦١٠) پر کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

تو اس کی اسناد ضعیف ہے کیونکہ یہ صحیحین سے ثابت حدیث کے مخالف ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((کسی عورت کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو جائز نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ نوحہ کرے مجھے سوائے شوہر کے اس کے لیے چار مہینہ دس دن کی اجازت ہے))[3]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آل جعفر کی خبر گیری

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آل جعفر کی خبر گیری کیا کرتے تھے اور ان کے معاملات کا اہتمام کرتے تھے چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں لفظ احمد کے ہیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماء بنت عمیس[4] سے کہا کیا ہوا میرے بھتیجوں کے جسم کمزور کیوں ہیں کیا انہیں کوئی ضرورت ہے[5]۔

انہوں نے کہا: نہیں مگر انہیں ہیں جلد نظر لگ جاتی ہے تو کیا میں انہیں رقیہ کروں؟

([1])امام ابن بطال کہتے ہیں جیسا کہ ان سے حافظ ابن حجر نے فتح الباری(۳/۴۹۰) میں نقل کیا ہے: سوگ کرنا یہ عورت کے شوہر کے انتقال کے بعد اس کا ہر قسم کی زیب و زینت والے لباس اور خوشبو وغیرہ کو ترک کر دینا ہے اور ہر وہ چیز جو جماع کی طرف راغب کرے ان کو ترک کر دینا ہے۔

([2])اس کی تخریج امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر(۲۷۰۸۳) پر کی ہے۔

([3])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الجنائز باب إحداد المرأة على غير زوجها میں حدیث نمبر(۱۲۸۰) اور اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب الطلاق باب وجوب الإحداد في عدة الوفاة میں حدیث نمبر(۱۴۹۱) پر کی ہے۔

([4])اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا یہ جعفر ابن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی جب وہ مؤتہ والے دن قتل کر دیے گئے تو ان سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا تھا۔

([5])امام سندی مسند کی شرح(۸/۱۰۲) میں کہتے ہیں :حاجہ یعنی فاقہ کیونکہ یتیم کو یہ ساری چیزیں لاحق ہوتی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((کس چیز سے؟))، تو انہوں نے رقیہ کو آپ پر پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((ان پر رقیہ کرو))[1]۔

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں روایت سند کے ساتھ اور امام احمد نے اپنی مسند میں حسن سند کے ساتھ اسماء بنت عمیس کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بے شک جعفر کی اولاد کو نظر لگ جاتی ہے کیا میں ان کے لئے رقیہ کیا کروں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((ہاں، اگر کوئی چیز تقدیر سے آگے ہونے والی ہوتی تو نظر بد آگے ہو جاتی))[2]۔

امام نووی نے مسلم کی شرح میں کہا ہے: اس حدیث میں تقدیر کا ثبوت ہے اور وہ نصوص اور اجماع اہل سنت سے ثابت ہے، اور اس کا معنٰی یہ ہے کہ ہر چیز اللہ رب العالمین کے تقدیر سے ہے، اور وہ اسی طرح سے واقع ہوتی ہے جیسا کہ اللہ رب العالمین نے اس کو مقدر کیا ہے اور جیسا کہ اللہ رب العالمین نے اسے جانا ہے تو کوئی بھی نظر بد یا اس کے علاوہ خیر و شر اللہ رب العالمین کی تقدیر کے بغیر واقع نہ ہوں گے، اور اس میں نظر بد کے معاملے کی صحت بھی موجود ہے اور یہ کہ اس کا نقصان بہت زیادہ ہوتا ہے، واللہ أعلم[3]۔

([1])اس کی تخریج امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب السلام ،باب استحباب الرقیۃ من العین والنملۃ...میں حدیث نمبر(۲۱۹۸) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۱۴۵۷۳) پر کی ہے۔

([2])اس کی تخریج امام ابن ماجہ نے اپنے سنن میں کتاب الطب، باب من استرقی من العین میں حدیث نمبر(۳۵۱۰) پر اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(۲۷۴۷۰) پر کی ہے اور اپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان:" اگر کوئی چیز تقدیر کو غالب آسکتی تھی تو نظر بد اس پر غالبآ سکتی ہے اس کی امام مسلم کے یہاں صحیح میں ایک شاہد ہے حدیث نمبر(۲۱۸۸) پر۔

([3])دیکھیے : صحیح مسلم مع شرح امام نووی(۱۴/۱۴۵)۔

اہل مدینہ کا موتہ کے لشکر کا استقبال کرنا

ابن اسحاق کہتے ہیں: جب لشکر مدینہ کے قریب ہو گیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے ان کا استقبال کیا اور بچوں نے ان کی جانب بڑھ کر ان سے ملاقات کی،،، تو لوگوں نے لشکر پر مٹی ڈالنا شروع کر دیئے اور کہہ رہے تھے: "فرار ہونے والے لوگ"، تم اللہ کے راستے میں فرار ہوئے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((یہ فرار ہونے والے نہیں ہیں بلکہ اگر اللہ نے چاہا تو یہ دوبارہ حملہ کرنے والے ہیں)) [1]۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ اس طریق سے مرسل روایت ہے اور اس میں غرابت بھی پائی جاتی ہے، اور میرے نزدیک درست بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ ابن اسحاق کو اس سیاق میں وہم ہوا ہے، اور انہیں یہ محسوس ہوا کہ یہ بھیڑ کے لوگ لشکر کے لوگ ہیں اور یہ تو دونوں لشکر کے ملاقات کے وقت فرار ہونے والوں کے لئے تھا، اور باقی لوگ فرار نہ ہوئے تھے، بلکہ انہیں کامیابی ملی تھی، جیسے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس کی خبر دی، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منبر پر تھے اور کہہ رہے تھے پھر جھنڈے کو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے اٹھایا اور اللہ نے ان کے ہاتھ پر فتح نصیب کی، تو مسلمان کیسے انہیں اس کے بعد فرار ہونے والے کہیں گے، بلکہ انہیں بہت عزت دی گئی ان کی تعظیم کی گئی، اور یہ برا بھلا کہنا اور چہروں پر مٹی ڈالنا ان لوگوں کے لئے تھا جو فرار ہو گئے تھے اور انہیں وہاں چھوڑ دیا تھا [2]۔

([1])اس کی تخریج امام ابن اسحاق نے سیرت (۳۰/۴) میں کی ہے اور اس کی اسناد مرسل ہے، جیسے کہ حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (۶۴۰/۴) میں کہا ہے اور اسی طرح امام احمد نے اسے اپنی مسند میں تخریج کیا ہے حدیث نمبر (۵۳۸۴) پر اور اس کی سند ضعیف ہے۔

([2])دیکھیے: البدایہ والنہایہ (۶۴۰/۴)۔

دونوں گروہوں کے مقتول

اوراس عظیم معرکہ میں مسلمانوں میں سے بارہ لوگ شہید ہوئے رہی بات رومیوں کی تو ان کے مقتولوں کی تعداد نہیں جانی جاتی ہے، مگر جنگ کی صفت ان کی کثیر تعداد ہونے پر دلالت کرتی ہے[1]۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور یہ بہت بڑی بات ہے کہ دو مختلف دین کے ماننے والے لوگ قتال کریں ان میں سے ایک وہ جماعت ہو جو اللہ کے راستے میں تین ہزار کے لشکر کے ساتھ قتال کر رہی ہو اور دوسری جماعت کافر ہو اور اس کی تعداد دو لاکھ جنگجوؤں پر مشتمل ہو، ایک لاکھ رومیو میں سے اور ایک لاکھ عرب کے نصرانیوں میں سے، وہ سبھی قتال کریں، جنگ کریں اور پھر ان سب کے باوجود مسلمانوں میں سے صرف 12 لوگ قتل کئے جائیں اور مشرکوں میں سے بہت سارے لوگ قتل کئے گئے، تو یہ اکیلے خالد ہیں کہہ رہے ہیں: اس دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں اور میرے ہاتھ میں صرف یہ یمنی ڈھال کے کچھ بھی نہ بچا، تو تمہارا کیا خیال ہے کہ انہوں نے ان سبھی تلواروں سے قتل کیا؟

ان کے علاوہ دوسرے حافظ قرآن بہادروں اور طاقتوروں کو چھوڑ دیجئے انہوں نے صلیب پرستوں پر اس وقت اور ہر لحظہ رحمان کی مدد کو غالب رکھا اور یہی اللہ رب العالمین کے اس قول میں داخل ہوگا: ((قد كان لكم ايه فى فئتين التقتا فئه تقاتل فى سبيل الله واخرى كافره يرونهم مثليهم راى العين والله يؤيد بنصره من يشاء ان فى ذلك لعبره لاولى الابصار))[آل عمران: ١٣][2]۔

([1])دیکھیے: سیرت ابن ہشام (٣٦/٤)،اور ابن اسحاق نے سیرت(٣٦/٤) میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو مؤتہ کی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔

([2])دیکھیے :حافظ ابن ابن کثیر کی بات البدایہ والنہایہ میں(٤/٦٥١)۔

غزوہ موتہ میں موجود بعض فوائد:

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ غزوہ موتہ میں بہت سے فوائد ہیں:

1-امارت کو شرط کے ساتھ معلق کرنے کا جواز، ترتیب کے ساتھ کئی امیروں کو مقرر کرنا۔

2-اور اس میں جنگ کی حالت میں بغیر امیر بنائے خود کو امیر بنانے کے جواز بھی موجود ہے۔

3-اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اجتہاد کا جواز موجود ہے۔

4-اور اس میں نبوت کے ظاہری نشانیوں میں سے ایک نشانی بھی موجود ہے۔

5-اور اس میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور صحابہ میں سے ذکر کیے گئے دیگر لوگوں کی ظاہری فضیلت موجود ہے[1]۔

•••

([1]) دیکھیے: فتح الباری (٨/٣٠٢)۔

سریہ ذات سلاسل[1]

اوراس غزوے کا سبب یہ تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی کہ قضاعہ قبیلے کے بلی[2] عذرہ[3] اور بنو قین کے کچھ لوگ اکٹھے ہوئے ہیں جو مدینہ کے اطراف پر دھاوا بولنا چاہتے ہیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بلایا، اور انہیں ان کی جانب بھیجا یہ سنہ آٹھ ہجری ماہ جمادی الاخرۃ کی بات ہے[4]۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عمرو تم اپنے ہتھیار اور اپنے کپڑے کو مضبوط کر لو پھر میرے پاس آؤ"۔

عمرو کہتے ہیں: میں نے ایسا ہی کیا پھر آپ صلی وسلم کے پاس پہنچا آپ وضو کر رہے تھے پھر آپ نے مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھا اور فرمایا: اے عمرو میں تمہیں ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجنا چاہتا ہوں اللہ رب العالمین تمہاری حفاظت کریں گے اور تمہیں مال غنیمت سے نوازیں گے اور میں ان میں سے تمہیں بہت زیادہ مال دوں گا۔

عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اسلام مال کی لالچ سے قبول نہیں کیا ہے میں نے اسلام جہاد اور آپ کے ساتھ رہنے کی رغبت میں قبول کیا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اچھا مال اچھے آدمی کے پاس کتنا ہی خوب ہے))[5]۔

([1])سلاسل: جزام کی سرزمین میں ایک چشمے کا نام ہے اور اسی کے ذریعے سے اس غزوے کا نام پڑا، دیکھیے: النہایہ(۲/۳۵۰)۔

([2])حافظ ابن حجر فتح الباری(۸/۴۰۳) میں کہتے ہیں: بلی با کے زبر اور لام کے کسرے کے ساتھ ہے۔

([3])حافظ ابن حجر فتح الباری (۸/۴۰۳)میں کہتے ہیں: عذرہ عین کے پیش اور ذال کے سکون کے ساتھ ہے۔

([4])دیکھیے: الطبقات الکبری از ابن سعد(۲/۳۱۵)، سیرت ابن ہشام(۴/۲۸۰)۔

([5])اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر (۱۷۷۶۳)اور امام بخاری نے الادب المفرد میں حدیث نمبر(۲۲۹) اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب الزکوۃ باب ذکر الإباحۃ لمرجل الذي یحج مع المال من حلہ کے اندر حدیث

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے سفید جھنڈا تیار کیا اور انہیں تین سو مہاجرین اور انصار کے ساتھ بھیجا ان کے ساتھ 30 گھوڑے تھے، چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نکلے وہ رات میں چلتے اور دن میں چھپ جاتے چنانچہ جب وہ لوگوں سے قریب ہوئے تو انہیں پتہ چلا کہ وہ کافی تعداد میں ہیں، تو انہوں نے رافع بن مکیث جہنی کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدد طلب کرنے کے لیے بھیجا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ کو مہاجرین اولین میں سے دو سو لوگوں کے ساتھ بھیجا جن میں ابو بکر اور عمر ہے اور انہیں حکم دیا کہ وہ عمرو سے جا ملیں اور اکٹھا رہیں الگ نہ ہوں۔

چنانچہ ابو عبیدہ رضی اللہ تعالی عنہ نکلے اور ہم آپ کے پاس پہنچ گئے، تو انہوں نے ابو عبیدہ سے لوگوں کی امامت کرانی چاہی تو عمرو نے کہا تم میری مدد کے لیے آئے ہوں اور میں امیر ہوں تو ابو عبیدہ نے کہا نہیں میں جس حالت میں ہوں اسی طرح رہنے دو اور جس حالت پر آپ ہو اس پر رہو تو ان سے عمرو نے کہا نہیں بلکہ تم میری مدد کے لئے آئے ہو۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ مہاجروں نے کہا بلکہ تم اپنے اصحاب کے امیر ہو اور ابو عبیدہ اپنے مہاجر ساتھیوں کے امیر ہیں، تو عمرو نے کہا بلکہ تم سبھی میری مدد کے لئے آئے ہو جب ابو عبیدہ نے یہ دیکھا جو کہ بہت ہی اچھے اخلاق والے اور بہت ہی نرم طبیعت والے تھے اور دنیا کے معاملات کی وہ کوئی پرواہ نہ کرتے تھے انہوں نے کہا: اے عمرو تم جان لو کی آخری بات جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کہی تھی وہ یہ تھی کہ اپنے ساتھی کے پاس جاؤ اور مل کر رہو اختلاف نہ کرنا اگر تم میری نافرمانی کروگے میں تمہاری فرمانبرداری جروں گا، تو عمرو نے کہا میں تمہارا امیر ہوں اور تم میرے لئے مدد کے طور پر آئے ہو تو ابو عبیدہ نے کہا ٹھیک ہے چنانچہ عمرو ہی لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔

نمبر(۳۲۱۱) پر اور امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر (۶۰۵۶)پر کی ہے اور اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

اور سارے لوگ آگے بڑھے یہاں تک کہ انہوں نے بلی شہر کو روند کر ذلیل کر دیا، یہاں تک کہ وہ لوگ ان کے شہر کے آخری سرے پر عذرہ اور بنو قین کے علاقے میں پہنچ گئے، اور وہاں آخر میں انہوں نے ایک جماعت دیکھی جو کہ تھوڑی سے تھی ان کا مقابلہ کیا، ان کے درمیان تھوڑی دیر تک جنگ ہوئی، اور تیر برسائے گئے پھر مسلمانوں نے ان پر دھاوا بول دیا، اور وہ بھی بھاگ گئے اور شہروں میں بکھر گئے۔

اور عمرز بن العاص رضی اللہ عنہ وہاں پر کئی دنوں تک ٹھہرے رہے، آپ لشکر بھیجتے اور وہ جا کر بکریاں اور چوپائے لے کر آتے چنانچہ وہ اسے ذبح کرتے اور کھاتے۔

اور اسی سریہ میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ آگ جلائیں، تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو بہت غصہ آیا اور انہیں مارنے کے لیے اٹھے مگر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کیا اور کہا کہ انہیں چھوڑ دو کیوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہمارا امیر اسی لئے بنایا ہے کیونکہ وہ جنگ سے متعلق زیادہ زیادہ جانکار ہیں چنانچہ وہ پر سکون ہو گئے۔

اور دوسری روایت میں ابن حبان کے یہاں صحیح میں ہے کہ پھر لوگوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بات کی تو ابو بکر نے ان سے اس بارے میں بات کی تو عمرو نے کہا: ان میں سے اگر کوئی بھی آگ جلاتا تو میں اسے اس میں پھینک دیتا، پھر انہوں نے دشمن سے ملاقات کی اور انہیں شکست دی لوگوں نے ان کی پیروی کرنی چاہی مگر انہوں نے منع کر دیا۔

مدینہ کی جانب واپسی

جب وہ لوگ مدینہ کی جانب واپس ہوئے تو ٹھنڈی کے وقت رات میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو احتلام ہو گیا، تو وہ نماز صبح کے لئے نکلے اور اپنے ساتھیوں سے کہا: اللہ کی قسم رات

مجھے احتلام ہوا تھا تو انہوں نے اپنے رانوں کے اندرونی حصوں کو دھویا اور نماز کی طرح وضو کیا[1] پھر انہیں نماز پڑھائی، پھر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ رافع بن مالک اشجعی کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فتح کی خوشخبری دینے کے لیے بھیجا، اور یہ کہ انہوں نے مسلمانوں کی شان کو شام کے ٹیلوں پر مضبوط کیا ہے، اور یہ کہ وہ لشکر کے صحیح سالم واپسی کی آپ کو خبر دیں۔

چنانچہ جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو لیکر آئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تم نے عمرو اور ان کے ساتھیوں کو کیسا پایا؟

تو انہوں نے ان کی تعریف کی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرو کے ان کے آگ جلانے سے منع کرنے اور دشمن کا پیچھا کرنے اور جنابت کی حالت میں انہیں نماز پڑھانے کا تذکرہ کیا۔

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس بارے میں پوچھا: تو عمرو نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ناپسند کیا کہ انہیں آگ جلانے کا حکم دوں پھر دشمن ہماری کم تعداد کو دیکھ لیں، اور میں نے ان کا پیچھا کرنا ناپسند کیا کیوں کہ اس سے ان کی مدد ہوتی اور وہ

([1])اور ایک دوسری روایت میں ہے وہ کہتے ہیں :پھر میں نے تیمم کیا اور انہوں نے وضو کا ذکر نہیں کیا ۔
ابن القیم رحمہ اللہ زاد المعاد (۳۴۲/۳)میں کہتے ہیں کہ :عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت مختلف ہے چنانچہ ان سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے ران کے پوشیدہ حصوں کو دھویا اور نماز کی طرح وضو کیا پھر انہیں نماز پڑھائی اور تیمم کا ذکر نہیں ہے اور گویا یہ روایت تیمم والے روایت سے زیادہ مضبوط ہے۔
عبدالحق کہتے ہیں اس کا ذکر انہوں نے کیا اور اس سے پہلے تیمم والے روایت کا ذکر کیا پھر کہا یہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہے کیونکہ یہ عبدالرحمن ابن جبیر الم صری سے مروی ہے ابو القیس مولا عمر کے حوالے سے امر رضی اللہ عنہ کے واسطے اور پہلی روایت جس میں تیمم کا ذکر ہے یہ عبدالرحمن ابن جبیر کی روایت سے عمر بن عاص سے مروی ہے اور اس کے درمیان ابو قیس کا ذکر نہیں ہے ۔
امام بیہقی سنن (۲۲۶/۱)میں کہتے ہیں: اس بات کا احتمال ہے کہ انہوں نے وہ کیا ہو جو دونوں روایتوں میں منقول ہے جس چیز کو دھو سکے انہوں نے دھویا اور باقی پر تیمم کیا۔

ان پر نرمی کرتے،اور مجھے سخت سردی کی رات میں احتلام ہوا تو مجھے لگا کہ اگر میں غسل کروں گا تو ہلاک ہو جاؤں گا اور میں نے اللہ رب العالمین کا یہ فرمان یاد کیا: ((ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما))۔

تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عمرو کی بات سن کر ہنسے اور انہیں کچھ نہ کہا[1]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک لوگوں میں سب سے محبوب کون:

جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے تمام کام سے راضی ہیں تو انہوں نے گمان کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان کا مقام ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے بھی زیادہ بڑھ گیا ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول آپ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ۔

میں نے کہا: مردوں میں۔

([1])اس سریہ کے خبر کی تخریج بغیر تفصیل کے امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب التیمم باب إذا خاف الجنب علی نفسہ المرض أو الموت میں معلق طور پر روایت کیا ہے اور انہوں نے ہی کتاب المغازی باب غزوۃ ذات السلاسل میں حدیث نمبر(۴۳۵۸) پر اس کی تخریج کی ہے اور امام مسلم نے اس کی تخریج اپنے صحیح میں کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل أبي بکر الصدیق میں حدیث نمبر(۲۳۸۴) پر کی ہے۔

اور اس کے تفصیل کی تخریج ابن حبان نے اپنے صحیح میں کتاب الط ہارہ باب الت تیمم میں حدیث نمبر(۱۳۱۵) پر اور کتاب ا السیر باب الخلا فۃ والإمارۃ میں حدیث نمبر(۴۵۴۰) پر کی ہے اور امام احمد نے اس کی تخریج اپنے مسند میں حدیث نمبر(۱۷۸۱۲) پر اور امام حاکم نے مستدرک میں کتاب الط ہارہ باب عدم الغ سل للجنا بۃ فی شدۃ البرد میں حدیث نمبر(۶۴۷)(۶۴۸) پر اور امام طحاوی شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(۲۴۵۷) پر کی ہے صحیح سندوں کے ساتھ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے باپ، میں نے کہا: پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر بن خطاب۔

عمرو کہتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے لوگوں کا نام لیا تو میں اس خدشے سے خاموش ہو گیا کہ کہیں آپ مجھے سب سے آخر میں نہ شمار کریں[1]۔

اور عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ بات وارد ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا تو عمرو نے کہا: پھر کون۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو عبیدہ ابن الجراح۔[2]

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں: حدیث میں مبہم رکھے گئے کچھ لوگوں کہ اس حدیث سے وضاحت ہوتی ہے[3]۔

اس حدیث میں بہت سے فوائد موجود ہیں:

1-مفضول شخص کے فاضل شخص پر امیر بنانے کا جواز اگر مفضول شخص امیر بنائے جانے سے متعلق کسی صفت سے ممتاز ہو۔

2-اور اس میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے آدمیوں پر اور عائشہ کے لئے عورتوں پر فضیلت کی دلیل ہے۔

([1])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب الفضائل باب قول النبي لو كنت متخذا خليلا میں حدیث نمبر(۳۶۶۲) پر اور انہوں نے ہی کتاب المغازی باب غزوة ذات السلاسل میں حدیث نمبر(۴۳۵۸) پر کی ہے اور اس کی تخریج امام مسلم نے اپنے صحیح میں کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل أبي بكر الصديق میں حدیث نمبر(۲۳۸۴) پر کی ہے۔

([2])عبداللہ ابن شقیق کی روایت کی تخریج ابن حبان نے اپنے صحیح کتاب إخباره عن مناقب الصحابة باب ذكر أبي عبيدة بن الجراح میں حدیث نمبر(۶۹۹۸) پر کی ہے اور اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

([3])دیکھیے: فتح الباری(۷/۳۷۷)۔

3-اوراس میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے لیے لشکر پران کے امیر بنائے جانے سے متعلق خاص منقبت موجود ہے کہ انہیں ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں امیر بنایا گیا اگرچہ یہ ان پر فضیلت رکھنے کی دلیل نہیں ہے مگر مگر اس سے اس بات کا تقاضہ ضرور ہوتا ہے کہ اجمالی طور پر ان کی فضیلت ہے[1]۔

خضرہ کی جانب ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا سریہ

اور یہ سریہ شعبان سنہ 8 ہجری میں پیش آیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو قتادہ حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ کو پندرہ لوگوں کے ساتھ خضرہ[2] کی جانب بھیجا، وہ اس لیے کیوں کہ غطفان قبیلے کے لوگ وہاں پر بھیڑ اکٹھا کر رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ جا کر ان پر دھاوا بولیں چنانچہ وہ رات کو چلتے اور دن میں چھپ جاتے، پھر انہوں نے ان کی ایک بڑی جماعت جو پانی کے پاس ٹھہری ہوئی (حاضر)[3] تھیں ان پر حملہ کیا اور انہیں گھیر لیا اور ان میں سے بہت سے آدمیوں کے ساتھ قتال کیا، ان کے سرداروں میں کچھ کو قتل کر دیا اور ان کے چوپایوں کو ہانک لیا، چنانچہ وہ دو سو اونٹ تھے، پھر وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لائے ہوئے مال غنیمت کو خمس نکالنے کے بعد ان کے درمیان تقسیم کر دیا، تو ان میں سے ہر شخص کو بارہ بارہ اونٹ ملے، اور ایک اونٹ کو 10 بکریوں سے بدلہ اور ان کا سفر 15 راتوں کا تھا۔

([1])مرجع سابق(۸/۴۰۴)۔

([2])خضرہ :خا کے زبر اور ض کے زیر کے ساتھ نجد میں ایک جنگ کی جگہ ہے، دیکھیے:ال طبقات الکبری ابن سعد(۲/۳۱۶)۔

([3])حاضر :وہ لوگ جو کسی چشمے کے پاس مقیم ہوں اور وہ وہاں سے سفر نہ کرتے ہوں، دیکھیے: النھایۃ(1/384)۔

اور قیدیوں میں ایک خوبصورت لونڈی بھی تھی جو کہ ابو قتادہ کے حصے میں آئی، چنانچہ محمیہ[1] بن جزء[2] رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بے شک ابو قتادہ کو ایک لونڈی ملی ہے اور آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ پہلے مال غنیمت کے حاصل ہونے پر مجھے ایک لونڈی دیں گے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس پیغام بھیج کر ان کے لونڈی کو انہیں دینے کا حکم دیا کیا تو انہوں نے انہیں وہ لونڈی دے دیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے محمیہ بن جزء کو دے دیا[3]۔

([1])محمیہ:<<<<<<<<<<<<<<<<<<دیکھیے: الاصابہ(۳۶/۶)۔

([2])جزء: جیم کے زبر اور ز کے سکون کے ساتھ ہے، دیکھیے:الاصابہ(۳۶/۶)۔
حافظ ابن حجر الاصابہ (۳۶/۶)میں کہتے ہیں: انہوں نے پہلے اسلام قبول کیا تھا اور حبشہ کی جانب ہجرت بھی کی تھی۔

([3])دیکھیے: الطبقات الکبری از ابن سعد(۳۱۶/۲)۔

غابہ کی جانب عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کا سریہ

اوراس کا سبب یہ تھا کہ بنو جشم کا ایک شخص جسے رفاعہ بن قیس یا قیس بن رفاعۃ کہا جاتا تھا، وہ اپنی قوم کے بہت سے لوگوں کے ساتھ غابہ میں ٹھہرا جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کے لیے لوگوں کو جمع کر رہا تھا، جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جانب عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور عبداللہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا تھا کہ آپ ان کی بیوی کے مہر کے سلسلے میں ان کی مدد کریں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تم نے ان کو کتنے مہر دینے کا وعدہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا: دو سو درہم، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اپنے اس وادی[1] سے درہم کو اٹھاتے تمہارے لئے مناسب نہیں تھا کہ تم اس سے زیادہ لو[2] میرے پاس تمہیں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں میں سے دو آدمیوں کو بلایا تاکہ وہ اس آدمی یعنی قیس بن رفاعہ یا رفاعہ بن قیس کی جانب جائیں۔

چنانچہ وہ لوگ نکلے اور ابن حدرد نے رفاعہ بن قیس کو قتل کر دیا، اور اس کی قوم کے لوگ بھاگ کھڑے ہوئے، اور انہوں نے جتنا ہو سکا ان کی عورتوں اور بچوں اور ہلکے سامان کو اپنے ساتھ لے لیا، اور ان کی بہت سے اونٹ اور بکریاں اپنے ساتھ لے لیں، اور انہیں لے کر اللہ کے

([1])مسند کی ایک روایت میں حدیث نمبر(١٥٧٠٦) پر اس وادی کا نام ایا ہے اور کہا ہے کہ وہ بطحان نام کی وادی تھی۔

اور بطحان یہ با کے پیش اور ط کے سکون کے ساتھ ہے جو کہ مدینہ میں ایک وادی ہے، دیکھیے: النہایہ(١/١٣٤)۔

([2])امام سندی مسند کی شرح (٨/٤٦٣)میں کہتے ہیں: کہ تمہارے لیے مناسب نہیں تھا کہ تم زیادہ کرو تم کیسے زیادہ کر سکتے ہو حالانکہ یہ بغیر تھکاوٹ کے حاصل نہ ہوتی ہے اور اس بات کا بھی اعتماد ہے کہ ماں استفامیہ ہو یعنی تم نے کس طرح سے زیادتی کی ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن ابی حدرد کو ان میں سے 13 اونٹ دیئے[1]۔

(1)اس سریہ کے قصے کی تخریج امام احمد نے اپنے مسند میں حدیث نمبر(۲۳۸۸۲) اور ابن اسحاق نے سیرت(۲۸۵/۴) میں اور دلائل نبوت (۳۰۳/۴)میں امام بیہقی نے کی ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

اضم[1] نامی علاقے کی جانب ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا سریہ

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو قتادہ حارث بن ربا ح رضی اللہ عنہ کو ایک سریہ میں اضم کی جانب بھیجا، اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت بھی تھی جن میں عبداللہ بن ابی حدرد، محلم بن جثامہ ابن قیس رضی اللہ عنہم بھی تھے، اور یہ ماہ رمضان کے ابتدا میں سنہ آٹھ ہجری میں پیش آیا، یہاں تک کہ جب وہ اضم کی وادی میں تھے، ان کے پاس سے عامر بن اضبط اشجعی کا گذر ان کے کچھ اونٹوں کے پاس سے ہوا اور اس کے ساتھ کچھ ساز وسامان اور دودھ کا برتن بھی تھا، جب ان کا گزر ان کے پاس سے ہوا تو انہوں نے انہیں اسلام کا سلام پیش کیا، تو لوگ خاموش رہے، اور ان پر محلم بن جثامہ نے حملہ کر دیا، اور اسے اپنے اور ان کے درمیان موجود کسی بغض کی وجہ سے قتل کر دیا، اور اس کے ساز وسامان اور اونٹوں کو اپنے ساتھ لے لیا اور وہ لوگ واپس ہو گئے اور انہیں کوئی جماعت نظر نہ آئی، چنانچہ جب وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے آپ کو اس کے بارے میں خبر دی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے محلم بن جثامہ سے کہا: کیا تم نے اسے یہ کہنے کے بعد قتل کر دیا کہ وہ مسلمان ہیں انھوں نے کہا اس نے ایسا قتل سے بچنے کے لئے کہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو تو نے اس کے پیٹ کو کیوں نہیں پھاڑا تا کہ اس کے دل کی بات جان لیتا۔

انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں نے اس کے پیٹ کو پھاڑتا تو میں اس کے دل کی بات زیادہ جاننے والا ہوتا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو تم نے نہ اس کے بات کو قبول کی اور نہ تم اس کے دل کی بات جاننے والے ہو۔

([1])اِضم: حمزہ کے زیر اور ض کے فتح کے ساتھ ایک جگہ کا نام ہے، دیکھیے: النہایہ(۱/۵۵)۔

تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کیجئے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تجھے نہ معاف کرے۔ اور اللہ رب العالمین نے یہ فرمان نازل فرمایا: ((یا ایها الذین امنوا اذا ضربتم فی سبیل الله فتبینوا ولا تقولوا الیکم السلام لست مومنا، تبتغون عرض الحیاة الدنیا فعند الله مغانم کثیرة کذلك کنتم من قبل فمن الله علیکم فتبینوا ان الله کان بما تعملون خبیرا))[النساء: ٩٤][1]۔

چنانچہ اس کے بعد محلم صرف 7 دن تک زندہ رہے، یہاں تک کہ مر گئے، جب انہیں دفن کیا گیا تو زمین نے انہیں پھینک دیا، پھر انہیں دوبارہ دفن کیا گیا پھر زمین نے پھینک دیا، انہیں لوگوں نے دوبارہ دفن کیا پھر سے زمین نے پھینک دیا، چنانچہ جب ان کے قوم کے لوگ تھک گئے تو انہیں دو دیواروں کے درمیان لے گئے اور ان کے درمیان برابر کر دیا، پھر اس پر تہ بہ تہ پتھر رکھا یہاں تک کہ اسے چھپا دیا، انہوں نے اس کا تذکرہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((زمین اس سے بھی برے شخص کو قبول کر لیتی ہے لیکن اللہ رب العالمین نے یہ چاہا کہ وہ تمہیں تمہارے درمیان حرام کی گئی چیزوں کے بارے میں تمہیں اس کو دکھا کر نصیحت کرے))۔

([1])میں کہتا ہوں: امام بخاری کے یہاں صحیح میں حدیث نمبر (۴۵۹۱)پر اور مسلم کے یہاں صحیح میں حدیث نمبر(۳۰۲۵) پر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص اپنے مال غنیمت میں تھا تو مسلمان اس کے پاس پہنچے اور کہا السلام علیکم اور اسے قتل کر دیا اور اس کے مال غنیمت کو لے لیا تو اللہ تعالی نے یہ ایت نازل فرمائی۔

حافظ ابن حجر فتح الباری(۹ي۱۳۵) میں کہتے ہیں کہ: کوئی مانع نہیں ہے کہ یہ ایت دونوں معاملوں میں ایک ساتھ نازل ہوئی ہو۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((رہی بات زمین کی تو وہ اس سے بھی برے شخص کو قبول کر لیتی ہے لیکن اللہ رب العالمین نے چاہا کہ اسے تمہارے لیے عبرت بنادیں تاکہ تم میں سے کوئی شخص کسی کلمہ گو یا خود کو مسلمان کہنے والے شخص کو قتل نہ کرے[1]۔

میں کہتا ہوں: صحیح بخاری اور مسلم میں ایک دوسرا قصہ ایسے شخص کا وارد ہے جسے زمین نے پھینک دیا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں، ایک مسیحی شخص تھا جس نے اسلام قبول کیا، اور سورہ بقرہ اور آل عمران پڑھیں، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لکھا مگر وہ پھر سے نصرانی ہو گیا چنانچہ وہ کہا کرتا تھا، میں نے جو محمد کے لئے لکھا ہے وہ وہی پڑھتا ہے، تو اللہ نے اسے موت دی، اور اسے لوگوں نے دفن کیا، تو صبح ہوتے ہی لوگوں نے دیکھا کہ اسے زمین نے پھینک دیا تھا اور پھر اسے لوگوں نے دفن کرنا چاہا مگر زمین نے تین مرتبہ اسے پھینک دیا[2]۔

([1])اس قصے کی تخریج محـ لم بن جثامہ کے زمین کے باہر کرنے کے ذکر کے بغیر امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر(٢٣٨٨١) پر کی ہے اور محـ لم بن جثامہ کے زمین کے لفظ کے ذکر کے ساتھ اس کی تخریج ابن اسحاق نے سیرت(٢٨٢/٤) میں اور بیہقی نے دلائل نبوت (٣٠٩/٤-٣١٠)میں کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

([2])اس کی تخریج امام بخاری نے اپنے صحیح میں کتاب المناقب باب علامات النبـ بوۃ في الإسلام میں حدیث نمبر(٢٧٨١) اور مسلم نے اپنے صحیح کتاب صفات المنافـ قین وأحکامـ ھم میں حدیث نمبر(٢٧٨١) پر کی ہے اور اس کی تخریج امام طحاوی نے شرح مشکل الاثار میں حدیث نمبر(٣٢١١) پر کی ہے۔

فہرست

غزوہ احد اور غزوہ خندق کے درمیان پیش آمدہ واقعات 3

بنو اسد کی طرف ابو سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کا لشکر 4

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات 5

خالد بن سفیان ہذلی کو قتل کرنے کے لیے عبد اللہ بن انیس رضی اللہ تعالی عنہ کا لشکر 7

سریہ رجیع 10

عہد پر اترنے والے تین لوگوں کا معاملہ: 13

زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کا قتل 14

خبیب بن عدی رضی اللہ تعالی عنہ کا قتل 14

فوائد حدیث: 17

بئر معونہ یا سریہ قراء کا دردناک واقعہ 20

صحابہ کرام کا بئر معونہ پہنچنا 21

سریہ قراء کے لوگوں کا قتل: 22

عامر ابن فہیرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی کرامات: 23

عامر ابن فہیرہ کے بارے میں مختصر نوٹ 24

اپنے صحابہ کے قتل پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا غم 25

حافظ ابن حجر کے لئے ظاہر ہونے والی ایک حکمت: 27

نیزوں سے کھیلنے والے شخص کا اس غداری کے سلسلے میں موقف: 27

عمرو ابن امیہ ضمری کے ہاتھوں بنو عامر کے دو لوگوں کا قتل: 28

غزوہ بنو نضیر 29
اس غزوے کا سبب 29
پہلا سبب: 29
دوسرا سبب 31
محمد ابن مسلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کا لشکر 32
بنو نضیر کا محاصرہ 33
اللہ رب العالمین کی طرف سے یہودیوں کے دلوں میں رعب ڈالا جانا اور ان کی جلاوطنی: 35
اسلام سے پہلے انصار اور یہودیوں کی بھائی چارہ: 37
اسلام میں پہلا مال فے ○: 38
سورہ حشر کا مکمل نزول: 40
دوسری غزوہ بدر ○ 43
ابو سفیان کا اپنے لشکر کے ساتھ نکلنا 43
نزول آیت کے سلسلے میں تحقیق: 45
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کی طرف واپسی : 46
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے شادی 48
ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کی مختصر حالت زندگی: 52
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کا ام سلمہ سے غیرت 53
ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات 53
سنہ پانچ ہجری 55

غزوہ دومۃ الجندل ○ 55
اس غزوہ کی خصوصیات 56
مزینہ کے وفد کی آمد 57
مزینہ قبیلے کی فضیلت میں وارد ایک حدیث 59
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا زینب بنت جحش سے نکاح اور پردے کے حکم کا نزول ○ 60
اس نکاح کی حکمت 60
زینب رضی اللہ تعالی عنہا زید رضی اللہ عنہ کے پاس سال بھر رہیں 62
زینب رضی اللہ عنہا سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح: 64
کمزور روایتیں: 65
ولیمہ ○ 67
حجاب کے حکم کا نزول 69
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا نزولی حجاب کی تمنا 70
زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے فضائل 73
زینب رضی اللہ عنہ کی وفات: 75
غزوہ بنو مصطلق ○ یا مریسیع ○ 77
اس کا سبب 78
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نکلنا: 78
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مریسیع پہنچنا: 79
ایک ضعیف روایت 80

ابن سعد کا اپنی طبقات میں وہم: 81
مال غنیمت کا اکٹھا کرنا اور قیدیوں کو باندھنا: 81
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جویریہ بنت حارث رضی اللہ تعالی عنہا سے نکاح: 82
جویریہ رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں مختصر خاکہ: 83
صحابہ کرام کا عزل ○ سے متعلق سوال: 85
عزل کو ناپسند کرنے کا سبب: 85
غزوہ بنو مصطلق میں مسلمانوں کے شہداء: 86
غزوہ بنو مصطلق میں منافقین کا گھناؤنا چال: 86
پہلا واقعہ: مہاجرین اور انصار کے درمیان فتنے کا بھڑکنا 87
عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کا ردعمل 88
زید بن ارقم ○ رضی اللہ عنہ کا ابن ابی بن سلول کے بات کی خبر دینا: 89
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل 91
سورہ منافقون کا نزول: 93
فوائد حدیث: 94
منافقوں کے ایک عظیم شخص کی وفات: 95
عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے منافق والد کو قتل کرنے کی اجازت طلب کرتے ہیں : 96
دوسرا واقعہ: واقعہ افک: 97
روایات کے مابین کوئی تعارض نہیں: 103
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا علی ابن ابی طالب اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مشورہ؛ 105

افک والے واقعے کو پھیلانے والوں پر حد کا نفاذ 112
عبداللہ بن ابی ابن سلول کا چھوڑ دیا جانا 113
حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کا عائشہ رضی اللہ عنہ سے معذرت: 113
زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ کی شدید پرہیز گاری 114
ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا اپنے زبان کی حفاظت: 115
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مسطح کے اخراجات روکنا پھر دوبارہ اس کا چالو کرنا: 116
کیا تیمم والی آیت مریسیع والے سفر میں نازل ہوئی: 117
قصہ افک کے واقعہ سے حاصل شدہ فوائد: 120
آزمائش کا اختتام: 130
غزوہ خندق (ابتدا سے انتہا تک) 132
غزوہ خندق 132
غزوہ کا سبب 132
گروہوں کا نکلنا اور ان کی تعداد: 134
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ساتھیوں سے مشورہ اور خندق کی کھدائی: 135
ایک ضعیف حدیث: 136
خندق کی کھدائی کی شروعات: 136
روایت میں ایک وہم 138
سخت بھوک جو انہیں لاحق ہوئی: 139
منافقوں کی رسوائی: 141

معجزوں کا ظہور: 141
تھوڑے کھانے کا زیادہ ہونا: 141
دوسرا معجزہ: 143
ایک دوسرا معجزہ: 144
معجزات کا وقوع 146
بشارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مطابق منافقوں کا موقف: 146
خندق کھود کر فراغت 147
انصار کے لیے ہجرت نہیں: 148
مشرکین کے لشکر کا پہنچنا: 149
مسلمانوں کا نکلنا اور ان کی تعداد: 149
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹھہرنے کی جگہ اور احزاب کی آمد: 150
خندق کو دیکھ کر مشرکوں کی دہشت اور ان کی جانب سے تیر چلایا جانا: 150
بنو قریظہ کی جانب سے عہد وپیمان کی پامالی: 151
زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا بنو قریظہ کے نقض عہد کی تحقیق: 153
فوائد حدیث: 154
دونوں سعد رضی اللہ عنہ ما کا قریظہ کی خبر سے متعلق مزید تحقیق: 155
خوف کی شدت اور نفاق کا ظہور؛ 156
اوس بن قیظی کی بات: 158
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے سچے صحابہ کی حالت: 159

مدینہ کی حراست 159
ایک ضعیف روایت 160
حصار کی شدت اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غطفان قبیلے سے صلح کرنے کی کوشش: 161
مشرکوں میں سے کچھ لوگوں کا خندق کو پار کرنے کی کوشش: 162
عمرو بن ود کا علی بن ابی طالب کے ہاتھوں قتل ثابت نہیں ہے: 163
نوفل بن عبداللہ کا قتل: 165
وہ صحابی جنہیں سانپ نے قتل کیا: 166
سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا زخم 167
رفیدہ الاسلمیہ زخمیوں کا علاج کر رہی ہیں: 170
قتال کا استمرار اور نماز کا فوت ہونا: 170
نعیم بن مسعود کا قبول اسلام اور ان کا مشرکوں کو دھوکا دینا: 174
احزاب کے درمیان اختلاف اور انتشار کا وقوع: 177
احزاب پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا: 179
احزاب کی شکست 180
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حذیفہ کو احزاب کی خبر لانے کے لیے بھیجنا: 182
خندق سے مدینہ کے لئے واپسی: 185
غزوہ بنو قریظہ 187
صحابہ کے درمیان اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے سلسلے میں اختلاف 189
دونوں گروہوں میں درستگی کے زیادہ قریب کون تھے؟ 190

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بنو قریظہ کی جانب نکلنا: 191
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بنو قریظہ میں پہنچنا: 192
عمرو بن سعدی قرظی کا موقف: 194
ابو لبابہ ؓ رضی اللہ عنہ سے ان کا مشورہ 195
بنو قریظہ کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر نزول: 197
سعد رضی اللہ عنہ کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچنا اور بنو قریظہ کے بارے میں ان کا فیصلہ: 199
قریظہ کے بارے میں حکم کی تنفیذ 200
حیی بن اخطب کا قتل: 201
بنو قریظہ سے ایک عورت کے علاوہ کسی اور عورت کو قتل نہیں کیا گیا: 202
عطیہ قرظی کی نجات: 203
عمرو بن سعد قرظی کا قصہ: 203
بنو قریظہ کے مال غنیمت کی تقسیم 204
ریحانہ کا انتخاب: 205
بنو قریظہ کے جنگ کے شہداء 206
ایک ضعیف حدیث: 207
کبھی نہ ختم ہونے والی رسوائی: 207
بڑے سردار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات: 208
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریل کے واسطے سعد رضی اللہ عنہ کے وفات کی خبر: 210
سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کے سبب عرش کا ہلنا 212

سعد رضی اللہ عنہ کی تجہیز اور ان کا دفن: 214
سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات سے سخت غم: 214
سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ایک حدیث 215
خندق اور بنو قریظہ کے قتل سے متعلق قرآن کی کونسی آیت نازل ہوئی 216
اشجع کے وفد کی آمد 217
سنہ 6 ہجری 219
غزوہ خندق اور غزوہ خیبر کے درمیان کے واقعات 219
قرطاءؓ کی جانب محمد بن مسلمہؓ کا سریہ 220
کیا اس سریہ میں ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ قیدی بنائے گئے؟ 221
غزوہ بنو لحیان 222
اس غزوہ میں نماز خوف کا تذکرہ 223
عمر کی جانب عکاشہ بن محصن کا سریہ 224
محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا ذی قصہؓ کی جانب سریہ 225
ذوالقصہ کی جانب ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا سریہ 226
جموم میں آباد بنو سلیم کی جانب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا سریہ 227
عیص کی جانب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا سریہ 228
ابو العاص رضی اللہ عنہ کی مکہ واپسی اور ان کا قبول اسلام 230
زینب رضی اللہ عنہ کا ان کے شوہر کے پاس پہلے نکاح پر واپسی 230
ضعیف حدیث: 232

ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کے بعض فضائل: 233
زینب سے ابوالعاص کی اولاد: 234
فوائد حدیث حدیث 234
امامہ موت کے قریب تھیں 235
طرف ○ کی جانب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا سریہ 239
عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا سریہ دومہ الجندل ○ کی جانب 240
فدک ○ کی جانب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا سریہ 242
سلام ○ بن ابی الحقیق ○ کے قتل کیلئے عبداللہ بن عتیک کا سریہ 244
اس واقعے کی تفصیل: 244
فوائد حدیث 248
یسیر بن رزام یہودی کے قتل کی خاطر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا سریہ 249
سریہ خبط 251
یہ سریہ کب پیش آیا 254
عرنیین کی طرف کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ کا سریہ 256
ایک ضروری تنبیہ: 260
یہ سب سے اہم سرایہ جات تھے: 260
صلح حدیبیہ ○ 262
مسلمانوں اور دیہات میں آباد لوگوں کو جمع ہونے کا حکم: 263
احرام اور مکہ کی جانب سفر 263

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا قصہ 266
فوائد حدیث: 267
مکہ کی جانب راستے کو مکمل کرنا 269
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہ سے مشورہ: 270
خالد بن ولید کا مسلمانوں پر دھاوا بولنے کی کوشش اور پہلی نماز خوف: 271
اسلام میں پہلی نماز خوف سے متعلق وحی کا نزول: 272
نماز خوف کی مختلف کیفیات: 273
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکوں کے راستے سے ہٹ کر حدیبیہ میں پڑاؤ ڈالنا: 274
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا بیٹھنا: 276
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہونے کے لیے اپنی اونٹنی کو ابھارنا: 277
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دوسرا معجزہ: 279
بارش کا نزول اور قیام گاہ میں نماز کا حکم 281
بدیل بن ورقاء کی وساطت رسولِ اللہ ﷺ اور قریش کے درمیان: 282
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب قریش کے قاصد: 284
ان میں سب سے پہلے مکرز ○ بن حفص تھے: 284
ان میں سے دوسرا شخص حلس ○ بن علقمہ تھا۔ 285
ان کے تیسرے شخص تھے عروہ بن مسعود ثقفی : 286
بے مثال محبت 290
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قریش کی جانب خراش بن امیہ رضی اللہ عنہ کو بھیجنا؛ 291

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا بھیجنا: 292
عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر اور بیعت رضوان 293
سب سے پہلے بیعت کرنے والے 293
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے پہلے بیعت کی : 294
سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ بیعت کی 295
عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت 297
بیعت کس چیز پر بات ہوئی تھی؟ 298
جد ؓ بن قیس کے علاوہ سبھی لوگوں نے بیعت کی 299
جد بن قیس کے بارے میں مختصر حالات زندگی: 300
بیعت رضوان میں شریک لوگوں کی فضیلت 302
درخت کا انجام 305
جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت 307
عثمان رضی اللہ عنہ کی واپسی 308
اس بیعت کے بارے میں جانکاری کے بعد قریش کا رد عمل: 308
صلح کی کتابت اور اس کے بنود: 309
صلح حدیبیہ کے بنود 311
ابو جندل کا واپس کیا جانا 313
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ابو جندل سے متعلق موقف 315
صلح کی شرطوں پر مسلمانوں کا غم اور عمر رضی اللہ عنہ کا موقف 316

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا احرام سے حلال ہونا اور مسلمانوں کو اس کا حکم دینا: 319
حلق کرنے والوں کے لئے تین مرتبہ اور قصر کرنے والوں کے لئے ایک مرتبہ دعا: 321
ہدی کے جانوروں کی قربانی: 322
فدیہ والی آیت کا نزول: 323
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ کی جانب واپسی اور سورہ فتح کا نزول: 324
رسولِ اکرم ﷺ کا عمر رضی اللہ عنہ کو سورۂ فتح سنانا: 326
صلح حدیبیہ اسلام کی سب سے عظیم فتح 327
مدینہ کی طرف واپسی کے وقت راستے میں پیش آنے والے واقعات: 330
نماز فجر کا فوت ہونا 330
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا غائب ہونا: 331
صلح کے بعد ہجرت کرنے والی خواتین کا معاملہ 332
ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں مختصر معلومات: 334
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اپنی کافر بیویوں کو طلاق دینا: 334
ابو بصیر O رضی اللہ عنہ کا قصہ 335
ابو جندل کا بھاگنا: 337
سنہ سات ہجری 340
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بادشاہوں اور امیروں کے پاس خط O 340
1-اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے لیے 343
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نجاشی کے لیے لکھے گئے خط کا نص: 344

نجاشی رضی اللہ عنہ کی وفات: 347
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط شاہ روم ہرقل ○ کی جانب 349
ہرقل کا قسطنطنیہ سے بیت المقدس کی جانب سفر 350
3-فارس کے بادشاہ کسری ○ کی جانب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط 358
فوائد حدیث: 360
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے فارس اور روم کے فتح کی خوشخبری 361
4-اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس کی جانب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط 362
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فتح مصر کی خوشخبری دینا 365
دمشق والے حارث بن ابی شمر کی جانب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط 366
6-یمامہ کے بادشاہ ہوذہ بن علی کی جانب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط 367
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہودیوں کے جادو ○ کا شکار ہونا 369
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا لبید کے جادو کا شکار ہونا: 370
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر معوذتین کا نزول 372
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا لبید بن اعصم کو چھوڑنا 373
جادو کا سب سے نفع بخش علاج: 374
قتیلہ ○ بنت عبد العزی کا اپنی بیٹی اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس آنا 376
غزوہ ذی قرد ○ یا غابہ 378
اس کا سبب 379
سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا نکلنا 379

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ان لوگوں کی تلاش میں نکلنا: 381
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذی قرد کے مقام پر نماز خوف ادا کرنا: 385
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ واپسی 386
مسلمان عورت کا قصہ: 387
ابتدا سے انتہا تک غزوہ خیبر کی داستان 390
غزوہ خیبر 390
اس غزوے کا سبب 390
خیبر کی طبیعت 391
مسلمانوں کا غزوہ کی تیاری کرنا اور اس کے لئے نکلنا: 391
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھے رہ جانے والوں کو واپس کرنا: 392
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی خدمت کے لئے غلام تلاش کرنا: 392
ابو ثعلبہ خشنی ؓ رضی اللہ عنہ کی آمد 394
خیبر کی جانب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ اور راستے میں پیش آنے والے واقعات: 394
مسلمانوں کا خیبر پہونچنا اور ان کا اس پر حملہ کرنا 397
خیبر کا جغرافیہ: 399
معرکہ کا آغاز اور قلعہ ناعم کی فتح: 400
محمود بن مسلمہ اور اللہ عنہ کا مرحب کے ہاتھوں قتل: 401
علی بن ابی طالب ؓ کا جھنڈا حاصل کرنا: 402
مرحب کا قتل حضرت علیؓ کے ہاتھوں: 403

ایک روایت جو محل نظر ہے: 404
کمزور اور ناقص روایت: 405
مرحب کے بھائی یاسر کا حضرت زبیر بن العوامؓ کے ہاتھوں قتل: 406
ایک بہادر شخص جو جہنم کا اہل تھا: 406
جنگ کی شدت اور حصنِ ناعِم کی فتح: 407
حصن الصعب بن معاذ کی فتح: 407
گھریلو خچروں کا حرام ہونا: 408
پیاز اور لہسن کھانے سے منع: 411
ابو یسر رضی اللہ عنہ کا واقعہ 412
عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا واقعہ 413
قلعہ زبیر کی فتح 414
شق کے دو قلعوں میں سے ایک ابی کے قلعہ کی فتح 415
نزار کے قلعہ کی فتح 416
خیبر کے دوسرے حصے (کتیبہ کے قلعوں) کی فتح 416
اہل خیبر کے ساتھ مذاکرات اور ان سے صلح: 418
یہودیوں کا خیبر میں باقی رہنے کا مطالبہ 419
ابوالحقیق کے دونوں بیٹوں کو عہد شکنی کی وجہ سے قتل کیا جانا 420
غنیمتوں کی تقسیم 421
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام اور بچوں کو بھی مال غنیمت سے دینا 423

مہاجرین کاانصار کوان کے دیئے گئے تحفے واپس کرنا: 425
مسلمانوں کی بے نیازی 425
سوناسونے کے بدلے: 426
رہی بات کھانے کی 426
اللہ کے ساتھ صدق کا معاملہ اپنانے والے دیہاتی کا قصہ 427
اشجعی شخص کا قصہ 428
حبشہ کے مہاجرین کی جعفر کے ساتھ واپسی 429
اشعریوں کی آمد 429
ایک ضعیف حدیث: 431
اشعری صحابہ کرام کے فضائل 432
فوائد حدیث 433
کشتی والوں کی فضیلت: 435
حبشہ میں پیش آنے والے کچھ واقعات جن کا مشاہدہ وہاں ہجرت کر کے جانے والوں نے کیا 437
دوس قبیلے کے وفد کی آمد: 439
وہ شخص جس نے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے: 440
اس واقعہ اور خودکشی کرنے والے شخص کے واقعے کے درمیان کیا فرق ہے؟ 442
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے شادی 443
صفیہ رضی اللہ عنہ خواب 444
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا صفیہ سے نکاح کے بعد ولیمہ 445

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خواتین کا صفیہ سے غیرت ○ 447
حضرت صفیہ کے کچھ فضائل اور ان کی وفات 447
زہریلی بکری کا واقعہ 449
اس زہر کا اثر جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا تھا 452
فوائد حدیث 452
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹھ کی دل سے لگی ہوئی رگ ○ کا کٹنا: 453
اس زہر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت 454
غزوہ خیبر میں دونوں فریقوں کے مقتول 455
ابان سعید رضی اللہ عنہ کی نجد سے آمد 455
فدک ○ کے یہودیوں کا معاملہ 456
وادی قری ○ کا حصار اور مدعم ○ کا قصہ 457
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ساتھیوں جنگ کے لئے صف بندی کرانا: 458
تیماء کے یہودیوں کا معاملہ: 459
خیبر کے یہودیوں کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں معاملہ 459
خیبر کے یہودیوں کی غداری 460
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں یہودیوں کی خیبر اور جزیرہ عرب سے جلاوطنی: 463
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو اختیار: 466
فدک کے یہودیوں اور نجران کے عیسائیوں کی جلاوطنی 467
مدینہ کی جانب واپسی اور راستے میں پیش آنے والے واقعات: 468

پہلا واقعہ: اللہ رب العالمین کا ذکر 468
دوسرا واقعہ: نماز فجر کا چھوٹنا 469
تیسرا واقعہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گرنا 470
چوتھا واقعہ دونوں لڑکوں کا قصہ 471
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ پہنچنا 472
قریش کے ساتھ حجاج بن علاط ؓ سلمی کا قصہ 473
عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا موقف 475
رسولِ اکرم ﷺ کا اُمِّ حبیبہ رملہ بنتِ ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے رخصتی 478
عبید اللہ بن جحش کے مرتد ہونے کے دعوے کی تحقیق 480
خبر کی تحقیق 480
راجح بات یہی ہے کہ مرتد ہونے کی خبر صحیح نہیں ہے 487
غزوہ خیبر اور فتح مکہ کے درمیان پیش آنے والے واقعات 491
غزوہ ذات الرقاع ؓ 491
اس غزوے کا سبب 494
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ واپسی اور راستے میں پیش آنے والے چند واقعات 495
پہلا واقعہ عباد ؓ بن بشر رضی اللہ تعالی عنہ کا قصہ 495
دوسرا قصہ: غورث بن حارث کا قصہ 497
تیسرا قصہ: جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کا قصہ 499
حدیث کے فوائد 504

غزوہ ذات الرقاع میں پیش آنے والے عجیب واقعات 506

چوٹیوں کی بستی 506

تربہ ○ کی جانب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کا لشکر 508

بنو فزارہ کی جانب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سریہ کی روانگی 509

بنو مرہ کی جانب بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا لشکر 511

میفعہ کی جانب غالب بن عبد اللہ لیثی کے لشکر کی روانگی 512

اسامہ رضی اللہ عنہ کا مرداس بن نہیک کو قتل کرنا 512

اور اسی سریہ کے اندر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو قتل کیا جس نے لا الہ اللہ کہا تھا اس کا نام مرداس بن نھیک تھا جو کہ جہی نہ قبیلے کے حرقہ کے بنو مرہ کے حلیف تھے اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جہی نہ قبیلے کے حرقہ کی جانب ہمیں بھیجا تو ہم نے صبح سویرے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں ہم نے شکست دے دی اور میں نے انصار میں سے ایک شخص ○ کے ساتھ ان میں سے ایک ایک شخص کا پیچھا کیا تو جب ہم نے اسے گھیر لیا تو اس نے لا الہ اللہ کہا تو وہ انصاری شخص رکا رہ گیا مگر میں نے اسے اپنے برچھی ○ سے وار کر کے قتل کر دیا، جب ہم مدینہ واپس آئے تو یہ بات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے مجھ سے کہا: اسامہ کیا تم نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کر دیا؟ 512

یمن اور جبار ○ کی جانب بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا لشکر 515

عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف کے درمیان گفتگو 516

ثمامہ ابن اثال الحنفی ○ رضی اللہ عنہ کا قیدی ہونا اور ان کا قبول اسلام 517

حدیث کے فوائد 520

عمرہ قضاء ○ 522

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عمرہ کے لئے نکلنا اور آپ کے ساتھیوں کی تعداد 522

قریش کا مکرز بن حفص کو بھیجنا 525
اہل مکہ کا پہاڑیوں کی طرف نکلنا 525
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں داخلہ : 526
ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کا شعر 527
امام ترمذی رحمہ اللہ کا وہم 528
مسلمانوں کا رمل 529
ہدی کے جانوروں کا ذبح کرنا 531
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں داخل نہ ہوئے 532
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال 533
حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے سلسلے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ 534
حدیث کے فوائد 536
عمارہ رضی اللہ عنہا کا حال 537
میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح 537
ابن عباس رضی اللہ عنہ کا وہم : 539
میمونہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور ان کی وفات 541
عمرہ قضا سے لے کر فتح مکہ تک کے واقعات 543
اخرم ابن ابی العوجاء اللہ عنہ کا لشکر بنو سلیم کی جانب 543
سنہ 8 ہجری 544
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینب کی وفات 544

شراب کی حرمت 546
شراب کی حرمت کے مراحل 547
آیت کے نزول کا سبب 548
آیت کے نزول کا سبب: 551
صحابہ کرام کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو جلدی سے بجالانا 553
صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا اپنے فوت شدہ بھائیوں کے بارے میں سوال 554
خالد بن ولید، عمرو بن عاص اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم کا قبول اسلام 555
حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی وفات 560
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا قصہ 562
خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مناقب 566
خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات 568
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات کہاں ہوئی 568
عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ 571
غالب بن عبداللہ کے لشکر کا بنو ملوح کی جانب روانگی 572
غالب بن عبداللہ کا سریہ 575
بشیر بن سعد کے ساتھیوں کی فدک میں شکست والی جگہ کی جانب 575
شجاع بن وہب کا لشکر سیّ ۔ میں موجود بنو عامر کی جانب 577
کعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا سریاذات اطلاح کی جانب 579
غزوہ ۔ موتہ ۔ 580

لشکر کے سردار اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کی لئے وصیت 582
لوگوں کی طرف سے لشکر کو الوداع کہنا: 583
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر کو الوداع کہنا اور انہیں وصیت کرنا: 584
عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا پیچھے رہ جانا: 585
خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ نے اس عظیم غزوہ میں شرکت کی 586
مسلمانوں کے لشکر کا معان() پہنچنا اور دشمنوں کی تیاری: 586
معان نامی جگہ پر مسلمانوں کا آپس میں مشورہ 586
دشمن کے جانب مسلمانوں کے بڑھتے قدم 588
قتال کی ابتدا اور کمانڈروں کا ایک دوسرے کی نیابت 588
جھنڈا زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں: 589
جھنڈا جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں 589
عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جھنڈا 591
جھنڈا اللہ کے کھلے تلوار کے ہاتھ میں گیا 592
جنگ میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی مہارت: 594
مدد کی کا قصہ: 595
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: "یہاں تک کہ اللہ تعالی نے ان کو فتح نصیب کیا" کا کیا معنٰی ہے۔ 597
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تینوں امیروں کے موت کی خبر دینا 598
اس عظیم جنگ میں کامیابی کس کو ملی؟ 600
ابو جعفر کے گھر والوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مواسات: 602

ایک ضعیف حدیث 603
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آل جعفر کی خبر گیری 604
اہل مدینہ کا موتہ کے لشکر کا استقبال کرنا 606
دونوں گروہوں کے مقتول 607
غزوہ موتہ میں موجود بعض فوائد: 608
سریہ ذات سلاسل 609
مدینہ کی جانب واپسی 611
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک لوگوں میں سب سے محبوب کون: 613
اس حدیث میں بہت سے فوائد موجود ہیں: 614
خضرہ کی جانب ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا سریہ 615
غابہ کی جانب عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کا سریہ 617
اضم نامی علاقے کی جانب ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا سریہ 619